مصر کی قدیم تاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں کیلئے ایک دلچسپ اور حیرتناک داستان

فرعون

PDFBOOKSFREE.PK

ایم اے راحت

1

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پیش لفظ

زمانہ قدیم کی پُراسرار تہذیبوں میں سرزمین مصر کی داستانوں کو ہمیشہ اولیت حاصل رہی ہے۔ فراعنہ کے دیس میں زمین کے پرت اب بھی ہزاروں داستانوں کو چھپائے ہوئے ہیں اور علم و تحقیق کے رسیاؤں کے دلوں میں شوق و تجسس موجزن کئے ہوئے ہیں۔ یہ غالباً واحد ملک ہے جس کا نام زبان پر آتے ہی سریت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ دریائے نیل کے پانی کو چھو کر چلنے والی ہواؤں میں قلوپطرہ کے بجرے کے چپوؤں کی سرسراہٹ سنائی دیتی ہے اور صحراؤں میں ریت کے نیچے ہزاروں فٹ کی گہرائی میں دفن مقبروں سے فرعونوں کے جسموں کی ہڈیاں چٹخنے کی آوازیں بلند ہوتی ہیں۔ عظیم الشان ستون، پیرامڈ یا اہرام، بدشکل ابولہول، آتش بدن رقاصاؤں کے جسموں کی تھرکن، کالے قیدیوں کی کٹی ہوئی گردنوں کے انبار، بس ایک چشم تصور ہو، سب کچھ حاضر.....

اسی مصر کی سرزمین سے کشید داستان ''فرعون'' کی شکل میں حاضر ہے۔ مصری تہذیب کا علم زیادہ سے زیادہ چھ ہزار سال قبل تک ملتا ہے لیکن زیر نگاہ ناول میں آپ ان چھ ہزار سالوں کے عقب میں جھانک سکیں گے۔ وقت کی سب سے سنسنی خیز اور دلکش داستان کے صفحات آپ کے منتظر ہیں۔ آیئے، آپ کو مصر لے چلیں۔

ایم اے راحت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوش کی عمر کا کوئی تعین نہیں کیا جاسکتا۔ کون کب سوچ کی منزل میں آجاتا ہے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے۔ میں اپنی بات کر رہی ہوں۔ غور کرتی ہوں تو لگتا ہے کہ احساس جاگے صدیاں بیت گئی ہیں۔ ان صدیوں کا ہر لمحہ ایک کہانی ہے یاد کرو اور کرتے چلے جاؤ۔ ماضی کی شاہراہ پیچھے اور پیچھے جاتی ہے۔ آخر کتنا سفر کیا جائے۔ سمجھ میں نہیں آتا۔

وہ عظیم الشان کوٹھی جس میں بے شمار کمرے تھے' جس کے باہر ایک خوبصورت لان تھا' جس کے عقب میں سوئمنگ پول بنا ہوا تھا' جس میں کوئی ڈیڑھ درجن آیائیں' خادمائیں اور ملازم تھے۔ میری اپنی کوٹھی تھی۔ اس کوٹھی میں میرے لئے زندگی کی ہر خوشی مہیا کردی گئی تھی۔ معاوضہ لے کر جان چھڑکنے والوں کی اس بڑی تعداد نے نہ جانے کب تک مجھے کسی محرومی کا احساس نہ ہونے دیا۔ بچپن معصوم ہوتا ہے' سوچیں محدود ہوتی ہیں۔ مجھے اس تصویر سے کوئی لگاؤ نہیں تھا جسے میرے باپ کی تصویر بتایا جاتا تھا۔ ماں کا تو کبھی نام بھی نہیں لیا گیا تھا۔ وہ عورت جو ماں کی حیثیت سے میری دیکھ بھال کرتی تھی' بظاہر خود کو ایک مکمل ماں ظاہر کرتی تھی لیکن ایک دن مجھے پتہ چل گیا کہ وہ میری ماں نہیں ہے۔ وہ ان دو بچوں کی ماں ہے جو اس کے بازوؤں میں دبے ہوئے ہیں۔ غالباً اسی رات میرے تمام احساسات جاگ کر میرے ارد گرد آکھڑے ہوئے تھے۔ اس رات میں نے صحیح معنوں میں خود پر غور کیا تھا اور چونک پڑی تھی' ویسے یہ عمر بھی چونک پڑنے کی عمر ہوتی ہے۔ شاید سولہویں سال میں لگی تھی میں۔ یہ سولہ سال کیسے گزر گئے' کیا کیا ہوا ہے ان سولہ سالوں میں' پہلی بار غور کیا تھا اور جب غور کیا تو ہر بات اجنبی' ہر شے غیر فطری لگی۔

صمد بابا مجھے پیار کرتے تھے۔ میری ہر خواہش پوری کرتے تھے۔ رمضان اور اکمل بھی مجھے گھوڑے کی سواری کراتے تھے۔ رؤفہ اور شاہدہ میرے لباس اور بناؤ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سنوار کا کام کرتی تھیں اور ان سب پر حکمراں زینت جہاں تھیں جنہیں جہانی بیگم کہا جاتا تھا۔ جہانی بیگم اس کوٹھی میں سب سے بڑی حیثیت رکھتی تھیں۔ کوٹھی کے ملازمین کے علاوہ کچھ اور بھی لوگ میرے نزدیک تھے۔ مثلاً میری ٹیچر ناظمہ خانم' دوسری ٹیچر زہرہ طفیل' سر احتشام' سر فیاض علی' سر گھنشیام لعل۔ مجھے ورزش کرانے والی گوہر سلطانہ۔ یہ سب وہ تھے جو میرے لئے تھے جو میری آنکھوں کے اشارے کے منتظر رہتے تھے۔ جو مجھے تعلیم سے آشنا کر رہے تھے۔ ایک دن میں نے جہانی بیگم سے کہا۔

"یہ سب بچے اسکول کیوں جاتے ہیں' یہ گھروں پر کیوں نہیں پڑھتے میری طرح؟"

"اس لئے کہ یہ تم جیسے نہیں ہیں۔ تم شہزادی ہو اور یہ غلام زادے' ان کا اور تمہارا بھلا کیا مقابلہ؟"

"مگر یہ مجھے اچھے لگتے ہیں میں بھی ان کی طرح اسکول جاؤں گی۔"

"نہیں روشنی' اسکول شہزادیوں کے لئے نہیں ہوتے وہ تو غریب بچوں کے لئے ہوتے ہیں اور پھر اسکول تو خود تمہارے پاس چل کر آتے ہیں۔ تم ان گندے بچوں میں جا کر کیا کرو گی۔" پھر اس گندگی کا کچھ ایسا نقشہ کھینچتیں جہانی بیگم کہ میں خود ناک سکوڑ کر ناک پر رومال رکھ لیتی۔

اسی طرح زندگی گزاری تھی میں نے۔ سب میرا احترام کرتے تھے۔ سب مجھے پیار کرتے تھے ایک بھی ایسا نہیں تھا جو مجھے جھڑکتا' ڈانٹتا' مارتا یا میری بات نہ مانتا۔ جب کہ خود جہانی بیگم کو کئی بار میں نے اپنے بچوں کو جھڑکتے اور مارتے دیکھا تھا۔ مگر وہ گندے اور غریب بچے تھے۔ میرے جیسے نہیں تھے۔ جہانی بیگم کے دونوں بچے اپنے باپ کے ساتھ برابر کے کمرے میں رہتے تھے اور جہانی بیگم میرے ساتھ میرے کمرے میں۔

میرے بعد اگر اس کوٹھی میں کسی کا احترام کیا جاتا تھا تو وہ میرے باپ کی تصویر تھی جو سونے کے قیمتی فریم میں جڑی ایک دیوار پر آویزاں تھی۔ بارہا میں نے جہانی بیگم سے اس کے بارے میں پوچھا۔

"یہ صرف اسی تصویر میں رہتے ہیں جہانی بیگم یا کبھی اس سے باہر بھی آتے ہیں؟"

"نہیں روشنی۔ یہ تو محض ان کی تصویر ہے۔ سعدی صاحب تو کاروباری

دوروں پر رہتے ہیں۔ بے چارے کو کبھی فرصت ہی نہیں ملتی کہ تمہارے پاس آئیں۔"

یہ جواب میں نے ہمیشہ سنا تھا لیکن کبھی محسوس نہیں کیا تھا کیونکہ احمد کمال سعدی کا تصور میرے ذہن میں اس تصویر کے سوا کچھ نہیں تھا۔

ایک بار جہانی بیگم کسی بات پر اپنے شوہر سے بولیں۔ "ماں ہوں میں ان بچوں کی یہ لاوارث نہیں ہیں سمجھے؟"

تنہائی میں' میں نے جہانی بیگم سے پوچھا۔ "آپ سیفی اور نہال کی ماں ہیں جہانی بیگم؟"

"ہاں بیٹی۔"

"میری ماں نہیں ہے؟ کیا میں لاوارث ہوں؟" میرے اس سوال پر جہانی بیگم بھونچکی رہ گئیں پھر سنبھل کر بولیں۔ "میں تمہاری ماں نہیں ہوں کیا؟"

"اوہ اچھا آپ میری بھی ماں ہیں؟"

"کیوں۔ میں تمہیں پیار نہیں کرتی کیا۔ میں تمہاری بھی ماں ہوں میری بچی۔"

"تب ٹھیک ہے۔" میں مطمئن ہو گئی لیکن اس رات گڑبڑ ہو گئی۔ دن بھر تیز بارش ہوتی رہی تھی' رات کو بارش جاری رہی بلکہ شدید ہو گئی۔ بادل گرج رہے تھے بجلی چمک رہی تھی۔ نہ جانے رات کا کون سا وقت تھا میری آنکھ کھل گئی۔ گرج چمک اس قدر تھی کہ کھڑکی بند ہونے کے باوجود روشنی اور آواز آ رہی تھی۔ میں نے جہانی بیگم کو بستر سے غائب پایا۔ انہیں تلاش کرتی ہوئی ان کے کمرے تک پہنچ گئی۔ اسی وقت لائٹ چلی گئی اور گھور تاریکی چھا گئی۔ مگر میں جہانی بیگم کے کمرے میں داخل ہو چکی تھی اور روشنی جانے سے پہلے میں نے جہانی بیگم کو اپنے دونوں بچوں کو سینے سے لگائے دیکھ لیا تھا جب کہ انہوں نے مجھے نہیں دیکھا تھا۔ اس منظر نے مجھ پر عجیب سا اثر کیا تھا۔ میں ساکت رہ گئی۔ اسی وقت جہانی بیگم کے بچوں کے باپ نے کہا۔

"روشن جمال کو تنہا چھوڑ آئی ہو؟"

"وہ سو رہی ہے۔" جہانی بیگم نے کہا۔

"جاگ نہ جائے۔"

"اونہہ' جاگتی ہے تو جاگ جائے کون سی بچی ہے۔ کہاں تک اپنے بچوں سے دور رہوں۔ کتنا کلیجہ پھٹتا ہے انہیں سینے سے لگا کر سونے کے لئے۔ مجبوری نے پاؤں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پکڑے ہوئے ہیں۔ سچی بات ہے کئی بار میں یہ نوکری چھوڑنے کے بارے میں سوچ چکی ہوں' اس نوکری نے کبھی میری ماما ٹھنڈی نہ ہونے دی۔ ساری زندگی غیر کو سینے سے لگا کر گزار دی ہے میں نے۔"

"روشن جمال تمہیں اپنی ماں سمجھتی ہے۔"

"مگر میں اس کی ماں تو نہیں ہوں۔"

"بے وقوف ہو' جس عیش سے گزر رہی ہے وہ کہیں اور نصیب ہو سکتی ہے۔ تمہارے بچے تم سے کون چھین سکتا ہے؟"

خاموشی چھا گئی مگر سناٹے چیخ رہے تھے۔ جہانی بیگم نوکر ہیں۔ وہ میری ماں نہیں ہیں۔ آہ۔ پھر میری ماں کہاں ہے۔ میرا باپ کہاں ہے۔ کہاں ہیں یہ دونوں۔ آخر میرا خیال ہی سچ نکلا تھا۔ اس کوٹھی میں صرف میرے نوکر رہتے ہیں۔ شروع سے ایسا ہی ہے نہ ماں ہے میری اور نہ باپ یہ سب غیر فطری ہے یہ سب کچھ غیر حقیقی ہے!

ایک ایک چیز پر غور شروع کر دیا میں نے۔ اس پوری کوٹھی کا گہری نگاہوں سے جائزہ لیا۔ ہر چیز قیمتی نفیس۔ جس کمرے میں میرے باپ کی تصویر آویزاں تھی وہ مصریات کی عکاسی کرتا تھا۔ دیواروں پر فراعنہ کے دور کو نقش کیا گیا تھا۔ اہرام مصر کے ماڈل جابجا سجائے گئے تھے ایک طرف ابوالہول کا بہت بڑا مجسمہ رکھا ہوا تھا۔ قبل از مسیح کے بہت سے باب یہاں درج تھے۔ تابوتوں میں فرعونوں کی ممیاں رکھی ہوئی تھیں جو ماہرین نے پلاسٹر آف پیرس سے بنائی تھیں۔ ہر شے سے پُراسراریت ٹپکتی تھی اور اس پُراسرار ماحول میں میرے سرخ و سفید چہرے اور تیز سیاہ آنکھوں والے باپ کی مسکراتی تصویر سونے کے فریم میں آویزاں تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے احمد کمال سعدی اس پورے ماحول کی نگرانی کر رہے ہوں۔ پلک جھپکائے بغیر۔ یہ شخص کون ہے؟ اگر زندہ ہے تو کہاں ہے؟ اس نے میرے لئے یہ سب کیوں کیا ہے؟ اگر یہ واقعی میرا باپ ہے تو پوری زندگی میں کبھی میرے سامنے کیوں نہیں آیا؟ میری ماں کون تھی اور کہاں ہے؟ سوالات کا انبار تھا مگر جواب کہیں نہیں تھا۔

میں نے کسی کو ان سوالات سے پریشان نہیں کیا۔ جانتی تھی سب غیر ہیں۔ نوکر ہیں کوئی تسلی بخش جواب نہیں دے گا لیکن اس دن سے میری ذات خود میرے لئے ایک گرہ بن گئی۔ میری شوخیاں رخصت ہو گئیں میری شرارتیں ختم ہو گئیں۔ میں نے سب سے سنجیدہ برتاؤ شروع کر دیا کافی دن کے بعد جہانی بیگم نے کہا۔

"یہ کیا حلیہ بنا رکھا ہے تم نے۔ شام ہو گئی لباس تک نہیں بدلا' کیا بات ہے؟"

"کچھ نہیں ٹھیک ہوں۔"

"بالکل ٹھیک نہیں ہو۔ لباس بدلو۔"

"ٹھیک ہوں جہانی بیگم۔"

"کہنا سنو میرا۔ جاؤ لباس بدل لو۔"

"آپ نے سنا نہیں ٹھیک ہوں۔ آپ باہر جائیے۔"

"روشنی!"

"شٹ اپ' اینڈ گیٹ آؤٹ!" میں نے دانت بھینچ کر کہا اور جہانی بیگم کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ ایک لمحے وہ مجھے تعجب سے دیکھتی رہیں پھر جلدی سے باہر نکل گئیں۔ ان کی بوکھلاہٹ اور ان کے ساتھ اس طرح پیش آنے سے مجھے ایک عجیب سے سکون کا احساس ہوا تھا۔ ایک انوکھی طمانیت حاصل ہوئی تھی اور اس دن کے بعد سے میرا رویہ سب ہی کے ساتھ بدل گیا۔ اب مجھے علم ہو گیا تھا کہ یہ سب کرائے کے غم خوار ہیں۔ ان میں میرا اپنا کوئی نہیں ہے۔ وہ سب حیران تھے۔ صمد بابا سے لے کر جہانی بیگم تک۔ پہلے میں ان سے لاڈ کر کے اپنی فرمائشیں پوری کراتی تھی اب احکامات دیتی تھی۔

اس شام میں نے فیاض سے کہا۔ "گاڑی تیار کرو' مجھے باہر جانا ہے۔"

"جی!" اس کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"بہرے ہو گئے ہو۔ گاڑی نکالو گیراج سے مجھے باہر جانا ہے۔"

"جی اچھا۔" فیاض بولا لیکن کچھ دیر کے بعد وہ صمد بابا کے ساتھ واپس آ گیا۔

"اس وقت کہاں جاؤ گی روشنی بٹیا۔ دونوں وقت ملنے والے ہیں۔"

"تو یہ آپ کے پاس پہنچ گیا۔ صمد بابا یہ کل سے کوٹھی میں نہ نظر آئے۔ اگر یہ دوبارہ کوٹھی میں نظر آیا تو..... تو....." میں نے دانت بھینچ کر کہا اور صمد بابا تعجب سے مجھے دیکھنے لگے۔

"یہ کہاں جائے گا بیٹیا۔ نوکری کرتا ہے یہاں۔"

"اور تم؟" میں نے صمد بابا کو گھورتے ہوئے کہا۔

"ایں۔" صمد بابا بوکھلائے۔

"تم یہاں کیا کرتے ہو؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہم بھی نوکر ہی ہیں۔"

"کس کے؟"

"تمہارے بٹیا۔ احمد کمال سعدی کے۔"

"تو پھر سوالات کیوں کر رہے ہو' نوکری کرو۔ اس نے میرا حکم ماننے کے بجا
تم سے میری شکایت کی اور تم اپنی اوقات بھول کر مجھ سے باز پرس کرنے آگئ
تمہاری یہ ہمت کیوں ہوئی۔"

"میں نے شکایت نہیں کی روشنی بٹیا۔ بس شام ہوگئی تھی اس لئے۔ مجھے معا
کردو۔" فیاض ہاتھ جوڑ کر بولا۔

"اس کے بعد تم میں سے کوئی۔ تم میں ایک بھی اپنی حد سے آگے بڑھا تو ا
کوٹھی میں اس کے لئے جگہ نہ ہوگی' چلو۔" میں نے غرا کر کہا اور فیاض سرپٹ د
گیا۔ اس نے گاڑی نکالی اور میں دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئی کار باہر نکل گئی تھی۔

"کہاں چلوں روشنی بٹیا؟"

"پورے شہر کے چکر لگاؤ مجھے یہ شہر دکھاؤ۔ چپہ چپہ دکھاؤ۔"

"جی بٹیا!"

رات کو ایک بجے واپس آئی تھی۔ پورا گھر بقعۂ نور بنا ہوا تھا اور سارے نو
جاگ رہے تھے۔ میں انہیں نظرانداز کرکے اپنے کمرے میں آگئی۔ کچھ دیر کے ب
جہانی بیگم اندر داخل ہوگئیں۔

"فیاض نے بتایا ہے کہ تم نے کہیں کھانا بھی نہیں کھایا۔ اب اس وقت کھ
تو....."

"بھوک نہیں ہے۔ آپ آرام کیجئے جہانی بیگم۔"

"کچھ پوچھنا چاہتی ہوں بٹیا۔"

"جہانی بیگم۔ میں نے صمد بابا سے کچھ کہا ہے۔ آپ کو نہیں بتایا انہوا
....."

"بتایا ہے بٹیا۔ مگر..... میں نے تمہیں ماں....."

"تم میری ماں ہو جہانی بیگم۔" میں صمد بابا کی طرح آپ سے تم پر آگئی۔

"وہ بٹیا....."

"نہیں ہونا۔ تو بننے کی کوشش کیوں کر رہی ہو۔ جو سچ ہے وہی رہنے دو۔"

"ٹھیک ہے روشنی مگر میں کچھ پوچھنا چاہتی ہوں۔"

"میں بھی کچھ پوچھنا چاہتی ہوں اگر تم نے میرے سوالات کے ٹھیک جواب دے
یئے تو میں بھی تمہارے سوالات کے جواب دے دوں گی۔"

"بیٹھ سکتی ہوں؟" جہانی بیگم نے کہا۔

"ہوں بیٹھو!"

"پوچھو کیا پوچھنا چاہتی ہو؟"

"میری ماں کہاں ہے؟"

"میں نہیں جانتی۔"

"باپ کہاں ہے؟"

"مجھے ان کے بارے میں بھی نہیں معلوم۔ آخری بار وہ کوئی دس ماہ پہلے آئے
تھے۔"

"کون میرے ابو؟" میں اچھل پڑی۔

"ہاں!"

"کتنے ماہ پہلے؟"

"دس مہینے ہوگئے۔"

"جھوٹ بول رہی ہو۔ بکواس کر رہی ہو۔ میں کہاں تھی اس وقت' بولو میں
کہاں تھی؟" میں نے کرب سے کہا۔

"تم سو رہی تھیں۔"

"مجھے جگایا کیوں نہیں گیا۔ تم جانتی ہو میں نے کبھی اپنے ابو کو نہیں دیکھا۔ میں
نے اپنی ماں کو کبھی نہیں دیکھا۔" میری آواز بھرا گئی۔

"سعدی صاحب جب بھی آئے اچانک آئے۔ چوروں کی طرح چھپ کر آئے۔
میں چونکہ تمہارے کمرے میں ہی سوتی ہوں وہ صرف مجھے جگاتے ہیں۔ تمہاری خیریت
پوچھتے ہیں۔ گھنٹوں بیٹھے تمہیں دیکھتے ہیں اور پھر رات کی تاریکی میں چوروں کی طرح
نکل جاتے ہیں۔ دس ماہ پہلے بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ انہوں نے ہمیشہ تمہیں جگانے سے منع
کیا۔"

"آخر کیوں؟"

"یہ میں نہیں جانتی۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"جہانی بیگم۔ میں کون ہوں؟ میرے ماں باپ کون ہیں؟ مجھے اس کا جواب ا
سکتا ہے؟"

"شاید کوئی یہ جواب نہیں دے سکتا۔ صمد بابا بھی نہیں۔ حالانکہ وہ اس کو
کے سب سے پرانے ملازم ہیں۔"

میرے بدن میں شدید سنسنی ہو رہی تھی۔ میرے ابو میرے پاس آتے ہیں مجھ
دیکھتے ہیں میری مظلوم آنکھوں نے انہیں کبھی نہیں دیکھا۔ کس قدر بدنصیب ہوا
میں۔ مگر ایسا کیوں ہے۔ دل اندر سے تڑپ رہا تھا مگر میں نے خود کو سنبھالے رکھا۔

"آپ کو اس کوٹھی میں کتنا عرصہ ہو گیا جہانی بیگم؟"

"اب تو یوں لگتا ہے جیسے پیدا بھی یہیں ہوئی تھی۔ تم دو سال کی ہو گی جب صمد
بابا مجھے یہاں نوکری کے لئے لائے تھے میری شادی کو پانچ ماہ ہوئے تھے۔ ہم غریب
لوگ تھے اور صمد بابا ہمارے پرانے شناسا تھے۔ انہوں نے بتایا کہ ایک دولت مند شخص
کو آیا کی ضرورت ہے مجھے یہاں جگہ مل گئی۔ احمد کمال صاحب تمہیں پاگلوں کی طرح
چاہتے ہیں ہر وقت ہر لمحہ تمہیں سینے میں چھپائے رہتے تھے دن ہو یا رات ایک لمحے کو
خود سے جدا نہیں کرتے تھے۔ بڑی مشکل سے تم میری گود میں آئیں۔ وہ مسلسل
میرے ساتھ رہتے تھے۔ پھر جب تم مجھ سے ہل گئیں تب انہیں اطمینان ہو گیا۔ انہوں
نے مجھ سے کہا زینت جہاں تمہیں اس بچی کی پرورش ماں بن کر کرنی ہے اس کام کا
معاوضہ جو تمہارے تصور میں آئے اس سے دگنا میری طرف سے کر لینا۔ تمہاری اور
مستقبل میں تمہارے ہونے والے بچوں کی زندگی سنور جائے گی میں تمہیں اتنا دوں گا
لیکن اسے کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔ میں نے انہیں یقین دلایا کہ ایسا ہی ہو گا اور اس
کے بعد میں نے ہمیشہ یہی کوشش کی۔ اپنی طرف سے تو کبھی کوتاہی نہیں کی انجانے میں
کچھ ہو گیا ہو تو اللہ جانتا ہے۔"

"میری ماں کے بارے میں انہوں نے کبھی کچھ نہیں بتایا؟"

"کبھی نہیں۔"

"تم نے بھی نہیں پوچھا؟"

"جو بات مالک نہ بتائے نوکر اسے کیسے پوچھ سکتا ہے۔"

"وہ خود کہاں رہتے ہیں؟"

"کوئی نہیں جانتا۔"

"عجیب بات ہے جہانی بیگم۔ اتنے ملازم ہیں اس گھر میں کبھی اتفاقیہ طور پر بھی
کسی کو اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔"

"ملازم یہاں مالکوں کی طرح رہتے ہیں نہ کوئی کام نہ کاج فوج کی فوج پل رہی
ہے۔ یہ احمد کمال جانتے ہیں کہ انہوں نے بعد میں اتنے ملازم کیوں جمع کر لئے۔ بینکوں
میں سرمایہ محفوظ ہے۔ صمد بابا ضرورت کے مطابق رقمیں نکال لیتے ہیں آج تک ان
سے کوئی حساب نہیں مانگا گیا۔ ایسے مالکوں کی مرضی کے خلاف کوئی کام کیسے کیا جا سکتا
ہے روشنی بیٹی!"

"عموماً وہ کتنے عرصے کے بعد آتے ہیں؟"

"کوئی تعین نہیں۔"

"تنہا آتے ہیں یا کبھی کوئی اور بھی ان کے ساتھ آیا؟"

"کبھی نہیں، کسی اور کے آنے کی بات کر رہی ہو تم۔ وہ کبھی کوٹھی کے
دروازے سے اندر نہیں آئے۔ بس اچانک کسی کمرے میں نمودار ہوتے ہیں صرف
مجھ سے یا صمد بابا سے رجوع کرتے ہیں۔ تمہاری خیریت پوچھتے ہیں تمہیں دیکھتے ہیں۔
تمہاری دیکھ بھال کے لئے ہدایات دیتے ہیں اور پھر ہم لوگوں کو ہٹا دیتے ہیں۔ اس کے
بعد وہ کب اور کس طرح چلے جاتے ہیں کسی کو معلوم نہیں ہوتا۔"

"ان کے کسی دوست کو بھی نہیں جانتے تم لوگ.....؟"

"بالکل نہیں۔"

"کوئی کبھی انہیں پوچھتا ہوا یہاں آیا.....؟"

"آج تک نہیں۔"

"ہوں۔" میں نے گہری سانس لی۔ "ٹھیک ہے جہانی بیگم..... آرام
کیجئے۔"

"تم نے میرے سوالات کا جواب دینے کا وعدہ کیا تھا۔"

"کہئے....."

"یہ اچانک تمہیں کیا ہو گیا ہے؟"

"فضول سوال ہے۔"

"فضول نہیں ہے۔ اس کا ہماری وفاداریوں سے گہرا تعلق ہے۔ اگر تم جواب
نہیں دو گی روشنی تو میں یہاں سے چلی جاؤں گی۔" جہانی بیگم نے سنجیدگی سے کہا اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں بے اختیار مسکرا پڑی۔

"یہی آپ کے سوال کا جواب ہے جہانی بیگم۔ آپ وہ ہیں جو یہاں سے چ
جائیں گی۔ بس پتہ چل گیا ہے مجھے۔ ناسمجھی کی عمر ختم ہو گئی ہے میری۔ یہ جان چکی ہو
میں کہ آپ کا میرا رشتہ کیا ہے۔ کوئی خاص بات نہیں۔ چند روز پہلے بارش کی ایک
رات جب بادل گرج رہے تھے۔ بجلی کڑک رہی تھی۔ آپ میرے پاس موجود نہیں
تھیں۔ آپ کو تلاش کرتی ہوئی میں دوسرے کمرے میں جا پہنچی جہاں آپ سیفی او
نہال کو سینے سے لپٹائے ہوئے اپنے شوہر کو اس مجبوری کی شکایت کر رہی تھیں جو میرا
وجہ سے ہے۔ آپ کہہ رہی تھیں کہ آپ نے ساری زندگی غیر کو سینے سے لگا کر گزا
دی ہے۔ آپ نے کہا تھا کہ آپ میری ماں نہیں ہیں۔ اس رات میں نے سوچا کہ اب
بڑی ہو گئی ہیں، مگر کبھی حقیقتوں پر غور ہی نہیں کیا۔ بس جہانی بیگم اس کے بعد میں۔
غور کیا.....!"

جہانی بیگم کا چہرہ پیلا پڑ گیا۔ ان کی آنکھوں سے خوف جھانکنے لگا۔ دیر تک ان کے
منہ سے آواز نہ نکل سکی.....! میں نے کلائی پر بندھی گھڑی میں وقت دیکھ کر کہا۔

"رات بہت ہو گئی ہے جہانی بیگم.....!"

"صرف ایک بات اور کہنا چاہتی ہوں روشنی۔"

"جی.....!"

"مجھے معاف کر دو۔"

"اگر معاف کرنے کی کوئی بات ہوتی تو اسے موضوع بنایا جا سکتا تھا لیکن حقیقتیں
نظرانداز نہیں کی جا سکتیں۔ اسے میرا جواب تصور کیجئے!" میں نے کھردرے لہجے میں
کہا۔

"کھانا نہیں کھائیں گی.....؟"

"نہیں، اور سنئے جہانی بیگم۔ آج جبکہ یہ ساری باتیں بالمشافہ ہو گئی ہیں تو براہ کرم
آپ اپنے کمرے میں اپنے بچوں کے پاس سوئیں۔ جائیے۔ آرام کیجئے۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہو روشنی۔"

"دیر ہو گئی ہے۔ میں سونا چاہتی ہوں۔ آپ جائیے۔"

"روشنی.....!" انہوں نے کچھ کہنا چاہا۔

"جائیے..... جائیے۔ جاؤ۔" میں نے وحشیانہ انداز میں چیخ کر کہا اور جہانی

بیگم مڑ کر باہر نکل گئیں۔ میں نے دروازہ بند کر دیا تھا۔ کمرے کے وسط میں آ کر میں دیر
تک کھڑی رہی۔ پھر لباس تبدیل کر کے مدہم روشنی والا بلب جلایا اور بستر پر لیٹ گئی۔
کیسی انوکھی کہانی ہے میری۔ کوئی سر پیر ہی نہیں ہے۔ ماں کے بارے میں تو کوئی اشارہ
ہی نہیں ملا تھا لیکن یہ باپ کیسا انوکھا ہے۔ کتنا انتہا پسند ہے آج تک اپنی صورت بھی
نہیں دکھائی۔ کبھی سامنے آ جائے تو سمجھ میں نہیں آئے گا کہ اسے کیا کہوں گی۔ اس
سے زیادہ تو اس کی تصویر قابلِ اعتماد ہے۔

نہ جانے کیا کیا سوچتی رہی پھر سو گئی۔

☆------☆------☆

دوسری صبح ہمیشہ جیسی تھی۔ ہاں جو تبدیلیاں چند روز سے پیدا ہو گئی تھیں وہ
برقرار تھیں۔ پہلے ملازم ہنگامے کرتے رہتے تھے۔ ہنسی مذاق کرتے تھے دھما چوکڑی
مچائے رہتے تھے اب سب سنجیدہ ہو گئے تھے۔

ناشتہ جہانی بیگم نے ہی کرایا۔ بس اس کے بعد معمولات کا آغاز ہو گیا۔ دوپہر کو
ایک کتاب لئے بیٹھی تھی کہ ایک خیال دل میں آیا۔ اس کوٹھی کا جائزہ لینا چاہئے۔
خصوصاً ابو کے کمرے کا۔ بے شمار بار اسے دیکھا تھا لیکن سرسری نگاہوں سے۔ وہاں
بہت کچھ تھا۔ کبھی غور ہی نہیں کیا تھا۔ غور سے دیکھوں شاید ان کی شخصیت کے کچھ پہلو
نمایاں ہو جائیں شاید ان کی ذات کے نشان مل جائیں۔ یہ خیال دل میں جڑ پکڑ گیا۔
ابھی کوئی عملی قدم نہیں اٹھا سکی تھی کہ جہانی بیگم پھر آ گئیں۔

"جی جہانی بیگم..... کوئی حکم ہے۔"

"ایک التجا ہے روشنی۔" وہ آہستہ سے بولیں۔

"فرمائیے۔"

"مجھے معاف کر سکتی ہو.....!"

"جی..... کر سکتی ہوں لیکن اس کے لئے ایک شرط ہو گی۔"

"بتاؤ.....؟"

"ابو اب جب بھی آئیں۔ جس وقت بھی آئیں آپ مجھے جگا دیں گی۔ اگر میں
اس گھر کے مالک کی بیٹی ہوں تو آپ اسے میرا حکم سمجھیں۔ بولئے آپ ایسا کریں
گی.....؟"

"مشکل ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اوکے جہانی بیگم۔ اطمینان رکھیں۔ ابھی آپ کو بہت سی مشکلات سے گزرنا ہوگا....." میں کمرے سے باہر نکل آئی پھر میں ابو کے کمرے میں داخل ہوگئی۔ دروازہ اندر سے بند کرلیا۔ کمرے کے درمیان کھڑے ہوکر چاروں طرف دیکھنے لگی۔ تابوت' مجسمے' اہرام' شیلف' دیواریں۔ میں ان دیواروں پر کندہ کہانیاں پڑھنے لگی۔ عجیب وغریب نقوش تھے۔ نہ غور کرو تو کچھ بھی نہیں غور کرو تو بولتے ہوئے۔ میں آج پہلی بار ان پر غور کر رہی تھی۔ پتہ نہیں میرا وہم تھا یا کچھ اور..... دیواروں پر اچانک کچھ نقش غیر معمولی طور پر چمکنے لگے تھے۔ جیسے مجھے اپنی جانب متوجہ کر رہے ہوں۔ جیسے وہ مجھے اپنے بارے میں بتا رہے ہوں۔ جیسے وہ کسی انوکھی نہ سمجھ میں آنے والی کہانی کا آغاز کر رہے ہوں۔ میرے قدم ان کی جانب بڑھ گئے۔ جہاں سے ابتدا ہوئی تھی وہ چند تصاویر تھیں۔ تین مرد' دو عورتیں۔ ان کی آنکھیں مجھے دیکھ رہی تھیں۔ مجھ سے کچھ کہہ رہی تھیں نہ جانے کیا..... میں انہیں بغور دیکھتی رہی۔ چمکدار نقوش آہستہ آہستہ مدہم پڑ گئے۔ وہ مجھے کچھ بتا کر خاموش ہوگئے تھے۔ میری نگاہیں احمد کمال کی تصویر کی طرف اٹھ گئیں۔ دل میں ہوک سی اٹھی۔ آنکھوں میں شکایت بیدار ہوگئی۔ کیسے اپنے ہیں یہ۔ اتنے بے گانے۔ آخر میں شیلف کے پاس پہنچی۔ درجنوں بار ان کتابوں کو دیکھ چکی تھی۔ کبھی کسی کو چھوا نہیں تھا۔ آج چھونے کو جی چاہا۔ انتہائی خوبصورت جلدیں تھیں۔

تہذیب مصر کا ارتقا۔ طوطخ آمن' فراعنہ کا عروج وزوال' درجنوں کتابیں تھیں۔ قدیم و جدید۔ ایک ضخیم کتاب کھول کر بیٹھ گئی۔ تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ عبرانی زبان کی کتاب تھی۔ تحریر تو سمجھ میں نہیں آسکی لیکن تصویریں دلکش تھیں۔ عمارات' اہرام' فرعون۔ یہ سب بہت اچھے لگ رہے تھے۔ دیر تک ان تصویروں میں کھوئی رہی۔ وقت گزرنے کا اندازہ ہی نہیں ہوسکا۔ کتاب کے آخری صفحات میں ایک تصویر نظر آئی۔ تابوت میں لیٹی ہوئی ایک لاش تھی۔ مصری طریق کار کے مطابق حنوط شدہ۔ میری نگاہیں اس پر جم گئیں۔ اس کے خدوخال واضح ہوتے گئے کسی عورت کی لاش تھی۔ ابھی اسے دیکھ ہی رہی تھی کہ ایک ملازم نے دروازے پر دستک دی اور میں چونک پڑی۔ کھوئی کھوئی نظروں سے دروازے کو دیکھا۔ آنکھوں اور ذہن پر شدید بوجھ تھا۔ دستک دوبارہ سنائی دی تو سنبھل گئی۔

"کون ہے؟"

"رمضان۔"

"آؤ.....!" میں نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا اور وہ اندر آگیا۔ "کیا مصیبت نازل ہوئی ہے تم پر۔"

"چائے یہیں پئیں گی روشنی بی بی.....یا باہر....."

"چائے.....؟"

"چھ بج گئے ہیں۔"

"چھ.....؟" میں حیرت سے اچھل پڑی۔ دیوار پر آویزاں گھڑی کو دیکھا۔ پھر کتاب میز پر رکھ دی..... "تم جاؤ..... میں آرہی ہوں....." رمضان چلا گیا۔ اب وقت معلوم ہونے کے بعد پتہ چل رہا تھا۔ بدن بری طرح درد کرنے لگا تھا۔

کتاب واپس اس کی جگہ رکھی۔ باہر آگئی۔ لان پر چائے لگوائی اور کرسی پر نیم دراز ہوکر ان تمام باتوں پر غور کرنے لگی۔ کوئی خاص بات نہیں معلوم ہوئی تھی سوائے اس کے کہ میرے والد احمد کمال سعدی کو مصر سے کافی دلچسپی ہے۔ بہت عجیب حالات تھے۔ سمجھ میں آنے والی کوئی بات نہیں تھی مگر اتنا اندازہ ضرور تھا کہ یہ سب کچھ نارمل نہیں ہے۔ مجھے ساری دنیا سے دور رکھا گیا ہے۔ نہ کوئی دوست نہ غمگسار۔ احمد کمال کا کوئی ایسا شناسا بھی نہیں تھا جو مجھے ان کے بارے میں کچھ بتا دے ہر طرف خلاء تھا۔ میں ان چند ملازموں میں محدود رہوں۔ ایسا ہونا نہیں چاہئے۔ گھر سے باہر جو کچھ نظر آتا ہے وہ ایسا نہیں ہے۔ اب میں کیا کروں۔ اس طرح تو میں پاگل ہوجاؤں گی۔ کوئی میرے لئے کچھ نہیں کرے گا۔ مجھے خود ہی کچھ کرنا ہوگا۔ خود ہی..... مگر کوئی مجھے گائیڈ کرنے والا بھی تو نہیں۔

دوسرے دن سے میں نے باقاعدہ باہر جانا شروع کردیا۔ مجھے دوستوں کی تلاش تھی۔ جس علاقے میں ہماری کوٹھی تھی وہاں عجیب لوگ رہتے تھے۔ کاروں میں آتے جاتے تھے۔ گھروں میں دروازے بند کرکے بیٹھ جاتے تھے۔ کوئی نظر ہی نہیں آتا تھا جسے دوست بنایا جاسکے۔ ٹیلیفون کا سہارا لیا۔ ایک شخص سے بات ہوئی۔

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"جواد۔"

"مجھ سے دوستی کروگے.....؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"جی.....!"

"مجھے ایک دوست درکار ہے۔"

"صرف ٹیلیفون پر۔" اس نے پوچھا۔

"نہیں۔ مجھ سے ملو.....!"

"حکم دیجئے کہاں۔" آواز میں شوخی تھی۔

"میں نہیں جانتی۔ تم بتاؤ۔"

"حسین لوگوں کے لئے یہاں ایک خوبصورت ہوٹل ہے۔ ہوٹل پیرا ماؤنٹ۔ کس وقت آئیں گی؟"

"جب تم کہو۔"

"شام سات بجے۔"

"ہوٹل کا پورا پتہ بتاؤ۔" میں نے کہا اور اس نے پتہ دہرا دیا۔ پھر بولا۔ "مگر ہم دونوں ایک دوسرے کو کیسے پہچانیں گے؟"

"اوہ! ہاں یہ تو ہے۔"

"میں گرے رنگ کے سوٹ میں ہوں گا۔ میرے سوٹ میں گلاب کی تین کلیاں لگی ہوں گی۔"

"یہ ٹھیک ہے۔ میں تمہیں پہچان لوں گی۔" میں نے مسرت سے کہا۔ اس سے باتیں کرنے کے بعد میں خوش ہوگئی۔ یہ تنہائی تو دور ہوگی کوئی غم خوار تو ملے گا۔ ہو سکتا ہے مجھے کوئی ایسا دوست ہی مل جائے جو اس اسرار کے پردے چاک کرنے میں میری مدد کرے۔ کسی کا ساتھ تو حاصل ہو مجھے۔

ہوٹلوں کے بارے میں رسالوں وغیرہ میں پڑھا تھا میں نے۔ آج تک کوئی ہوٹل اندر سے نہیں دیکھا تھا۔ فیاض مطلوبہ پتے پر لے گیا۔ میں جھجکتی ہوئی اندر داخل ہوگئی۔ ہوش اُڑے جا رہے تھے اتنے لوگوں کو دیکھ کر۔ مگر خود کو سنبھالے رکھا۔ نگاہیں گلاب کی تین کلیوں کی تلاش میں تھکنے لگیں۔ پھر وہ مجھے نظر آگیا۔ اوباش سی شکل کا چھوٹی آنکھوں والا نوجوان تھا۔ دیکھنے میں اچھا نہیں لگا تھا۔ میں اس کی طرف بڑھ گئی۔ وہ مجھے دیکھ رہا تھا اور اس کے چہرے پر کسی قدر بوکھلاہٹ کے آثار نظر آرہے تھے۔ میں قریب پہنچی تو وہ کھڑا ہوگیا۔

"ہیلو۔" میں نے خوش اخلاقی سے کہا۔ مگر وہ احمقوں کی طرح منہ پھاڑے کھڑا

رہا۔ "تم جواد ہو؟"

"جی۔ جی ہاں۔"

"میرا نام روشن جمال ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"جی ہاں۔ جی۔" وہ جلدی سے بیٹھ گیا۔ میں بھی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔

"میں نے تم سے فون پر بات کی تھی۔"

"جی ہاں۔ جی ہاں۔"

"تم اس کے علاوہ اور کچھ بولنا نہیں جانتے۔" میں نے کسی قدر جھنجلا کر کہا۔

"جی ہاں۔ جی نہیں۔"

"کیا ہوگیا ہے تمہیں۔ کیا خبط الحواس ہو۔"

"بالکل نہیں۔ ابھی حاضر ہوا۔" وہ کرسی سے اٹھ گیا۔ مجھ سے اور کوئی بات کئے بغیر ایک طرف مڑ گیا اور پھر ایک دروازے سے اندر داخل ہوگیا۔ مجھے عجیب سا احساس ہو رہا تھا۔ میرے آس پاس بیٹھے لوگ مدھم آوازوں میں باتیں کر رہے تھے نہ جانے کیوں مجھے محسوس ہوا کہ یہ میرے بارے میں ہی کچھ کہہ رہے ہیں۔ مگر کیا۔ یہ سمجھ میں نہیں آیا۔ میں احمقوں کی طرح بیٹھی جواد کا انتظار کرتی رہی۔ مگر وہ واپس نہیں آیا۔ دس منٹ پندرہ منٹ بیس منٹ تب میں بوکھلا گئی۔ یہ کیا ہوا۔ کیا وہ ہوٹل سے چلا گیا۔ اس خیال نے مجھے نروس کردیا۔ میں کھڑی ہوگئی۔ اس کے بعد مجھ سے وہاں نہ رکا گیا۔ کار میں بیٹھ کر گھر واپس آگئی۔ یہ کیا ہوا۔ وہ اس طرح کیوں بھاگ گیا۔

بہت دیر کے بعد میں نے پھر وہی نمبر ڈائل کیا لیکن گھنٹی بجتی رہی کسی نے فون نہیں ریسیو کیا۔ رات کو گیارہ بجے البتہ جواد نے فون ریسیو کیا تھا۔

"ہیلو۔ جواد بول رہے ہو؟"

"ہاں۔"

"تم انتہائی احمق انسان ہو۔"

"ہاں۔ اعتراف کرتا ہوں۔"

"کیا ہوگیا تھا۔"

"میری سمجھ میں خود ابھی تک نہیں آیا۔ تم سے تمہارے بارے میں پوچھ سکتا ہوں؟"

"پہلے میری بات کا جواب دو۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"خدا کی قسم سچ کہوں گا۔ سچ کے سوا کچھ نہ کہوں گا۔ تم بے حد خوبصورت ہو۔ اتنی خوبصورت کہ انسان تمہیں دیکھ کر پاگل ہو جائے اور میں پاگل ہی ہو گیا تھا..... میرے تصور میں بھی نہیں تھا کہ تم اتنی حسین ہو گی۔ میں تمہیں کوئی فلرٹ لڑکی سمجھا تھا۔ مگر تمہیں دیکھ کر مجھ پر ایک عجیب سا خوف طاری ہو گیا۔ میں زندگی بھر کسی سے خوف زدہ نہیں ہوا۔ آج اعتراف کرتا ہوں کہ میں تمہارا سامنا نہیں کر سکتا۔ بس میں اپنے احساس کو کوئی نام نہیں دے سکتا۔ مجھے یوں لگا جیسے تم پر بھرپور نگاہ ڈالنا جرم ہے اور اگر میں نے یہ جرم کیا تو مجھے اس کی بدترین سزا ملے گی۔ مجھ سے وہاں نہ بیٹھا گیا کیونکہ تمہارے لئے میرے دل میں دوسرے خیالات تھے۔"

"تم واقعی پاگل معلوم ہوتے ہو۔" میں نے چڑ کر کہا۔

"مجھے اپنا فون نمبر بتاؤ گی؟"

"تم جیسے گدھوں سے دوستی بے معنی ہو گی؟" میں نے فون بند کر دیا لیکن اس کے بعد بھی میری تقدیر میں گدھے ہی لکھے ہوئے تھے۔ یہ میری کالی تقدیر کا دوسرا روپ تھا۔ دوستی کے لئے جنس کا کوئی تعین نہیں تھا۔ میں نے کئی کوششیں کیں اپنی کوٹھی کی سب سے قریبی کوٹھی میں دو لڑکیاں رہتی تھیں۔ سخت محنت کر کے ان سے رابطہ کیا۔ خوبصورت تھیں میری ہم عمر تھیں۔ خوش اخلاق تھیں لیکن مجھ سے بے تکلف نہیں ہو سکیں۔ میں دو تین بار ان سے ملنے گئی۔ ملتی تھیں لیکن ایک دوسرے کی صورت دیکھتی رہتی تھیں۔ مجھ سے بات کرتے ہوئے ہکلاتی تھیں۔ میں نے کئی بار انہیں اپنے گھر بلایا لیکن بہانے کر دیئے۔ صاف ظاہر ہو گیا کہ وہ مجھ سے کتراتی ہیں۔ انا بھی ایک چیز ہوتی ہے یہ محسوس کر کے میں خود ان سے کٹ گئی۔ کئی اور کوششیں کیں لیکن کسی کو قریب لانے میں ہمیشہ ناکام رہی۔ دل ٹوٹ گیا۔ اب واقعی اپنی زندگی بوجھ محسوس ہونے لگی۔ میں دوسروں سے مختلف ہوں۔ کسی طور اس کائنات میں بسنے والوں سے میل نہیں کھاتی۔ ایک بددلی سی پیدا ہو گئی تھی۔

فیاض کے ساتھ باہر نکل جاتی تھی۔ کبھی کسی پارک میں کبھی ساحل پر۔ سمندر کی چمکتی موجیں مجھے بہت بھاتی تھیں۔ اکثر ساحل پر دور تک چہل قدمی کرنے نکل جاتی تھی۔

ایک دن ساحل پر دیر تک چہل قدمی کرتے ہوئے تھک گئی تو ایک ساحلی کھلے ریستوران میں آ بیٹھی۔ چائے طلب کی اور چسکیاں لینے لگیں۔ اچانک میری نظر دو

افراد کی طرف اٹھ گئی جو عمر رسیدہ تھے۔ قیمتی لباس پہنے ہوئے تھے اور متجسس نظروں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ میری نظر ان سے ملی تو دونوں اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے پاس آ گئے۔ میں کچھ نروس ہو گئی۔

"تم سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں ہم۔"

"جی۔"

"تم کون ہو.....؟"

"انسان ہوں۔"

"کیا نام ہے تمہارا۔"

"روشن جمال۔"

"کس کی بیٹی ہو؟"

"میرے والد کا نام احمد کمال سعدی ہے!" میرے اس جواب پر انہوں نے عجیب سے انداز میں ایک دوسرے کی صورت دیکھی پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

"کیا تم انطاریہ کو جانتی ہو؟"

"نہیں۔ کون ہے یہ....."

"اور آنتاس کو بھی نہیں۔"

"نہیں دونوں نام میرے لئے اجنبی ہیں۔"

"دیکھو لڑکی، عمر کے لحاظ سے ہم تمہارے باپ کا درجہ رکھتے ہیں۔ تمہیں بیٹی کہنے میں ہمیں کوئی عار نہیں ہے۔ دراصل تمہارے ذریعے ہم ایک دلچسپ تجربہ کرنا چاہتے ہیں۔ تمہیں ذرہ برابر نقصان نہیں پہنچے گا۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے۔ وہ تجربہ خود تمہارے لئے بہت دلچسپ ہو گا۔"

میں عجیب مخمصے میں پھنس گئی۔ پھر میں نے کہا۔ "مجھے کیا کرنا ہو گا۔"

"ہم تمہیں ایک مکان تک لے جائیں گے۔ تمہیں اہلِ خانہ سے ملاقات کرنی ہو گی بس اتنی سی بات ہے۔"

"یہ کیا تجربہ ہوا۔"

"یہ تجربہ تمہارے لئے بے حد دلچسپ ہو گا۔ یہ ہمارا دعویٰ ہے۔"

"اہلِ خانہ سے مجھے کیا بات کرنی ہو گی۔"

"کچھ نہیں۔ بس اس ملاقات کا ردِ عمل دیکھنا ہو گا۔ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گا اس کا وعدہ ہے۔"

"آپ لوگ کون ہیں؟"

"لوگ مجھے پروفیسر زاغ کہتے ہیں۔ یہ میرے دوست منوچہر خلازی ہیں۔ روشن کمال' اگر اس تجربے میں تم ہماری مدد کرو تو ہم تمہارے بے حد احسان مند ہوں گے۔ ہو سکتا ہے ہم بھی تمہاری کسی ضرورت پر کام آجائیں۔"

یہ الفاظ میرے لئے بے حد دلکش تھے۔ مجھے اپنے سر پر ایک ہاتھ چاہئے تھا۔ میں تو خود اپنے لئے ایک حادثہ چاہتی تھی۔ زندگی کا رنگ تو بدلے حیات کا ڈھنگ تو بدلے۔ کچھ تو ہو جو مجھے متحرک کرے۔ چاہے یہ تحریک جان لیوا ہی کیوں نہ ثابت ہو' سب مجھ سے کتراتے ہیں۔ کوٹھی میں کرائے کے ملازموں کے سوا میری کسی سے شناسائی نہ تھی۔ یہ دونوں خود میری طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ اس لئے فائدہ اٹھانا چاہئے۔

"کیا فیصلہ کیا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تیار ہوں۔"

"آہ۔ تو پھر اٹھو۔ دیر کرنا مناسب نہ ہو گا!"

"میرے ساتھ گاڑی ہے۔ ڈرائیور ہے۔"

"کوئی حرج نہیں ہے۔ ہمارے پاس وہ سرخ رنگ کی کار ہے ہم تمہاری رہنمائی کریں گے۔"

فیاض میری ہدایت کے مطابق سرخ کار کا تعاقب کرتا رہا پھر سرخ کار رک گئی۔ پروفیسر زاغ نیچے اتر آیا اور سامنے نظر آنے والی ایک عمارت کی طرف اشارہ کرکے بولا۔ "اس دروازے سے اندر چلی جاؤ۔ ہمت کرو۔ ہم پر بھروسہ کرو۔"

"آپ لوگ باہر رہیں گے؟"

"ہاں۔ ہم تمہاری واپسی کا انتظار کریں گے..... جاؤ۔ دیر نہ کرو۔" میں آگے بڑھ گئی۔ عمارت کا دروازہ بند نہیں تھا۔ پوری عمارت سنسان محسوس ہوتی تھی۔ میں اندر پہنچ گئی۔ بڑے دروازے کو کھولا۔ بڑے سے ہال میں پہنچی اور یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ یہاں بھی قدیم مصری نوادرات کی سجاوٹ تھی۔ منقش دیواریں' ظروف' اہرام' ایک دروازے میں سرخ پردہ لٹک رہا تھا۔ ایک پُراسرار سکوت چھایا ہوا تھا۔ میں انتظار کرتی رہی۔ پھر کسی کو نہ پاکر میں نے زور سے آواز لگائی۔

"کوئی ہے۔ یہاں کوئی ہے۔" ابھی میری آواز کی بازگشت ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ سرخ پردے میں جنبش ہوئی۔ پھر دو سفید ہاتھ نمودار ہوئے۔ پھر ایک چہرہ..... اور..... اور..... میرے دل کی دھڑکنیں بند ہونے لگیں۔ میری آنکھیں ساکت ہو گئیں۔

وہ چہرہ' میں نے بہت کم انسانوں کو دیکھا تھا بہت کم لوگوں سے میرا واسطہ رہا تھا لیکن جو کچھ دیکھا تھا اس سے بہت سے اندازے قائم کئے تھے۔ عمر' فطرت سب کچھ سکھا دیتی ہے یہ چہرہ عام انسانی چہروں سے الگ تھا۔ اس پر برف جیسی سفیدی تھی نقوش اس قدر جاذب نگاہ تھے کہ دیکھنے والے پر سحر طاری کردیں۔ ان پر سے نگاہ ہٹانے کو جی نہ چاہے لیکن چہرے میں زندگی نہیں تھی۔ بس یوں جیسے پتھر سے تراش دیا گیا ہو۔ بے تاثر' بے رنگ آنکھیں حسین نیلاہٹیں لئے ہوئے تھیں لیکن بے نور۔ ان میں زندگی کے ستارے نہیں تھے۔ اونچی سفید گردن' لمبے لمبے سیاہ بال' ہاتھ سیدھے لٹکے ہوئے بدن پر سرخ اور بھدے سبز رنگ کا ایک عجیب تراش کا لبادہ۔ آنکھیں بے شک مجھ پر ٹکی ہوئی تھیں لیکن یوں لگتا تھا جیسے مجھے دیکھ نہ رہی ہوں۔

پھر وہ آگے بڑھی اور یہاں بھی مجھے حیرت کا سامنا کرنا پڑا اس کے پاؤں بے شک لمبے لبادے میں ڈھکے ہوئے تھے لیکن لبادہ کتنا ہی ڈھیلا کیوں نہ ہو چلتے ہوئے گھٹنے کچھ مڑتے ہیں۔ پاؤں اٹھتے ہوئے محسوس تو ہوتے ہیں مجھے یہ پاؤں اٹھتے ہوئے نہیں لگے تھے وہ جیسے پھسلتی ہوئی میرے سامنے رکی تھی ایک اور خاص بات مجھے محسوس ہوئی وہ یہ کہ جوں جوں وہ قریب آتی گئی مجھے ایک پُراسرار سی ٹھنڈک کا احساس ہوتا گیا یہ خوف نہیں تھا۔ میں پورے اعتماد سے کہہ سکتی ہوں اس پُراسرار ماحول نے اس پُراسرار وجود نے مجھے ذرہ برابر خوفزدہ نہیں کیا تھا میں خوف سے نہیں کپکپائی تھی بس اس ٹھنڈک نے مجھے کپکپا دیا تھا جو مجھے اپنے بدن میں اترتی محسوس ہوئی تھی۔ میری آنکھیں اس کی آنکھوں سے مل رہی تھیں۔ میں نے پلک جھپکائی تھی۔ تبھی اس کے ہونٹ ہلے اس کے منہ سے ایک کھرکھراتی سی آواز نکلی۔ مگر جو کچھ اس نے کہا وہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔ نہ جانے کون سی زبان بول رہی تھی۔ اس نے دوبارہ کچھ کہا اور اس بار آواز بلند تھی۔

"میں تمہاری زبان نہیں سمجھتی میں....." میں نے کہا۔

اچانک اس کی آنکھوں کی نیلاہٹیں سرخیوں میں بدل گئیں۔ اس نے اپنا برفانی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہاتھ اٹھایا اور دروازے کی طرف انگلی اٹھا کر شرربار آنکھوں سے مجھے دیکھا اور اسی زبان میں غرا کر کچھ بولی۔ ایک لمحے میں اندازہ ہوگیا کہ وہ مجھے باہر نکل جانے کو کہہ رہی ہے۔

"ظاہر ہے میں چلی جاؤں گی لیکن تم کون ہو؟ مجھے اپنے بارے میں کچھ بتاؤ کون ہو تم؟"

اس بار اس کی آواز چیخوں میں بدل گئی۔ اس نے شدید غصے کے عالم میں مجھے باہر نکل جانے کو کہا۔ مجھے احساس ہوا کہ میرا یہاں رکنا حماقت ہے اہلِ خانہ میں اگر صرف یہی عجیب عورت ہے تو خوب ملاقات ہے یہ اور واقعی انوکھا تجربہ ہے مگر اس سے ان دونوں احمق بوڑھوں کو کیا حاصل ہوا۔

عورت مسلسل مجھ سے باہر جانے کے لئے کہہ رہی تھی چنانچہ میں نے باہر جانے والے راستے پر قدم اٹھا دیئے۔ وہ دروازے تک میرے پیچھے آئی تھی اور میرے باہر نکلنے کے بعد اس نے بڑی زور سے دروازہ بند کیا تھا۔ اب کچھ اور جائزہ لینا بے کار تھا۔ چنانچہ میں عمارت سے باہر نکل آئی فیاض کار میں بیٹھا میرا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے بوڑھوں کی کار تلاش کی مگر وہ نظر نہیں آئی۔ فیاض مجھے دیکھ کر جلدی سے نیچے اتر آیا تھا اس نے عقبی دروازہ کھول دیا تھا۔

"سرخ کار کہاں گئی؟"

"ابھی ابھی تو گئی ہے وہ دیکھئے روشنی بی بی وہ سرخ روشنیاں نظر آرہی ہیں۔" فیاض نے سڑک کی طرف اشارہ کرکے کہا۔

"چلے گئے وہ؟"

"ہاں۔"

"کچھ کہہ کر گئے ہیں تم سے؟"

"نہیں روشنی بی بی۔"

"کمال ہے میرا انتظار بھی نہیں کیا انہوں نے کیا وہ یہیں باہر کار میں بیٹھے رہے تھے۔"

"نہیں آپ کے اندر جانے کے بعد وہ خود بھی اسی عمارت میں چلے گئے تھے وہاں سے دوڑتے ہوئے نکلے اور کار میں بیٹھ کر چلے گئے۔"

"تعجب ہے۔" میں نے کہا اور خود بھی کار میں بیٹھ گئی۔ "چلو۔" میں نے فیاض

کو حکم دیا اور اس نے گاڑی اسٹارٹ کرکے آگے بڑھا دی۔

☆------☆------☆

راستے بھر ذہن پر جھنجلاہٹ طاری رہی عجیب احمق بوڑھے تھے آخر یہ کیسا تجربہ تھا اس میں دلچسپی کا تو کوئی عنصر نہیں تھا اور پھر اگر ان کے لئے ایسی کوئی بات تھی تو مجھے کچھ تو بتاتے۔ انہوں نے مجھے اپنے کسی مقصد کے لئے استعمال کیا تھا مجھ سے کچھ تعاون کرتے لیکن دونوں فرار ہوگئے تھے اگر کبھی دوبارہ نظر آگئے تو..... تو..... اس بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کرسکی کہ وہ دوبارہ مل گئے تو کیا کروں گی اس کے بعد وہ عمارت یاد آئی۔ پرانی عمارت لگتی تھی اتنی بڑی عمارت میں اس عورت کے سوا کوئی نہیں تھا۔ انوکھی بات نہیں ہے اور پھر وہ عورت' وہ عورت کیسی تھی' بالکل غیر انسانی شخصیت لگتی تھی عجیب سا چہرہ تھا بے حد دلکش' انتہائی پُرکشش' لیکن اس پر عجیب سی سفیدی کھنڈی ہوئی تھی۔ جیسے اس میں خون کا ایک قطرہ بھی نہ ہو۔ اچانک ہی ذہن میں ایک الجھن سی پیدا ہوگئی اس عورت کو کہیں اور بھی دیکھا ہے اس کے نقوش کچھ جانے پہچانے سے تھے۔ مگر یہ احساس اس وقت تو بیدار نہیں ہوا تھا جب وہ سامنے تھی۔ ہاں اس وقت نہیں ہوا تھا اور وہ زبان کون سی بول رہی تھی۔

کوٹھی آگئی میں کار سے اتر کر اندر چل پڑی کچھ عرصے سے یہاں کا ماحول بدل گیا تھا۔ اس وقت سے جب سے میں نے ان ملازموں کو ملازم سمجھنا شروع کردیا تھا جب سے میں نے باہر جانا شروع کردیا تھا ورنہ پہلے یہ لوگ خوب ہنگامے کرتے تھے مجھے خوش رکھنے کے لئے طرح طرح کے سوانگ رچاتے تھے میں بھی ان کی حرکات سے خوش ہوتی تھی لیکن اب صورتِ حال بدل گئی تھی اب وہ لوگ مجھے صرف دور دور سے دیکھتے تھے خاموشی سے دیکھتے رہتے تھے۔

میں سیدھی کمرے میں داخل ہوگئی اور پھر لباس وغیرہ تبدیل کرکے سونے لیٹ گئی۔ وہی دن وہی رات وہی سناٹا ویرانی۔ کئی دن کے بعد ایک صبح صمد بابا ہاتھ ملتے ہوئے آئے۔

"ہماری کچھ بات سنو گی روشنی بٹیا۔"

"کہئے صمد بابا۔"

"بٹیا اللہ نے انسان کا دل محبت کے لئے بنایا ہے اس بات کو مانتی ہو۔"

"صمد بابا کتنی تعلیم ہے تمہاری؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تعلیم؟ ہماری؟ کیوں بٹیا؟ یہ کیوں پوچھا۔"

"تم فلسفہ بول رہے ہو کچھ کہنا ہے تو سیدھی سیدھی زبان میں کہو۔"

"ہم یہ کہہ رہے تھے روشنی بٹیا کہ ہم بے شک تمہارے نوکر ہیں مگر بچپن سے پال رہے ہیں تمہیں۔ اولاد جیسی محبت ہے ہمیں تم سے۔"

"ٹھیک ہے آگے کہو۔"

"مالک کو جواب دہ بھی ہیں ہم' اللہ نہ کرے تمہیں کچھ ہو گیا تو مالک ہمیں معاف نہیں کریں گے۔"

"کیا ہو سکتا ہے مجھے؟" میں نے پوچھا۔

"وہ بٹیا اس نے برائی نہیں کی تھی تمہاری' بس بتا رہا تھا کہ ایک دن دو بوڑھے آدمی تمہیں بہکا کر کہیں لے گئے تھے بڑی سنسان کوٹھی تھی اس میں۔ بٹیا تم لڑکی ہو۔ اللہ رکھے جوان ہو گئی ہو کسی کے بہکائے میں آ کر نقصان اٹھا سکتی ہو اس لئے بٹیا۔"

مجھے ہنسی آ گئی میں نے شرارت سے صمد بابا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "کاش صمد بابا کاش مجھے کوئی نقصان پہنچ جائے۔"

"اللہ نہ کرے بٹیا اللہ نہ کرے۔"

"اور کچھ صمد بابا؟" میں نے پوچھا۔

"بس یہی کہنا تھا۔"

"ٹھیک ہے جاؤ۔" صمد بابا کچھ دیر کھڑے رہے پھر ٹھنڈی سانس لے کر چلے گئے میں خاموشی سے ان کی باتوں پر غور کرنے لگی صبح کا اخبار میرے سامنے پڑا تھا عوامی اشتہارات کا صفحہ کھلا ہوا تھا میری نگاہ ایک عنوان پر پڑ گئی۔

ڈرائیونگ سیکھئے۔

پورا اشتہار پڑھ کر میں فون کے قریب پہنچ گئی میں نے انسٹی ٹیوٹ کے نمبر ڈائل کر کے ان سے کوائف طلب کئے اور ان کی شرائط منظور کر کے اسی دوپہر لیڈی انسٹرکٹر کو طلب کر لیا ایک عمر رسیدہ تجربہ کار خاتون تھیں پہلے مجھے اپنے دفتر لے گئیں وہاں فارم بھرتے ہوئے میں نے کہا۔ "آپ عام لوگوں کو ایک گھنٹے سکھاتی ہیں۔"

"ہاں بی بی۔"

"مجھے اس وقت سے شام تک کا ٹائم دے دیجئے اور رات گزرنے کے بعد سے

س وقت تک کا جب تک میں پوری طرح ڈرائیونگ نہ سیکھ جاؤں۔"

"نہیں بی بی ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔"

"ایسے۔" میں نے نوٹوں کی بڑی گڈی نکال کر ان کے سامنے رکھ دی۔ "میں ارہ گھنٹوں کی فیس دینے کے لئے تیار ہوں۔"

انسٹی ٹیوٹ کے منیجر نے فوراً کہا۔ "ٹھیک ہے میڈم سلیمان ہمیں کیا اعتراض وسکتا ہے آپ کے دوسرے اسٹوڈنٹس کو ہم ایڈجسٹ کر لیں گے۔"

ادائیگی کر کے میڈم سلیمان مجھے سڑک پر لے آئیں اور ابتدائی اصول بتا کر سٹیئرنگ مجھے دے دیا۔ بہت آسان کام تھا کوئی مشکل نہیں تھی اور پھر مجھ جیسی سر بری لڑکی کے لئے۔ میڈم سلیمان رات آٹھ بجے تک میرے ساتھ لگی رہی تھیں۔ یسرے دن میں نے اپنی گاڑی پر "ایل" کا نشان لگایا اور اسے اسٹارٹ کر کے سڑک پر لے آئی۔ میڈم سلیمان کو انسٹی ٹیوٹ سے اٹھایا اور سنگل کنٹرول پر گاڑی کو بھری پڑی ڑکوں پر دوڑاتی رہی مسز سلیمان نے کہا۔

"بہترین ڈرائیونگ کر رہی ہیں آپ مس روشن لیکن بہتر ہو گا دو چار دن میرے ساتھ پریکٹس کر لیں۔"

"ضرور میڈم۔"

کسی کے بولنے کی مجال نہیں تھی صمد بابا سمجھ گئے تھے کہ کیا ہوا ہے میں نے صرف فیاض کو راستے سے ہٹایا ہے جو گھر آ کر بتا دیتا تھا کہ میں کہاں گئی ہوں۔ اب میں س کی محتاج نہیں تھی اور جب دل چاہتا تھا کار لے کر نکل جاتی تھی۔

اس شام بھی میں لباس تبدیل کر کے باہر نکلی میں نے ایک شخص کو دیکھا جو ازموں سے بات کر رہا تھا۔ صمد بابا دو دوسرے نوکروں کے ساتھ اس سے کچھ بحث ر رہے تھے نہ جانے کون تھا۔ میں دو قدم آگے بڑھی تو سب پیچھے ہٹ گئے اور اچانک سامنے اس شخص کو پہچان لیا۔ یہ انہی دونوں بوڑھوں میں سے ایک تھا جو اس دن ے چکمہ دے کر نکل گئے تھے۔ وہ مجھے دیکھ کر تیزی سے آگے بڑھا اور بولا۔ "مس وشن جمال میں آپ سے ملنے آیا تھا مگر یہ لوگ تو مجھ سے میرا پورا شجرہ پوچھنے لگے۔"

"وہ روشنی بٹیا یہ آپ سے کیوں ملنا چاہتے ہیں میرا جاننا ضروری ہے۔" صمد بابا نے کہا۔

دونوں بوڑھوں پر مجھے آج تک غصہ تھا لیکن صمد بابا کی بات نے اس غصے کا رخ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بدل دیا۔ میں نے سرد لہجے میں کہا۔ "آیئے۔"

"روشن صاحبہ اگر آپ باہر نکل رہی ہیں تو براہ کرم چلیں میں آپ سے بہت اہم گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔" بوڑھے شخص نے کہا۔

"آپ آخر ہیں کون اپنا نام تو بتا دیں اور روشنی کہیں باہر نہیں جائے گی جو کچھ کہنا ہے....." صمد بابا نے پھر مداخلت کی۔

"آیئے۔" میں نے بھنا کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"وہ میری کار باہر موجود ہے میں اس میں چل رہا ہوں آپ میرے ساتھ ساتھ آجایئے۔" یہ کہہ کر وہ واپسی کے لئے مڑ گیا صمد بابا میرے قریب آگئے۔

"روشنی بٹیا' ہمیں ان تمام باتوں کے لئے منع کیا گیا ہے ہمیں یہی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔"

"صمد بابا مجھ سے کوئی بدتمیزی کرانا چاہتے ہیں' جایئے اپنا کام کیجئے۔" میں نے سرد لہجے میں جواب دیا اور کار میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کر دیا پھر تیز رفتاری سے اسے گیٹ تک لائی' چوکیدار نے بوکھلا کر گیٹ کھول دیا تھا میں کار باہر نکال لائی۔ اسی دن والی سرخ کار کو میں نے پہچان لیا تھا لیکن اس وقت دوسرا بوڑھا اس میں نہیں نظر آرہا تھا ڈرائیونگ وہی کر رہا تھا جو کوٹھی میں آیا تھا۔ میں نے سرخ کار کے پیچھے اپنی گاڑی لگا دی۔

کچھ دور نکلنے کے بعد دماغ کی گرمی کسی قدر کم ہوئی تو میں نے اس بوڑھے کے بارے میں سوچا دونوں بوڑھے جعلساز تھے نہ جانے اس دن وہ کیا چاہتے تھے اور آج بھی کوئی اسی دن جیسی بات نہ ہو لیکن اس دن بھی مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا حالانکہ میں چاہتی تھی کہ مجھے کوئی نقصان پہنچے میری زندگی کو کوئی بدترین حادثہ پیش آئے اس دن یقین ہو کہ میری اوقات کیا ہے۔ کون میرا چاہنے والا۔ کون میرا محافظ ہے' کسے میری زندگی سے دلچسپی ہے کہاں ہے میرا وہ باپ جس نے مجھے ایک سنہری محل میں قید کر کے اپنے تمام فرائض سے جان چھڑالی ہے کسی بھی طرح سہی کوئی سامنے تو آئے۔

سرخ کار ایک خوبصورت ہوٹل کے پارکنگ میں داخل ہو گئی میں نے بھی اپنی کار اس کے قریب پارک کر دی تھی۔ بوڑھا اپنی کار لاک کر کے مسکراتا ہوا میرے پاس آگیا اس نے کہا۔ "تمہیں میرا نام یاد ہے بے بی۔"

"پروفیسر زاغ!"

"نہیں۔ منوچہر خلازی۔"

"ہوں اب کیا کرنا ہے؟"

"نائنتھ فلور پر کمرہ نمبر نو سو سات میرے پاس ہے وہیں بیٹھ کر باتیں کریں گے۔"

"کیا تم قابلِ اعتماد ہو؟" میں نے کرخت لہجے میں کہا۔

"بہت دیر کے بعد تم نے یہ سوال کیا ہے۔"

"مطلب؟"

"جو واقعات گذر چکے ہیں انہیں مدِ نگاہ رکھتے ہوئے تو میں واقعی قابلِ اعتماد نہیں ہوں لیکن دوسری بار اعتماد کر کے یہاں تک آگئی ہو تو تھوڑا سا اعتماد کر لو۔"

میں نے گردن ہلا دی تھی لفٹ نے ہمیں نویں منزل پر اتار دیا اس نے نو سو سات کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا بے حد خوبصورت کمرہ تھا۔ منوچہر خلازی نے کہا۔

"کیا پیو گی بے بی' بے دھڑک روم سروس کو فون کر کے طلب کر لو میں لباس تبدیل کر لوں۔" وہ واش روم کی طرف بڑھ گیا میں ایک صوفے پر بیٹھ کر کمرے کا جائزہ لینے لگی کوئی اہم اور قابلِ غور بات نہیں تھی کچھ دیر کے بعد وہ واش روم سے آگیا۔ "کچھ منگایا؟" اس نے میرے سامنے بیٹھ کر پوچھا۔

"صرف کام کی بات کریں مسٹر خلازی کیا میں اسی نام سے آپ کو پکاروں۔"

"اوہ تمہاری برہمی بجا ہے اصل میں اپنے شوق کے ہاتھوں مجبور ہو کر میں غلط ہاتھوں میں جا پھنسا تھا۔ اصولی طور پر ہمیں وہاں رکنا چاہئے تھا تمہارے ساتھ واپس آنا چاہئے تھا لیکن..... لیکن شاید تم یقین نہ کرو۔"

"اگر یقین نہ کروں تو پھر مجھے کیا کرنا چاہئے۔" میں نے بھنویں اٹھا کر کہا اور وہ بے اختیار مسکرا پڑا۔

"بہت آتش مزاج ہو بالکل میری بیٹی نریما کی طرح۔ یقین کرو روشن جمال اس وقت میں صرف پروفیسر زاغ کا آلہ کار تھا جو کچھ کر رہا تھا اس کے اشاروں پر کر رہا تھا میری ہر جنبش اس کی مرہون منت تھی۔ وہاں اس عمارت میں جو کچھ ہوا اس کی توقع کے خلاف ہوا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہاں کچھ دلگداز مناظر ظہور میں آئیں گے مگر بدلے ہوئے حالات کی بنا پر اسے خدشات لاحق ہو گئے شاید اس نے کوئی خطرہ محسوس کیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر دیوانہ وار بھاگ نکلا۔ مجھے بھی مجبوراً وہی کرنا پڑا جو اس نے کیا تھا مگر میرے دل میں بڑی خلش تھی میں نے سوچا تھا کہ تمہیں مجرمانہ طور پر ان لمحات

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں چھوڑ دیا گیا ہے یہ بہتر نہیں کیا گیا لیکن اس وقت میں کچھ نہیں کر سکا۔ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔"

"شکر ہے آج تمہیں خیال آگیا۔"

"نہیں روشن جمال اس دن بھی مجھے یقین تھا کہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا ہاں زاغ کے خیال کے مطابق ہمیں نقصان پہنچ سکتا تھا ہمارا وہاں سے نکل آنا ضروری تھا۔"

"کون ہو تم؟" میں نے پوچھا اور منوچہر ہنس پڑا پھر بولا۔

"خدا کی قسم بار بار نریما کو یاد دلا رہی ہو بالکل تمہارے مزاج کی ہے جارحانہ انداز میں گفتگو کرنے کی عادی ہے۔ تمہارا دوسرا روپ ہے بالکل تم جیسی۔"

"کیوں بد دعائیں دے رہے ہو اسے' میری دعا ہے کہ مجھ جیسا کوئی نہ ہو۔"

"ایں؟" منوچہر سنجیدہ ہو گیا کچھ دیر خاموش رہا پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر انٹرکام ریسیور اٹھایا اور ایک مشروب طلب کر لیا اس کے بعد بولا۔ "میرا تعلق ایران سے ہے۔"

"نام اور شکل سے اندازہ ہوتا ہے۔" میں نے کہا۔

"اصفہان میں رہتا ہوں تانبے کی تجارت کرتا ہوں یہ تجارت مجھے ورثے میں منتقل ہوئی ہے ورنہ مزاجاً تاجر نہیں ہوں۔ ایڈونچر پسند رہ کر زندگی گزاری ہے چار بیٹیاں اور پانچ بیٹے ہیں میرے ہر ایک اپنے طور پر مصروف ہے مصر میرا دلچسپ ترین موضوع رہا ہے۔"

"مصر!" میں نے چونک کر کہا۔

"ہاں مصر کائنات کی سب سے پُراسرار سرزمین' لاکھوں سربستہ رازوں کا مسکن جو آج بھی اپنے سینے کی گہرائیوں میں اتنے راز مدفون کئے ہوئے ہے کہ شاید صدیوں آگے تک انسانی ذہن انہیں نہ کھول پائے۔ تاریخ مصر میری زندگی کے لئے سب سے دلکش تاریخ رہی ہے۔ چودہ بار اس سرزمین کا طواف کر چکا ہوں لیکن ایک تشنگی ایک پیاس آج تک باقی ہے۔ یوں لگتا ہے کہ زمانہ قدیم کی مدفون تاریخ کا کوئی سربستہ راز میرے ذریعے منکشف ہونا چاہتا ہو' مجھے بار بار پکارا جاتا ہو لیکن ابھی تک میں اس راز کے سرے کو نہیں پا سکا۔ رات کی تاریکی میں وہ نامعلوم سرگوشیاں مجھے آج بھی نیند سے چونکا دیتی ہیں کوئی آواز دیتا ہے مجھے' کچھ کہتا ہے مجھ سے لیکن اس کا مفہوم میری

سمجھ میں نہیں آتا۔ آہ۔ میں ان الفاظ کو نہیں سمجھ پاتا۔"

منوچہر خلازی کی آنکھیں خوابناک ہو گئیں جیسے وہ کچھ لمحات کے لئے اپنے آپ کو بھول گیا ہو ماحول کو بھول گیا ہو۔ ویٹر نے دروازے پر دستک دی تو اس نے چونک کر کھوئی کھوئی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھا اور پھر اس کی نظر مجھ پر آٹکی میں نے ویٹر کو اندر آنے کی اجازت دے دی۔

ویٹر نے مشروبات کی ٹرے میرے سامنے لا کر رکھ دی اور گردن خم کر کے چلا گیا منوچہر خلازی سوچ کے بھنور سے واپس آگیا تھا جلدی سے اپنی جگہ سے اٹھتا ہوا بولا۔

"میں تمہیں مشروب پیش کرتا ہوں" میں نے اعتراض نہیں کیا اس نے بڑی نفاست سے ایک گلاس ٹشو سے ریپ کر کے میرے سامنے رکھا دوسرا خود لے کر بیٹھ گیا پھر مجھ سے بولا۔

"مجھے بالکل حق نہیں ہے کہ میں تم سے تمہارے بارے میں کوئی سوال کروں ہاں اگر تم اس کی اجازت دے دو تو میں تمہارا احسان مند ہوں گا۔"

"پروفیسر زاغ کہاں ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"اوہ ہاں' مجھ سے واقعات کا یہ ٹکڑا باقی رہ گیا پروفیسر زاغ ایک پُراسرار آدمی ہے پتہ نہیں کہاں کا باشندہ ہے یوں لگتا ہے جیسے دنیا کی ہر زبان اہلِ زبان کی طرح بول سکتا ہو اس کا چہرہ' اس کے خدوخال تم نے خود بھی دیکھے ہیں بھلا بتا سکتی ہو کہ کون سے ملک کا باشندہ ہے؟"

میرے ہونٹوں پر تلخ مسکراہٹ پھیل گئی میں نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"میں ساحل سمندر پر چہل قدمی کر رہی تھی تھکی تو ایک ریستوران میں آبیٹھی دو شریف صورت انسانوں نے نرمی اور محبت سے مجھے بیٹی کہتے ہوئے ایک چھوٹے سے کام پر آمادہ کیا اور کسی دلچسپ تجربے کا تذکرہ کیا۔ ان کی میٹھی باتوں میں آکر میں نے دوسرے تمام احساسات ترک کر دیئے اور ان کی خواہش کے مطابق تیار ہو گئی ایسے حالات میں مجھے کیسے کسی کے خدوخال یا اس کی قومیت کا اندازہ ہو سکتا ہے یا مجھے یہ اندازہ لگانا چاہئے تھا۔"

"ہاں تم ٹھیک کہتی ہو وہ شخص کبھی خود کو یمن کا باشندہ بتاتا ہے کبھی کہتا ہے کہ باپ ترکی تھا اور ماں لبنان سے تھی غالباً وہ اپنی قومیت چھپانا چاہتا ہے۔ مجھے چار بار مصر میں ملا اور کچھ ایسے حالات میں ملا کہ میری اس سے دوستی ہو گئی۔ ہم نے کئی بار مل کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کام کیا اس نے ہمیشہ میرے ساتھ دیانتداری کا ثبوت دیا لیکن اس بار اس کی کیفیت کچھ عجیب سی تھی۔ میرے پاس ایران پہنچا اور مجھ سے کہا کہ اس بار وہ ایک اہم مشن پر کام کرنا چاہتا ہے تفصیلات چونکہ خود اس کے اپنے ذہن میں واضح نہیں ہیں اس لئے مجھے نہیں بتا سکے گا میں کوئی تفصیل معلوم کئے بغیر اس کا ساتھ دوں۔ پرانے تعلقات کی بنا پر میں تیار ہو گیا لیکن اس بار ابتدا ہی سے مجھے احساس ہو گیا تھا کہ وہ بہت کچھ جاننے کے باوجود مجھ سے کچھ چھپا رہا ہے اس کے کچھ پُراسرار ساتھی بھی ہیں جو اس کے ہمراہ نہیں ہوتے لیکن اس کا ان سے رابطہ رہتا ہے۔ میں نے اس سے اس بارے میں سوالات کئے تو وہ جھنجلا گیا۔ بہرحال ہم دونوں یہاں آگئے تھے۔ ہاں' ایک بات میں تمہیں بتانا بھول گیا اس بار اس نے مجھ سے ایک کتاب کے بارے میں پوچھا تھا جو قلمی کتاب تھی اور زمانہ قدیم کے کسی مؤرخ نے لکھی تھی تاریخ مصر پر تھی ایک اہرام سے بوسیدہ حالت میں دستیاب ہوئی تھی اور اس نے اس پر توجہ نہیں دی تھی بلکہ جب میں نے اسے اپنے نوادرات میں شامل کرنا چاہا تو اس نے فراخ دلی سے اجازت دے دی تھی۔ میرے نوادر خانے میں ایسی بہت سی چیزیں محفوظ ہیں اور میں ان کی بہترین نگہداشت کرتا ہوں۔ اس کتاب کو بھی جو کاغذ پر نہیں بلکہ ایک خاص قسم کے چمڑے کی جھلی پر لکھی ہوئی تھی میں نے بہترین طریقے سے مومی غلاف چڑھوا لیا تھا جس سے وہ محفوظ ہو گئی تھی۔ اس نے بڑے مضطرب لہجے میں مجھ سے کتاب کے بارے میں پوچھا اور جب میں نے اسے بتایا کہ کتاب موجود ہے اور محفوظ ہے تو اسے اطمینان ہو گیا کتاب اس نے مجھ سے لے لی اور کئی رات اس کا مطالعہ کرتا رہا۔

"تم نے بھی وہ کتاب پڑھی تھی؟"

"نہیں۔"

"کیا تھا اس میں؟"

"بالکل نہیں جانتا۔"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ اس کی زبان میرے لئے نامعلوم تھی۔"

"کیا پروفیسر زاغ قدیم زبانیں جانتا ہے؟"

"ہاں۔"

"اس کے باوجود اس نے اس کتاب میں دلچسپی نہیں لی؟"

"ہاں مصر میں اس نے اسے نظرانداز کر دیا تھا شاید وہ اس وقت اس کے لئے قابلِ توجہ نہیں تھی۔"

"ہوں پھر؟"

"کتاب کے مطالعے سے فارغ ہو کر اس نے مجھ سے کہا کہ میں ایک دلچسپ مہم جوئی کے لئے تیار ہو جاؤں جس کا تعلق مصر سے ہی ہے۔ اسے کچھ ایسے قدیم مقبروں کا علم ہوا ہے جو ایک عظیم تاریخ رکھتے ہیں اور ابھی تک انسانی ذہن ان سے لاعلم ہے۔ مصر میرے لئے ایک ایسی سرزمین ہے جس کا نام لے کر مجھ سے دنیا کا ہر کام کرایا جا سکتا ہے۔ خدا جانے کیوں ایسا ہے۔ میں آنکھیں بند کر کے تیار ہو گیا پہلے مرحلے کے طور پر ہم یہاں آگئے اس مختصر سفر کے درمیان میں مجھے یہ اندازہ ہوا تھا کہ اس بار پروفیسر زاغ کچھ بدلا بدلا سا ہے اس نے کچھ پوشیدہ لوگوں سے بھی رابطہ قائم کیا ہوا ہے جو اس کے لئے کام کر رہے ہیں۔"

"تم نے ان کے بارے میں اس سے پوچھا؟" نہ جانے کیوں مجھے یہ کہانی دلچسپ محسوس ہوئی تھی۔

"ہاں مگر اس نے انکار کر دیا۔"

"کیا کہا؟"

"یہی کہ یہ میرا وہم ہے ایسی کوئی بات نہیں ہے پھر اس نے مجھ سے کہا کہ اسے ایک شخص کی تلاش ہے اور اسی کی تلاش میں وہ یہاں آگیا ہے اس کا نام احمد کمال سعدی ہے۔"

میرے بدن میں اچانک سنسنی دوڑ گئی میں خاموشی سے اسے دیکھتی رہی وہ میری طرف توجہ دیئے بغیر بولا۔ "تلاش بسیار کے باوجود احمد کمال سعدی کا کوئی سراغ نہیں مل سکا پھر وہ تمہاری کوٹھی تک پہنچا تین دن اور تین راتیں وہ کوٹھی کی نگرانی کرتا رہا شاید اس نے ملازموں سے بھی کچھ پوچھ گچھ کی تھی۔ ہم نے کئی بار تمہیں وہاں دیکھا بعد میں علم ہو گیا کہ تم احمد کمال سعدی کی بیٹی ہو اور اس دن ہم تمہارا تعاقب کرتے ہوئے ساحل تک پہنچے تھے۔"

"پھر؟" میں نے پوچھا۔

"میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے اس کا ارادہ معلوم نہیں تھا میرا خیال تھا کہ وہ تم سے تمہارے باپ کے بارے میں معلومات حاصل کرے گا لیکن اس نے تمہیں ایک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

انوکھی پیشکش کردی۔ مجھے اس کے بارے میں بالکل نہیں معلوم تھا وہ مکان بھی میرے لئے اجنبی تھا بعد میں جو کچھ ہوا اس سے میں بھی ناواقف تھا تمہارے اندر داخل ہونے کے بعد ہم بھی اندر داخل ہوئے زاغ نے مجھے ایک جگہ کھڑا کرکے ہوشیار رہنے کے لئے کہا اور خود تمہاری تلاش میں آگے بڑھ گیا۔ پھر وہ بے تحاشا بھاگتا ہوا آیا اور کار میں بیٹھ کر اس نے مجھے کار دوڑانے کے لئے کہا اس وقت میں نے بدحواسی کے عالم میں اس کی ہدایت پر عمل کیا تھا۔ ہم لوگ واپس ہوٹل پہنچ گئے۔"

"کیا وہ بھی تمہارے ساتھ اسی ہوٹل کے کمرے میں تھا؟"

"نہیں سامنے کی رو کا کمرہ نمبر نو سو اسی اس کے پاس تھا۔"

"اب وہ وہاں پہنچا ہے؟"

"نہیں۔" بوڑھے منوچہر نے جواب دیا پھر بولا۔ "میں تمہیں اس کے بارے میں پوری تفصیل بتا رہا ہوں ہم لوگ ہوٹل واپس آگئے وہ اپنے کمرے میں چلا گیا میں نے بھی لباس وغیرہ تبدیل کیا پھر صورتِ حال معلوم کرنے کے لئے اس کے دروازے پر پہنچا مگر اس نے دروازہ نہیں کھولا تو میں واپس آگیا۔ مجھے تشویش بھی ہوئی تھی چنانچہ میں نے فون پر اس سے رابطہ کیا اس نے جھنجلائے ہوئے لہجے میں کہا کہ وہ مصروف ہے اس پر جنون طاری ہے لہٰذا وہ صبح کو بات کرے گا۔ اس کے لہجے اور انداز نے مجھے چونکا دیا۔ میں نے اسے صرف دوست سمجھا تھا اب تک جو کچھ ہوا تھا دوستی میں ہوا تھا لیکن وہ خود کو برتر سمجھ رہا تھا میرا آقا سمجھ رہا تھا کوئی نمایاں خوبی نہیں تھی اس میں نہ اسے کوئی زیادہ اہمیت دیتا تھا رات کو دیر تک میں کھولتا رہا۔ دوسری صبح وہ خود ہی میرے کمرے میں آگیا اس کے چہرے پر غور و فکر کے آثار تھے۔

"ساری ڈور بری طرح الجھی ہوئی ہے کہیں سے کوئی سرا نہیں مل رہا۔" اس نے کہا۔

"وہ کتاب کہاں ہے؟" میں نے نارمل لہجے میں کہا۔

"کون سی؟"

"وہی قلمی کتاب۔"

"اوہ اس سے کوئی نتیجہ اخذ نہیں ہو رہا؟"

"میں تمہیں کچھ اہم باتیں بتانا چاہتا ہوں۔"

"کیا؟" وہ تجسّس سے بولا۔

"کتاب لے کر آؤ۔"

"تم۔ تم؟ تم تو اسے پڑھ بھی نہیں سکتے آخر کیا کرو گے تم اس کا؟"

"پروفیسر زاغ مجھے حیرت ہے نہ جانے تم کیوں مجھ پر اپنی برتری ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہو میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں۔" میں نے کہا وہ مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھتا رہا پھر بیزاری سے اٹھ گیا دروازے سے باہر نکل کر اپنے کمرے میں گیا اور کتاب لے کر واپس آگیا اس نے کتاب میرے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ "کیا انکشاف کرنا چاہتے ہو۔"

"صرف یہ کہ میں تم سے رابطے منقطع کر رہا ہوں۔" میں نے کتاب اپنی تحویل میں لے کر کہا۔

"کیا مطلب؟"

"میں کسی مہم میں شرکت کے لئے تیار نہیں ہوں اسی وجہ سے یہ کتاب میں نے تم سے واپس لے لی ہے کیونکہ یہ میری ملکیت ہے۔"

"کیا کہہ رہے ہو تم؟"

"صرف سچ! یہی اہم بات تھی جو میں تمہیں بتانا چاہتا تھا۔" میں نے سرد لہجے میں کہا اور وہ مجھے گھورتا رہا پھر بولا۔ "اس فیصلے کی وجہ جان سکتا ہوں؟"

"ہاں پہلی بات یہ ہے کہ میں کسی طور تم سے کمتر نہیں ہوں۔ اگر تم مہاتی زندگی میں کچھ وسائل رکھتے ہو تو یہ آسانیاں مجھے بھی حاصل ہیں۔ تم نے ابھی تک مجھے اس مہم کے بارے میں کچھ نہیں بتایا اس لڑکی کے ساتھ تم نے جو سلوک کیا وہ بھی اصولی طور پر مجھے پسند نہیں۔ ہم اسے تحفظ کا وعدہ دے کر وہاں لے گئے تھے تم نے مجھے وہاں کے حالات سے لاعلم رکھ کر صرف چوکیداری مجھے سونپ دی۔ واپسی پر میں نے تمہارے کمرے کا دروازہ بجایا تو تم نے مجھے جواب نہیں دیا اور پھر فون پر تم نے مجھ سے جھنجلائے ہوئے لہجے میں بات کی نتیجے میں مجھے تمہارے بارے میں فیصلہ کرنا پڑا۔"

"کیا؟" وہ حیرت سے بولا۔

"یہی کہ میں تمہیں ماسٹر نہیں تسلیم کرتا اور اب میں تمہارے ساتھ اس مہم میں شریک نہیں ہوں۔"

کیسی احمقانہ باتیں کر رہے ہو منوچہر!"

"الفاظ کے استعمال میں احتیاط رکھو۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"یہ کتاب تم نے اسی لئے واپس منگوائی تھی۔"

"ہاں پروفیسر زاغ میرے کچھ اصول ہیں اور میں اپنے اصولوں میں ردوبدل نہیں کرتا۔"

"رات کو جو کچھ ہوا میری توقع کے برعکس تھا اس سے نہ صرف ہم دونوں کو خطرہ لاحق ہوگیا تھا بلکہ آئندہ کے پروگرام بھی خطرے میں پڑ جانے کا خدشہ تھا ویسے مجھے یقین تھا کہ اس لڑکی کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ مجھ پر اس ناکامی کی جھنجلاہٹ سوار تھی میری رائے ہے کوئی جذباتی فیصلہ نہ کرو۔" پروفیسر نے کہا۔

"میں نے اصولی فیصلہ کیا ہے زاغ' اگر تمہاری یہ کیفیت کچھ اور آگے جاکر منکشف ہوتی تو شاید مجھے بہت پریشان ہونا پڑتا اپنا فیصلہ نہ بدلنے کی معافی چاہتا ہوں۔"

"کیا حماقت ہے یار؟"

سوری زاغ۔"

وہ دیر تک خاموش رہ کر مجھے گھورتا رہا پھر اس نے کہا۔ "اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

"تمہیں بتانا ضروری ہے؟"

"ہاں۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ تم میرے مقصد کی بنیاد سے واقف ہوچکے ہو میں نہیں چاہتا کہ کوئی اور اس مہم کو سرانجام دینے کی کوشش کرے اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ میں کوئی شریف آدمی نہیں ہوں۔"

"دھمکی دے رہے ہو؟"

"سمجھا رہا ہوں بہتر ہے سمجھ لو۔"

"کوشش کروں گا۔"

"مجھے یہ کتاب چاہئے اب اس کا تمہارے پاس رہنا مناسب نہیں ہے۔"

"یہ میری ملکیت ہے۔"

"تم مجھ سے اس کی بھاری قیمت لے سکتے ہو۔"

"میں اسے فروخت نہیں کرنا چاہتا۔"

"میرے لئے مشکلات پیدا کر رہے ہو۔"

"تمہارا راستہ کہیں نہیں روکوں گا وعدہ ہے اپنے طور پر جو کچھ کرسکتا ہوں اس سے گریز کروں گا۔"

"کتاب مجھے دے دو۔"

"ناممکن ہے۔"

"ٹھیک ہے لیکن اس کا خیال رکھنا کہ اس مہم کے بارے میں تمہیں میں نے بتایا ہے تم اگر میرے راستے میں آئے تو شاید میں پرانی دوستی کو یاد نہ رکھ پاؤں؟"

"بہتر۔" میں نے جواب دیا وہ چلا گیا اور اس کے بعد اس نے یہ ہوٹل بھی چھوڑ دیا۔ روشن بے بی میں نے اپنا قول نبھایا' تمہیں اندازہ ہے کتنا وقت گزر گیا میں نے یہ وقت بالکل خاموشی سے گزارا ہے اس سلسلے میں کوئی تگ ودو نہیں کی ہے اسے جو کچھ کرنا ہے کر چکا ہوگا لیکن اب مجھے حق حاصل ہے کہ میں بھی اپنے شوق کی تکمیل کروں۔ اس کا کوئی پتہ نہیں ہے یا تو وہ جاچکا ہے۔ بہرحال وہ اس کا معاملہ ہے میں اس سے کسی طور کم تر نہیں ہوں۔"

میں خاموشی سے منوچہر کا چہرہ دیکھتی رہی وہ اپنی کہانی کے تاثر میں ڈوبا ہوا تھا پھر اسے مشروب کا خیال آیا اور اس نے شدید پیاس سے متاثر ہوکر اپنا گلاس اٹھا لیا سارے مشروب کو وہ ایک سانس میں خالی کر گیا تھا کچھ دیر کے بعد اس نے کہا۔

"روشن جمال میری کچھ مدد کرنا پسند کروگی میں نے تمہیں اپنے بارے میں پوری تفصیل بتادی اب میں تم سے مدد کا خواستگار ہوں۔"

"میں تمہاری کیا مدد کرسکتی ہوں مسٹر خلازی؟"

"تم مجھے مسٹر احمد کمال سے ملا سکتی ہو۔"

"میرے والد کا اس سلسلے سے کیا تعلق ہے؟"

"کیا تم یہ بات نہیں جانتیں کہ احمد کمال سعدی مصر پر اتھارٹی سمجھا جاتا ہے اس نے مصریات پر نو کتابیں لکھی ہیں جو تہذیب مصر پر مستند کتابیں ہیں۔ تمہیں یقیناً یہ علم ہوگا کہ ان کتابوں کو بین الاقوامی شہرت حاصل ہے۔ ہاورڈ اور آکسفورڈ میں شعبۂ مصریات میں یہ کتابیں سب سے اولیت رکھتی ہیں اور ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ کتابیں ایک پُراسرار زبان رکھتی ہیں جو بعض مصریات کے شائقین کے لئے انوکھے اور ناقابلِ یقین مشاہدات کی حامل بنی ہیں۔"

"مثلاً؟" میں نے سوال کیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"بعض طالب علم جنہیں مصریات کا جنون رہا ہے اور انہوں نے شدید محنت کرکے تہذیب مصر اور فراعنہ کے مقبروں پر خاصی معلومات حاصل کرلی ہیں۔ ان کتابوں سے استفادہ حاصل کرتے ہوئے عجیب عجیب مشاہدات کا شکار ہوئے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ بعض اوقات جب ان کتابوں کی تحریریں الجھ کر ناقابلِ فہم ہو جاتی ہیں تو ان کی رہنمائی کے لئے ان کتابوں کے حروف چمکنے لگتے ہیں اور اس وقت ان چمکتے ہوئے حروف کو ترتیب دے دی جائے تو الجھنوں کا حل ان کتابوں سے مل جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ احمد کمال سعدی کے بارے میں اگر کوئی مقالہ لکھا جائے تو اس میں اسے ایک پُراسرار محقق کہا جاتا ہے۔"

میرے ذہن میں ایک چھناکا سا ہوا مجھے وہ چمکتے ہوئے نقوش یاد آگئے جنہیں دیکھ کر میں نے محسوس کیا تھا کہ کوئی مجھے انجانی کہانیاں سنا رہا ہے کسی اجنبی ماحول سے آشنا کر رہا ہے لیکن منوچہر خلازی پر اس بات کا اظہار میرے لئے مناسب نہیں تھا خاموشی سے اسے دیکھتی رہی پھر میں نے کہا۔

"جو کچھ میں پوچھ رہی ہوں مسٹر خلازی آپ براہِ کرم سچ سچ مجھے بتا دیجئے۔"

"ہاں بے بی' کیوں نہیں۔ پوچھو کیا پوچھنا چاہتی ہو۔"

"کیا آپ احمد کمال سعدی کے بارے میں اس سے زیادہ بھی کچھ جانتے ہیں؟"

"نہیں۔"

"انہوں نے یہ کتابیں کتنے عرصے قبل لکھی ہیں اور یہ کہاں کہاں سے شائع ہوئی ہیں۔"

"کچھ پیرس سے' چند واشنگٹن کے ایک پبلشنگ ہاؤس نے شائع کی ہیں۔ آکسفورڈ یونیورسٹی کے شعبۂ طباعت نے تین کتابیں شائع کی ہیں ایک کتاب لندن کے ایک پرائیویٹ پبلشنگ ہاؤس نے شائع کی ہے اور اس کے بعد ان کی آخری کتاب جاپان سے پبلش ہوئی ہے۔"

"کتنے عرصے قبل؟"

"آخری کتاب کو کوئی آٹھ سال ہوگئے۔"

"کیا دوسری کتابوں کی طباعت کا درمیانی وقفہ بھی اتنا ہی رہا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"اس پر غور نہیں کیا میں نے' شاید ایسا نہیں ہے مگر تمہارے ان سوالات کا

مطلب میری سمجھ میں بالکل نہیں آیا۔"

میری آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی آگئی میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "کیا آپ مجھ پر یقین کریں گے مسٹر خلازی' کیا آپ کو اندازہ ہے کہ میری عمر کتنی ہے؟ میری عمر جتنی بھی ہے مسٹر خلازی میں نے اس عمر میں نہ اپنی ماں کو دیکھا ہے نہ اپنے باپ کو' مجھے تو اس بات کا علم بھی نہیں تھا کہ میرے باپ نے تاریخ مصر پر کچھ کتابیں لکھی ہیں مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ اس کا طریقۂ زندگی کیا ہے اس کے مشاغل اس کی دلچسپیاں کیا ہیں۔ آپ مجھ سے احمد کمال سعدی کے بارے میں سوال کر رہے ہیں اس شخص کے بارے میں جسے میں نے آج تک ایک تصویر کی شکل میں دیکھا ہے اور وہی بے جان تصویر میرے لئے باپ کا درجہ رکھتی ہے۔"

"کیا؟" منوچہر خلازی نے حیرت سے منہ پھاڑ کر کہا۔

"ہاں مسٹر خلازی یہ ایک سچائی ہے میں صرف نوکروں کے ساتھ پلی بڑھی ہوں جو ملازم میری اس کوٹھی میں رہتے ہیں وہ میری ماں کا نام تک نہیں جانتے اور انہیں اس بات کا علم ہے کہ میں نے کبھی اپنے باپ کو نہیں دیکھا۔ میرے باپ کو آج تک صرف ایک تصویر کی شکل میں مجھ سے روشناس کرایا گیا ہے۔"

منوچہر خلازی مجھے بدستور حیرت سے دیکھتا رہا پھر گردن ہلا کر بولا۔ "ایک پُراسرار محقق ایسا کر سکتا ہے لیکن ایسا کیوں ہے؟"

"میں نہیں جانتی مجھے علم نہیں ہے۔"

"واقعی حیرانی کی بات ہے ایک اور وجہ ہو سکتی ہے اس کی ایک اور بات ہو سکتی ہے۔"

"کیا؟"

"شاید وہ نہیں چاہتا کہ..... کہ لوگ اس کے بارے میں تم سے رجوع کریں تمہیں پریشان کریں۔"

"ہرگز نہیں اگر ایسی بات ہوتی تو صرف ایک بار وہ مجھے اپنا چہرہ تو دکھا دیتے مجھے اپنے آپ سے روشناس تو کرا دیتے۔ مجھے' مجھے میری ماں کے بارے میں تو بتا دیتے گمنام چھوڑ دیا ہے مجھے' بے نام چھوڑ دیا ہے مجھے صرف نوکروں کے رحم و کرم پر۔ پوری دنیا سے کٹی ہوئی ہوں میں۔ کسی سے میری کوئی شناسائی نہیں ہے نہ کوئی رشتہ نہ کوئی ناتا تنہا کسی صحرا میں لگے اکیلے درخت کی مانند۔" میری آواز میں بھراہٹ آگئی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

منوچہر عجیب نگاہوں سے دیر تک خاموشی مجھے دیکھتا رہا پھر اس نے کہا۔ "کیا تم مستقبل میں مجھ سے تعاون کر سکتی ہو بے بی!"

"کیسا تعاون؟"

"کیا تم اپنے باپ سے ملنا چاہتی ہو؟"

"ہاں میں ایک بار ان سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"یہ کام میں کروں گا' ٹھہرو میں تمہیں تمہارے باپ کی لکھی ہوئی ایک کتاب دکھاتا ہوں ایران سے آتے ہوئے میں اتفاق سے اسے اپنے ساتھ رکھ لایا تھا۔" منوچہر خلازی اپنی جگہ سے اٹھ کر ہوٹل کے کمرے میں بنی ہوئی ڈریسنگ الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے الماری کا پٹ کھولا اور ایک بھیانک غیر انسانی چیخ کمرے کی فضا میں لہرا گئی۔ اس کے ساتھ ہی منوچہر خلازی کی چیخ ابھری۔ وہ بری طرح اچھل کر پیچھے ہٹا اور اس کے پاؤں اس تپائی میں الجھ گئے جس پر پیتل کا گلدان سجا ہوا تھا۔ وہ بری طرح فرش پر قلابازی کھا گیا تھا اور میں دہشت زدہ انداز میں اچھل کر کھڑی ہو گئی میں خود بھی اپنے حلق سے نکلنے والی بے اختیار چیخ کو نہ روک سکی تھی۔

☆------☆------☆

کچھ سمجھ میں ہی نہیں آیا تھا۔ الماری کھلی ایک کریہہ چیخ ابھری اور منوچہر خلازی چیختا ہوا فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ میرے حلق سے چیخ نکل جانا فطری عمل تھا لیکن ماحول کی دہشت ناکی میں اس وقت کچھ اور اضافہ ہو گیا' جب کھلی الماری سے کوئی شے' کوئی جاندار شے باہر نکلی اور میری طرف لپکی۔ اس کا حجم زیادہ نہیں تھا' لیکن یہ ماحول منوچہر کی دہشت بھری چیخ اور پھر یہ سیاہ وجود جو نہ جانے کیا تھا۔ اس بار میں واقعی دہشت سے چیخی تھی اور اس سیاہ شے سے خود کو بچانے کے لئے دیوانہ وار پیچھے ہٹی تھی اور نہایت اطمینان سے منوچہر خلازی کے پیروں میں الجھ کر خود بھی قالین پر لمبی ہو گئی تھی۔ مگر اس سے یہ فائدہ ہوا کہ میں اس سیاہ وجود کی زد میں آنے سے بچ گئی اور وہ مجھے اپنے نشانے پر نہ پا کر فضا میں بلند ہوا' چند لمحات کمرے کی بند فضا میں چکرایا اور پھر ایک سنہری فریم پر جا بیٹھا۔

میں نے سہمی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا۔ ایک لمحہ تو شناخت نہ کر سکی پھر اندازہ ہو گیا کہ وہ باز ہے۔ کالے رنگ کا مکروہ شکل باز جو اپنی زرد ہولناک آنکھوں سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔

"خدا کی لعنت ہو اس پر۔" منوچہر خلازی کے منہ سے نکلا اور وہ دونوں ہاتھوں کا سہارا لے کر اٹھ کھڑا ہوا۔ باز نے فوراً پر پھیلا دیئے۔ وہ عام بازوں کے سائز سے کافی بڑا تھا اور رنگ بھی ان سے مختلف تھا۔ غالباً وہ خلازی کی طرف سے حملے کا منتظر تھا اور اس نے چوکنے انداز میں تصویر پر پنجے جمائے ہوئے تھے۔ میں نے بھی اٹھنے کی کوشش کی تو خلازی چیخا۔

"نہیں بے بی..... اسی طرح لیٹی رہو..... اپنا چہرہ بچائے رکھو' میں دروازہ کھولنے کی کوشش کرتا ہوں۔" میں ساکت ہو گئی اور میں نے منوچہر کی ہدایت کے مطابق چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لیا لیکن انگلیوں کی درزوں سے میں منوچہر اور اس بھیانک پرندے کو دیکھ رہی تھی۔ میں نے منوچہر کو بھی خوفزدہ محسوس کیا تھا۔ غالباً وہ بھی دروازے کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے ہچکچا رہا تھا۔

لیکن پھر یہ مشکل یوں حل ہوئی کہ اچانک دروازہ کھل گیا۔ غالباً ہماری چیخیں باہر سنائی گئیں اور ہوٹل کے منتظمین صورتِ حال معلوم کرنے آ گئے تھے۔

باز نے برق جیسی تیزی سے اپنی جگہ چھوڑ دی اور ایک ماہرانہ پرواز کر کے کھلے دروازے سے باہر نکل گیا۔ باہر موجود لوگ اس کی زد میں آنے سے بال بال بچے۔ پھر تین چار افراد بے اختیار اندر گھس آئے۔ منوچہر خلازی نے ایک دم خود کو سنبھال لیا تھا۔ اس نے سہارا دے کر مجھے اٹھایا اور دلسوزی سے پوچھا۔ "چوٹ تو نہیں لگی بے بی؟"

میرے کچھ بولنے سے قبل ہوٹل کے عملے کے ایک شخص نے کسی قدر درشت لہجے میں پوچھا۔ "یہ کیا ہو رہا ہے یہاں؟"

"اس کا جواب تو میں پولیس اسٹیشن پہنچ کر دوں گا۔ مجھے پولیس اسٹیشن کا نمبر دو۔ بے بی تم میرے ملک کے سفارخانے کو فون کرو اور وہاں بتاؤ کہ اس ہوٹل میں میرے خلاف سازش کی گئی ہے۔ میں پوچھتا ہوں یہ ہوٹل ہے یا چڑیا گھر؟"

"کچھ بتایئے تو سہی ہو کیا گیا؟" ہوٹل کے عملے کے ایک بھاری بھرکم شخص نے کہا۔

"کیا عہدہ ہے تمہارا یہاں اس ہوٹل میں؟" منوچہر نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"فلور سپروائزر ہوں۔"

"ایک نمبر کے گدھے ہو۔ اپنے عہدے کے لئے بالکل ناموزوں۔ میں تمہیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نہیں چھوڑوں گا۔ میں کہتا ہوں یہ ہوٹل ہے؟ یہاں اعلیٰ درجے کے مسافروں
کمروں میں خطرناک پرندے بسیرا کرتے ہیں۔"

"وہ..... وہ شاہین تھا.....! انتہائی قیمتی پرندہ۔ ایسے پرندے
مشرق وسطیٰ کے رئیسوں کے پاس ہوتے ہیں۔ کیا وہ پرندہ آپ کا نہیں تھا
سپروائزر نے حیرت سے پوچھا۔

"پولیس کو بلاؤ..... صرف پولیس کو بلاؤ..... سارے جوابات
پولیس کو دوں گا۔" خلازی ہتھیلی پر گھونسہ مار کر بولا۔

"سنئے تو سہی..... آپ تو یہاں کافی عرصہ سے قیام پذیر ہیں۔ اس سے
آپ کے کمرے سے کوئی شکایت موصول نہیں ہوئی۔ وہ تو بہت قیمتی پرندہ تھا نہ جا
کہاں سے آگیا۔ آپ خود ملاحظہ فرمالیجئے کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں سے وہ گھ
آئے۔ میں تحقیقات کرتا ہوں۔ ان دنوں میں تو ہمارے ہوٹل میں کوئی عرب ر
بھی مقیم نہیں ہے۔ آپ براہ کرم مجھے کچھ وقت دیجئے۔ میں معلومات حاصل
ہوں۔ مجھے سخت شرمندگی ہے کہ آپ کو تکلیف ہوئی۔ ہو سکتا ہے وہ کہیں سے اُڑ
آیا ہو..... اور..... سر آپ مجھے موقع دیجئے۔ میں معذرت خواہ ہوں۔

ہوٹل کے عملے کے لوگ چلے گئے تو منوچہر خلازی نے دروازہ اندر سے
کردیا۔ پھر وہ تیزی سے دوبارہ اسی الماری کی طرف بڑھا اور اس میں کچھ تلاش کر
لگا۔ چند لمحات کے بعد اس کی آواز سنائی دی۔

"کتاب گم ہوگئی ہے۔ بے بی روشن جمال.....!"

"میرے والد کی لکھی ہوئی کتاب!"

"نہیں..... وہ قدیم کتاب جو پروفیسر زاغ کے لئے ضروری تھی۔ تمہار
والد کی لکھی کتاب موجود ہے۔" منوچہر خلازی ایک خوبصورت جلد والی کتاب لے
واپس پلٹ پڑا۔

"مگر وہ بھیانک پرندہ.....؟" میں نے کہا۔

"پروفیسر زاغ کا تھا۔" منوچہر نے جواب دیا۔

"کیا.....؟" میں نے حیرت بھری آواز میں پوچھا۔

"ہاں وہ اسی کی ملکیت ہے۔ اتنا تربیت یافتہ کہ یقین نہ آئے۔ وہ انتہائی پُرا
پرندہ ہے۔ عام حالات میں وہ اس کے ساتھ نہیں رہتا یہاں اس ہوٹل میں قیام

دران بھی وہ اس کے ساتھ نہیں تھا لیکن..... میں نے اسے ایران میں دیکھا تھا
ں لگتا ہے جیسے پروفیسر زاغ کا اس سے ذہنی رابطہ ہو۔" منوچہر نے پُرخیال لہجے میں
کہا۔

"لیکن آپ نے ہوٹل کے عملے سے تو کچھ اور کہا تھا۔"

"اوہ..... تو پھر کیا کرتا۔ کیا تفصیل بتاتا ان لوگوں کو..... لیکن زاغ
نے بالآخر وہ کتاب بھی حاصل کرلی۔"

"کیا اس باز کے ذریعے.....؟" مجھے یہ ساری باتیں جادوئی کہانی جیسی لگ
رہی تھیں۔

"کیا کہا جاسکتا ہے۔"

"یہ تو ہندوستانی فلموں جیسا باز ہوگیا۔ آپ نے کبھی پروفیسر سے اس پرندے کے
بارے میں کچھ نہیں پوچھا۔"

اس بار منوچہر خلازی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ الجھ گیا تھا۔ پھر اس نے مجھے
دیکھتے ہوئے کہا۔ "تمہیں بہت دیر نہیں ہوگئی بے بی.....؟"

"مجھے جانا چاہئے!" میں نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں..... اس واقعہ کے بعد میں بہت پریشان ہوگیا ہوں۔ مجھے.....
کچھ کرنا ہوگا۔ میں بھی آسانی سے....." اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"احمد کمال سعدی کی لکھی ہوئی کتابوں کے بارے میں مجھے تفصیل مل سکے
گی....."

"یہ ایک کتاب میرے پاس ہے۔ تم لے جاؤ۔ مگر قرض ہے واپس کرنی ہوگی۔"

"ٹھیک ہے کب ملاقات ہوگی؟" میں نے خوبصورت جلد والی کتاب اس سے
لے کر پوچھا۔

"اگر کوئی ضرورت پیش آئے تو مجھے فون کرلینا۔ آپریٹر سے میرے کمرے کا نمبر
ملا لینا۔ ورنہ میں خود تم سے ملوں گا!"

"ٹھیک ہے مسٹر خلازی.....!" میں نے دروازے کی طرف قدم بڑھا دیئے
کوئی رسمی الفاظ ادا نہیں ہوئے تھے۔ نہ میں نے کچھ کہا نہ خلازی نے۔ ہوٹل سے باہر
کر میں نے کار اسٹارٹ کی اور چل پڑی۔ ذہن کو انوکھے واقعات میں نہیں سمونا
تھا ورنہ ڈرائیونگ مشکل ہوجاتی ابھی بہت ایکسپرٹ نہیں ہوئی تھی۔ کچھ دیر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے بعد کوٹھی میں داخل ہوگئی۔ یہاں کچھ احمق میرا انتظار کر رہے تھے۔ جہانی بیگم او
صمد بابا کے علاوہ اور کون ہو سکتا تھا۔

"تم سے بات کرنی ہے روشنی بیٹی....." جہانی بیگم نے کہا۔

"کس موضوع پر؟" میں نے خشک لہجے میں پوچھا۔

"جو وتیرہ تم نے اختیار کیا ہے وہ درست نہیں ہے۔"

"تم لوگوں کو اپنی اوقات معلوم ہے۔" میں نے تلخی سے کہا۔

"یہ تم آج کہہ رہی ہو۔ کل تم انتظار کرتی تھیں کہ ہم تمہارا منہ دھلائیں
تمہیں ناشتہ کرائیں' کھانا کھلائیں' لباس بدلوائیں۔"

"ہاں کل تک تم لوگ مجھ سے فریب کرتے رہے تھے اور میں معصومیت میں
فریب کھاتی رہی تھی۔ تم لوگوں نے مجھ پر تسلط جما رکھا تھا اور میں ناواقفیت کی بنا
تمہیں سب کچھ کرنے دے رہی تھی' لیکن اب وقت بدل گیا ہے' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ
میں گزری ہوئی کل کے فریب کے جرم میں تم کو گرفتار کرادوں۔ کیونکہ تم نے میرے
باپ کی غیر موجودگی سے فائدہ اٹھا کر میرے ساتھ سختیاں کی ہیں۔ مجھے حقیقت سے
لاعلم رکھا ہے اور میرے باپ کی غیر موجودگی کی وجہ سے اپنے اختیارات سے تجاوز
کرکے اس کوٹھی پر اپنے مالکانہ حقوق جتائے ہیں' سمجھ رہے ہو تم لوگ' صرف اپنے
کام سے کام رکھو' حد سے آگے بڑھنے کی کوشش مت کرو' جو کچھ میں کر رہی ہوں اس
پر خاموشی سے سر جھکا کر تمہیں صرف دیکھنا ہے اس سے آگے بولنے کی کوشش نہ کی
جائے۔"

"روشنی بٹیا جو ذمہ داری ہم پر عائد کی گئی ہے اسے پورا کرنے کے لئے ہم تم پر
سختی بھی کر سکتے ہیں۔" صمد بابا نے کہا۔

"اول تو تم ایسا نہیں کر سکتے صمد بابا۔ میں اس کے لئے پولیس کی مدد لے سکتی
ہوں۔ دوم اگر مجھے پولیس کی مدد نہ بھی حاصل ہوئی تو میں یہ کوٹھی چھوڑ کر غائب
ہو سکتی ہوں اور اس طرح کہ تم لوگ مجھے تلاش نہیں کر سکو گے لیکن یہ سوچ لینا کہ
میرے باپ کی کوٹھی ہے اور میرے باپ کے پیسے پر تم لوگ عیش نہ کر سکو گے دفع
ہو جاؤ میرے سامنے سے۔" میں نے کہا اور تیز قدموں سے اندر داخل ہوگئی۔ جہانی
بیگم اور صمد بابا حیرت سے منہ پھاڑے مجھے دیکھتے رہ گئے تھے۔ اب میں نے ان کے
کوئی بات نہیں چھوڑی تھی اب بھی اگر وہ اپنی وفاداریوں کا سہارا لے کر مجھ پر

چلانے کی کوشش کرتے تو درحقیقت اس کے بدلے میں' میں کوئی بھی قدم اٹھا سکتی
تھی۔ اپنے کمرے میں داخل ہو کر میں نے دروازہ بند کرلیا۔ لباس تبدیل کیا اور غسل
خانے میں گھس گئی۔ ٹھنڈے پانی کو سر سے پاؤں تک بہاتے ہوئے میں منوچہر خلازی کی
طویل ترین کہانی پر غور کرتی رہی اور اس کے بعد وہ کالا باز' کتاب کا گم ہو جانا' اور
میرے باپ کی لکھی ہوئی کتاب..... میں نے جلدی سے شاور بند کردیا' کتاب کا
تصور ذہن میں آتے ہی اس کا جائزہ لینے کی جستجو دل میں بیدار ہوگئی تھی۔ گاؤن وغیرہ
پہن کر بال خشک کرتی ہوئی باہر آگئی اور پھر کتاب اٹھا کر ٹیبل لیمپ کے قریب پہنچ گئی۔
میں نے لرزتے ہاتھوں سے کتاب کھولی انگریزی زبان میں تھی اور اس پر پہلے ہی ورق
پر احمد کمال سعدی کا نام لکھا ہوا تھا' دل میں ایک عجیب سی ہوک اٹھی نہ جانے کیوں
ایسا محسوس ہوا جیسے کتاب میں درج ایک ایک حرف سے احمد کمال سعدی کی خوشبو آتی
ہو' یہ الفاظ میرے باپ نے سوچے ہوں گے اور پھر انہیں تحریر کیا ہوگا' تب انہیں
کتابی شکل ملی۔ یہ احمد کمال سعدی کے ذہن کا عکس ہے' آنکھوں میں ایک نمی سی آگئی
اور میں سوچنے لگی کہ احمد کمال سعدی آخر عام قسم کے باپ کیوں نہ نکلے' میرے
قریب ہوتے میرے ساتھ ہوتے تو نہ جانے یہ سب کچھ کیسا لگتا۔ بڑی گھٹن سی پیدا
ہوگئی تھی دل میں اور میری دھندلائی ہوئی نگاہیں کتاب کے اوراق میں گڈمڈ ہوگئی
تھیں۔ پھر میں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور کتاب کے اوراق کا جائزہ لینے لگی۔
انگریزی تحریر میں لکھا ہوا تھا۔

مصر کی تاریخ نیل کی تنگ وادی پر مشتمل ہے اس وادی کی لمبائی دوسرے آبشار
اور ڈیلٹا کے درمیان آٹھ سو میل ہے' خود ڈیلٹا کی شکل خانے کی جیسی ہے اور یہ بھی
ایک سو میل لمبا ہے۔ قبل از تاریخ میں مصر کے اطراف کی معاون وادیاں جو اب
خشک ہو چکی ہیں' یقیناً بہتی ہوں گی اور ان کی وجہ سے کھیتی باڑی کو خاصی مدد ملتی
ہوگی۔ جب لوگوں نے نیل اور ڈیلٹا کے اس میدانی علاقے میں آبادیاں قائم کرلیں۔
ہم اس کا تجزیہ پانچ ہزار سال قبل مسیح اور چار ہزار سال قبل مسیح تک کر سکتے ہیں اسی
وقت سے مصر کی تاریخ کا حیرت انگیز اور پائیدار دور شروع ہوگیا۔ نیل میں ہر سال
مقررہ وقت پر طغیانی آتی تھی اور اس کے لئے کھیت پہلے سے تیار کردیئے جاتے تھے
اہل مصر کی زراعت ایک شاندار روایت کی حیثیت رکھتی تھی۔ حالانکہ دنیا کے
دوسرے حصوں میں طغیانیاں زراعت کے لئے ایک زبردست رکاوٹ سمجھی جاتی رہی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہیں۔ مصر میں بھی ہر سال دریائے نیل سے بہنے والی کیچڑ آس پاس کے میدانوں میں پھیل جاتی تھی لیکن اس سے زمین کی زرخیزی کو مدد ملتی تھی' دریا کے مشرقی اور مغربی جانب دور دور تک صحرائی علاقے پھیلے ہوئے تھے اور حقیقتاً یہ زرعی زمین کی حفاظت کے سامان تھے' جنوبی حصے میں نیل ان علاقوں کے اندر سے گزرتا ہے جہاں زمانہ قدیم کے لوگوں کی چھوٹی چھوٹی آبادیاں بکھری ہوئی تھیں' خود ڈیلٹا کی حفاظت کے لئے بھی دونوں جانب صحرائی علاقہ تھا اور سامنے سمندر۔ یہ سرزمین جو ایک انوکھی سرزمین تسلیم کی گئی ایک پائیدار معاشرے کے لئے ہر لحاظ سے موزوں تھی۔ مصریوں نے صحرائی علاقے سے بحیرہ قلزم تک راستہ پیدا کرلیا تھا اور ان ملکوں سے تجارت شروع کردی تھی جو بحیرہ ہند کے کناروں پر واقع تھے' یوں مصری شہنشاہیت الگ تھلگ نہ رہی' بلکہ مشرق قریب کے بین الاقوامی نظام میں مصر بھی پورا پورا حصہ دار بن گیا۔ مصر مخلوط آبادی کا حامل تھا۔ یہودی اور عرب سام کی اولاد کہلاتے تھے' ہندی' یورپی آریائی لوگ یافث کی اولاد ہونے کا دعویٰ کرتے تھے' حام' سام اور یافث تینوں حضرت نوح کے فرزند ہیں اور نسلی طور پر ہمیشہ یہ تنازعہ چلا آتا رہا ہے' حامی' سامی اور یافثی یا آریائی نسلیں کبھی واضح نہیں ہوئیں' لیکن یہ درست ہے کہ مصری زبان یہودیوں' عربوں' فنیقیوں' بابلیوں اور مشرق قریب کی دوسری سامی قوموں کی زبان سے ملتی جلتی نہیں ہے' ہندی' یورپی زبان میں سنسکرت' مشرق اوسط کی فارسی پھر یونانی اور لاطینی زبانیں شامل ہیں جن کی شناخت بآسانی کی جاسکتی ہے۔ چار ہزار تین سو قبل مسیح کے آس پاس مصر میں دو حکومتیں قائم تھیں..... ایک بالائی مصر کی حکومت جو خاص وادی نیل میں تھی دوسری زیریں مصر کی حکومت جو نیل کے زیریں حصے اور ڈیلٹا پر مشتمل تھی۔ پھر یہ دونوں حصے ایک ہوگئے لیکن ان کے اتحاد اور لامرکزیت کا سلسلہ مختلف اوقات میں جاری رہا۔ مصر کی تاریخ میں فیصلے شاہی خاندانوں کی بنیاد پر ہوا کرتے تھے اور ان شاہی خاندانوں کے سربراہ فرعون یا بادشاہ کہلاتے تھے۔ چین کی طرح یہاں کے ابتدائی حکمران خاندانوں کی حیثیت بھی ثانوی رہی اور ان کے نام سنین نہیں ملتے۔ البتہ تیسرے شاہی خاندان سے جو دو ہزار سات سو قبل مسیح کے قریب قائم ہوا' مصر کی مستند تاریخ کا آغاز ہوگیا۔ اس وقت کا دارالحکومت ممفس تھا جو دریائے نیل کے کنارے قاہرہ سے چودہ میل دور تھا اور اب وہ قاہرہ کا ہی ایک حصہ بن چکا ہے' یہیں سے مصر بالا اور مصر زیریں کی متحدہ سلطنت پر حکمرانی کا سلسلہ جاری

رہا اسے قدیم بادشاہی کہا جاتا ہے۔ چوتھا خاندان دو ہزار چھ سو قبل مسیح کے درمیان برسراقتدار آیا اور مصر کے مشہور ترین اہرام اس خاندان کے عہد میں تعمیر ہوئے اصل میں یہ ان بادشاہوں کے مقبرے تھے اور پھر خاندانوں کا سلسلہ اسی طرح جاری رہا۔ یہاں تک کہ تیسویں خاندان کا دور آگیا۔ یہ چوتھی صدی قبل مسیح کا واقعہ ہے پھر مصر پر سکندر قابض ہوگیا اور بطلیموسیوں کا یونانی شاہی خاندان مصر پر حکمران رہا یہاں تک کہ اینٹونی اور قلوپطرہ نے شکست کھائی تو تیس قبل مسیح میں مصر رومیوں کے زیر اقتدار آگیا۔

تاریخ مصر بڑی فصاحت اور تفصیل کے ساتھ درج کی گئی تھی اور میں ان الفاظ میں بری طرح الجھ کر رہ گئی تھی۔ ذہن اس انداز میں سفر کر رہا تھا جیسے مصر کی تاریخ سے میرا گزر بھی ہوا کے جھونکے کی مانند ہو۔ کتاب میں جو کچھ درج تھا اس طرح میرے دماغ میں اتر رہا جیسے میرا خود اس تاریخ سے واسطہ ہو۔ جو کچھ کتاب میں درج تھا میرے والد کی تحقیق تھی لیکن میں خود اس سے متاثر تھی اور اس میں صحیح اور غلط تلاش کررہی تھی۔ جبکہ اس سے قبل کبھی مصر کی تاریخ کے بارے میں کچھ نہیں پڑھا تھا۔ آخر ایسا کیوں ہو رہا تھا۔

میری آنکھیں کتاب کے صفحات پر جمی رہیں اور میں تحریر کی منزلوں سے گزرتی رہی۔ بے حد لطف آرہا تھا ایک عجیب سا سرور' یہاں تک کہ میری آنکھیں بند ہوگئیں۔ دل و دماغ ایک عجیب سی لطیف کیفیت کا شکار ہوگئے اور نتیجہ نیند کی شکل میں نکلا۔ پھر صبح ہوگئی۔ میں جاگ گئی لیمپ جل رہا تھا۔ کتاب نیچے گری پڑی تھی۔ حالانکہ کرسی پر سوگئی تھی لیکن نہ تو بدن میں دکھن تھی نہ ذہن پر بوجھ۔

میں نے بند دروازے کی طرف دیکھا۔ بدستور اندر سے بند تھا۔ سب سے پہلے کتاب اٹھا کر رکھی۔ پھر لیمپ بند کیا اور اس کے بعد غسل خانے چل پڑی۔ غسل خانے میں داخل ہونے سے قبل میں نے دروازہ کھول دیا تھا۔ باہر آئی تو صفائی کرنے والی ملازمہ جلدی جلدی صفائی کر رہی تھی۔ ناشتے کے کمرے میں جہانی بیگم موجود تھیں۔ عادت کے مطابق میں نے انہیں سلام کیا اور ناشتے میں مصروف ہوگئی۔ رات کو ان لوگوں کو اچھی طرح درست کردیا تھا۔ کوئی افسوس نہیں تھا اس بات کا۔ میری مٹی پلید کردی تھی انہوں نے انہیں اندازہ تھا کہ میں کیسی حسرتوں کا شکار ہوں۔

تمام امور سے فارغ ہو کر پھر اپنے کمرے میں آگئی اور کتاب کھول لی۔ ترتیب

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے پڑھنا مشکل تھا کیونکہ بڑی الجھی ہوئی تحریر تھی۔ جگہ جگہ سے پڑھتی رہی تاریخ مہ بیان کی گئی تھی۔

قدیم بادشاہی سلسلہ تیسرے سے چھٹے شاہی خاندان تک رہا۔ پھر ایک سو سال تک افراتفری رہی۔ نویں خاندان نے دو ہزار سال قبل مسیح فرعونی اقتدار بحال کیا۔ سترہواں خاندان مصری تھا جس نے ہکوس کو باہر نکالا اور اٹھارویں خاندان کا بادشاہ تھوتمس ثالث تھا جس نے فنیقیہ فلسطین اور شام فتح کئے۔ ہم یہاں رک کر قدیم مصری عقائد کا تجزیہ کرتے ہیں۔

حیات بعد الموت۔ قدیم مصری عقیدے کا ایک اہم پہلو۔ اسی پہلو کو مدِ نگاہ رکھ جائے تو عالی شان مقبرے' حنوط شدہ اجسام اور عظیم الشان اہرام نگاہ میں آتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔

جسم ایک شئی ہے جسے "کا" کہنا مناسب ہے اور یہ دنیاوی زندگی گزار کر مرجانے کے بعد بھی زندہ رہتا ہے۔ چنانچہ اجسام کا حنوط کرلینا بہتر ہے کہ وہ ہیئت برقرار رکھیں۔ "کا" کی اصلیت قائم رہنی چاہئے اور آغو سرے (سورج دیوتا) سب سے پہلا بادشاہ۔ ازل کا دیوتا۔ غریب کا وزیر جو ناپاک نذر قبول نہیں کرتا اور جو زمین کے فیصلے کرتا ہے اصل میں۔ فے۔ تنکیری علامت ہے اور "رع" سورج کو کہتے ہیں اس طرح بادشاہ کا لقب "فارع" ہوتا ہے یہی لفظ عبرانی زبان میں فاراعو' اور عربی میں "فرعون" بنا۔

ذہن کے لاتعداد خلئے کھلتے جارہے تھے۔ اتنی دلچسپ اور انوکھی تفصیلات تھیں کہ دماغ چکرا کر رہ جائے۔ کتاب کا آخری صفحہ بھی ختم ہوگیا لیکن یہ مکمل نہیں تھی۔ غالباً اس کی دوسری جلد بھی تھی۔ میں یہاں بھی تشنہ رہ گئی۔ کم بخت منوچہر اگر جانتا تھا کہ اس کتاب کا دوسرا حصہ بھی ہے تو اسے یہ مکمل حالت میں دینی چاہئے تھی مجھے۔ بے چین ہوکر فون کی طرف بڑھ گئی۔ ہوٹل کا نمبر ڈائل کیا اور آپریٹر سے منوچہر خلازی کے کمرے کا نمبر مانگا۔

"ہولڈ آن پلیز۔" دوسری طرف سے کہا گیا پھر چند لمحات کے بعد آپریٹر کی آواز سنائی دی۔ "وہ موجود نہیں میڈم۔"

"کہاں گئے؟" میں نے پوچھا۔

"یہ بتانا مشکل ہے۔ شاید وہ رات سے ہی موجود نہیں ہیں۔"

"اوہ ٹھیک ہے۔ آپ ایک کام کریں۔"

"جی!"

"رہنے دیں۔" میں نے ریسیور رکھ دیا۔ اصل میں کہنا چاہتی تھی کہ وہ واپس آئے تو مجھے فون کرلے مگر بے کار تھا۔ نہ جانے کب تک آئے۔ رات سے موجود نہیں ہے۔ کیا میرے آنے کے بعد وہ بھی کہیں نکل گیا۔ کیا کہا جاسکتا ہے۔ کیا کیا جاسکتا ہے۔ کتاب ہاتھ میں لئے اٹھ گئی۔ رخ اس کمرے کی طرف تھا جہاں احمد کمال سعدی کا کتب خانہ تھا۔ ممکن ہے وہاں یہ کتاب مکمل مل جائے۔

احمد کمال سعدی مجھے غور سے دیکھ رہے تھے۔ میں دیر تک ان سے نگاہیں ملائے کھڑی رہی۔ لاکھوں شکایتیں تھیں میرے دل میں مگر تصویر بول نہیں سکتی۔ وہ مجھے ایک ہی انداز میں دیکھتے رہے اور میں مایوسی سے آگے بڑھ گئی۔ اس کے بعد مجھ پر جنون طاری ہوگیا۔ نہ جانے کب تک ان کتابوں کو کھنگالتی رہی۔ سب کی سب اجنبی۔ مختلف زبانوں میں لکھی ہوئی۔

سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کون سی زبانیں ہیں کچھ کتابوں پر' ہیروڈوٹس کا نام تھا تو چند پر "تھیوسی ڈڈا" کا۔ اے ارمین کی کتاب (قدیم مصریوں کا ادب) موجود تھی تو لیپٹڈ کی کتاب بھی سجی ہوئی تھی لیکن احمد کمال سعدی کی کوئی کتاب وہاں نہیں نظر آئی' ان تمام کتابوں کو الٹتی پلٹتی رہی۔ اچانک عبرانی زبان کی ایک کتاب درمیان سے کھل گئی۔ یہ شناسا کتاب تھی۔ پہلے بھی اسے دیکھا تھا۔ اس دن جب احمد کمال شدت سے احساس میں جاگے تھے۔ اس دن اس کتاب میں وہ تابوت دیکھا تھا جس میں ایک حنوط شدہ جسم لیٹا ہوا تھا۔ اس وقت وہی حصہ کھلا تھا اور مجھے تابوت نظر آیا تھا لیکن آج میں نے اس میں لیٹی لاش کو بغور دیکھا اور بری طرح اچھل پڑی۔ تصویر صاف ستھری چھپی ہوئی تھی اور لاش کے خدوخال واضح تھے۔ حیران ہونے کی وجہ یہ نقوش ہی تھے کیونکہ میں نے اس لاش کو زندہ دیکھا تھا۔ پورے ہوش وحواس اور پورے اعتماد سے کہہ سکتی تھی کہ یہ وہی عورت ہے جو اس دن اس مکان میں نظر آئی تھی جس میں پروفیسر زاغ نے مجھے بھیجا تھا۔ اسی عورت نے تند اشاروں میں مجھے باہر نکل جانے کے لئے کہا تھا۔ سو فیصد وہی۔ میں کتاب چہرے کے قریب کرکے اسے دیکھنے لگی۔ آہ کاش میں اس عبارت کو پڑھ سکتی۔ آہ کاش۔ مگر یہ عورت تصویر میں ایک حنوط شدہ ممی اور اس مکان میں ایک پُراسرار وجود۔ یہ کیا اسرار ہے۔ یہ دونوں شکلیں اس قدر ملتی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کیوں ہیں؟ شدید حیرت میں مبتلا رہی ایک بار پھر منوچہر خلازی یاد آیا۔ ہو سکتا ہے وہی اس بارے میں کوئی انکشاف کر سکے۔ کتاب کو احتیاط سے ایک طرف رکھ دیا۔ منوچہر مجھ سے رابطہ ضرور کرے گا اس وقت اس سے اس بارے میں بات کروں گی۔

☆======☆======☆

میں اس کا انتظار کرتی رہی۔ دن گزر گیا۔ اس نے مجھ سے رابطہ نہیں کیا۔ رات کو میں نے پھر اسے فون کیا لیکن وہی جواب ملا۔ وہ ہوٹل واپس نہیں آیا تھا۔ پھر کئی دن اسی طرح گزر گئے۔ میں نے صبر کر لیا اور اپنے معمولات کے مطابق وقت گزارنے لگی۔ طبیعت پر بیزاری طاری رہتی تھی۔ ایک شام اپنی کوٹھی کے لان پر ٹہل رہی تھی کہ بڑے گیٹ کی طرف نگاہ اٹھ گئی۔ کوئی چوکیدار سے بات کر رہا تھا۔ چوکیدار اس سے بات کر کے اندر پلٹا۔ اس کی نظر مجھ پر پڑی تو وہ ٹھٹک گیا۔

"کیا بات ہے؟" میں نے آگے بڑھ کر پوچھا۔

"وہ کوئی خاص بات نہیں روشنی بی بی۔ ایک صاحب کی گاڑی بگڑ گئی ہے پانی مانگ رہے ہیں جگ میں۔"

"اور تم گیٹ خالی چھوڑ کر پانی لینے جا رہے ہو۔" میں نے اسے گھور کر کہا۔

"نہیں جی کسی کو دیکھ رہا تھا کہ پانی لا دے۔"

"چند لمحات کے لئے گیٹ خالی رہ گیا محترمہ تو کوئی حرج نہیں ہو گا۔ دیکھ لیجئے ہم دونوں میں سے کوئی ڈاکو نہیں ہے جو کھلے ہوئے گیٹ سے اندر داخل ہو جائیں۔" باہر سے آواز آئی اور میں نے اس نوجوان کو دیکھا جو بہت خوبصورت سفاری سوٹ میں ملبوس آنکھوں پر سیاہ چشمہ لگائے ہوئے گیٹ کی دوسری طرف کھڑا تھا۔ میں گیٹ کے بالکل قریب پہنچ گئی۔

"ریڈی ایٹر نے اچانک احتجاج شروع کر دیا ہے۔ نہ جانے کب سے پیاسا تھا۔ ہم نے غور ہی نہیں کیا تھا۔ اچانک ڈائل پر لائٹ جل اٹھی اور ہیٹ بتانے والی سوئی آسمان پر جا پہنچی لیکن میں نے آج تک ایک جگ پانی کے لئے اس تفتیش کا تصور بھی نہیں کیا۔" نوجوان نے مسکرا کر کہا۔

"جاؤ پانی لے آؤ!" میں نے چوکیدار سے کہا اور چوکیدار گردن ہلا کر چلا گیا۔ میں نے ایک نگاہ کار میں بیٹھی لڑکی کو دیکھا وہ میری طرف دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔

"آپ کی مسز ہیں؟" میں نے نوجوان سے پوچھا۔ نوجوان نے جواب دینے کے

بجائے گاڑی کی طرف رخ کر کے کہا۔ "نینا' یہ خاتون پوچھ رہی ہیں کہ کیا تم میری مسز ہو؟" لڑکی دروازہ کھول کر مسکراتی ہوئی نیچے اتر آئی۔ اس نے میرے قریب آ کر کہا۔

"نہیں میڈم۔ یہ میرے بڑے بھائی ہیں۔ مجھ سے چار سال بڑے ہیں۔ میرا نام نینا شیخ ہے اور یہ خالد شیخ ہیں۔"

"سوری ایسے ہی پوچھ لیا تھا۔" میرا موڈ بھی بدل گیا۔ میں تو خود انسانوں کو' شناساؤں کو ترسی ہوئی تھی لیکن اب یوں چلتے پھرتے تو شناسائیاں نہیں پیدا کی جا سکتی تھیں۔ البتہ میں نے پسندیدگی کی نظروں سے ان دونوں کو دیکھا تھا۔ اتنی دیر میں چوکیدار پانی لے آیا تھا۔ نوجوان نے جگ لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو میں نے چوکیدار سے کہا۔ "جاؤ گاڑی میں پانی ڈلوا دو!" نوجوان گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

"آپ کیا کرتی ہیں نینا؟"

"بور ہوتی ہوں۔" اس نے پیارا سا منہ بنا کر کہا۔

"کیا مطلب؟"

"کرنے کے لئے کوئی کام ہی نہیں ہے۔ بی۔ اے کے بعد پڑھنا چھوڑ دیا۔ ایم اے اس لئے نہیں کر رہی کہ چہرہ خراب ہو جائے گا۔"

"کیا مطلب؟" اس کا جملہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔

"میں نے محسوس کیا ہے' ممکن ہے لوگوں کا خیال نہ ہو۔"

"کیا؟ میں سمجھی نہیں۔"

"لڑکی کسی بھی عمر کی ہو اگر اس کے بارے میں بتایا جائے کہ میٹرک پاس ہے تو دو چوٹیوں والی' ناپختہ بچی کا تصور ذہن میں ابھرتا ہے۔ انٹر پاس سنا جائے تو آتی جوانی کے خوف سے سنجیدہ اور محتاط چہرہ سامنے آتا ہے۔ بی اے جوانی کی تکمیل کا تصور پیش کرتا ہے۔ وہ عمر جس میں لڑکی اعتماد سے مسکرا سکتی ہے۔ سکون سے ہر شخص سے گفتگو کر سکتی ہے اپنے آپ سے مطمئن نظر آتی ہے اور اگر وہ ایم اے کر لے تو سننے والے اگر غیر محتاط ہوں تو۔ "اے۔ ہے" بھی کہہ سکتے ہیں۔ ایسی "اے ہے" جس میں تاسف بھی شامل ہو۔ بیس سالہ لڑکا چوبیس سالہ لڑکی کو آنٹی کہنے میں عار محسوس نہ کرے۔ بڑی بوڑھیاں صاف کہہ دیں کہ بچی کی عمر نکل گئی۔ اس لئے میرے خیال میں لڑکیوں کو ایم۔ اے کرنے سے گریز کرنا چاہئے۔" نینا نے اس دلچسپ انداز میں تشریح کی کہ مجھے بے اختیار ہنسی آ گئی۔ ادھر نوجوان خالد کار میں مسلسل سیلف لگا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جارہا تھا۔ ریڈی ایٹر میں پانی بھر لیا گیا تھا۔ مگر کار اسٹارٹ نہیں ہو رہی تھی۔

"آپ بہت دلچسپ ہیں نینا۔"

"اور آپ کیا ہیں۔ کاش معلوم ہو سکتا۔" نینا نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"آپ کو معلوم کرنے سے دلچسپی ہوتی تو معلوم کرتیں۔ بھلا ایسے کسی کے بارے میں کیسے معلوم ہو سکتا ہے اب دیکھئے نا ہمیں آپ کے بارے میں معلوم ہو گیا۔"

"تو پھر بتا دو نا جلدی سے!"

"جی نہیں' ہم جلدی سے سمجھ میں آنے والی مخلوق نہیں ہیں۔" میں نے مطلب کی بات کی اس وقت خالد دروازہ کھول کر جھلایا ہوا سا باہر نکل آیا اور بولا۔ "گیس کٹ جل گئی ہے' گاڑی اسٹارٹ نہیں ہو گی۔"

"اوہو اب کیا کیا جائے۔" نینا نے پوچھا اور خالد نے میری جانب دیکھا پھر کہنے لگا۔ "آپ یہ نہ سمجھئے گا کہ ہم انگلی پکڑتے پکڑتے پہنچا پکڑنے لگے ہیں۔ بس آپ کے اس ملازم کو ذرا سی مدد کرنا ہو گی۔ میں گاڑی سائیڈ میں لگائے دیتا ہوں۔ ہم دونوں ٹیکسی سے چلے جائیں گے' بعد میں' میں مکینک کو لا کر گاڑی ٹھیک کرا لوں گا' واقعی میں معذرت خواہ ہوں۔"

"آپ کی گاڑی اس لئے نہیں اسٹارٹ ہو رہی کہ آپ نے اسے تو پانی پلا دیا ہے لیکن خود اسی طرح بداخلاقی سے واپس جا رہے ہیں۔ کسی کے دروازے تک پہنچتے ہیں تو پھر کچھ لمحات بیٹھتے ہیں' چائے وغیرہ بھی پیتے ہیں' کم از کم شناسائی اتنی تو ہونی چاہئے۔"

خالد نے چونک کر مجھے دیکھا۔ پھر نینا کو دیکھا اور پھر مدہم سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ "یہ میری بہن جو ہے نا' اس میں بڑی ساحرانہ قوت ہے دوستیاں کرنے میں بے مثال ہے' میں جانتا ہوں خاتون کہ اس نے فوراً ہی آپ کو شیشے میں اتار لیا ہو گا اور چائے کی فرمائش کر ڈالی ہو گی لیکن کوئی حرج نہیں ہے بعض اوقات ایسے دلچسپ واقعات اور حادثے صرف فلمی اور ڈرامائی حد تک ہی نہیں حقیقی زندگی میں بھی بڑی دلکشی کے حامل بن جاتے ہیں اور پھر انسان سے انسان کی شناسائی تو ہونی ہی چاہئے۔ اگر آپ واقعی اس کی باتوں میں آ کر چائے پلانے کے لئے تیار ہو گئی ہیں تو ہم بھی آخر ہیں تو اسی کے بھائی۔ بھلا کب انکار کریں گے۔"

"تو پھر آئیے۔" میں نے مسرور لہجے میں کہا۔

"کار ذرا سائیڈ میں کر دوں....." خالد بولا۔

"چابی چوکیدار کو دے دیجئے۔ ملازم کر دیں گے۔ آپ لوگ آئیے۔" میں نے کہا۔ سامنے سے فیاض نظر آیا تو میں نے اسے آواز دی پھر کہا۔ "فیاض یہ چابی لو۔ باہر کار کھڑی ہے۔ اسٹارٹ نہیں ہو رہی اسے ایک طرف لگا دو۔"

"جی روشنی بی بی۔" فیاض خالد سے چابی لے کر آگے بڑھ گیا۔

"نینا۔ تم نے ان کا نام سنا۔ بعض والدین کیسے جہاندیدہ اور ذہین ہوتے ہیں۔ ایسا نام رکھ دیتے ہیں جو اسم بامسمیٰ ہوتا ہے۔ کیا تم اس وقت فضا ہمیشہ سے زیادہ چمکدار نہیں محسوس کر رہی ہو۔ میرا مطلب ہے روشنی میں روشنی کا اضافہ۔"

"آپ میرا مذاق اڑا رہے ہیں خالد۔" میں نے جلدی سے کہا۔ میں ان دونوں کو ڈرائنگ روم میں لے گئی۔ جہانی بیگم سے چائے کے لئے کہا اور پھر ان سے باتیں کرنے لگی۔

"آپ کا نام صرف روشنی ہے؟" نینا نے پوچھا۔

"روشن جمال ہے میرا نام۔"

"اللہ اکبر..... گویا ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں۔" خالد نے کہا۔

"روشنی' آپ پڑھتی ہیں.....؟"

"نہیں!"

"آپ کے والد کیا کرتے ہیں۔" خالد نے پوچھا اور میں ایک لمحہ کے لئے سوچ میں گم ہو گئی۔ ان لوگوں کا اس طرح مل جانا میرے لئے تو ایک نعمت غیر مترقبہ ہی تھا۔ کوئی کم بخت دوستی ہی نہیں کرتا تھا۔ سب اس طرح میرے سامنے سے فرار ہو جاتے تھے' جیسے میں کوئی بدروح ہوں' کتنی ہی کوششیں کی تھیں اور ناکام رہی تھی۔ یہ دونوں ہی بہن بھائی اگر اس طرح بے تکلف ہو رہے تھے تو میرے لئے یہ اچنبھے کی بات ہی تھی اور مسرت افزا بھی۔ میں نے ایک لمحے میں جھوٹ بولنے کا فیصلہ کر لیا صحیح صورتِ حال بتانا مناسب نہیں تھا' چنانچہ میں نے کہا.....

"میرے والدین ملک سے باہر ہیں' کینیڈا میں کاروبار کرتے ہیں۔ میں یہاں اس کوٹھی میں ملازموں کے ساتھ تنہا رہتی ہوں۔"

"آئیڈیل....." خالد نے حسبِ عادت بے تکلفی سے کہا اور میری نگاہیں اس کی جانب اٹھ گئیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سیاہ چشمہ بدستور آنکھوں پر چڑھا ہوا تھا۔ خدوخال پہلی ہی نگاہ میں دلکش محسوس ہوئے تھے' مسکرانے کا انداز بھی حسین تھا سب سے بڑی بات یہ کہ بے تکلفی اور شوخی سے گفتگو کرلیتا تھا' یہی کیفیت نینا کی بھی تھی..... میں مسکراتی رہی' بہت سی باتیں کیں ان لوگوں نے اپنے بارے میں..... میرے بارے میں..... میری کوٹھی کے بارے میں..... خالد نے بتایا کہ وہ ایک بحری جہاز پر سیکنڈ آفیسر ہے اور ان دنوں کیپٹن شپ کے امتحان کی تیاریاں کر رہا ہے۔ نینا نے بڑی محبت سے کہا۔ "اس قسم کے واقعات انسانی زندگی کا ایک حصہ ہی ہیں اور بعض اوقات ایسے حادثے گہری دوستیاں پیدا کردیتے ہیں۔ اگر اس حادثے کے تحت ہم دوست بن جائیں تو کوئی حرج ہے.....؟"

میں نے خوش دلی سے کہا..... "نینا میں آپ کی دوستی کو دل میں جگہ دوں گی۔ ویسے بھی چونکہ تنہا رہتی ہوں' بور ہوتی ہوں۔ دل چاہتا ہے کہ دوستیاں ہوں' شناسائیاں ہوں لیکن اس سلسلے میں بڑی کند ہوں' اپنی کوششوں میں کامیاب نہیں ہوپاتی۔ اگر آپ میری اس مشکل کا حل بن جائیں تو میں آپ کی بے حد شکرگزار ہوں گی....."

نینا نے مجھے اپنا ٹیلیفون نمبر بتایا' گھر کا پتہ دیا اور کہا کہ بہت جلد وہ مجھ سے دوبارہ ملاقات کرے گی اور اس کے بعد مجھے بھی اس کے گھر آنا ہوگا۔ غرض یہ کہ اس قسم کی رسمی باتیں' جو اس طرح کی شناسائیوں میں ہوتی ہیں' ہمارے درمیان ہوئیں اور میں بے حد مسرور ہوگئی۔ جہانی بیگم دل ہی دل میں میرے لئے کوئی بھی احساس رکھتی ہوں لیکن میرے معاملات میں محتاط رہا کرتی تھیں۔ چائے کے ساتھ انہوں نے بہت کچھ پیش کیا اور اس طرح چائے کا ایک پُرتکلف دور چلا۔ پھر خالد شیخ نے کلائی پر بندھی خوبصورت گھڑی میں وقت دیکھا اور کہا..... "ہم نے آپ کا کافی وقت لے لیا مس روشنی اب اجازت دیجئے۔ ویسے مجھے یقین ہے کہ اب اس قدر دوستی ہوجانے کے بعد آپ ہمیں ٹیکسی سے کہاں جانے دیں گی۔ یقیناً اپنی کار آفر کریں گی اور ہم شکریہ کے ساتھ ڈراپ قبول کرلیں گے۔"

"توبہ ہے خالد بھائی۔ آپ بھی بس۔" نینا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ خالد صاحب حقیقت شناس ہیں۔" میں مسکرا کر بولی۔ ہم باہر نکل آئے۔ فیاض سامنے نظر آیا تھا۔ ہمارے قریب آگیا اور چابی خالد کی طرف بڑھا کر

بولا۔ "گاڑی اسٹارٹ ہوگئی ہے صاحب.....!"

"ایں۔ ابے۔ کیسے.....؟" خالد اچھل پڑا۔

"گیس کٹ نہیں جلی۔ فیول پمپ گرم ہوکر چوک ہوگیا تھا۔ ٹھنڈا ہوا تو کام کرنے لگا۔" فیاض نے جواب دیا۔

"مزید شکریہ مس روشنی۔" خالد بولا۔ میں انہیں ان کی کار تک چھوڑنے آئی تھی پھر جب وہ چلے گئے تو میں اداس ہوگئی۔ کیسے اچھے لوگ تھے کیسا پُرلطف وقت گزرا۔ کاش وہ مجھ سے دوستی قائم رکھیں۔ بعد کا وقت ان کے بارے میں سوچتے ہوئے گزرا تھا۔

☆------☆------☆

دوسرے دن معمولات سے فراغت حاصل کرنے کے بعد فون کے قریب پہنچ گئی۔ نینا کو فون کرنے کا ارادہ تھا۔ ریسیور کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔

"روشن جمال سے بات کرنا چاہتا ہوں۔" دوسری طرف سے آواز آئی اور میں نے منوچہر خلازی کی آواز پہچان لی۔

"میں بول رہی ہوں مسٹر خلازی۔"

"اوہو کیسی ہو روشن جمال.....!"

"ٹھیک ہوں۔ آپ بتایئے۔ آپ تو ہوٹل سے غائب ہی رہے۔"

"تم سے ملنا چاہتا ہوں۔ فرصت ہے.....؟"

"آجایئے..... کتنی دیر میں پہنچیں گے؟"

"بس پندرہ منٹ میں۔"

انتظار کررہی ہوں۔" میں نے کہا اور دوسری طرف سے فون بند کردیا گیا۔ نینا کو اب اس لئے فون کرنا مناسب نہیں سمجھا کہ مسٹر خلازی آرہے تھے۔ نہ جانے کتنی دیر تک یہاں آئیں' نہ جانے کیا گفتگو ہو' نہ جانے کیا پروگرام بنے میں ان سے کتاب کی اس تصویر کے بارے میں بھی ڈسکس کرنا چاہتی تھی انہیں صورتِ حال بتانا چاہتی تھی۔ اگر نینا نے فوراً ہی کوئی پروگرام بنالیا تو پھر مشکل پیش آجائے گی' کیونکہ یہ مسئلہ بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تھا۔ ہاں اگر اس دوران خود ہی اس کا فون آگیا تو کچھ کہہ سن کر کوئی بات بنالوں گی۔ شام کی ملاقات کا وقت طے کرلوں گی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

منوچر خلازی نے پہنچنے میں دیر نہیں لگائی اور پندرہ منٹ کے اندر اندر ہی آگئے۔ ایک ملازم کے ساتھ چوکیدار کو پیغام بھجوادیا کہ سرخ گاڑی میں جو صاحب بھی آئیں انہیں میرے پاس ڈرائنگ روم میں پہنچادیا جائے۔ چنانچہ ملازم منوچر خلازی کو لئے ہوئے ڈرائنگ روم میں ہی آگیا۔ میں نے کھڑے ہوکر ان کا استقبال کیا تھا۔

"اس سے پہلے کہ تم مجھ سے میری خاطر مدارت کے بارے میں پوچھو میں خود ہی کافی کی فرمائش کئے دیتا ہوں۔" وہ بولے۔

"شکریہ مسٹر خلازی۔" میں نے ملازم سے عمدہ قسم کی کافی بنانے کے لئے کہا۔ مسٹر خلازی پاؤں پھیلا کر صوفے پر بیٹھ گئے تھے انہوں نے کہا۔ "دماغ کی چولیں ہل کر رہ گئی ہیں روشنی' بد دل تو نہیں ہو رہیں حالات سے.....؟"

"مجھے حالات کے بارے میں کچھ علم ہے کیا.....؟"

"اوہو میرا مطلب ہے' وہی مسٹر احمد کمال سعدی اور پروفیسر زاغ کا معاملہ۔ یہ بات تو پایۂ تکمیل کو پہنچ چکی ہے کہ زاغ یہیں چھپا ہوا ہے اور اس قیمتی کتاب کا چور ہے کسی انتہائی پُراسرار ذریعے سے اس نے وہ کتاب مجھ سے حاصل کرلی ہے اور اب مکمل بددیانتی پر آمادہ ہے..... لیکن میرا ایک اور بھی نظریہ ہے۔"

"کیا.....؟" میں نے سوال کیا۔

"وہ اس وقت تک یہاں سے نہیں جائے گا۔ جب تک اسے تمہارے والد احمد کمال سعدی کے بارے میں نہیں معلوم ہو جاتا۔ وہ یقینی طور پر یہاں ان کی تلاش کے لئے رکا ہوا ہے۔" میں چونک پڑی اور سنسنی خیز نگاہوں سے منوچر خلازی کو دیکھنے لگی۔ معاً میرے دماغ میں خیال آیا کہ کیا زاغ میرے والد کی تلاش میں کامیاب ہوجائے گا۔ کیا اس کے ذریعہ میں بھی اپنے باپ کو دیکھ سکوں گی۔ منوچر نے میرے احساسات سے بے نیاز کہا۔

"اگر تم میرا ساتھ دو بے بی۔ اگر تم میرے ساتھ مکمل تعاون کرو تو میں اسے شکست دے سکتا ہوں۔ تمہاری مدد سے میں اس کا مقابلہ کرسکتا ہوں۔ صرف یہی ایک شکل ہے ورنہ..... ورنہ میرے وسائل کچھ نہیں۔"

"ایک چیز میں آپ کو دکھانا چاہتی ہوں مسٹر منوچر۔"

"کیا.....؟"

"آپ مجھے چند لمحات کی اجازت دیں۔ ابھی آتی ہوں۔" میں نے کہا اور

ڈرائنگ روم سے باہر نکل آئی۔ احمد کمال سعدی کے کتب خانے میں داخل ہوکر میں نے وہ کتاب اٹھائی جو میرے لئے ناقابلِ فہم تھی اور پھر اسے تصویر کی جگہ سے کھول لیا۔ تصویر کا ایک بار پھر جائزہ لے کر میں کتاب ہاتھ میں لئے ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی۔ ملازم کافی لے آیا تھا اور اسے بنا کر منوچر کے سامنے رکھ رہا تھا۔ وہ باہر نکلا تو میں مسٹر منوچر کے پاس صوفے پر جا بیٹھی مسٹر خلازی میری طرف متوجہ ہوگئے۔

"یہ تصویر دیکھئے مسٹر خلازی.....؟" میں نے تصویر والا صفحہ ان کے سامنے کردیا اور مسٹر خلازی تصویر بغور دیکھنے لگے۔ پھر ان کے منہ سے سرسراتی ہوئی سی آواز نکلی..... "انطاریہ.....!"

میرے ذہن میں پھر سنسنی دوڑ گئی۔ یہ نام بھی سماعت آشنا تھا۔ ساحل پر جب زاغ اور خلازی ملے تھے تو زاغ نے مجھ سے پوچھا تھا کہ کیا میں انطاریہ کو یا "آنتاس" کو جانتی ہوں۔ یقیناً زاغ نے یہی نام لیا تھا..... میں منوچر سے اس بارے میں پوچھنے کا ارادہ ہی کر رہی تھی کہ اچانک باہر سے ایک دردناک چیخ سنائی دی۔ اتنی بھیانک اتنی دلدوز کہ منوچر کے ہاتھ سے کتاب چھوٹ کر کافی کے برتن پر گر پڑی۔ برتن الٹ گئے۔ میں اچھل کر کھڑی ہوگئی۔ باہر ملازموں کا شور ابھرا اور اس شور میں وہ چیخیں مسلسل ابھر رہی تھیں۔ ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے کسی بھیانک درندے نے کسی انسان کا نرخرہ دانتوں میں دبالیا ہو اور اس کے حلق سے موت کی آخری چیخیں نکل رہی ہوں۔ میرے اعصاب بُری طرح متاثر ہوگئے تھے..... کون چیخ رہا ہے۔ کیا ہوا ہے۔

منوچر خلازی بھی کھڑے ہوگئے تھے۔ گری ہوئی کافی کے چھینٹے مسٹر خلازی کے لباس پر بھی پڑے تھے اور شاید کھلے ہوئے ہاتھوں پر بھی۔ کیونکہ وہ دونوں ہاتھ مسل رہے تھے لیکن ان کے اعصاب میری طرح کشیدہ نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے گردن گھما کر مجھے دیکھا' پھر بولے۔

"دیکھو!" یہ لفظ ادا کرکے انہوں نے گری ہوئی کتاب اٹھائی اسے سنبھال کر رکھا اور دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ میں نے بھی ہمت کرلی۔ وہ بھیانک چیخیں تو اب نہیں سنائی دے رہی تھیں لیکن ملازموں کا شور اب بھی ابھر رہا تھا۔ منوچر خلازی نے دروازہ کھول دیا۔ ملازم زیادہ فاصلے پر نہیں تھے۔ چھوٹی راہداری کے آخری کمرے پر وہ جمع تھے اور کسی ملازم کو سنبھالے ہوئے تھے۔ مجھے وہ ملازم خون سے رنگا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوا نظر آیا تھا۔

"بچ گئیں۔ خدا کا شکر ہے آنکھیں بچ گئیں۔" کسی ملازم کی آواز ابھری۔

میرے منہ سے اب بھی آواز نہیں نکل سکی تھی۔ مسٹر خلازی نے میرا بازو پکڑا اور مجھے سنبھال کر آگے لے گئے۔

"کیا بات ہے۔ کیا ہو گیا؟" مسٹر خلازی نے پوچھا۔

"بلا تھی صاحب۔ کوئی منحوس بلا تھی۔ خدا کی قسم چیل برابر تھا میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ تھن کالا.....!" فیاض نے کہا۔

"کیا تھا؟" مسٹر خلازی نے پوچھا۔

"شِکرا۔ چیل برابر شِکرا تھا۔" فیاض نے کہا۔

"گلے پر بھی زخم ہے۔" صمد بابا نے کہا۔ پھر بولے۔ "ارے پہلے اس کی مرہم پٹی کرو۔ زیادہ خون بہہ گیا تو جان کے لالے پڑ جائیں گے۔"

"اسپتال لے چلیں۔" ایک اور ملازم اصغر نے کہا۔

"مر جائے گا وہاں جاتے جاتے۔ یہیں کچھ کرو.....!"

جو ملازم زخمی ہوا تھا اس کا نام زاہد تھا۔ مالی کا کام کرتا تھا۔ اس کے ہاتھ شدید زخمی ہوئے تھے۔ شانے اور گردن پر زخم تھے۔ پوری تفصیل یہ تھی کہ وہ کیاریاں درست کر رہا تھا کہ کالے رنگ کا باز پہلے سامنے کے درخت پر آ کر بیٹھا۔ اس نے حلق سے ایک تیز چیخ نکالی پھر غوطہ لگا کر کوٹھی کے گیٹ کی طرف گیا۔ زاہد لکڑی اٹھا کر اسے اندر جانے سے روکنے کے لئے بھاگا۔ شِکرا کھلے گیٹ کے اندر گھس چکا تھا لیکن یہاں وہ گھبرا گیا تھا کیونکہ پرواز کی جگہ مختصر تھی۔ زاہد نے لکڑی سے اسے باہر ہانکنا چاہا۔ شِکرے نے اس پر حملہ کر دیا اور اس کے سر پر زور دار پنجے مارے مگر زاہد کے سر پر گھنے بال تھے اس لئے بچ گیا۔ پھر بھی اس کے سر پر گہری خراشیں آئی تھیں۔ پرندہ دوبارہ اس پر حملہ آور ہو کر اس کے شانے کو زخمی کر گیا۔ اس کے سینے پر پنجے جما کر اس کی آنکھوں پر حملہ کیا۔ زاہد نے چہرہ ہاتھوں میں چھپا لیا اور بری طرح چیخا۔ اس کی چیخیں سن کر دوسرے ملازم آ گئے' اس کے باوجود وہ پرندے نے چونچ مار کر زاہد کے ہاتھ زخمی کر دیئے دو چار ضربیں گردن پر بھی لگیں۔ پھر ملازموں کے شور سے وہ پرواز کرتا ہوا باہر نکل گیا۔

ملازم کی تسلی بخش مرہم پٹی ہو گئی تو میں منوچہر خلازی کے ساتھ ڈرائنگ روم میں

واپس آ گئی۔

"کیا سمجھیں؟" منوچہر خلازی نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"زاغ؟" میں نے رائے ظاہر کی۔

"ہاں' اور یہ صورتِ حال تشویش ناک ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اس نے مجھے نگاہوں میں رکھا ہوا ہے۔"

"یہ پرندہ آخر کیا بلا ہے؟"

"اس کا کہنا ہے کہ اس نے اسے وسطی آمیزون سے پکڑا تھا۔ وہاں کے باشندے اسے شلاشلائی کہتے ہیں اور اسے دیوتاؤں کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ اتنے گہرے رنگ کے اور اس سائز کے باز کہیں اور نہیں پائے جاتے۔ اس میں کچھ پُراسرار خوبیاں ہیں جن کے بارے میں اس نے تفصیل نہیں بتائی لیکن وہ اس سے بہت کام لیتا ہے۔ سب سے زیادہ حیران کن بات یہ ہے کہ یہ پرندہ کئی کئی ماہ تک پرواز کر سکتا ہے اور اسے کہیں پاؤں ٹکانے یا آرام کرنے کی ضرورت نہیں پیش آتی۔ یہ دوران پرواز بھی کھا لیتا ہے۔"

"ناممکن!" میں نے بے اختیار کہا۔

"خدا جانے!"

"لیکن اس وقت۔ اس وقت یہ یہاں کیوں آیا تھا؟"

"بھیجا گیا تھا۔"

"کیوں؟" میں نے سوال لیکن اس سوال کا مسٹر خلازی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر انہوں نے چونک کر کتاب اٹھالی اور اسے اسی جگہ سے کھول لیا جہاں وہ تصویر تھی۔

"یہ انطاریہ ہے۔"

"کون ہے یہ؟"

"میں نہیں جانتا۔"

"پھر آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ انطاریہ ہے۔"

"یہ بھی اس نے بتایا تھا۔"

"کب۔ کہاں؟"

"ایران میں۔ اس کے پاس ایک اور کتاب بھی تھی جس میں یہ تصویر موجود تھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مگر دوسری شکل میں۔ اس کے ساتھ قدیم فرعون کی ایک تصویر بھی تھی جس کے بارے میں اس نے بتایا کہ یہ آمنتاس ہے۔"

"یہ دونوں نام اس نے اس وقت لئے تھے جب آپ لوگ مجھے ساحل پر ملے تھے۔"

"ہاں مجھے یاد ہے۔"

"خلازی صاحب آپ کو یاد ہے اس نے مجھ سے پوچھا تھا کہ کیا میں انطاریہ اور آمنتاس کو جانتی ہوں۔"

"ہاں۔ پوچھا تھا۔"

"کیوں؟"

"خدا کی قسم میں نہیں جانتا۔ اس کم بخت نے کبھی مجھے زیادہ تفصیلات نہیں بتائیں بس مجھے اپنا آلۂ کار بنائے رکھا۔"

"آپ اس کتاب کو نہیں پڑھ سکتے؟"

"افسوس نہیں، لیکن..... لیکن....."

"جی..... لیکن کیا؟"

"میں ایک ایسی شخصیت سے دوستی رکھتا ہوں جو زاغ سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ زاغ مجرمانہ ذہنیت کا حامل ایک چالباز اور شیطان صفت آدمی ہے جبکہ پروفیسر نادر ہاشمی ایک شریف النفس انسان ہیں۔"

"یہ کون ہیں؟"

"ایک عظیم محقق..... انڈونیشیا میں رہتا ہے۔ وہاں اس نے ایک درسگاہ بنائی ہے اور اب اسی میں مصروف ہے۔ کچھ عرصہ پہلے وہ بھی تحقیقی مہمات میں حصہ لیتا تھا لیکن ایک حادثے میں اس کی ایک ٹانگ ضائع ہوگئی۔ اس کے بعد اس نے اپنا یہ مشغلہ ترک کردیا۔ اسے بھی کئی زبانوں پر عبور حاصل ہے۔"

"تو پھر.....؟" میں نے سوال کیا اور منوچہر کسی سوچ میں گم ہوگیا۔ پھر اس نے کہا۔

"میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں روشن جمال۔"

"جی..... فرمایئے؟"

"اگر تم پسند کرو تو ان الجھے ہوئے رازوں کی عقدہ کشائی کے لئے میرے ساتھ

بھرپور تعاون کرو۔ میں اور تم مل کر زاغ کو شکست دے سکتے ہیں۔ ہم اپنے ساتھ ایسے لوگوں کو شامل کرسکتے ہیں جو ہمارے بہترین مددگار ثابت ہوں گے۔ نادر ہاشمی مجھ سے پورا تعاون کرے گا۔ یوں بھی میں اتنا بے بس نہیں ہوں۔ میرے اپنے ذرائع بھی ہیں۔"

"لیکن نادر ہاشمی تو....."

"جکارتا میں ہے۔"

"پھر؟"

"یہ سب مجھ پر چھوڑ دو۔"

"آپ جو کچھ کرنا چاہتے ہیں مجھے اس کی تفصیل بتایئے۔ میں غور کروں گی۔"

"یقیناً۔" منوچہر نے پُرجوش لہجے میں کہا، پھر بولا۔ "اور تمہیں معلوم ہے کہ زاغ تمہارے باپ کی تلاش میں ہے۔"

"ہاں، یہ علم آپ سے ہوا ہے مجھے۔"

"بے بی..... وہ جو کچھ بھی کررہا ہے۔ اگر مجھے تمہارے تعاون کی امید ہوجائے تو یقین کرو ہم اس پر سبقت حاصل کرلیں گے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ احمد کمال کو تلاش کرلے اور ہم ان تک پہنچ جائیں۔ تم نے اپنے والد کے سلسلے میں جو پُراسرار داستان سنائی ہے اس کی وجوہات بھی میں تمہیں پیش کرسکوں!"

میرا دل دھڑک اٹھا۔ مسٹر خلازی کے یہ الفاظ میرے لئے بڑے پُرسحر تھے، ان کا مطلب تھا کہ اگر میں ان سے تعاون کروں تو اپنے باپ کو پاسکتی ہوں۔ کچھ عجیب سے احساسات میرے دل میں جاگزیں ہوگئے، کیسی بدنصیب شخصیت ہے میری، کچھ لوگ میرے باپ تک پہنچ جانے کا دعویٰ رکھتے ہیں، لیکن یہ دعویٰ میں خود نہیں کرسکتی اگر وہ یہاں موجود ہیں اور اتنی آزادی رکھتے ہیں کہ دوسرے لوگ ان کی تلاش میں سرگرداں ہوں تو مجھ سے کیوں نہیں ملتے وہ..... آخر کیا وجوہات ہیں جن کی بناء پر انہوں نے مجھے اپنی شفقتوں سے محروم رکھا ہے، مل کر بچھڑ جاتے تو یہ سوچتی کہ کوئی ایسی مجبوری ہوگی جس کی بناء پر وہ مجھ سے دور ہیں لیکن ملازموں کی سنائی ہوئی کہانیاں یہ بتاتی تھیں کہ انہیں کوئی مجبوری نہیں ہے بلکہ نہ جانے کس چکر میں الجھے ہوئے ہیں، ہر چیز کا تعلق اپنی ذات سے ہوتا ہے مسئلہ کچھ بھی ہو دوسروں کو محبتوں سے محروم کردینا کہاں کی انسانیت ہے، ان احساسات نے میری آنکھوں میں نمی پیدا کردی تھی،

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لیکن مسٹر خلازی خود کسی خیال میں کھوئے ہوئے تھے اور ان کی توجہ میری جانب نہیں تھی' البتہ ان احساسات نے میرے اندر ہلکی سی چڑ پیدا کر دی۔

مسٹر خلازی نے بدستور پُرجوش لہجے میں کہا۔ "وہ سمجھتا ہے ذہانت اور چالاکی اس پر ختم ہے میں اسے بتانا چاہتا ہوں کہ دوسرے بھی ذہین ہو سکتے ہیں' میں نے بھی اپنی زندگی ویرانوں میں نہیں گزاری' مجھے بھی کچھ کرنا آتا ہے۔"

"مسٹر خلازی آپ نے کہا کہ آپ سے تعاون کر کے میں احمد کمال سعدی تک پہنچ سکتی ہوں؟"

"میں خلوص دل سے تم سے یہ وعدہ کرتا ہوں کہ ہر ممکن ذریعے سے تمہارے والد کی تلاش کروں گا اور اگر میری ان سے ملاقات ہو گئی تو اس مہم کی تکمیل کے لئے میں ان کے ساتھ کو ترجیح دوں گا لیکن اس کے لئے تمہیں مجھ سے پورا پورا تعاون کرنا ہو گا۔"

"میں آپ کو ایک اور خاص بات بتانا چاہتی ہوں مسٹر خلازی' ہو سکتا ہے اس سے آپ کے ذہن کو کوئی اور نشانی مل سکے میں نے یہ کتاب آپ کو اس لئے دکھائی ہے کہ وہ تصویر جس کا نام آپ نے انظاریہ لیا ایک ایسی عورت ہے جسے میں زندہ سلامت دیکھ چکی ہوں۔"

"کیا.....؟" مسٹر خلازی کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگے۔

میں نے کہا۔ "جی مسٹر خلازی۔ جس عمارت میں زاغ نے مجھے بھیجا تھا' وہاں داخل ہو کر میں ایک کمرے میں پہنچ گئی۔ عمارت تقریباً خالی تھی میرا راستہ کسی نے نہیں روکا تھا' میں خود ہی وہاں کے مکینوں کو آواز دیتی ہوئی جب ایک سجے سجائے کمرے میں پہنچی تو وہاں پڑے ہوئے پردے کے عقب سے ایک عورت باہر نکل آئی' عجیب و غریب شکل کی عورت تھی وہ اور اس نے جو الفاظ اپنے منہ سے ادا کئے وہ ناقابلِ فہم تھے' وہ نہ اردو تھی نہ انگریزی ایک عجیب سی زبان تھی۔ پہلے اس نے مجھے حیران نگاہوں سے دیکھا اور اس کے بعد طیش میں آ گئی۔ پھر اس نے نہایت شدومد سے مجھ سے باہر نکل جانے کے لئے کہا اور مجھے باہر نکلتے ہی بن پڑی' جانتے ہیں وہ عورت کون تھی.....؟ میں بالکل صحیح الدماغ ہوں مسٹر خلازی' وہ عورت بالکل اس تصویر سے ملتی جلتی تھی جو ایک مصری اہراموں میں دفن ممی کی تصویر ہے' مجھے اپنی

یادداشت پر پورا بھروسہ ہے اور میں ایسی کوئی بات کسی مفروضے کی بناء پر نہیں کہہ سکتی....."

خلازی کا چہرہ بدستور حیرتوں کا مسکن بنا رہا تھا' دیر تک وہ کچھ نہ بول سکا البتہ اس دوران اس نے اپنے خشک ہونٹوں پر کئی بار زبان پھیری تھی۔ پھر اس کی پھنسی پھنسی آواز ابھری۔

"انتہائی دلکش' بے حد دلچسپ۔ میرے خدا' میرے خدا' میں اپنے آپ کو اس سحر سے کیسے آزاد کر سکتا ہوں' نہیں بے بی بالکل نہیں کسی بھی قیمت پر ان حالات کو نظر انداز کر دینا اب میرے بس کی بات نہیں ہے جو کچھ بھی ہو گا دیکھا جائے گا' اب کچھ کرنا ہے' ایک بار پھر میں تم سے عاجزانہ درخواست کرتا ہوں کہ بغیر کسی وسوسے کے مجھ سے تعاون کرو' میرا ساتھ دو' تم اس سلسلے میں ایک اہم کردار رکھتی ہو اور میں سمجھتا ہوں کہ' میں سمجھتا ہوں' میں سمجھتا ہوں....." خلازی جیسے کسی خیال میں ڈوب گیا۔ میں خود بھی خیالات کے سحر سے آزاد نہیں تھی۔ اس پُراسرار زندگی کا کوئی حل تو سامنے آئے' نادانیوں کی عمر تو گذر چکی تھی اور اب سوچنے سمجھنے کا وقت تھا۔ ملازموں کے درمیان زندگی گزارنے والی' ایک محبتوں سے محروم لڑکی کب تک اسی طرح زندگی گزارتی رہے گی۔ دو ہی صورتیں ہیں یا تو اپنے آپ کو اتنا بے حس کر لوں کہ کوئی احساس ہی دل میں باقی نہ رہے' جیسی گزرتی ہے گزر جائے۔ یا پھر حقیقتوں کی کھوج کروں لیکن اس عمر نے یہ احساس بھی دیا کہ جب خلازی زاغ کے ساتھ تھا تو اس نے ایسا ہی اظہار کیا تھا جیسے وہ میری ذات کے لئے سب کچھ کر رہا ہو اور بعد میں اس نے مجھے اس تنہا مکان میں جھونک دیا تھا۔ کیا کہا جا سکتا ہے کہ کون کس ذہنیت کا مالک ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جو واقعات نگاہوں کے سامنے آ چکے تھے وہ اس بات کی نشاندہی کرتے تھے کہ خلازی اور زاغ کا کردار الگ الگ ہے لیکن خود مسٹر خلازی کیا ارادے رکھتے تھے' یہ ابھی واضح نہیں ہو سکا تھا۔ آنکھیں بند کر کے بھروسہ کر لینا دانشمندی نہیں ہے' تھوڑا سا احتیاط کا دامن ہاتھ میں رکھنا چاہئے..... جذباتی ہونے کی بجائے میں نے سوچ سمجھ کر کام کرنے کا فیصلہ کیا اور مسٹر خلازی سے کہا۔

"مسٹر خلازی میں نے جس انداز میں بھی سہی اپنی زندگی کی صحیح تصویر آپ کے سامنے پیش کر دی ہے' اس بات سے انکار نہیں کروں گی کہ اپنے ماں باپ کے بارے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں جاننے کا تجسّس اور دلی گہرائیوں میں اترنے والے جذبات مجھے اس بات کے لئے مجبور کرتے ہیں کہ میں آنکھیں بند کرکے ہر اس شے کی جانب دوڑ پڑوں جو ان کی نشاندہی کرتی ہو لیکن اس کے باوجود میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ میں آپ سے کیا تعاون کرسکتی ہوں' میری شخصیت تو بڑی غیر اہم ہے نہ میں کوئی دلیر لڑکی ہوں اور نہ ہی ذہین..... پھر بھی آپ کے کس کام آسکتی ہوں؟"

"سب سے اہم بات یہ ہے بے بی کہ تم احمد کمال سعدی کی بیٹی ہو..... اور زاغ اگر احمد کمال سعدی کے بغیر اپنی اس مہم کا آغاز کرسکتا تو یقیناً وہ کسی کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ اگر وہ احمد کمال سعدی کی تلاش میں سرگرداں ہے اور یہ جانتا ہے کہ احمد کمال کسی کی قید میں نہیں بلکہ اپنے طور پر کہیں پوشیدہ ہیں تو ان تک پہنچنے کا ذریعہ صرف تم ہو۔ میں نہیں سمجھتا کہ زاغ نے تمہیں یہ آزادی کیوں دے رکھی ہے۔ وہ کون سی وجوہات ہیں جن کی بناء پر وہ اپنی کمینہ صفت شخصیت کو بروئے کار نہیں لارہا اور تم سے دور ہے۔ بے بی میری اس بات کو خوفزدہ کرنے والے الفاظ نہ تصور کرنا' میں زاغ سے اچھی طرح واقف ہوں اور اب تو مزید واقف ہوگیا ہوں کہ وہ اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے ہر کام کرسکتا ہے بالکل اسی طرح جیسے اس نے تمہیں اس پُراسرار مکان میں بھیج کر ایک ایسا تجربہ کرڈالا تھا جس کے نتائج خود اسے نہیں معلوم تھے اور اس کا ثبوت اس کا وہ بدحواسی سے فرار ہونا ہے جو تمہارے علم میں بھی ہے' ایک ایسا شخص کسی بھی لمحے تمہیں عذاب میں مبتلا کرسکتا ہے تم یقینی طور پر اس پُراسرار راز کی کلید بن سکتی ہو جو ابھی نہ میرے علم میں ہے اور نہ مکمل طور پر زاغ کے علم میں..... میں بس یہ چاہتا ہوں کہ تم میرے ساتھ ہو جاؤ اور میں تمہارے تحفظ کا ہر وہ بندوبست کردوں' جو ممکن ہوسکے' اور اگر احمد کمال سعدی تک پہنچنے کی سعادت حاصل ہوجائے ہمیں تو تم اپنے باپ سے یہ کہہ سکو کہ وہ منوچہر خلازی سے تعاون کریں' بس یہ چند چھوٹی موٹی باتیں ہیں جن کا خیال میرے ذہن میں آیا ہے اور میں نے تم سے تعاون کی درخواست کی ہے۔"

"فرض کیجئے اگر میں یہ اقرار کرلوں کہ میں آپ سے ہر ممکن تعاون کروں گی تو فوری طور پر مجھے کیا کرنا ہوگا۔"

"سب سے پہلے مجھ پر مکمل اعتماد اور اس کا اظہار الفاظ میں' اور جب تم اس اعتماد کا اظہار کردو گی تو پھر ہر وہ عمل کرنا ہوگا تمہیں جو میں تم سے کہوں' کچھ سوچے

سمجھے بغیر' صرف میری خواہش کے مطابق.....؟"

"اوہ۔" میں نے آہستہ سے کہا' یہ الفاظ گہری معنویت رکھتے تھے' اس لحاظ سے فوری فیصلہ واقعی مشکل تھا۔ "میں سوچنے کے لئے وقت چاہتی تھی۔"

"کتنا بے بی.....؟" منوچہر نے بے چینی سے کہا۔

"اس کی اطلاع میں آپ کو فون پر دوں گی۔"

"ٹھیک ہے' میں انتظار کروں گا۔ مگر اس انتباہ کے ساتھ کہ اپنے تحفظ کا خیال رکھنا۔ میں تمہیں تمام نشیب و فراز سے آگاہ کرچکا ہوں۔ اگر تمہیں کوئی نقصان پہنچ گیا تو یوں سمجھ لو کہ وہ میرے لئے بدترین لمحات ہوں گے۔ میں اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کرتا کہ صرف تمہارے لئے ہی نہیں میں اپنے طور پر بھی ان تمام حالات سے دلچسپی رکھتا ہوں۔ اچھا اب مجھے اجازت دو۔"

"بہتر ہے مسٹر خلازی....." میں نے کہا اور مسٹر خلازی اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے کئی بار ایسی نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا جیسے میں اپنے اس فیصلے میں کوئی ردوبدل بھی کرسکتی ہوں لیکن میں اپنے ارادے میں ٹھوس تھی۔

سرخ کار میں بیٹھتے ہوئے وہ بولے..... "خصوصاً شلاشلائی کا خیال رکھنا' ویسے اس کے پنجے زہریلے نہیں ہوتے لیکن تیز اور نقصان پہنچانے والے ضرور ہوتے ہیں۔" مسٹر خلازی نے کار اسٹارٹ کی اور آگے بڑھ گئے۔ میں اپنی جگہ جامد ان کی کار کو نگاہوں سے اوجھل ہوتے ہوئے دیکھتی رہی۔ پھر گہری سانس لے کر واپس پلٹی تو جہانی بیگم اور صمد بابا کو منتظر پایا۔ میری آنکھوں میں سختی ابھر آئی' اب میں ان احمقانہ جذبات کے بھنور سے نکل آئی تھی کہ کون کیا ہے' ذہنی پہنچ اب کافی آگے بڑھ گئی تھی۔ صمد بابا ہاتھ اٹھا کر بولے۔

"تمہیں جو کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں وہ تمہیں سننا ہے روشنی بٹیا....."

"آیئے.....!" میں نے سرد لہجے میں کہا اور پھرتیلے قدموں سے آگے بڑھ کر اپنے کمرے میں پہنچ گئی۔ صمد بابا اور جہانی بیگم میرے پیچھے کمرے میں داخل ہوگئے۔ میں نے بدستور سرد لہجے میں کہا۔ "جی فرمایئے کیا بات ہے؟"

"اصل میں روشنی بٹیا' اب یہاں جو کچھ شروع ہوگیا ہے وہ ہمارے لئے ناقابلِ برداشت ہے' آج جو کچھ ہوا ہے وہ ایک بدترین حادثہ بن سکتا تھا اگر اس بے چارے کی آنکھیں اس پرندے کی زد میں آجاتیں..... تم خود بتاؤ ایسے حالات میں یہاں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نوکری کرنے والے کس طرح گزارہ کرسکتے ہیں؟"

"ہوں' تو آپ یہ نوکری چھوڑ رہے ہیں....."

"ہاں۔ جب ہمیں یہ احساس دلایا گیا کہ یہ صرف نوکری ہے تو ہم یہ نوکری نہیں کرسکتے....."

"مجھے اس سلسلے میں کیا کرنا چاہئے صمد بابا! جہانی بیگم آپ بھی صمد بابا کی ہم آوا ہیں؟"

"ہاں۔" جہانی بیگم نے کسی قدر خشک لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے آپ لوگ جو بھی فیصلہ کریں' مجھے اس کی اطلاع دے دیجئے۔ کب جارہے ہیں آپ لوگ اور کون کون جارہا ہے یہاں سے.....؟" میں نے اس قدر سرد لہجے میں کہا کہ وہ دونوں بھونچکے رہ گئے۔ چند لمحات خاموشی رہی پھر جہانی بیگم نے کہا۔ "تم نے جس طرح آنکھیں بدل لی ہیں روشنی بٹیا' ہم خواب وخیال میں بھی اس کی توقع نہیں کرسکتے تھے۔"

دیکھئے جہانی بیگم جو احمقانہ باتیں اس سے پہلے ہوچکی ہیں میں انہیں دہرانا نہیں چاہتی' مجھے آپ سے' صمد بابا یا یہاں موجود کسی بھی شخص سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ اصل شکایت مجھے صرف اپنے والدین سے ہے۔ آپ لوگ ہمارے قدیم ملازم ہیں۔ صرف ملازم' اور اگر کوئی ملازم نوکری چھوڑ کر جانا چاہے تو اسے زبردستی نہیں روکا جاسکتا' آپ نے آج تک جو کچھ کیا ہے یقینی طور پر میرے ڈیڈی سے اس کا معاوضہ وصول کیا ہوگا..... اور اگر ایسا کوئی مسئلہ ہے تو مجھے بتایئے میں آپ کو وہ تمام ادائیگیاں کرنے کے لئے تیار ہوں جو نہیں ہوسکی ہیں' جہاں تک رہا ان معاملات کا تعلق تو اب یہ صرف میری ذات سے متعلق ہے اور میں آپ لوگوں کو اس میں شریک نہیں کرسکتی۔ میں نے جو کچھ شروع کیا ہے وہ اپنی زندگی کا راز جاننے کے لئے بے حد ضروری ہے' آپ نے جو کچھ کہا ہے اس پر کسی بھی لمحے آپ عمل کرسکتے ہیں مجھے یہ بتایئے میں اس سلسلے میں آپ کی کیا مدد کروں؟"

"اصل میں سعدی صاحب کی غیر موجودگی میں یہ گھر چھوڑتے ہوئے ہمیں دلی افسوس ہوگا' کیونکہ ان کے ہم پر احسانات بہت ہیں' بے شک وہ ہمارے مالک رہے ہیں' لیکن انہوں نے کبھی ہمیں ملازم ہونے کا احساس نہیں دلایا۔"

"یہ ان کا فعل ہے۔ میں کوئی کہانی نہیں سننا چاہتی۔"

"ہم یہی چاہتے ہیں کہ اب کی بار جب وہ آجائیں تو ہم اس ملازمت کے لئے ان سے معذرت کرلیں۔"

"تو اس وقت مجھ سے یہ بات کہنا کیا معنی رکھتا ہے؟"

"ہم یہ بھی نہیں پسند کریں گے روشنی بٹیا کہ ہمارے فرائض میں کوئی کوتاہی ہو اور تمہیں کوئی نقصان پہنچ جائے۔" صمد بابا بولے۔

"آپ کی پسند یا ناپسند میرے اوپر کس انداز میں مسلط ہوسکتی ہے صمد بابا.....؟"

"تمہیں اپنے ان معمولات سے گریز کرنا ہوگا؟"

"تو پھر آپ ایک بات سن لیجئے جہانی بیگم آپ بھی اور باقی تمام لوگوں کو بھی اس بارے میں اطلاع دے دیجئے کہ اگر کسی نے کسی بھی وقت میرے سامنے کھڑے ہوکر میرے معمولات میں دخل انداز ہونے کی کوشش کی یا اس پر نکتہ چینی کی تو اسے میرے ہاتھوں جسمانی نقصان بھی پہنچ سکتا ہے' میں اس سلسلے میں اب کسی کو کوئی رعایت دینے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ آپ دونوں میری بات کو اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے....." جہانی بیگم نے تو منہ ٹیڑھا کرکے رخ تبدیل کرلیا تھا' لیکن صمد بابا حیران نگاہوں سے مجھے دیکھتے رہے تھے۔ پھر انہوں نے جہانی بیگم سے کہا۔

"ٹھیک ہے جہانی بیگم۔ بعض اوقات حق نمک اس طرح بھی ادا کرنا پڑتا ہے۔ اب ہمیں جو وقت گزارنا ہے صرف ڈیوٹی سمجھ کر گزارنا ہے۔" یہ کہہ کر وہ دونوں باہر نکل گئے۔ مجھے ان کے ساتھ یہ سلوک کرکے کوئی افسوس نہیں ہوا تھا۔ بظاہر پُرسکون تھی۔ کھاتی پیتی تھی۔ پہنتی اوڑھتی تھی۔ خوش وخرم بھی نظر آتی تھی لیکن رشتوں سے محرومی اور ماں باپ کی بے اعتنائی کا جو گھاؤ اندر سڑ رہا تھا اس کی تکلیف نے دیوانہ کر رکھا تھا۔ اتنا حقیر سمجھتی تھی خود کو کہ ساری دنیا سے انتقام لینے کو جی چاہتا تھا۔ دنیا کے دوسرے رشتے دھوکا دے جاتے ہیں لیکن ماں باپ اولاد کو اس طرح نظرانداز کردیں..... ایسا شاید ہی ہوتا ہو۔

☆------☆------☆

پتہ نہیں آج دن کا آغاز کس کی شکل دیکھ کر ہوا تھا۔ زبردست ہنگامے رہے تھے۔ نیا سے رابطہ بھی نہیں کرسکی تھی۔ اس نے بھی فون نہیں کیا تھا۔ ایک لمحے کے لئے سوچا کہ نیا کو فون کروں لیکن مسٹر خلازی ذہن میں آگئے۔ میرے لئے وہ جو فکر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چھوڑ گئے تھے اس پر غور کر کے فیصلہ کرنا تھا۔ انطاریہ کون ہے۔ آمنتاس کون ہے۔ مجھے ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اگر کچھ تھوڑا بہت احساس تھا تو اپنے والد کے حوالے سے کیونکہ انہیں مصریات سے دلچسپی تھی بلکہ مسٹر خلازی کے انکشاف کے مطابق اور ان کی کتاب کا جائزہ لے کر یہ پتہ چلا تھا کہ وہ اپنی زندگی کا بیشتر حصہ تحقیق مصر پر گزار چکے تھے۔ کیا کرنا چاہئے مجھے۔ مسٹر خلازی مجھ سے تعاون کچھ اس شکل میں کرنا چاہتے تھے کہ میں ان کی محکوم ہو جاؤں۔ جو حکم وہ دیں اس پر بلا چوں چرا عمل کروں۔ ناممکن ہے۔ یہ تو قطعی ناممکن ہے بھلا کیوں کروں ایسا۔ البتہ ایک کشش ضرور تھی اس بات میں کہ اس طرح میرے والد شاید مجھے نظر آجائیں لیکن یہ صرف ایک امکان تھا۔ یقینی بات تو نہیں تھی۔

زاہد کو دیکھنے اس کے کوارٹر چلی گئی۔ بے چارے کا خون کافی بہہ گیا تھا۔ چہرہ سفید ہو رہا تھا۔ میں نے اس سے ہمدردی کا اظہار کیا اور اسے کافی رقم علاج اور کھانے پینے کے لئے دی۔ اس کے علاوہ اور کیا کر سکتی تھی.....!

رات کو آٹھ بجے نینا کا فون آگیا۔ "ہیلو..... مس روشنی سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"ہیلو نینا۔"

"نام سے پکار کر دل کو تسلی دی ہے ورنہ یقین کرو دل ٹوٹ گیا تھا..... پورا دن انتظار کرتے گزر گیا کہ شاید فون کر لو.....!"

"میں نے ٹوٹا ہوا دل آج تک نہیں دیکھا نینا۔ دل کے دوسرے امراض تو بے شک حقیقت ہوتے ہیں لیکن یہ ٹوٹ کیسے جاتا ہے؟"

"آکر دیکھ لو میں نے سارے ٹکڑے ایک پلیٹ میں چن کر رکھ لئے ہیں تمہیں دکھانے کے لئے۔" نینا نے جواب دیا اور میں ہنس پڑی۔

"اس وقت بلا رہی ہو۔ رات کے آٹھ بج رہے ہیں۔"

"کیا کر رہی ہو؟"

"کچھ نہیں۔"

"اچھا کل کا کیا پروگرام ہے؟"

"کچھ نہیں۔"

"ویری گڈ..... میں کل گیارہ بجے آؤں گی۔"

"وعدہ؟"

"بالکل!"

"میں انتظار کروں گی....."

"خدا حافظ.....!" نینا نے کہا اور میں نے فون بند کر دیا۔ دن کے واقعات' ملازم کا زخمی ہونا۔ خلازی کے انکشافات نے طبیعت بوجھل کر دی تھی۔ ادھر میرے ملازموں کے پھولے ہوئے منہ..... کچھ ایسا تکدر طاری تھا طبیعت پر کہ کھانا بھی نہیں کھایا گیا۔ میں نے ہلکا پھلکا کھانا کھا کر تھوڑی سی چہل قدمی کی اور پھر بیڈ روم میں آگئی۔ پورا وجود تھکا تھکا سا لگ رہا تھا۔ مسٹر خلازی نے کچھ خدشات کا اظہار بھی کیا تھا کہ ہو سکتا ہے زاغ مجھ سے کچھ مفادات حاصل کرنے کے لئے مجھ پر قابو پانے کی کوشش کرے لیکن میری نگاہ میں ان خدشات کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ گزرے واقعات' ان واقعات سے متعلق شخصیات' وہ کالا باز جو ایک عجوبہ تھا' انہی چیزوں کے بارے میں سوچتی رہی اسی وقت فون کی گھنٹی بجی اور میں اچھل پڑی۔ ہلکی سی ناگواری کا احساس ہوا تھا لیکن ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو....."

"یقیناً تم سوئی نہیں ہو گی بے بی!" آواز مسٹر خلازی کی تھی۔

"جی۔ فرمائیے۔"

"ایک دلچسپ اطلاع تھی' تمہیں دینے سے باز نہ رہ سکا۔"

"جی!"

"وہ مکان جہاں تمہیں بھیجا گیا تھا طویل عرصہ سے خالی پڑا ہے۔ ایک اسٹیٹ بروکر کی تحویل میں ہے اور اس کا کہنا ہے کہ اس کے مالکان اسے بیچنا چاہتے ہیں۔ اس کی فروخت کے لئے اشتہارات بھی دیئے جا چکے ہیں۔ ایک بات بتاؤں بے بی۔" منوچہر خلازی نے کہا۔ مگر میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ مکان نگاہوں میں گھومنے لگا تھا..... "ہیلو....." مسٹر خلازی کی آواز بھری۔

"جی..... جی مسٹر خلازی۔"

"کیا اس میں کوئی ڈیکوریشن تھی۔"

"جی ہاں..... مکمل!"

"لیکن میں نے خود اندر داخل ہو کر اسے دیکھا ہے۔ اس میں موٹی موٹی گرد کی

تمہیں جمی ہوئی ہیں اور وہ بالکل ویران پڑا ہوا ہے۔"

"آپ یقیناً کسی اور مکان میں جا گھسے ہوں گے۔" میں نے بے یقینی سے کہا۔

"بالکل نہیں۔ تمہارے انکشاف نے مجھے شدید حیران کر دیا تھا۔ اس کے بعد سے شام تک میں اس مکان کی کھوج میں مصروف رہا ہوں۔"

"تعجب ہے۔"

"ہاں ہے تو تعجب کی بات' لیکن..... خیر چھوڑو..... یہ بتاؤ کہ تمہارے پاس تمہارے والد کی کوئی تصویر ہے۔"

"ہاں ہے۔"

"مجھے دکھانا پسند کرو گی؟"

"یہ تصویر ایک بڑے سے فریم میں' ان کی خواب گاہ اور اسی میں بنے ہوئے کتب خانے میں آویزاں ہے۔ الگ سے میرے پاس کوئی تصویر نہیں ہے....."

"اوہ۔ اور والدہ کی تصویر.....؟"

"نہیں مسٹر خلازی....."

"بے بی' میں تمہارے والد کی تصویر دیکھنا چاہتا ہوں۔ کیا تم مجھے ان کے کتب خانے میں لے جانا پسند کرو گی۔"

"اس کا جواب میں آپ کو اس وقت دوں گی مسٹر خلازی جب میں آپ کے ساتھ تعاون کا فیصلہ کروں گی۔"

"تم اس سلسلے میں بے جا پس و پیش کر رہی ہو۔ حالانکہ ان حالات میں ہمیں ایک لمحہ ضائع کئے بغیر کام شروع کر دینا چاہئے۔ تمہیں دشمن کے بارے میں اندازہ ہے کہ وہ....."

"مسٹر خلازی..... اپنے بارے میں فیصلہ کرنے کا حق مجھے ہے یا آپ کو؟" میں نے درشتگی سے کہا۔

"سو فیصد تمہیں ہے لیکن.....!"

"اس کے بعد لیکن کی کیا گنجائش ہے۔"

"تو پھر سیدھی سی بات کہو۔"

"کیا؟"

"یہی کہ تم مجھ سے تعاون نہیں کرنا چاہتیں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"شاید ایسا بھی ہو۔" میں نے کہا اور دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔ نہ جانے مسٹر خلازی کیا سوچنے لگے تھے۔ پھر انہوں نے کہا۔

"اس کی وجہ جان سکتا ہوں۔"

"کوئی وجہ نہیں ہے۔"

"کمال ہے۔ تم..... تم..... خیر..... کوئی بات نہیں۔ میں اتنا ضرور کہوں گا کہ تم..... تم بھی نارمل نہیں ہو۔ ورنہ..... میری خدمات بے لوث تھیں۔ کم از کم تمہارے تحفظ کی حد تک۔ اپنی دلچسپیوں سے میں انکار نہیں کروں گا لیکن..... لیکن اس میں تمہارا مفاد مجھ سے زیادہ ہے' ہو سکتا ہے تم اس وقت غور نہ کر پا رہی ہو' لیکن آنے والا وقت تمہیں بتائے گا کہ درحقیقت تمہیں مجھ جیسے ایک ہمدرد کی ضرورت تھی....."

"مسٹر خلازی' میں نے آپ سے تعاون کا انکار یا اقرار نہیں کیا اور ابھی میری آپ کی ملاقات کو چند گھنٹے سے زیادہ کا وقت نہیں گزرا۔ میں تو فیصلہ بھی نہیں کر پائی کہ آخر یہ سب ہو کیا رہا ہے۔ آپ نے مجھ سے درشت لہجہ اختیار کر لیا' میں اس کی تحمل نہیں ہو سکتی میں ابھی انتظار کرنا چاہتی ہوں اپنے طور پر حالات سے واقف ہونا چاہتی ہوں' آپ اگر انتظار کر سکتے ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ مجھے اس تعاون سے منکر سمجھئے۔"

"اوہ نہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے تم ایک تیز مزاج لڑکی ہو۔ نریما بھی بہت درشت مزاج کی مالک ہے' اچھا ٹھیک ہے میرا تم سے رابطہ رہے گا خدا حافظ۔"

دوسری طرف سے فون رکھے جانے کے بعد میں نے بھی ریسیور پٹخ دیا طبیعت میں جھلاہٹ سی پیدا ہو گئی تھی۔ بے آسرا' بے سہارا ہونے کی وجہ سے ہر شخص اپنی برتری قائم کرنا چاہتا ہے' انہیں دیکھو جو صرف چند پیسوں کے ملازم ہیں اور اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے جھوٹی محبتوں کے دعوے کرتے رہے ہیں۔ اب اوقات کا اعلان کر دیا تو تلملا رہے ہیں۔ جہانی بیگم کڑکتی بجلیوں کے دوران اپنے بچوں کو بازوؤں میں سمیٹے اظہار کر رہی ہیں کہ چند نوٹوں کے عوض انہوں نے اپنی مامتا نیلام کر دی ہے۔ صمد بابا الگ گردن پر پاؤں رکھے رہنا چاہتے ہیں اور اب یہ منوچہر خلازی۔ مورکس کا ہے' انہی کا نا جو مجھے اس دنیا میں لا کر اپنے مفادات میں گم ہو گئے۔ اینٹوں اور مٹی کا یہ پنجرہ بنوا کر' اسے دنیاوی ضرورتوں سے سجا کر' انہوں نے اپنی شفقت اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مامتا کی تکمیل کردی اور بس.....

غم وغصے کے عالم میں ہی نیند آگئی۔ دوسری صبح جاگی تو طبیعت پر سخت تکدر چھایا ہوا تھا۔ ہر چیز بری لگ رہی تھی چائے کی ایک پیالی نے ناشتہ مکمل کردیا البتہ نینا یاد آئی تو تھوڑی سی طبیعت میں فرحت پیدا ہوگئی۔ ٹیلیفون پر اس سے جو گفتگو ہوئی تھی وہ دلچسپ تھی' گیارہ بجنے میں ایک منٹ باقی تھا تو کوٹھی کے گیٹ پر جا کھڑی ہوئی۔ نینا نے بھی بہت زیادہ اصول پسندی کا ثبوت دیا تھا کیونکہ میں نے سامنے سے آنے والی سڑک پر ان لوگوں کی کار رینگتے دیکھ لی تھی۔ کچھ دیر کے بعد وہ قریب آکھڑی ہوئی۔ نینا دروازہ کھول کر نیچے آگئی۔ اسٹیئرنگ پر خالد شیخ موجود تھا..... میں نے آگے بڑھ کر اس کا استقبال کیا اور پھر خالد سے بھی اندر آنے کے لئے کہا تو بولا۔ "جی نہیں طفیلی بن کر تو ہم اس دنیا سے بھی نہیں جائیں گے۔ براہ راست ہمیں بلایا جائے گا تب آئیں گے....."

"ارے نہیں آپ غیر تو نہیں ہیں' آیئے نا....."

"نہیں واقعی میں اس سلسلے میں سخت جذباتی ہوں اس وقت تو کبھی نہیں آؤں گا....."

"کہیں جارہے ہیں.....؟"

"جی ہاں....."

"تو پھر دوپہر کا کھانا آپ میرے ساتھ کھایئے ورنہ نینا واپس نہیں ملیں گی۔"

خالد شیخ نے کالا چشمہ ناک تک سرکا کر مجھے دیکھا پھر تشویش سے بولا۔

"یہ تو مشکل ہوگئی آنا پڑے گا۔ ایک بجے تک پہنچ جاؤں گا۔" اس نے کار آگے بڑھادی اور میں نینا کو لے کر کوٹھی کے اندر آگئی۔ اس کے آجانے سے طبیعت کچھ اور بشاش ہوگئی۔ پوری کوٹھی گھمائی اسے بس ڈیڈی کی خواب گاہ رہنے دی تھی کیونکہ وہاں جانے کے بعد جذباتیت طاری ہوجاتی اور مجھے اپنے جھوٹ میں نہ جانے کیا کیا اضافے کرنے پڑتے.....

نینا سے دنیا جہاں کی باتیں ہوئیں۔ ممی اور ڈیڈی کی وہی مفروضہ کہانی سامنے رکھی گئی۔ نینا نے اپنے بارے میں مختصراً بتایا اور اتنا دل خوش ہوا اس کے آنے سے کہ بس بیان سے باہر تھا۔ یہ پہلے بہن بھائی تھے جو صحیح معنوں میں میرے دوست بنے تھے۔ دوپہر کو خالد آگئے فطرت میں شوخی' گفتگو میں مزاح۔ دل کھول کر قہقہے لگائے

شام کی چائے کے بعد خالد شیخ نے اجازت مانگی تو میں ایک دم بجھ گئی۔

"ابھی تو دل ہی نہیں بھرا' جلدی ہے کچھ۔"

"جانا ضروری ہے' کل آپ آجایئے گا؟"

"ٹھیک ہے' ضرور آؤں گی اور پھر دیکھ لیجئے واپس نہیں آؤں گی۔"

"خدا کرے ایسا ہو۔" خالد نے عجیب سے لہجے میں کہا اور نینا شرارت سے ہنس پڑی۔ میں نے بھی اس ہنسی کا ساتھ دیا تھا۔ مجھے اس کی وجہ کا اندازہ نہیں ہوسکا تھا۔ میں ان دونوں کو چھوڑ کر اندر آگئی۔ واقعی جی اداس ہوگیا تھا۔ کیسا اچھا دن گزرا ہے پتہ ہی نہیں چل سکا۔ نینا بھی خوش مزاج ہے اور خالد تو قیامت ہے۔ بات سے بات نکالنے والا۔ اس کی ہنسی کتنی خوبصورت ہے ہر لحاظ سے آئیڈیل۔

بعد کے لمحات بڑے افسردہ گزرے۔ رات ہوگئی۔ دوپہر کے کھانے میں بڑا اہتمام تھا اور پھر ان لوگوں کے ساتھ کھایا بھی خوب گیا تھا اس لئے رات کو صرف دودھ کا ایک گلاس پی کر سوگئی۔

نہ جانے رات کا کون سا پہر تھا۔ گہری نیند سو رہی تھی کہ کسی نے بری طرح جھنجھوڑ دیا۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا جہانی بیگم تھیں' ان کے پیچھے صمد بابا تھے۔ پھر فیاض اور دوسرے کچھ اور نوکر بھی اندر گھس آئے۔ انہوں نے دروازہ بند کرلیا۔ جہانی بیگم نے مجھے اپنے بازوؤں میں دبوچ لیا۔ ان کا بدن پسینے سے تر ہو رہا تھا۔ بید لرزاں بنی ہوئی تھیں وہ..... میں متوحش ہوگئی کیا ہوگیا ان سب کو..... آخر کیا ہوگیا۔

"کیا ہے۔ کیا بات ہے.....؟ چھوڑیئے مجھے جہانی بیگم۔ آخر کیا ہوگیا ہے آپ سب کو..... میں پوچھتی ہوں..... کیا بات ہے.....؟"

"ہو..... آ..... آ..... ہو ہو....." جہانی بیگم خوف کے مارے بولنے میں ناکام رہیں۔ ان سے زیادہ حیران کن عمل صمد بابا نے ظاہر کیا۔ انہوں نے لپک کر جہانی بیگم کا منہ بھینچ لیا اور آواز دبا کر فیاض سے بولے۔

"نائٹ بلب' نائٹ بلب بجھا دو....." فیاض نے ان کی ہدایت پر عمل کیا اور مدہم روشنی والا بلب بھی بجھا دیا۔ کمرے میں گھپ اندھیرا پھیل گیا تھا۔

میں نے دھکے دے کر انہیں اپنے قریب سے ہٹایا۔ گھپ اندھیرے میں کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔ "روشنی کرو..... میں کہتی ہوں روشنی کرو.....!" میں نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

غرا کر کہا۔

"خدا کے لئے روشنی بٹیا' خدا کے لئے.....!" صمد بابا گڑگڑائے۔

"پاگل ہو گئے ہو تم سب دیوانے ہو گئے ہو کیا۔" میں بستر سے نیچے اتر آئی۔ سوئچ بورڈ کی طرف بڑھنا چاہتی تھی کہ صمد بابا نے میرا بازو مضبوطی سے پکڑ لیا۔

"نہیں روشنی بٹیا' لائٹ جلانا خطرناک ہو گا۔"

"میرا بازو چھوڑیئے صمد بابا۔" میں نے غصے سے کہا۔

"اس وقت وہ زیادہ مناسب ہے جو ہم سوچ رہے ہیں۔ ضد نہ کرو۔" صمد بابا سرد لہجے میں بولے۔

"آپ میرا بازو چھوڑ دیجئے.....ورنہ.....ورنہ.....!"

"اگر خاموش نہ ہوئیں تو منہ بھی بند کر دوں گا۔ اس لئے خاموش ہو جاؤ۔"

صمد بابا نے اسی انداز میں کہا اور میں جنون کے عالم میں بازو کو زور زور سے جھٹکے دینے لگی مگر بازو صمد بابا نے ہاتھ سے نہیں چھوڑا تھا۔ وہ آہستہ سے بولے۔ "اتنا کمزور ہوتا تو کمال صاحب مجھے تمہارا محافظ مقرر نہ کرتے۔" مجھے بھی حیرت ہوئی تھی۔ صمد بابا بوڑھے اور مجہول سے آدمی تھے مگر اس وقت ان کی گرفت بہت مضبوط تھی۔

"کوٹھی میں چور گھس آئے ہیں بٹیا۔ باہر خطرہ ہے۔" جہانی بیگم نے اس دوران خود کو سنبھال لیا تھا۔

"چور.....!" میں خوفزدہ ہو گئی اور میری جدوجہد سرد پڑ گئی مگر صمد بابا پر شدید غصہ آ رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "چور گھس آئے ہیں اور آپ لوگ کوٹھی ان کے حوالے کر کے میرے کمرے میں آ چھپے ہیں۔"

"وہ آتشیں ہتھیاروں سے مسلح ہو سکتے ہیں۔ بھلا ہتھیاروں کے سامنے کوئی کیا کر سکتا ہے۔"

"پولیس کو اطلاع دیجئے!"

"یہ بھی ابھی ممکن نہیں ہے۔ براہ کرم خاموش رہو۔"

"سوچ لیجئے صمد بابا۔ آپ نے۔ آپ نے اچھا نہیں کیا ہے۔" میں لرزتی آواز میں بولی۔

"صبح کو جتنے جوتے مارنا چاہو مار لینا بٹی۔ سر جھکا کر بیٹھ جاؤں گا مگر اس وقت وہی کرو جو میں کہہ رہا ہوں۔ ہمیں تمہاری حفاظت کی ذمے داری سونپی گئی ہے کوٹھی کی

نہیں' تم ہمارے لئے کوٹھی کی ہر شے سے زیادہ قیمتی ہو اس لئے ہم سب کچھ چھوڑ کر تمہاری حفاظت کے لئے یہاں گھسے ہوئے ہیں۔"

"میری حفاظت کے لئے۔" میں نے تلخ لہجے میں کہا۔

"میرے بچے اس وقت میرے پاس نہیں ہیں روشنی بٹیا۔ میں نے انہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا ہے۔" جہانی بیگم رندھی ہوئی آواز میں بولیں۔

"جہانی بیگم۔ ساری کہانیاں اسی وقت دہراؤ گی۔ خدا کے لئے خاموش ہو جاؤ۔ آواز پر وہ لوگ اس طرف متوجہ ہو سکتے ہیں۔" صمد بابا نے سرگوشی میں کہا اور کمرے میں ہولناک سناٹا چھا گیا۔ میں نے باہر کی آواز پر کان لگا دیئے۔ پھر ایک کراہ سنائی دی۔ دروازہ زور سے بند ہونے کی آواز۔ پھر کچھ عجیب سی دھڑ دھڑاہٹیں۔ میرا دل دھک دھک کرتا رہا۔ پھر باہر سناٹا چھا گیا۔ کمرے میں سب کی تیز تیز سانسیں سنائی دے رہی تھیں۔

"شاید وہ چلے گئے۔" ایک ملازم بولا۔

"ہو سکتا ہے کوٹھی کے دوسرے کمروں کی تلاشی لے رہے ہوں۔"

"باہر نکلیں؟" فیاض نے پوچھا۔

"موجود ہوئے تو؟"

"گولی مار دیں گے۔" جہانی بیگم نے کہا۔ ایک بار پھر خاموشی طاری ہو گئی۔ مجھے یہ سب کچھ بے حد عجیب لگ رہا تھا۔ گھر میں ڈاکہ پڑ رہا تھا اور ہم سب اطمینان سے کمرے میں بند تھے۔ کوئی مدافعت نہیں کی جا رہی تھی ڈاکوؤں کو کھلی آزادی دے دی گئی تھی۔

"اب کب تک میرے کمرے کو پناہ گاہ بنائے رکھا جائے گا۔"

"ابھی باہر نکلنے کا خطرہ مول نہیں لیا جا سکتا۔" صمد بابا بولے۔ مجھے پھر غصہ آنے لگا لیکن اب میں خاموش ہی رہی۔ اس کے بعد میں بستر پر دراز ہو گئی۔ باہر مکمل سناٹا تھا۔ دماغ دُکھ رہا تھا کچی نیند سے جاگی تھی سر میں شدید درد ہو رہا تھا۔ ان سب کی موجودگی میں نیند کی بھلا کیا گنجائش تھی۔ آنکھیں بند کئے رہی۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ پھر انہوں نے ہمت کی۔ صمد بابا ہی دروازہ کھول کر باہر نکلے تھے۔ ان کے پیچھے ایک ایک کر کے سب باہر نکل گئے۔ میں متجسس تھی اس لئے ان لوگوں کے ساتھ خود بھی باہر نکل آئی۔ دیکھنا چاہتی تھی کہ ڈاکوؤں نے کوٹھی کا کس طرح صفایا کیا ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

صمد بابا سیدھے میرے والد کے کمرے کی طرف بڑھے تھے۔ باقی لوگ بھی ان کے پیچھے تھے۔ دروازے پر رک کر انہوں نے جہانی بیگم سے کہا۔

"آپ میرے ساتھ آجایئے جہانی بیگم۔ دوسرے لوگ یہاں رکیں۔" جہانی بیگم ہچکچاتی ہوئی اندر داخل ہوگئیں۔ صمد بابا شاید دروازہ بند کرنا چاہتے تھے لیکن میں دوسروں کو دھکیلتی ہوئی خود بھی اندر داخل ہوگئی۔

"دروازہ کیوں بند کررہے تھے آپ۔ آپ جانتے تھے کہ میں بھی پیچھے آرہی ہوں۔" میں نے غرا کر کہا۔

"وہ..... روشنی بٹیا۔ میں نے آپ کے لئے تو دروازہ بند نہیں کیا تھا۔" صمد بابا بولے۔

"باہر نکل جایئے۔ آپ دونوں باہر نکل جایئے۔ گیٹ آؤٹ۔ میں کہتی ہوں....."

"آؤ جہانی بیگم.....!" صمد بابا نے گردن جھکا کر کہا اور جہانی بیگم کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکل گئے۔ میں نے زوردار آواز کے ساتھ دروازہ بند کردیا تھا۔ پھر میں نے کمرے کا جائزہ لیا۔ پورے کمرے میں ابتری پھیلی ہوئی تھی۔ کتابیں الماریوں سے نیچے گری پڑی تھیں ڈیکوریشن پیس الٹے پڑے ہوئے تھے۔ میزوں کی درازیں باہر نکلی ہوئی تھیں۔ یہ سب کچھ جو بھی تھا اپنی جگہ لیکن جس چیز نے مجھے شدید ذہنی جھٹکا پہنچایا وہ میرے والد کی تصویر کی گمشدگی تھی۔ وہ تصویر وہاں موجود نہیں تھی جو میرے لئے بہت بڑا سہارا تھی۔ جسے دیکھ کر میں شکوے کرلیتی تھی۔ روتی تھی۔ جو درحقیقت میرے لئے باپ کا درجہ رکھتی تھی۔ کیونکہ اس سے زیادہ میں نے کچھ نہیں دیکھا تھا۔ میری آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ دیر تک سکتے کے عالم میں کھڑی رہی۔ شدید رنج ہوا تھا۔ پھر میں نے آنکھیں خشک کیں اور پورے کمرے کا جائزہ لیا۔ نہ جانے یہاں سے کیا چرایا تھا تصویر کے علاوہ۔ اچانک میری نگاہ فرش پر پڑی۔ عین اس جگہ جہاں تصویر لگی ہوئی تھی قالین پر خون کے بڑے بڑے دھبے نظر آرہے تھے۔ میں نے جھک کر انہیں دیکھا اور میرے حلق سے چیخ نکل گئی۔ باہر سے دروازہ پیٹا جانے لگا۔ غالباً چیخ باہر سن لی گئی تھی۔ میں نے خود کو سنبھالا اور پھر دروازہ کھول دیا۔

"کیا بات ہے..... کیا بات ہے روشنی بٹیا۔" صمد بابا نے بے قراری سے پوچھا۔ میں نے خود کو سنبھالا اور دروازہ باہر سے بند کردیا۔ پھر سرد لہجے میں بولی۔

"اندر کوئی نہ جائے!"

"تم چیخی تھیں روشنی بٹیا؟" جہانی بیگم بولیں۔

"پولیس کو فون کیا؟" میں نے غرا کر کہا۔

"فون لائن کاٹ دی گئی ہے۔" صمد بابا بولے۔

"کمرے میں کوئی بھی قدم نہ رکھے جب تک پولیس نہ آجائے.....!" میں نے کہا اور آگے بڑھ گئی۔ سب پیچھے کھڑے رہ گئے تھے میں کمرے میں داخل ہوگئی اور سیدھی فون کے قریب پہنچ گئی۔ ریسیور اٹھا کر دیکھا۔ فون واقعی ڈیڈ تھا۔ میں نے ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ کچھ دیر کمرے میں گزار کر پھر باہر نکلی۔ ایک ملازم ناشتے کی ٹرے لے کر آرہا تھا۔

"پولیس کو اطلاع دی.....؟"

"فیاض تھانے گیا ہے۔" ملازم نے جواب دیا۔

"لاؤ..... ٹرے اندر لے آؤ.....!" میں واپس کمرے میں آگئی' ناشتہ کیا اور پھر چائے کا دوسرا کپ پیتے ہوئے اچانک ایک عجیب سا احساس ہوا۔ ان سارے واقعات میں کچھ انوکھی کیفیات تھیں۔ کچھ شکوک و شبہات والی باتیں ذہن میں آنے لگیں۔ میں نے چائے کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتے ہوئے سوچا کہ صمد بابا کا رویہ بہت عجیب ہے' غور کرنے سے اندازہ ہوتا تھا کہ ابتدا ہی سے گڑبڑ چل رہی ہے۔ گزری ہوئی رات بڑے عجیب و غریب احساسات کی حامل تھی' اگر کوٹھی میں چور گھسے تھے تو بجائے اس کے کہ پولیس کو اطلاع دی جاتی یا چوروں کا مقابلہ کیا جاتا وہ سب میرے کمرے میں آگھسے تھے' کمرے کا دروازہ اندر سے بند کرکے روشنی گل کردی گئی تھی۔ کہنا یہ تھا ان کا کہ یہ سب میرے تحفظ کے لئے کیا جارہا ہے۔ چور گھر کا سامان لوٹنے آئے تھے' مجھے اغوا کرنے تو نہیں۔ پھر میرا تحفظ کیا معنی رکھتا ہے اور اس کے بعد چوروں نے اِدھر کا رخ بھی نہیں کیا تھا یعنی اس کمرے کا جہاں میں تھی اس طرح یہ بات تو غلط ثابت ہوجاتی ہے کہ گھر کے مال و اسباب سے زیادہ میرے تحفظ کی ضرورت تھی۔ صمد بابا نے جان بوجھ کر یہ رویہ اختیار کیا..... کیوں آخر کیوں اور پھر یہ بھی پتہ نہیں چل سکا کہ گھر کا کیا کیا سامان چوری ہوا..... میرے والد کے کمرے میں جو افراتفری پھیلی اور وہاں جو پُراسرار مشاہدات ہوئے' وہ الگ نوعیت کے حامل تھے۔ چوروں کو سب سے زیادہ قیمتی شے میرے والد کی تصویر ہی محسوس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوئی جو وہ لے گئے۔ باقی گھر سے کیا سازو سامان چوری ہوا ہے کوئی اطلاع نہیں مل سکی۔ پھر خصوصی بات یہ کہ صمد بابا نے ٹیلی فون چیک بھی نہیں کیا اور کہہ دیا کہ لائن کٹی ہوئی ہے..... انہیں اس بات کا علم کیسے ہوا' یقیناً اس کے پس پردہ کچھ اسرار بھی ہیں۔ بچپن سے ان لوگوں کے ساتھ تھی' یہ تو نہیں کہہ سکتی تھی کہ یہ یہاں کوئی سازش کریں گے لیکن بس یہ خیال ذہن میں بار بار آتا تھا کہ میرے رویے کے بعد ان لوگوں نے اپنے طور پر کچھ فیصلے کئے ہیں نہ جانے کیا فیصلے' کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا' صمد بابا بند کمرے سے نکلنے کے بعد والد صاحب کے کمرے کی جانب ہی بھاگے تھے اور کوئی جگہ ان کے لئے قابلِ توجہ نہیں تھی۔ بہت دیر تک دونوں ہاتھوں سے سر پکڑے بیٹھی رہی' ایک بار پھر چونک پڑی۔ پولیس نہیں آئی تھی ابھی تک حالانکہ کافی وقت ہوگیا تھا باہر نکل آئی' سامنے ہی سے جہانی بیگم گزرتی نظر آئیں۔ میں نے سرد لہجے میں انہیں آواز دی۔ "جہانی بیگم....." اور جہانی بیگم بالکل میرے قریب پہنچ گئیں۔

"پولیس نہیں آئی ابھی تک....."

"نہیں بٹیا' پولیس اتنی جلدی کہاں آتی ہے۔" جہانی بیگم نے کہا۔

"ٹیلی فون بھی ٹھیک نہیں ہوا؟"

"ٹیلیفون والوں کو اطلاع تو دے دی ہے۔ اب وہ اطمینان سے آئیں گے۔ تم تو ایسے کہہ رہی ہو بٹیا جیسے ان لوگوں کے حالات تمہیں معلوم ہی نہیں ہیں' محکمہ ٹیلیفون والے آسمان کے باشندے ہیں زمین والوں پر ذرا مشکل ہی سے توجہ دیتے ہیں کہاں آتے ہیں وہ ایک دو شکایتیں کرنے پر اور کہاں ٹھیک ہوتے ہیں اس طرح ٹیلیفون۔"

"کیا فیاض واپس آگیا.....؟"

"ابھی نہیں....." جہانی بیگم نے جواب دیا اور میں پاؤں پٹختی ہوئی وہاں سے آگے بڑھ گئی' ایک بار پھر اپنے والد کے کمرے کا رخ کیا تھا۔ کمرے کا دروازہ کھلا دیکھ کر دنگ رہ گئی۔ آنکھوں میں خون اتر آیا اور میں نے غرائی ہوئی آواز میں ایک بار پھر جہانی بیگم کو پکارا۔ جہانی بیگم دوڑی دوڑی میرے قریب پہنچی تھی' لیکن اس سے پہلے ہی احمد صاحب کے کمرے کے دروازے میں صمد بابا نظر آئے' میں ان کی جانب متوجہ ہوگئی۔ "آپ وہاں کیا کر رہے ہیں؟"

"اندر آجاؤ روشنی بٹیا اندر آجاؤ۔" صمد بابا نے پُرسکون لہجے میں کہا۔

"میں پوچھتی ہوں آپ اندر کیسے گئے۔ میں نے دروازہ بند کردیا تھا باہر سے اور

منع کردیا تھا کہ کوئی اندر نہ جائے....."

"میں اندر گیا تھا روشنی' اور مجھے تمہارے احکامات ماننے کی ہدایت نہیں ہے۔ آؤ اندر آجاؤ۔ بہتر یہ ہے کہ دوسرے ملازموں کے سامنے باتیں نہ ہوں۔"

"صمد بابا صمد بابا۔" میں نے پھولے ہوئے سانسوں کے ساتھ کہا۔

"نہیں روشنی بٹیا۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ مجھے تمہارے احکامات ماننے کی ہدایت نہیں کی گئی ہے۔ ویسے میری تمام تر وفاداریاں تمہارے ساتھ ہیں لیکن ایسی جگہوں پر جہاں مالک کی ہدایت مجروح ہوتی ہو میں کسی اور کی بات نہیں مان سکتا' آؤ اندر آجاؤ۔"

صمد بابا پر شدید غصے کے باوجود میں اندر داخل ہوگئی' اور ایک بار پھر میرا پارہ چڑھ گیا۔ تمام کتابیں درست کرکے رکھ دی گئی تھیں' حیران کن بات یہ تھی کہ قالین اور فرش سے خون کے دھبے بھی صاف کردیئے گئے تھے اور ایک خاص قسم کا محلول جو ہر قسم کے داغ دھبوں کو دور کرنے میں استعمال ہوتا ہے وہاں رکھا ہوا نظر آرہا تھا اور ان دھبوں پر مزید محلول اسپرے کردیا گیا تھا تاکہ باقی نشانات بھی مٹ جائیں۔ ہر چیز اپنی جگہ نظر آرہی تھی' صمد بابا نے اپنے اختیارات سے تجاوز کیا تھا۔ میں تلملا کر رہ گئی۔ میں نے کہا۔

"صمد بابا آپ سمجھتے ہیں کہ میں تنہا ہوں اور آپ جو چاہے کرسکتے ہیں' لیکن آپ کان کھول کر یہ بات سن لیں میں پولیس سے رابطہ قائم کروں گی۔ رات کے واقعات پولیس کے علم میں لاؤں گی اور اس سلسلے میں آپ پر شبہ ظاہر کروں گی۔"

"اس میں سے کچھ بھی نہیں کرپاؤ گی تم' سمجھیں' مجھے سختی پر مجبور نہیں کرو۔ میں تم پر سختی کا حق نہیں رکھتا۔ جوتا اتارو پاؤں سے اور دس مارو میرے سر پر' لیکن میرے مالک نے مجھے جو حکم دیا ہے اس کی تعمیل کے لئے میں ہر قدم اٹھا سکتا ہوں روشنی بٹیا آج تک تم جو کچھ کرتی رہی ہو' میں نے اسے اس لئے نظرانداز کیا ہے کہ اس میں کوئی ایسی اہم بات نہیں تھی لیکن اگر تمہارے اقدامات احمد کمال سعدی صاحب کے احکامات سے مختلف ہوئے تو پھر میں وہ سب کچھ کروں گا جس کے لئے تم مجھے مجبور کرو گی۔"

"کیا کرو گے میرا..... بولو کیا کرو گے میرا.....؟"

"مت ضد کرو' دیکھو روشنی مت ضد کرو۔ خواہ مخواہ نقصانات سے دوچار

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہو جاؤ گی....."

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ میں دیکھوں گی کہ میرے اختیارات کہاں تک ہیں۔ یہ پولیس ابھی تک کیوں نہیں آئی؟"

"اس لئے کہ اسے بلایا نہیں گیا؟"

"کیا مطلب..... پھر فیاض گاڑی لے کر کہاں مر گیا ہے؟" میں نے غرا کر کہا۔

"اسے صرف تمہاری تسلی کے لئے گھر سے باہر بھیج دیا گیا تھا لیکن اسے پولیس سے رابطہ قائم کرنے سے منع کر دیا گیا تھا۔"

"ٹیلی فون لائن کیوں درست نہیں ہوئی.....؟"

"ٹیلیفون لائن ٹھیک ہے' بس یہیں سے اس کے کنکشن نکال دیئے گئے تھے....."

"کیوں.....؟" میں نے غصیلی آواز میں پوچھا۔

"اس لئے کہ تم کوئی حماقت نہ کر سکو....."

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے' بالکل ٹھیک ہے میں سب کچھ سمجھ گئی ہوں' بہت کچھ سمجھ گئی ہوں۔ خیر کوئی بات نہیں ہے جانتی ہوں کہ تمہارے چنگل میں ہوں' مجھے قیدی بنا لیا گیا ہے اس لئے کہ میرے ماں اور باپ نہیں ہیں۔ مجھ پر کسی کی توجہ نہیں ہے۔ ٹھیک ہے صمد بابا ٹھیک ہے' غلط فہمیوں کا شکار تھی اب تک۔ اب احساس ہو گیا ہے کہ میں اس گھر کے مالک کی بیٹی نہیں' بلکہ تم لوگوں کی قیدی ہوں میرے باپ کی دولت سے تم لوگ عیش و عشرت کی زندگی گزار رہے ہو' بظاہر تم لوگوں نے ملازموں کا انداز اختیار کر رکھا ہے لیکن تم اچھی طرح جانتے ہو کہ ایک ایسے گھر پر کس طرح قبضہ قائم رکھا جا سکتا ہے جس کا مالک گھر سے مفرور ہو اور اس نے اپنی اکلوتی بیٹی کو سونے کے پنجرے میں قید کر رکھا ہو۔ اس سونے کے پنجرے میں سب کچھ تمہارا ہے صمد بابا..... لیکن تم یہ بھی جانتے ہو کہ اگر میں تمہارے ساتھ نہ رہی تو پھر اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکو گے..... لیکن لیکن ٹھیک ہے۔" میں کمرے سے باہر نکل آئی' اپنے کمرے میں پہنچی اور بستر پر لیٹ گئی رونے کی عادت نہیں تھی لیکن دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔ نہ جانے کب تک اسی طرح پڑی رہی۔ اپنے حالات پر' اپنے آپ پر غور کرتی رہی اور یہ احساس بھی ہو رہا تھا کہ اتنی بے دست و پا ہوں کہ کوئی حل ملنا

ممکن نہیں ہے۔ بدن میں اینٹھن ہو رہی تھی۔ دماغ عجیب سی سنسنی کا شکار تھا۔ سب دشمن نظر آ رہے تھے۔ کوئی دوست نہیں تھا۔ غم و غصے کے عالم میں پڑی رہی اور اسی عالم میں نیند آ گئی۔

☆======☆======☆

نہ جانے کتنی دیر سوئی تھی پھر کسی نے جگا دیا آنکھیں کھول کر دیکھا تو نینا تھی۔

"کیا بات ہے روشنی خیریت تو ہے۔ یہ کیا حلیہ بنا رکھا ہے۔" نینا نے کہا۔

"بس کچھ طبیعت خراب تھی۔" میں نینا کو دیکھ کر خوش ہو گئی۔

"خیریت؟"

"رات کو نیند نہیں آئی تھی۔"

"ویسے تو نیند نہ آنے کی مختلف وجوہات ہوتی ہیں لیکن شعرائے کرام نے اس مرض کی تشخیص کچھ محبت وغیرہ کی شکل میں کی ہے۔ کوئی ایسی بات تو نہیں ہے؟"

"چھوڑو نینا۔ ہماری ایسی تقدیر کہاں۔" میں نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔ ماضی یاد آ گیا تھا۔ تنہائی کے کرب نے نہ جانے کیا کیا خواہشیں کی تھیں لیکن کوئی کامیابی نہیں ہوئی تھی۔

"نینا ایک بات بتاؤ؟" میں نے پوچھا۔

"حکم عالی۔" نینا سر جھکا کر کہا۔

"میں تمہیں کیسی لگی؟"

"جواب نثر میں دوں یا نظم میں۔" نینا نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

"سنجیدگی سے۔"

"اتنی پیاری کہ کلیجے میں رکھ لینے کو جی چاہے۔ ایک لمحے کی جدائی شاق گزرے۔"

"اپنی زندگی کے بارے میں صحیح طور پر بتانے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ بس یوں سمجھ لو کہ لوگ مجھ سے اجتناب کرتے رہے ہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے وہ میرے قریب آنا چاہتے ہوں پھر کچھ سوچ کر مجھ سے دور ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ میری تنہائیوں نے ہمیشہ دوستوں کی طلب کی ہے۔ میں بداخلاق بھی نہیں ہوں۔ سب سے خلوص سے ملتی ہوں لیکن وہ اچانک مجھ سے دور ہو جاتے ہیں۔ بغیر کسی وجہ کے....."

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تعجب ہے۔ حالانکہ تمہاری شخصیت میں سحر ہے۔ تم راتوں کو یاد آنے والی ہستی ہو۔"

"نینا۔ تمہارے دل میں اگر مجھ سے علیحدگی کا' مجھے نظرانداز کرنے کا تصور ابھرے تو مجھ پر ایک احسان ضرور کردینا۔ صرف ایک احسان' مجھے اس کی وجہ بتا دینا۔"

"کیسی باتیں کرتی ہو روشنی' میں کبھی تم سے جدا نہیں ہوں گی۔ وعدہ کرتی ہوں۔ اٹھو کہیں چلیں۔ جاؤ' غسل کرو' لباس تبدیل کرو! چلو اٹھو۔ تم پر اداسی طاری ہے۔"

غسل خانے کے دروازے پر رک کر میں نے پوچھا۔ "کسی نے تمہیں یہاں آنے سے روکا تو نہیں؟"

"بالکل نہیں۔ جہانی بیگم خود مجھے چھوڑ کر گئی ہیں۔" نینا نے جواب دیا اور میں غسل خانے میں داخل ہوگئی۔ ٹھنڈے پانی کے نیچے میں نے سوچا کہ کہیں مجھے باہر جانے سے نہ روکا جائے۔ اگر ایسا ہوا تو سخت مدافعت کروں گی۔ نینا کے ذریعہ پولیس کی مدد حاصل کروں گی..... پھر میں تیار ہوگئی اور نینا کے ساتھ باہر نکل آئی۔ باہر فیاض بھی موجود تھا اور کار بھی۔ مجھے دیکھ کر وہ نگاہیں چرانے لگا۔

"چابی!" میں نے سرد لہجے میں کہا اور اس نے خاموشی سے کار کی چابی مجھے دے دی۔ نینا میرے ساتھ بیٹھ گئی اور میں نے کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھا دی۔ نینا نے کہا۔ "بھوک لگ رہی ہے۔ کہیں کھانا کھلاؤ۔"

"جہاں تم کہو.....!"

"ہوٹل گرانڈ بہت عمدہ ہے۔"

"راستہ بتاؤ۔ میں آزادی کی ان نعمتوں سے محروم رہی ہوں۔" میں نے کہا۔

خوبصورت ہوٹل میں لذیذ کھانے کی لذتوں سے لطف اٹھاتے ہوئے میں ذہنی کشمکش کا شکار بھی تھی۔ سوچ رہی تھی کہ نینا کو اپنے بارے میں سب کچھ بتادوں۔ ہوسکتا ہے وہ میری مشکلات کا کوئی حل بتا سکے۔ ویسے بھی جب اسے معلوم ہوگا کہ میں نے اس دوستی کے باوجود اپنے ذاتی معاملات میں اس سے جھوٹ بولا تھا تو اسے دکھ ہوگا۔ میں بولنے کا ارادہ کر ہی رہی تھی کہ نینا نے کہا۔

"ہماری ملاقاتیں زیادہ نہیں ہوئی ہیں روشنی' لیکن ان چند ملاقاتوں میں ہی ہمیں

تمہارے بارے میں کچھ عجیب سے احساسات ہوئے ہیں۔"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے اور خالد بھائی نے اس سلسلے میں کافی باتیں کی ہیں لیکن جانتی ہو خالد بھائی نے مجھے کیا ہدایت کی تھی۔ انہوں نے کہا تھا کہ روشنی سے اس بارے میں کچھ نہ کہنا' سوچے گی کہ خواہ مخواہ ہم اس کے ذاتی معاملات کرید رہے ہیں۔"

"نہیں نینا۔ میں خود بھی کشمکش کا شکار تھی۔ پہلی بات تو یہ ہے نینا کہ میں بالکل سادہ دل ہوں۔ میرے ذہن میں کسی کے لئے فریب نہیں جاگتا میں خود کسی سے جھوٹ نہیں بولنا چاہتی لیکن کسی سے اتنی قربت بھی نہیں ہوئی جتنی تم سے ہوئی ہے۔ لوگ مجھ سے نہ جانے کیوں دور چلے جاتے ہیں اب صرف چند لمحوں کی دوستی میں' میں کسی کو سب کچھ بتانے بیٹھ جاؤں.....!"

"ہمیں تمہارے والدین پر تعجب ہوتا ہے۔ تم جیسی معصوم لڑکی کو انہوں نے یوں ملازموں کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا ہے۔"

"یہ آج کی بات نہیں ہے۔" میری آواز سسکی کی طرح ابھری۔

"کیا مطلب؟"

"میں نے نینا۔ میں نے کبھی اپنے ماں باپ کو نہیں دیکھا۔ کبھی بھی نہیں دیکھا!"

نینا کی آنکھیں حیرت سے کھلی رہ گئیں۔ میرے دل کے آبلے پھوٹ پڑے۔ میں نے اسے مختصراً اپنے بارے میں سب کچھ بتا دیا اور وہ تصویر حیرت بن گئی۔ میرے خاموش ہونے پر بھی کچھ نہ بولی اور دیر تک اسی عالم میں بیٹھی رہی۔ کافی دیر کے بعد اس نے پانی کا گلاس اٹھایا اور اسے ہونٹوں سے لگا کر خالی کردیا۔

"ناقابل یقین سی بات ہے۔ بھلا کون یقین کرے گا مگر ایسا کیوں ہے؟"

"کاش مجھے معلوم ہوتا!"

"تمہارے ملازموں کو ضرور معلوم ہوگا۔ مجھے تو یہ کوئی بہت بڑی سازش معلوم ہوتی ہے۔ معاف کرنا روشنی بہت سے خیالات دل میں آتے ہیں۔ تمہاری کوٹھی اور تمہارے رہن سہن کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ تم ایک دولت مند باپ کی بیٹی ہو۔ ایسی بہت سی داستانیں سنی گئی ہیں کہ دولت کی خاطر بڑے بڑے ڈرامے کئے گئے ہیں ہوسکتا ہے تمہارے خاندان کا کوئی فرد تمہاری دولت پر قبضہ کرنا چاہتا ہو۔"

"میں اپنے خاندان کے کسی بھی فرد سے واقف نہیں ہوں۔ اگر کوئی ہوتا تو کبھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تو نظر آتا۔"

"تمہارے والد کا کوئی بزنس پارٹنر۔ کوئی بھی ایسا شخص جو تمہاری دولت پر نگاہ رکھتا ہو۔"

"مگر وہ دونوں کہاں گئے۔ آخر وہ دونوں کہاں گئے جنہوں نے یہ عذاب مجھ پر نازل کیا ہے۔"

"تمہارے والدین؟"

"ہاں۔ اگر وہ مرچکے ہوتے تو صبر آجاتا۔ جہانی بیگم بتاتی ہیں کہ میرے والد چوروں کی طرح کوٹھی میں آتے ہیں مجھے دیکھتے ہیں اور واپس چلے جاتے ہیں' ماں کا کوئی نشان نہیں ملتا۔"

"اتنی حیرت انگیز بات ہے کہ دماغ چکرا جاتا ہے..... لیکن..... میں ایک بات دعوے سے کہہ سکتی ہوں۔ تمہارے ان دونوں ملازموں کو ساری حقیقت معلوم ہے۔ ضرور وہ سب کچھ جانتے ہیں۔"

"نینا۔ میں پولیس کی مدد حاصل کرنا چاہتی ہوں۔"

"میرا مشورہ قبول کروگی۔"

"بتاؤ۔ خدا کے لئے مجھے بتاؤ۔ میں شدید ذہنی عذاب کا شکار ہوں!" میں نے کہا اور نینا سوچ میں ڈوب گئی۔ کچھ دیر کے بعد اس نے کہا.....

"بالکل خاموشی اختیار کرلو' اپنے رویے سے سختی نکال دو' وہی انداز اختیار کرلو جو پہلے تھا ملازموں کے دل سے یہ احساس نکال دو کہ تم ان کی جانب سے مشکوک ہو یا ان سے عدم تعاون کر رہی ہو' میں یہ سارے معاملات تمہاری اجازت سے خالد بھائی کو بتاؤں گی شاید تمہیں اس بات کا اندازہ نہ ہو کہ وہ بے حد ذہین انسان ہیں' اور پھر سب سے بڑی بات یہ ہے روشنی کہ بہرحال مرد' مرد ہوتا ہے۔ تمہیں خالد بھائی کا مخلصانہ سہارا حاصل ہوجائے گا۔ یہ ساری تفصیلات سننے کے بعد وہ بہتر فیصلہ کرسکیں گے کہ تمہارے لئے کیا کیا جاسکتا ہے۔" میں خاموشی سے نینا کی بات سنتی رہی درحقیقت دل پر چھایا سا رکھا گیا تھا' جلتے ہوئے سینے کو ایک سکون کا احساس ہوا تھا کوئی تو ہے اس کائنات میں جو میرے بارے میں دل میں دکھ رکھتا ہے اور بے لوث محبت اور دوستی کے نام پر میرے لئے کچھ کرنے پر آمادہ ہے۔

آنکھیں آنسو بہانے کی عادی نہیں تھیں' دل کے احساسات دل کے اندر ہی

جلتے رہتے تھے اور شاید اندر ہی اندر بہنے والے آنسو ان آتشیں جذبات کو ٹھنڈا کرتے رہتے تھے' جو وجود کو خاکستر کردیں۔ میں نے آہستہ سے کہا۔ "صرف دوستی کے نام پر نینا تمہیں اور خالد کو میری وجہ سے اتنی تکلیف اٹھانی پڑے گی۔"

"دوستی کے ساتھ صرف کا لفظ نہیں آتا روشنی' دوستی تو اتنی وسیع چیز ہے کہ اس کے لئے ہزاروں کہانیاں ترتیب پاتی ہیں' بس اب جذباتی گفتگو ختم' یوں سمجھو کہ احساس کے جس جہنم میں تم تنہا سلگ رہی تھیں اب میں بھی تمہاری ساتھی ہوں' لیکن مایوسیوں کے ساتھ نہیں عزم وامید کے ساتھ۔ تم تھوڑا سا انتظار کرلو۔ خالد بھائی یقینی طور پر پوری طرح تمہارے ساتھ کام کریں گے۔ ویسے بھی وہ تمہیں بتا چکے ہیں کہ وہ امتحان دے رہے ہیں' ابھی بہت وقت ہے ان کے پاس' وہ یقیناً اس سارے مسئلے کو حل کرلیں گے اور اب ہم جو کچھ بھی کریں گے انہی کے مشورے سے کریں گے....."

"نینا یہ بہت بڑا احسان ہوگا مجھ پر۔ یہی تو بدقسمتی رہی ہے میری کہ اب تک میری پشت خالی رہی ہے' کوئی ایسا نہیں تھا جس نے میرے لئے اس انداز میں سوچا ہو۔"

"اب تو مل گیا ہے۔" نینا نے مسکرا کر اپنا ہاتھ میرے بازو پر رکھ دیا اور میں گردن ہلانے لگی۔ خالد کا چہرہ میری نگاہوں میں گھوم گیا تھا اور میں ایک عجیب سے احساس کا شکار ہوگئی تھی۔

پھر شام تک نینا میرے ساتھ رہی' میں نے اس سے کہا کہ وہ مجھے اپنے گھر لے چلے..... تو اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا کہ کل وہ مجھے اپنے ساتھ لے چلے گی۔ کوئی خاص بات نہیں ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ اس سلسلے میں پہلے خالد سے گفتگو کرلے چونکہ کچھ پُراسرار لوگوں کا معاملہ درمیان میں ہے اس لئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کون کیا کررہا ہے۔ ہوسکتا ہے مجھ پر نظر رکھی جارہی ہو۔ چنانچہ خالد کا گھر کسی اور کے علم میں نہیں آنا چاہئے۔

بات سمجھ میں آگئی تھی' بعد میں' میں نے نینا کو ایک ایسی جگہ اتار دیا جہاں سے اسے ٹیکسی مل سکتی تھی اور اس کے بعد میں اپنے گھر روانہ ہوگئی۔

نینا کی ہدایت کے مطابق میں نے دل میں فیصلہ کرلیا تھا کہ اب صمد بابا اور جہانی بیگم کے ساتھ رویہ سخت نہیں رکھوں گی' کوٹھی میں وہی سناٹا چھایا ہوا تھا۔ جو اس کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تقدیر کا ایک حصہ تھا۔ ایک بار پھر باپ کے کمرے میں گئی تصویر وہاں موجود نہ پا کر میرا دل غم کے آنسو رونے لگا تھا' وہی تو ایک سہارا تھا وہ بھی چھن گیا تھا۔ بہرحال دل پر تکدر طاری نہ ہونے دیا' رات کا کھانا بھی اسی انداز میں کھایا جس طرح عام دنوں میں کھاتی تھی۔ جہانی بیگم دبی دبی سی نظر آ رہی تھیں' صمد بابا تو سامنے ہی نہیں آئے تھے۔

بہرحال اپنی سوچوں میں وقت گزرا۔ دوسرے دن کا بے چینی سے انتظار کر رہی تھی۔ ٹیلیفون بحال ہو گیا تھا لیکن جب سے ذہن میں یہ بات آئی تھی کہ ہو سکتا ہے جہانی بیگم اور صمد بابا میرے خلاف کسی سازش میں ملوث ہوں' بہت سے معاملات میں محتاط ہو گئی تھی۔

کوئی ساڑھے دس بجے کا وقت ہو گا کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور میں نے ریسیور اٹھا لیا دوسری طرف سے ایک دلکش مردانہ آواز سنائی دی۔

"مس روشنی سے بات کرنی ہے۔"

"کون صاحب ہیں' میں روشنی بول رہی ہوں۔"

"تعجب ہے روشنی بھی بولنے لگی ہے' میں خالد ہوں....."

"اوہ' کمال ہے ٹیلی فون پر آپ کی آواز نہیں پہچان سکی۔"

"یہ کمال ادھر بھی ہوا ہے۔ ورنہ آپ کے ہیلو کہنے پر میں فوراً ہی آپ کو آپ کے نام سے مخاطب کرتا۔ اچھا خیر یہ بتایئے کوئی مصروفیت تو نہیں ہے؟"

"نہیں....."

"کچھ ضروری کام ہے آپ سے' میں آ رہا ہوں....."

"نینا بھی آئے گی۔" میں نے سوال کیا۔

"نہیں....." دوسری طرف سے جھٹکے دار آواز سنائی دی اور ساتھ ہی ٹیلیفون بند ہو گیا۔ میں حیرت سے ریسیور کو تکتی رہ گئی تھی۔ پھر مجھے فوراً ہی اپنے سوال کا احساس ہوا۔ میں نے تو یونہی نینا کے بارے میں پوچھ لیا تھا..... لیکن شاید خالد نے اسے محسوس کیا تھا۔ مطلب میرا وہ بالکل نہیں تھا جو اس نے سوچا تھا' آئے گا تو سمجھا دوں گی۔ مجھے اس پر تنہا بھی اعتماد ہے۔

لباس کے معاملے میں' میں نے خالد کو ہمیشہ بہترین پایا تھا۔ سیاہ چشمہ تو اس کے چہرے کا ایک حصہ ہی بن کر رہ گیا تھا' ویسے بہت خوبصورت لگتا تھا اس کے سرخ و سفید رنگ پر۔ اپنی قیمتی کار میں آیا تھا۔ میں منتظر تھی اس کی..... اور میری

نگاہیں دروازے پر لگی ہوئی تھیں اسے کار سے اترتے دیکھ کر میں خود ہی اس کی جانب بڑھ گئی اور آگے بڑھ کر اس کا استقبال کیا۔

"آیئے خالد صاحب....."

"نہیں بلکہ آپ یوں کہئے..... کہ چلئے خالد صاحب....."

"اوہ' اندر تو آیئے نا....."

"آپ کا لباس بہت خوبصورت ہے اور آپ اس میں بہت دلکش لگ رہی ہیں میرے خیال میں آپ کو میرے ساتھ چلنے پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔"

میں ہنسنے لگی اور میں نے کہا۔ "آپ میرے ساتھ چائے بھی نہیں پئیں گے.....؟"

"پیوں گا..... لیکن اپنے گھر پر....."

"تو پھر ٹھیک ہے آپ کی مرضی' چلئے۔" میں نے آمادگی کا اظہار کر دیا بھلا تھا ہی کون جس سے اجازت لیتی۔ خالد نے بے تکلفی سے ڈرائیونگ سیٹ کے برابر کا دروازہ کھول دیا اور میں اندر بیٹھ گئی۔ ایک سرسری نگاہ میں نے اپنے عقب میں ڈالی تھی جہانی بیگم چبھتی ہوئی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی' مجھے خوشی ہوئی کہ کم از کم ان لوگوں کو میری وجہ سے کوئی ذہنی کوفت تو ہو رہی ہے۔ کار کوٹھی کے گیٹ سے باہر نکل گئی اور سڑک پر فراٹے بھرنے لگی خالد نے تھوڑی دیر کے بعد کہا۔ "آپ نے نینا کے بارے میں پوچھا تھا.....؟"

"اور آپ نے غصے سے فون بند کر دیا تھا۔ پوچھ سکتی ہوں کیوں.....؟" میں نے ترکی بہ ترکی کہا اور خالد نے ونڈ اسکرین سے نگاہیں اٹھا کر ایک لمحے کے لئے میری طرف دیکھا اور پھر بولا۔

"ہاں' مجھے اچھا نہیں لگا تھا۔ کیا میں قابل اعتماد نہیں ہوں.....؟"

"یہی میں بتانا چاہتی تھی کہ میرا مقصد یہ بالکل نہیں تھا۔ بس یوں سمجھئے دوستوں کے لئے دل میں جو چاہت ہوتی ہے اسی جذبے سے یہ سوال کر ڈالا تھا میں نے' آپ پر عدم اعتماد کا کوئی تصور ذہن میں نہیں تھا۔"

"خدا کا شکر ہے ورنہ آپ نے میرے دل پر بوجھ ڈال دیا تھا۔" خالد نے گہری سانس لے کر کہا۔

"الفاظ اور انداز کا قصور ہے اس کے لئے معافی چاہتی ہوں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میں شرمندہ ہوگیا۔" اس نے کہا اور ہنس دیا۔

"شکریہ خالد صاحب!"

"میرے شرمندہ ہونے کا؟"

"نہیں۔ فراخدلی سے معاف کردینے کا۔" اس نے شرارت سے چشمہ اتار کر تیکھی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور میں نے پہلی بار اس کی آنکھیں غور سے دیکھیں۔ بہت خوبصورت ہنستی مسکراتی آنکھیں تھیں۔ میں نے شوخی سے کہا۔ "آپ بہت محتاط انسان ہیں خالد صاحب۔"

"کیوں؟"

"آپ کو اپنی آنکھوں کے حسن کا احساس ہے۔ نظرِ بد سے بچانے کے لئے آپ نے انہیں سیاہ شیشوں سے ڈھک لیا ہے۔"

"اوہ مس روشنی۔ ایسی باتیں نہ کریں کہ میں بھٹک جاؤں۔"

"گھر کا راستہ؟"

"نہیں۔ زندگی کا راستہ۔"

"کیا مطلب؟"

"ناراض ہوجائیں گی۔"

"نہیں..... آپ سے ناراض ہوسکوں گی؟" میں نے اپنائیت سے کہا۔

"سوچیں گی ضرور کہ..... کہ۔"

"کچھ نہیں سوچوں گی خالد صاحب۔ بالکل نہیں سوچوں گی۔ کاش نینا نے آپ کو میرے بارے میں بتا دیا ہو' کاش آپ جان سکیں کہ میں کتنی تنہا ہوں۔ میرا سینہ ایک ویران کھنڈر کی شکل رکھتا ہے۔ اس ویرانے میں آپ دونوں نے داخل ہوکر مجھے نئی زندگی سے روشناس کیا ہے۔ اتنے قیمتی ہیں آپ میرے لئے کہ شاید..... شاید اور کوئی شے نہ ہو.....!"

خالد نے ایک چوراہے سے کار ایک سمت موڑ دی پھر مسکرا کر بولا۔ "دیکھئے راستہ بھٹک گیا۔"

"کیسے؟"

"گاڑی سیدھی گھر کی طرف جارہی تھی جہاں نینا ہماری منتظر ہوگی لیکن اب یہ ایک خوبصورت ریستوران کی طرف جارہی ہے۔ میرے پسندیدہ ریستوران بلیو مون

طرف جہاں میں آپ کو بہترین کافی پلواؤں گا۔ کولڈ کافی جو بلیو مون سے اچھی کہیں ملتی۔ اس کے بعد ہم گھر جائیں گے' آپ اس جرأت کا برا تو نہیں مانیں گی۔"

"نہیں....." میں نے ہنس کر کہا۔

کولڈ کافی بہترین تھی۔ خالد نے بڑے چمچے سے آئس کریم کھاتے ہوئے کہا۔ الفاظ اور انداز..... آپ نے انہی دونوں کے بارے میں کہا تھا نا؟ ایک بار پھر ن سے قصور سرزد ہو رہا ہے۔"

"سمجھی نہیں۔"

"اگر آپ کی اپنائیت کے اس انداز نے میرے دل میں آپ کی محبت پیدا کردی کیا ہوگا۔" اس نے بے باکی سے کہا اور میں سکتے میں رہ گئی۔ وہ مجھے اچھا لگا تھا۔ بہت چھا لگا تھا لیکن ایسا کوئی تصور میرے دل میں اب تک نہیں جاگا تھا۔ اس کا ہاتھ رک یا۔ چند لمحات وہ خاموش رہا پھر عاجزی سے بولا۔ "مس روشنی۔ میں بہت جلد باز سان ہوں۔ دل میں جو آتا ہے منہ سے نکل جاتا ہے۔ آپ برا مان گئیں نا....."

"نہیں۔" میں نے بمشکل کہا۔

"تو پھر میری بات کا جواب دیجئے۔"

"اس میں بھی جلد بازی کریں گے۔" میں نے کہا اور بے اختیار مسکرا پڑی۔

"نہیں کروں گا۔ ریستوران نہ ہوتا تو کان پکڑ لیتا۔"

"کافی بہت عمدہ ہے لیکن ہمیں یہاں سے جلدی اٹھ جانا چاہئے نینا انتظار کر رہی گی۔ وہ اس بات کا ضرور برا مانے گی کہ اتنی عمدہ کافی ہم نے اس کے بغیر ا....."

"خدا کے لئے۔ بھول کر بھی اسے نہ بتائیں کہ ہم ریستوران میں بیٹھ کر باتیں رتے رہے ہیں۔ ایسی روٹھے گی کہ منانا مشکل ہوجائے گا!" خالد نے ویٹر کو اشارہ رکے بل طلب کیا اور پھر ہم باہر نکل کر کار میں آبیٹھے۔ کچھ دیر کے بعد کار ایک وٹے لیکن خوبصورت بنگلے کے پورچ میں داخل ہوگئی۔ سامنے بڑے دروازے پر نا نظر آرہی تھی۔ نہایت پُرتپاک اور مسرور انداز میں میرے رخسار کو بوسہ دیا تھا ں نے۔

کچھ دیر رسمی باتیں ہوتی رہیں۔ پھر اس نے کہا۔ "میں نے خالد بھائی کو تمہاری ری کہانی سنا دی ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"حیران کن اور ناقابلِ یقین کہانی....." خالد نے کہا۔

"میرے والدین کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔"

"وقت سے پہلے کچھ نہیں کہنا چاہئے۔ خدا انہیں زندہ سلامت رکھے لیکن کچھ حالات الجھنیں پیدا کرتے ہیں۔ کیسے ماں باپ ہیں وہ۔ بیٹی جوان ہو گئی اور وہ کبھی اس کے سامنے نہیں آئے.....! اس سے کچھ شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ مس روشنی ابھی کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔ ہو سکتا ہے آپ کو ابتدا ہی سے غلط راستے پر ڈالا گیا ہو۔ ہو سکتا ہے وہ تصویر سرے سے آپ کے والد کی نہ ہو۔ ہو سکتا ہے مسٹر خلازی ہی وہ آدمی ہو جو آپ کے ملازموں کی مدد سے آپ کو غلط راستوں پر ڈال رہے ہوں۔ مس کے بارے میں ایک پُراسرار ماحول پیدا کر کے آپ کی ذہنی رو ہی تبدیل کی جا رہی ہو۔ سب کچھ ہو سکتا ہے مس روشنی سب کچھ ہو سکتا ہے۔ بعض اوقات جعلسازی کے لئے طویل تر منصوبہ بندیاں کی جاتی ہیں..... لیکن....." خالد خاموش ہو گیا۔

لیکن میرا سر چکرا گیا تھا۔ بڑے زور کا چکر آیا تھا مجھے۔ کیا واقعی..... کیا واقعی یہ ایسی پُراسرار جعلسازی بھی ہو سکتی ہے.....

خالد کا سرخ و سفید چہرہ تمتما رہا تھا وہ خود بھی ان واقعات میں کھو گیا تھا۔ نینا باری باری ہم دونوں کی صورت دیکھ رہی تھی دیر تک ماحول پر سکوت طاری رہا پھر نینا نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا۔

"میں کچھ لاتی ہوں روشنی ڈیئر کیا پیو گی کوئی مشروب یا....."

"پانی.....!" میں نے آہستہ سے کہا میرے لہجے پر خالد نے چونک کر مجھے دیکھا۔ نینا باہر نکل گئی تھی۔

"میں..... میں بس یہ سوچ رہی ہوں خالد صاحب کہ..... کہ میرے ساتھ کتنا بڑا فریب کیا جا رہا ہے جو تصویر میرے تصور کا محور بنا دی گئی ہے وہ جعلی ہے میں تو اس تصویر کو بہت بڑا مقام دیتی رہی ہوں' ہزاروں شکوے کئے ہیں میں نے اس تصویر سے اور اس نے مجھے جواب دیئے ہیں وہ جھوٹ تھی۔" میری آواز بھرا گئی۔

"میں نے صرف خیال آرائی کی ہے روشنی' اندازے لگائے ہیں وہ غلط بھی ہو سکتے ہیں میں تم سے صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اب میں تمہارے ساتھ ہوں ساری حقیقتیں منظرِ عام پر آجائیں گی ایک ایک کو دیکھ لوں گا میری زندگی میں کوئی تمہیں نقصان پہنچانے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔"

"مجھے آپ کا سہارا چاہئے خالد..... مجھے آپ کی مدد درکار ہے میں خوف زدہ ہوں میں اب ہر شے سے ڈرتی ہوں۔"

"میں تمہیں کس طرح اعتماد دلا سکتا ہوں روشنی! بتاؤ مجھے میں کیا کروں تم پر اعتماد قائم کرنے کے لئے....."

نینا آگئی مشروب کا جگ اور گلاس لے کر آئی تھی اس نے مجھے مشروب دیا پھر خالد کو' تیسرا گلاس وہ خود لے کر بیٹھ گئی۔ "نینا روشنی کو سمجھاؤ اسے بتاؤ کہ اب وہ تنہا نہیں ہے۔"

"ہم دل و جان سے تمہارے ساتھ ہیں روشنی۔"

"مجھے یقین ہے نینا بہت اعتماد ہو گیا ہے تم پر۔" مشروب کے دو گلاس پینے کے بعد کافی سکون ہوا تھا کچھ دیر کے بعد خالد نے کہا۔ "تمہارا اپنا کوئی بینک بیلنس ہے؟"

"لاکھوں روپے پڑے ہوئے ہیں۔"

"کتنے عرصہ سے؟"

"بچپن سے' مجھے کبھی ان کی ضرورت نہیں پیش آئی پہلے وہ صمد بابا کے حوالے سے تھے بعد میں انہیں میرے اکاؤنٹ میں ڈلوا دیا گیا۔"

"صمد بابا اخراجات کہاں سے پورے کرتے ہیں؟"

"کبھی نہیں پوچھا۔"

"کیا تم مجھے ان لوگوں سے پوچھ گچھ کی اجازت دو گی روشنی۔"

"یقیناً مجھے اب ان پر اعتماد نہیں ہے۔"

"ہو سکتا ہے کوئی تلخ مقام آجائے۔"

"آپ کو اختیار ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"بس پھر ٹھیک ہے ذرا غور کرو کس طرح انہوں نے تمہیں دنیا سے الگ تھلگ کر رکھا ہے کسی سے تمہارا رابطہ نہیں ہونے دیا آخر کیوں آخر کس کے اشارے پر؟ خیر اب میں سب ٹھیک کر لوں گا تم بے فکر ہو جاؤ۔"

پورا دن نینا اور خالد کے ساتھ گزرا اتنی خوش رہی تھی اس دن کہ اس سے پہلے اتنی خوشی کا تصور بھی نہیں کیا تھا۔ نینا نے بہت عمدہ کھانا پکایا تھا کوئی سات بجے وہ دونوں مجھے کوٹھی چھوڑنے آئے میری پورے دن کی گمشدگی پر سب بے چین تھے مگر کسی نے کچھ نہیں کہا رات کو نو بجے کے قریب دونوں گئے تھے میں اپنے کمرے میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آگئی میں نے دروازہ بند کرلیا تھا شبہ تھا کہ اب کوئی آئے گا ممکن ہے صمد بابا یا جہانی بیگم..... مجھ سے سوالات کئے جائیں گے کوئی بھی آئے دروازہ ہی نہیں کھولوں گی مگر کوئی نہیں آیا۔ میرے خیالوں میں تصور آرائی ہونے لگی ایک ہی تصویر نگاہوں میں گھوم رہی تھی وہ تصویر تھی خالد کی..... ایسی باتیں نہ کریں کہ میں بھٹک جاؤں اگر آپ کی اپنائیت کے انداز نے میرے دل میں آپ کی محبت پیدا کردی تو کیا ہوگا آہ..... مجھے اس صحرا میں کسی بھی آجانے والے سے پیار ہوسکتا ہے آجاؤ خالد میں تمہیں اس صحرا میں پکارتی ہوں۔ وہ تصویر جھوٹی تھی وہ میرے باپ کی تصویر نہیں تھی وہ ماحول مجھے بھٹکانے کے لئے تھا لیکن وہ کتب خانہ احمد کمال سعدی کی لکھی ہوئی کتابیں آنتاس' انطاریہ وہ پُراسرار مکان اور اس میں ملنے والی عورت کیسی عجیب تھی وہ اور اس کی انوکھی تصویر کتاب میں موجود تھی مجھے اس طرح بھٹکانے کی کیا ضرورت تھی میں تو خود ساری کائنات سے ناواقف تھی۔

نہ جانے کتنی رات گزر گئی نیند پلکوں کو نہ چھونے کی قسم کھائے ہوئے تھی دل زیادہ گھبرایا تو اٹھ کھڑی ہوئی باہر نکلی قدم بے اختیار سعدی صاحب کے کمرے کی طرف اٹھ گئے۔ اب یہ سب فریب معلوم ہو رہا تھا وہ کمرہ کس کا تھا کون جانے اسے صرف میرے لئے ایک بہلاوا بنایا گیا تھا جو کچھ وہاں موجود تھا' فریب تھا' مکمل فریب دروازہ کھولا اندر داخل ہوگئی میں نے روشنی کئے بغیر چاروں طرف دیکھا اس وقت یہ احساس ہوا کہ کمرے میں روشنی ہے ہر شے نظر آرہی تھی کتابوں کی شیلف' میزیں تصویر کی خالی جگہ یہ روشنی ان تصویروں سے پھوٹ رہی تھی جو دیواروں پر کندہ تھیں ان نقوش میں فراعین مصر کے دربار دکھائے گئے تھے ان درباروں میں مشعلیں بھی تھیں یہی مشعلیں سفید نقطوں کی شکل میں چمک رہی تھیں۔ ایک طرف بخوردان بنے ہوئے تھے جن سے دھوئیں کی سفید لہریں اٹھ رہی تھیں کمرے میں پھیلی ہوئی خوشبو کا منبع یہی بخوردان تھے۔ دربار فرعون میں مجھے ایک نقاب پوش عورت نظر آئی اس کا چہرہ نقاب میں پوشیدہ تھا بس آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور..... اور یہ آنکھیں مجھے گھور رہی تھیں آہ..... یہ سچ تھا میں نے ان آنکھوں کو متحرک دیکھا تھا مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے میرے آنے سے قبل اس دربار عام میں کوئی کارروائی جاری ہو میری بے جا مداخلت سے سب خاموش ہوگئے ہوں' میری واپسی چاہتے ہوں ہوں کہ میں چلی جاؤں تو ان کی کارروائی کا آغاز ہوجائے۔

میں وہاں نہ رک سکی الٹے قدموں باہر نکل آئی حالانکہ ایسا نہیں چاہتی تھی مجھے احساس ہوا کہ یہ سب کچھ غلط نہیں ہے' ہاں یہ سب کچھ غلط نہیں ہے فریب نہیں حقیقت ہے یہ آہ..... یہ حقیقت ہے خالد یہ سب کچھ مجھے دھوکہ دینے کے لئے نہیں ہے۔ کمرے میں واپس آگئی ہونٹ خشک ہو رہے تھے گلے میں پیاس سے پھانسیں پڑ رہی تھیں بیڈ روم فریج سے یخ پانی نکالا اور اس سے سینہ ٹھنڈا کرنے لگی۔ جانے کتنا پانی پی گئی تھی۔

☆------☆------☆

دوسرے دن سخت اضمحلال کا شکار تھی نہ جانے کیا ہوگیا تھا جہانی بیگم ناشتے کے بارے میں پوچھنے آئیں۔ "یہیں لے آؤ جہانی بیگم میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"

"کیا بات ہے روشنی بیٹا؟"

"بس نڈھال ہوں ہلکا سا ناشتہ لے آؤ۔" جہانی بیگم میری خواہش کے مطابق ناشتہ لے آئیں وہ واپس نہیں گئی تھیں میں نے ناشتہ کرتے ہوئے انہیں دیکھا۔ "کیا بات ہے؟"

"مجھے معاف کرسکتی ہو؟"

"کس بات پر.....؟"

"بارش کی اس رات جب میں ممتا کا شکار ہوگئی تھی۔" جہانی بیگم سسکی لے کر بولیں۔

"ناراض میں اس بات پر نہیں ہوں جہانی بیگم..... دکھ مجھے یہ ہے کہ مجھ سے یہ رشتے کیوں چھین لئے گئے۔ تمہارے بچے تمہیں پیار کرتے ہیں نا میں بھی اس نامعلوم تصویر سے پیار کرتی ہوں جہانی بیگم جس کے نقوش تک نہیں پہچانتی میں۔ بقول تمہارے تم نے میری ماں کو نہیں دیکھا میرے باپ کو تو جانتی ہو تم' کیوں نہ کہا تم نے ان سے ایک بار کہ صاحب بچی کو یوں خود سے محروم نہ رکھو ایک بار عالم ہوش میں اسے سینے سے لگالو ایک بار اس کی پیشانی پر بوسۂ شفقت ثبت کردو یہ اس کا حق ہے کون سی شے اولاد سے عزیز ہوتی ہے کون سی شے؟"

"کہا تھا روشنی بیٹا' کہا تھا اپنی اوقات سے بڑھ کر....." جملہ ادھورا رہ گیا ایک ملازم اندر آیا تھا میں اس طرف متوجہ ہوگئی۔

"وہ خالد صاحب آئے ہیں آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ارے کہاں ہیں یہاں کیوں نہیں آئے۔" میں جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آپ سے اجازت لینی تھی روشنی بی بی اس کے بغیر میں انہیں یہاں کیسے لا سکتی تھا ویسے انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھا دیا ہے میں نے۔"

ملازم نے کہا میں تیزی سے ڈرائنگ روم کی طرف چل پڑی اندر خالد کے ساتھ نینا بھی موجود تھی۔

"سوری نینا' سوری خالد یہ گدھے تمہارے بارے میں نہیں جانتے ورنہ تمہیں میرے پاس آنے سے نہ روکتے آئندہ ایسا نہیں ہو گا۔"

"ڈرائنگ روم بے حد خوبصورت ہے اور ہمیں یہاں کوئی تکلیف بھی نہیں ہوئی۔" خالد نے کہا۔

"ناشتہ تیار ہے۔" میں نے پیش کش کی۔

"خوب ڈٹ کر آئے ہیں چائے کی بھی گنجائش نہیں ہے ویسے کیا تمہیں ناشتے میں دیر نہیں ہو گئی۔"

"ہاں دیر تک سوتی رہی۔"

"یہی وجہ ہے ویسے تمہیں ہمارے اتنی جلدی آجانے کی توقع نہ ہو گی۔"

"بالکل.....!"

"دراصل میں اور نینا رات کو دیر تک تمہارے مسئلے کے بارے میں سوچتے رہے ہمیں احساس ہوا روشنی کہ تم بہت زیادہ خطرات میں گھری ہوئی ہو نہ جانے تمہارے گرد جال بننے والوں کا منصوبہ کیا ہے نہ جانے کب تمہیں کوئی مشکل پیش آجائے بس دل پریشان ہو گیا اور صبح ہی صبح نکل پڑے۔"

میں نے ممنون نگاہوں سے انہیں دیکھا نہ جانے کیوں نینا کا چہرہ کچھ پھیکا پھیکا محسوس ہوا تھا۔ میں نے ممنونیت سے کہا۔ "اس اپنائیت کے صلے میں کچھ بھی نہیں دے سکتی آپ کو یہ احساس کس قدر قیمتی ہے میرے لئے کاش میں بتا سکتی۔"

"جذباتی نہ بنو روشنی صاحبہ..... آج ذرا ان لوگوں سے بات کرنی ہے مجھے تمہاری اجازت ہے۔"

"یقیناً کیوں نہیں آپ کو مکمل اختیار ہے۔" میں نے خلوص سے کہا پھر نینا سے بولی۔ "نینا کچھ مضمحل نظر آرہی ہو کیا بات ہے؟"

"رات کو دیر تک جاگتے رہے' نینا کی یہ کمزوری ہے کہ نیند نہ پوری ہو تو

دوسرے دن اونگھتی رہتی ہیں۔" نینا کے بجائے خالد نے جواب دیا نینا پھیکے سے انداز میں مسکرا دی۔ میں نے کہا۔

"تب تو تمہارے لئے ایک گرم کافی ضروری ہے۔"

"ہاں..... منگوا دو میں ضرورت محسوس کر رہی ہوں۔" نینا نے پاؤں پھیلاتے ہوئے کہا اور میں نے ملازم کو آواز دے دی۔ خالد نے کہا۔

"اب میں کوٹھی کے تمام ملازموں کی پیشی چاہتا ہوں ان سے سوالات کئے جائیں گے اور ان کے تاثرات کا جائزہ لیا جائے گا۔ ویسے میرے خیال میں صرف دو افراد اہمیت رکھتے ہیں صمد بابا اور جہانی بیگم....."

"ہاں باقی سب غیر اہم ہیں۔"

"پھر بھی یہ اندازہ لگانا ضروری ہے کہ ان اہم لوگوں کے آلۂ کار کون کون ہیں دوسرے بھی ان حالات سے بالکل ناواقف نہیں ہوں گے۔" میں خاموش رہی ایک ہلکا سا احساس دل میں جاگا تھا کہ وہ لوگ عمر بھر میری غلامی کرتے رہے ہیں کبھی کسی نے سرکشی کا تصور بھی نہیں کیا تھا میری سخت روی پر بھی سر نہیں اٹھایا تھا آج ایک باہر کا شخص ان سے میرے موضوع پر بات کرے گا لیکن خالد..... اب خالد میرے لئے کوئی معمولی شخصیت نہیں تھی۔ میں نے محبت بھری نظروں سے اسے دیکھا اس وقت بھی بہت دلکش لگ رہا تھا سیاہ چشمہ اب بھی آنکھوں پر لگا ہوا تھا میں نے ہنس کر کہا۔

"یہ چشمہ آپ رات کو بھی لگائے رکھتے ہیں خالد.....؟"

"یہ جادو کا چشمہ ہے اس کے عقب سے ہر تصویر اندر سے نظر آتی ہے مس روشنی' ابھی آپ نے اس کے کمالات کہاں دیکھے ہیں۔"

کافی سب نے پی تھی خالد کی ہدایت پر میں نے تمام ملازموں کو بیرونی کمرے میں جمع ہونے کی ہدایت بھجوا دی پھر جب ہم بڑے ہال نما کمرے میں پہنچے تو سب حیران کھڑے ہوئے تھے جہانی بیگم ہمارے وہاں پہنچنے کے بعد اندر داخل ہوئی تھیں۔ "ان سب سے میرا تعارف کرا دیجئے مس روشنی....." میں اسے ایک ایک کے بارے میں بتانے لگی۔ خالد نے سرد لہجے میں چند ملازموں سے سوالات کئے پھر جہانی بیگم کی باری آئی۔

"آپ کب سے یہاں ہیں؟"

"عمر گزر گئی جوان آئی تھی بوڑھی ہو گئی۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"آپ کے شوہر اور بچے بھی یہیں ہیں؟"

"جی ہاں.....!"

"شوہر کہیں اور نوکری کرتے ہیں؟"

"نہیں۔"

"گویا آپ کا سارا کنبہ یہیں پلتا ہے۔"

"خدا میرے مالک کو سلامت رکھے۔" جہانی بیگم نے کہا۔

"آپ صمد بابا ہیں۔" خالد کسی ماہر پولیس افسر کے سے انداز میں صمد بابا کی طرف گھوم گیا۔

"جی ہاں۔"

"آپ کو یہاں کتنا عرصہ گزر گیا؟"

"اس سے پہلے میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔" صمد بابا کا لہجہ طنزیہ تھا۔

"آپ کون ہیں میاں اپنا تعارف تو کرائیے؟"

"آپ صرف جواب دیں کوئی سوال نہ کریں کیا اتنا کافی نہیں ہے کہ مس روشنی میرے ساتھ ہیں۔"

"جی ہاں میاں اتنا کافی ہے۔" صمد بابا اسی انداز میں بولے۔

"کافی شاطر معلوم ہوتے ہو بڑے میاں تمہیں پولیس اسٹیشن بلا کر بھی یہ سوالات کئے جاسکتے ہیں۔"

"وہیں جواب دے دوں گا صاحب یہاں کچھ نہ پوچھیں تو اچھا ہے۔"

"صمد بابا!" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

"وکیل صاحب کے پاس سعدی صاحب کا وصیت نامہ موجود ہے اس کی رو سے مجھے مکمل اختیارات حاصل ہیں میں زیادہ سے زیادہ یہ رعایت دے سکتا ہوں کہ اپنے ان افسرِ تفتیش کو اپنے تک رکھیں اس عمارت کی حفاظت کے لئے بہت کچھ کیا جاسکتا ہے۔" صمد بابا کا لہجہ خطرناک ہوگیا۔

"آپ خالد صاحب سے بدتمیزی کر رہے ہیں صمد بابا۔" میں نے کہا۔

"ہاں..... جانتا ہوں ایسا ہی کر رہا ہوں۔"

"وصیت نامہ..... یہ وصیت نامہ کب ترتیب دیا گیا اور وکیل کون ہے نام بتاؤ۔" خالد بولا۔

"میری بات پر غور نہیں کیا آپ نے میاں شاید۔" صمد بابا بولے۔

"غور کر کے ہی یہ بات کہہ رہا ہوں تم نے پورا جال بُن رکھا ہے بڑے میاں اور یہ وصیت نامہ کیسا ہے جبکہ سعدی صاحب حیات ہیں یوں کیوں نہیں کہتے کہ تم سعدی صاحب کی دولت سے عیش کر رہے ہو اور ان سب کو بھی عیش کرا رہے ہو۔ تم ایک سازشی انسان معلوم ہوتے ہو مجھے شبہ ہے کہ تم نے احمد کمال سعدی کو یا تو ہلاک کر دیا ہے یا کہیں قید کر رکھا ہے تاکہ ان کی دولت اپنے تصرف میں لاسکو۔"

میں نے کہا۔ "جو کچھ بھی ہے آپ اس کے خلاف ہر کارروائی کر سکتے ہیں۔"

"میں انتظار کروں گا۔ آؤ جہانی۔" صمد بابا نے کہا اور جہانی بیگم کا ہاتھ پکڑ کر دروازے کی طرف بڑھ گئے پھر دروازے پر رک کر دوسرے ملازموں سے بولے۔

"تم لوگ جاؤ اور اپنا اپنا کام کرو۔"

تمام ملازم ان کے پیچھے ایک ایک کر کے باہر نکل گئے میں خود بھی سکتے میں رہ گئی تھی صمد بابا کو دوسری بار اس روپ میں دیکھا تھا پہلی بار اس رات کو جب ڈاکہ پڑا تھا اور انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا تھا دوسری بار اب..... انہوں نے اپنے رویے سے خالد کا چہرہ اتار دیا تھا۔ اس نے گہری سانس لے کر گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "بوڑھے نے میرے خیال کی تصدیق کر دی ہے۔"

"صمد بابا نے آپ کی توہین کی ہے خالد میں انہیں معاف نہیں کروں گی۔"

"یہ سب کچھ مجھ پر چھوڑ دو روشنی اب میرا اس سے براہِ راست ٹکراؤ ہے میں دیکھوں گا کہ یہ کس کے بل پر اکڑ رہا ہے۔ بہت چالاک انسان ہے بوڑھا سانپ بظاہر کینچلی میں لپٹا ہوا لیکن سخت زہریلا....."

ہم سب اس کمرے سے نکل آئے میں ان لوگوں کو لے کر اپنے کمرے کی طرف بڑھی تو سامنے سعدی صاحب کا کمرہ نظر آیا۔ "وہ تمہارے والد صاحب کا کمرہ ہے؟"

"ہاں....."

"میں اسے دیکھ سکتا ہوں؟"

"ضرور....." میں خالد کو منع نہ کر سکی صمد بابا نے اس کی جو توہین کی تھی اس کا مجھے احساس تھا۔ ہم تینوں کمرے میں داخل ہوگئے کمرے کا پُراسرار ماحول جوں کا توں تھا وہی خاموشی، وہی سناٹا..... خالد کمرے میں داخل ہو کر رک گیا اس نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں جہاں رکا تھا وہیں ساکت کھڑا رہ گیا البتہ نینا نے گھٹی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گھٹی آواز میں کہا۔ "یہاں سے باہر چلو' خدا کے لئے یہاں سے باہر چلو..... چلو جلدی' میں' میں جا رہی ہوں۔" ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ جلدی سے باہر نکل گئی مجبوراً مجھے اور خالد کو بھی باہر نکلنا پڑا۔

"نینا کیا بچپن ہے۔" خالد نے باہر آکر کہا۔

"دم گھٹ رہا تھا میرا وہاں خدا کی پناہ بہت خوف محسوس ہوا تھا اندر قدم رکھتے ہی۔" نینا نے کہا اور خالد خواہ مخواہ ہنسنے لگا پھر میں ان دونوں کو اپنے کمرے میں لے آئی ایک لمحہ کے لئے مجھے محسوس ہوا کہ خالد خود بھی کمرے میں جا کر خوف زدہ ہو گیا تھا اور شاید خود بھی باہر نکل آنا چاہتا تھا۔ نینا کے باہر نکلتے ہی اس نے جس انداز میں واپسی میں جلدی کی تھی' اس سے مجھے یہ اندازہ ہوا تھا تاہم میں نے اس کا اظہار نہیں کیا۔

"اب بتاؤ روشنی کیا کیا جائے؟"

"آپ نے کیا اندازہ لگایا خالد.....؟"

"بوڑھے صمد کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کر چکا ہوں اگر یہاں کوئی سازش ہو رہی ہے تو اس کا سرغنہ یہ شخص ہے مجھے غور کرنے دو' بہت سے خیالات دل میں آتے ہیں روشنی' خدانخواستہ یہ امکانات بھی ہو سکتے ہیں کہ اس شخص نے تمہارے والد کو قتل کر دیا ہو ان سے وصیت نامہ مرتب کرا کے کہیں محفوظ کر لیا ہو وصیت نامہ ظاہر ہے تمہارے لئے ہی ہو سکتا ہے اس نے یہ سارا جال پھیلا کر تمہیں ذہنی طور پر معطل کر دیا ہے اور اب مزے سے تمہاری دولت پر عیش کر رہا ہے۔ یہ تمہیں بھی قتل کر دیتا لیکن اس کے بعد تمہاری دولت پر قبضہ کرنے کا کیا ذریعہ ہو گا۔"

"صمد بابا!" میرے منہ سے آہستہ سے نکلا۔

"یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بظاہر ملازم دکھائی دے رہا ہے لیکن اندر سے کچھ اور ہو۔" خالد نے کہا۔

"میرا ذہن کام نہیں کر رہا خالد....." میں نے چکراتے ہوئے کہا۔

"میں نے تم سے کہا ہے نا روشنی اپنی ساری پریشانیوں کا ٹھیکہ مجھے دے دو خود مطمئن ہو جاؤ میری زندگی میں کوئی تمہارا بال بیکا نہ کر سکے گا میں ابھی پولیس کو اس معاملے میں ملوث نہیں کرنا چاہتا پہلے خود دیکھوں گا کہ کیا کر سکتا ہوں۔"

بہت دیر تک ہم باتیں کرتے رہے پھر میں نے جہانی بیگم کو بلا کر مہمانوں کے لئے

کھانے کا اہتمام کرنے کی ہدایت کی۔ دوپہر کو بہترین کھانا پیش کیا گیا تھا ڈائننگ ٹیبل پر خالد نے کہا۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ بوڑھا بہت چالاک ہے اس نے اپنے رویئے میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی ہے۔"

"میں سوچ رہی ہوں کہ اس واقعہ کے بعد ان لوگوں کا ردِ عمل کیا ہو گا۔"

"کوئی تبدیلی ہونا ہوتی تو فوراً ہو چکی ہوتی میں دعوے سے کہتا ہوں کہ وہ اسی طرح کینچلی میں لپٹا رہے گا اصل میں اس نے سارا کھیل بڑے اعتماد سے کھیلا ہے۔"

وہ دونوں کوئی ساڑھے تین بجے کے قریب چلے گئے میں نے انہیں شام تک رکنے کے لئے کہا تھا مگر خالد کو کچھ اور کام بھی کرنے تھے اس نے کہا کہ وہ رات کو مجھے فون کرے گا۔ ان کے جانے کے بعد میں بہت اداس ہو گئی پتہ نہیں یہ جو کچھ ہوا تھا درست تھا یا نہیں ان لوگوں کے ساتھ تو میرا بچپن گزرا تھا۔ صمد بابا کو میں نے ہمیشہ سادہ سی زندگی گزارتے دیکھا تھا وہ دنیا میں تنہا تھے ان کا کوئی عزیز کبھی ان سے ملنے نہیں آیا تھا۔ کبھی تو کوئی نظر آتا' ہو سکتا ہے وہ ان کے پاس چلے جاتے ہوں جن کے لئے انہوں نے میری دولت پر قبضہ جمایا ہوا تھا مگر اتنے سالوں میں کبھی ایک رات انہوں نے گھر سے باہر نہیں گزاری تھی۔ یہ بھی سچ تھا کہ اس وقت خالد نے سوالات کر کے دوسرے تمام ملازموں کو بوکھلا دیا تھا مگر صمد بابا کے سامنے اس کی شخصیت پھیکی پڑ گئی تھی۔

کوٹھی کے ماحول میں ذرہ بھر تبدیلی نہ ہوئی میرے احکامات کی تعمیل معمول کے مطابق ہو رہی تھی سب کے چہرے بے شکن تھے رات کو وعدے کے مطابق خالد کا فون آیا۔ "کیا ہو رہا ہے روشنی.....؟"

"بور ہو رہی ہوں بری طرح..... آپ لوگ اتنی جلدی چلے گئے اس کے بعد میرے پاس کرنے کے لئے کچھ نہیں تھا۔"

"مجھے احساس ہے روشنی یقین کرو میرا دل بالکل نہیں لگ رہا لیکن....."

"لیکن کیا.....؟"

"یہ خیال بھی ہے کہ تم نہ جانے میرے بارے میں کیا سوچنے لگو۔"

"کیا سوچ سکتی ہوں خالد صاحب۔"

"شاید یہ کہ میں حد سے آگے بڑھ رہا ہوں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"آپ کی حد کس نے مقرر کی ہے خالد؟"

"روشنی یہ الفاظ بہت گہرے ہیں..... یہ..... یہ میری دنیا تہہ و بالا کر سکتے ہیں۔"

"اگر آپ چاہتے ہیں خالد کہ میں بار بار اپنی تنہائی' اپنے بے یار و مددگار ہونے کا اظہار کر کے گڑگڑاتی رہوں تو میں اس کے لئے تیار ہوں اور کون سی زبان میں کہوں آپ سے کہ..... کہ....."

"اور اب جو کچھ ہو گا روشنی ان الفاظ کی روشنی میں ہو گا سمجھیں محترمہ آپ مجھے الزام نہیں دیں گی۔"

"نہیں دوں گی۔"

"کل بارہ بجے آپ کے پاس آؤں گا۔"

"اتنی دیر میں کیوں.....؟"

یہ وہیں آ کر بتاؤں گا خدا حافظ۔"

دوسرے دن ٹھیک بارہ بجے وہ آ گیا۔ اندر گھستا چلا آیا تھا مجھے ناقدانہ نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔ "لباس تبدیل کر لیجئے۔"

"نینا کو نہیں لائے آپ۔"

"نہیں۔" وہ بولا۔

"کیوں.....؟"

"باہر چل کر بتاؤں گا۔" اس نے کہا اور میں لباس تبدیل کرنے چلی گئی پھر ہم کوٹھی سے باہر نکل آئے۔ "نینا کے بارے میں پوچھا تھا نا....."

"ہاں!" میں نے کہا۔

"یہ انسان کی خود غرضی کی داستان ہے بس اب جی چاہتا ہے کہ جہاں ہم ہوں وہاں کوئی نہ ہو۔"

"نینا بھی نہیں.....؟"

"نہیں۔" خالد نے جواب دیا۔

"وہ برا مانے گی۔"

"کبھی کبھی اسے بھی ساتھ رکھا کریں گے۔"

"آج کے بارے میں اس سے کیا کہا ہے؟"

"آج تو میں ایک بہت ضروری کام سے باہر نکلا ہوں تمہاری طرف آنے کا شبہ ی نہیں ہے کیونکہ کام بہت ضروری ہے۔" خالد نے شوخ لہجے میں کہا اور میں نے لا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا یہ بہتر نہیں تھا نینا کا محور بھی تو ہم ہی تھے۔ کچھ دیر کے بعد ں نے کہا۔ "کہاں چل رہے ہو؟"

"ساحل پر۔"

"خالد اگر نینا نے مجھے فون کیا تو ملازم سے بتا دیں گے کہ میں آپ کے ساتھ نکلی وں۔"

"او..... ہاں یہ تو ہے واقعی' یہ نہیں سوچا تھا۔"

"اسے ساتھ رکھنے میں کوئی حرج تو نہیں ہے۔"

"ہے نا..... ہر رشتہ الگ الگ ہوتا ہے خیر آج کے بارے میں کچھ طے رلیں گے فی الحال موڈ نہ خراب کرو۔" ہم ساحل پر پہنچ گئے خالد مجھے ایک دور دراز وشے میں لے گیا جہاں دور دور تک انسانی زندگی کا وجود نہیں تھا۔

"تم نے میرے اوپر کچھ زیادہ اعتماد نہیں کر لیا روشنی۔"

"کیوں.....؟"

"انسان ہوں' جوان ہوں' بھٹک سکتا ہوں' بہک سکتا ہوں' تمہیں نقصان پہنچ سکتا ہے میرے ہاتھوں۔"

"بعض فیصلے نفع اور نقصان کے تصور کی قید سے آزاد ہوتے ہیں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"سنسان ساحل کتنے رومان انگیز ہوتے ہیں۔"

"ہاں مجھے بھی پسند ہے۔"

آج خالد کی قربت نے ایک نئے احساس سے روشناس کیا تھا دل و دماغ پر سحر طاری تھا ایک میٹھی میٹھی لذت آمیز کیفیت اعصاب پر طاری رہی۔ نہ جانے کب تک ساحل پر اور پھر لہروں سے اٹکھیلیاں کرتے رہے سخت بھوک لگی تو ایک ساحلی ریستوران میں آ بیٹھے شام کو سات بجے خالد نے واپسی کا فیصلہ کیا۔

"نینا پھر ذہن میں آ رہی ہے۔"

"تمہارا کیا ارادہ ہے.....؟"

"میرا خیال ہے اسے بتا دیا جائے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"جو لطف آج کی ملاقات نے دیا ہے' وہ ساتھ ہوگی تو اس سے محروم رہیں گے خیر تم سے بات ہو تو بتا دینا اسے میں کوئی بات بنا دوں گا۔" وہ مجھے کوٹھی کے گیٹ پر چھوڑ کر چلا گیا جہانی بیگم نے نینا کے فون کے بارے میں بتایا انہوں نے نینا کو خالد کے بارے میں بتا دیا تھا میں نے فوراً اسے فون کیا۔

"نینا میں بول رہی ہوں۔"

"ہیلو روشنی۔"

"خالد پہنچ گئے.....؟"

"نہیں..... کیوں۔"

"نینا صبح آئے تھے کچھ بتائے بغیر مجھے لے گئے ہم نے ساحل پر دن گزارا ہے خالد چاہتے تھے کہ میں تمہیں نہ بتاؤں لیکن..... میرا دل نہیں مانا۔"

"اوہ....." نینا نے آہستہ سے کہا پھر فوراً ہنسنے لگی۔ "تو یہ مسئلہ ہے جناب نمٹ لیا جائے گا آپ دونوں سے....."

"نینا برا مت ماننا آئندہ تمہیں بھی....."

"نہیں بھئی ہم کوئی جلنے والوں میں سے نہیں ویسے ایک بات پوچھ سکتے ہیں۔"

"ضرور نینا۔"

"جواب سچ ملے گا....."

"تم سے کبھی جھوٹ نہیں بولوں گی۔"

"روشنی..... تم خالد کو پسند کرنے لگی ہو کیا تم اس سے محبت کرنے لگی ہو.....؟" نینا نے کہا اور میں سوچ میں ڈوب گئی پھر میں نے کہا۔

"ہاں نینا ایسا ہے خدا کی قسم..... بس یہ سمجھ لو خالد بہت اچھے ہیں' بہت اپنائیت دی ہے انہوں نے تمہیں علم ہے میں تو محبتوں کے لئے ترسی ہوئی ہوں لیکن نینا تم بھی اس محبت کا ایک جزو ہو میں تم سے بھی دور نہیں رہ سکتی۔"

"آ گئے ہیں حضرت فون بند کر رہی ہوں پھر بات کروں گی اوکے.....؟"

"ٹھیک ہے۔" میں نے بھی ریسیور رکھ دیا۔

پھر کوئی ایسا واقعہ نہیں پیش آیا جو قابل ذکر ہو ہاں رات خالد کے تصور سے سجی ہوئی تھی اور پھر آنکھیں بند ہوئیں تو اس کے خوابوں میں کھو گئی دوسری صبح بھی خوشگوار تھی وہ تنہائی دور ہو گئی تھی جس سے رات کے بعد دن اور دن کے بعد ہونے

والی رات نے بیزار کر دیا تھا دوسرے دن بھی خالد ہی آیا تھا۔

"وہ بہترین لڑکی ہے نہایت تعاون کرنے والی اسے راز دار بنانا ہی پڑا۔"

"راز دار؟"

"ہاں میں نے اس سے کہا کہ نینا دو محبت کرنے والے اس محبت کے بعد جس چیز کے سب سے زیادہ طالب ہوتے ہیں جانتی ہو وہ کیا ہوتی ہے؟ اس کے استفسار پر میں نے اسے بتایا کہ تنہائی..... ہنسنے لگی مان گئی اور آج اس نے ساتھ رہنے پر ضد نہیں کی بلکہ خود پیش کش کی کہ وہ کہکشاں کے پاس چلی جاتی ہے۔"

"کہکشاں.....؟"

"کبھی تذکرہ نہیں کیا اس نے؟"

"نہیں۔"

"بچپن کی دوست ہے نینا کی ابھی پچھلے سال شادی ہوئی ہے اور اب وہ ایک بچے کی ماں ہے شہر سے کوئی ایک سو دس میل کے فاصلے پر ایک دیہی علاقے میں اپنے شوہر کے ساتھ رہتی ہے۔ زمیندار ہے اس کا شوہر..... نینا اس کی بچی کو دیکھنے بھی نہیں گئی تھی اس شرط پر مجھے آزادی دی ہے کہ اسے وہاں پہنچا دوں۔"

"چلی گئی.....؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"میرا حلیہ نہیں دیکھ رہیں۔" خالد نے کہا تب میں نے محسوس کیا کہ اس کے بال گرد آلود ہیں' لباس بھی ملگجا ہو رہا ہے۔

"سمجھی نہیں۔"

"ایک سو دس میل جانا اور پھر وہاں سے آنا پڑا سیدھا چلا آ رہا ہوں اس خیال کے تحت کہ تم انتظار کر رہی ہوگی۔ راہِ عشق کی منزل کو ایسے ہی کٹھن نہیں کہا گیا ہے۔"

"بڑی برق رفتاری سے سفر ہو رہا ہے اس منزل کا..... لیکن نینا مجھ سے مل کر بھی نہیں گئی۔"

"اس کی درخواست بھی میں نے ہی کی تھی اس سے خوامخواہ تمہیں شرمندہ ہونا پڑتا۔"

"آپ بہت چالاک انسان ہیں خالد مجھے میری دوست سے دور کر دیا۔"

"ایک ڈیڑھ ہفتے کی بات ہے دل کو اس وقت تک قرار آ جائے گا ہماری محبت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بھی پائیدار ہو جائے گی بس اچھا اب اٹھئے لباس تو آپ کا عمدہ ہے چلیں صحرا نوردی کو.....!"

"آپ اپنا حلیہ درست نہیں کریں گے.....؟"

"غسل خانے کے بجائے سمندر بہتر رہے گا آیئے دیر ہو جائے گی۔" خالد کی کار بھی بری طرح گرد آلود ہو رہی تھی۔ ہم ساحل کی طرف چل پڑے آج خالد نے ایک ہٹ کے سامنے گاڑی روکی تھی۔

"یہاں.....؟"

"ہاں..... یہ ہٹ میرے دوست کی ملکیت ہے اندر سے بھی بہت خوبصورت ہے آؤ۔" تھوڑی سی جھجک ضرور ہوئی تھی لیکن اندر چلی گئی خالد کا تجزیہ کرنا تھا مجھے لیکن اعتراف کرنا پڑا کہ نفیس انسان ہے زبان سے ہر طرح کی بے حجابی کرلیتا تھا لیکن نگاہ تک میں لغزش نہ پیدا ہوئی خود پانی میں خوب نہایا مجھے کنارے تک محدود رکھا بلکہ تھوڑی سی آگے بڑھی تو اس نے مجھے روک دیا۔

"جی نہیں کپڑے بھیگ جائیں گے اچھے نہیں لگیں گے اور پھر سمندر کو میں اپنا رقیب نہیں بنا سکتا۔" میں ہنس کر خاموش ہو گئی تھی واپسی میں بری طرح تھک گئے تھے۔

اس کے بعد خالد کے ساتھ روز میں کہیں نہ کہیں نکل جاتی سچ بات تو یہ ہے کہ میں نے یہ شہر جہاں میں پیدا ہو کر جوان ہو گئی تھی' اسی کے ہمراہ دیکھا۔ کبھی اس کے نواحات میں قدیم عمارتوں اور کھنڈرات میں' کیا نہیں تھا یہاں لیکن کون تھا جو مجھے میرے شہر سے روشناس کراتا' میرا تھا ہی کون..... اس دوران حالات بھی بالکل پُرسکون رہے تھے کوئی ایسی بات نہیں ہوئی تھی جس سے کسی الجھن یا خوف کا شکار ہونا پڑتا۔ صمد بابا اور جہانی بیگم بھی نارمل تھے صمد بابا نے اس دن خالد کے ساتھ سخت گفتگو کی تھی لیکن اس کے بعد وہ کسی کام میں اس کے آڑے نہیں آئے تھے مجھے اندازہ تھا کہ وہ لوگ میرے لئے مضطرب رہتے ہیں میں گھر پہنچ جاتی ہوں تو سکون کا سانس لیتے ہیں لیکن کوئی بازپرس کسی نے نہیں کی تھی۔

ایک دن شہر سے دور مشہور کھنڈرات کی سیر کو گئے تھے بڑا سکون' بڑا سناٹا تھا وہاں پہلے بھی ایک بار جا چکے تھے دن گزارا شام کو ساڑھے سات بجے گھر پہنچی تھی خالد مجھ سے اجازت لے کر چلا گیا لباس تبدیل کر کے باتھ روم سے باہر نکلی تھی کہ فیاض

نے کسی مہمان کے آنے کی اطلاع دی۔

"کون ہے.....؟"

"ایک بوڑھے سے آدمی ہیں۔ بیساکھی سے چل کر آئے ہیں روشن جمال سے ملنا ہے۔"

"کہاں ہیں؟"

"ڈرائنگ روم میں بٹھا دیا ہے۔" ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی بزرگ اچھی شخصیت کے مالک تھے میرے سلام کا جواب دے کر میرا جائزہ لینے لگے۔ پھر بولے۔

"مس روشن جمال؟"

"جی ہاں..... آپ سے ناواقف ہوں۔"

"منوچہر خلازی کہتا ہے کہ اس نے تمہیں میرے بارے میں بتایا تھا کیا تمہارے ذہن میں کسی نادر ہاشمی کا نام محفوظ ہے۔"

"پروفیسر نادر ہاشمی..... انڈونیشیا سے.....؟"

"بالکل درست تصدیق میری ٹوٹی ہوئی ٹانگ کرتی ہے۔"

"آپ کب تشریف لائے..... مسٹر خلازی کہاں ہیں؟"

"مجھے آئے ہوئے پانچواں دن ہے تین دن سے تم سے ملنے کی کوشش کر رہا ہوں لیکن تمہاری بے پناہ مصروفیات کی وجہ سے کامیاب نہیں ہو سکا۔ اس وقت بھی مسٹر شیخ کے جانے کے بعد یہاں آنے کی جرأت کی ہے کوئی دو گھنٹے سے تمہاری واپسی اور پھر مسٹر شیخ کے چلے جانے کا انتظار کر رہا تھا اپنی کار میں بیٹھا ہوا۔"

"مسٹر شیخ.....؟"

"غالباً ان کا پورا نام خالد شیخ ہے.....؟"

"آپ انہیں جانتے ہیں.....؟"

"ہاں دوسرا سوال تم نے مسٹر خلازی کے بارے میں پوچھا تھا..... خلازی زخمی ہے اور اسپتال میں داخل ہے۔" نادر ہاشمی نے کہا۔

"اوہ..... خیریت وہ زخمی کیسے ہو گئے؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"سر میں اور بازو میں شدید زخم آئے ہیں سر پر کوئی وزنی شے ماری گئی تھی اور بازو میں خنجر گھونپ دیا گیا تھا۔"

"میرے خدا' ایسا کس نے کیا..... یہ حادثہ کہاں پیش آیا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تمہاری کوٹھی میں بے بی..... اس کمرے میں جہاں تمہارے والد کا نوادر خانہ ہے اس وقت جب یہاں سے تمہارے والد کی تصویر غائب ہوئی تھی۔" نادر ہاشمی نے کہا اور میرے حلق سے چیخ نکل گئی۔ میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے نادر ہاشمی کو دیکھنے لگی میرا ذہن ماضی میں چلا گیا تھا مسٹر خلازی اس واقعہ سے تھوڑے عرصہ قبل مجھے ملے تھے اس کے بعد سے ان کا پتہ نہیں تھا اس کے علاوہ مجھے خون کے وہ دھبے یاد آئے جو بعد میں صمد بابا نے صاف کر دیئے تھے تو کیا وہ خون مسٹر خلازی کا تھا بمشکل تمام میں نے کہا۔

"لیکن مسٹر نادر ہاشمی مسٹر خلازی میری کوٹھی میں' میرے والد کے نوادر خانے میں کیوں داخل ہوئے تھے اور وہ کون لوگ تھے جو..... میرا مطلب ہے یہ سب کیوں ہوا..... مسٹر خلازی کو کس نے زخمی کیا.....؟"

"خالد شیخ نے۔" نادر ہاشمی نے سکون سے جواب دیا اور میرا دماغ بھک سے اڑ گیا ایک لمحے تک تو میں اپنی اس سماعت کو یقین دلاتی رہی کہ مسٹر ہاشمی نے یہی نام لیا ہے پھر مجھے ایک دم غصہ آگیا۔

"کیا بکواس ہے.....؟ کیا کہہ رہے ہیں آپ.....؟"

بالکل وہی بے بی جو تم نے سنا ہے۔ منوچہران لوگوں کے تعاقب میں یہاں تک آیا تھا اور جب وہ تمہاری کوٹھی میں داخل ہوئے تو وہ بھی متجسس ہو کر ان کے پیچھے تمہارے والد کے کمرے میں آگیا لیکن وہ احمق تنہا تھا انہوں نے اسے زخمی کر دیا اور پھر اسے بے ہوشی کے عالم میں ایک سڑک پر ڈال کر چلے گئے لوگوں نے اسے ٹریفک کا حادثہ سمجھ کر اسے ہسپتال پہنچا دیا بہتر حالت میں آکر اس نے مجھ سے انڈونیشیا سے رابطہ قائم کیا اور اس کی روداد سن کر مجھے آنا پڑا کیونکہ..... وہ میرا بہترین دوست ہے۔"

"آپ نے اس سلسلے میں خالد کا نام کیوں لیا ہے۔"

"اس کے جواب میں کچھ تصویریں دیکھنا ہوں گی تمہیں پیش کرتا ہوں۔" نادر ہاشمی نے بغلی جیب سے ایک لفافہ نکال لیا اس میں تین تصویریں تھیں اس نے یہ تصویریں سینٹر ٹیبل پر پھیلا دیں مختلف زاویے سے ایک ہی وقت میں بنائی گئی تصویریں تھیں۔ تینوں تصویریں دو افراد کی تھیں جن میں ایک خالد شیخ اور دوسرا..... میں نے اسے بھی پہچان لیا حالانکہ صرف ایک بار دیکھا تھا لیکن اس کی شخصیت بھلائی نہیں

جا سکتی تھی..... وہ پروفیسر زاغ تھا۔

میری حالت خراب سے خراب تر ہوتی جا رہی تھی' دماغ میں دھماکے ہو رہے تھے لگتا تھا جیسے سر پھٹ جائے گا تصویریں میرے سامنے تھیں اور کسی بھی قسم کی کیمرہ ٹرک سے پاک تھیں تصویروں میں خالد زاغ سے باتیں کرنے میں مصروف تھا خالد کا اس شخص سے کیا تعلق ہے اور پروفیسر زاغ کو وہ کیسے جانتا ہے۔

"خلازی کا کہنا ہے کہ اس نے تمہیں پروفیسر زاغ کے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے کیا تم نے اس شخص کو پہچان لیا بے بی۔" نادر ہاشمی نے پوچھا۔

"مگر خالد شیخ....."

"تمہارے والد کی تصویر..... اور تین نایاب کتابیں اسی نے یہاں سے حاصل کر کے زاغ کو فراہم کی ہیں یہ اس کا آلۂ کار ہے۔" نادر ہاشمی نے انکشاف کیا۔

"میرے خدا..... میرے خدا..... یہ جھوٹ ہے..... یہ....." میں نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ "خالد..... کیا خالد....."

نادر ہاشمی میرا چہرہ دیکھتے رہے۔ پھر انہوں نے کہا۔ "میں تمہیں کچھ اور تفصیلات بتانا چاہتا ہوں بے بی۔ براہ کرم نادانی سے کام نہ لینا۔ مجھ سے تعاون کرو تمہارے حق میں بہتر ہو گا۔"

نہ جانے کیوں میرے ذہن میں جھنجلاہٹ سی پیدا ہو گئی۔ میں نے تلخی سے انہیں دیکھا پھر بولی۔ "آپ لوگ۔ آخر آپ لوگ مجھ سے یہ فضول باتیں کرنے کیوں چلے آتے ہیں۔ آپ سب نے مجھے لاوارث کیوں سمجھ لیا ہے۔ میری اپنی کوئی مرضی ہی نہیں۔ جسے دیکھو نصیحتوں کا پلندہ اٹھائے آجاتا ہے۔ کیا تعاون کروں میں آپ سے بتائیے آپ کیا چاہتے ہیں۔"

نادر ہاشمی سرد نگاہوں سے مجھے دیکھتے رہے پھر بولے۔ "خلازی نے مجھے تمہارے بارے میں بڑی تفصیل سے بتایا ہے۔ تم خود سوچو بے بی آخر احمد کمال سعدی کہاں روپوش ہیں۔ وہ تمہارے سامنے کیوں نہیں آتے۔"

"آپ بتا سکتے ہیں؟"

"ہاں.....!" نادر ہاشمی نے کہا۔

"بتائیے۔" میں نے غرا کر کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"وہ اپنی تحقیق کے جال میں الجھ گئے ہیں۔ فراعنہ کی پُراسرار سرزمین کا کوئی ا
راز جس میں کسی خزانے کا قصہ بھی ہو سکتا ہے۔ کوئی ایسی انوکھی تحقیق بھی ہو سکتی
جو دنیا کو چونکا دے۔ حتمی بات نہیں کہی جا سکتی۔ ہو سکتا ہے یہ مافوق الفطرت قوتوں
کوئی کھیل ہو۔ ایک بار احمد کمال مل جائیں تو پتہ لگ جائے کہ کیا قصہ ہے۔ یوں گ
ہے جیسے وہ خوفزدہ ہوں۔ سخت خوفزدہ۔ کسی پر بھروسہ نہ کرتے ہوں۔ حالانکہ با
اپنے بس سے باہر ہو جائے تو کسی کا سہارا حاصل کر لینا اچھا ہوتا ہے۔"

"میں کیا کروں؟ مجھے بتایئے میں کیا کروں؟"

"میں تمہارے والد کا نوادر خانہ دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"ہرگز نہیں۔ بالکل نہیں۔ میری آپ سے کوئی شناسائی نہیں ہے۔ آپ لوگ
منوچہر خلازی۔ ان کے ساتھ جو کچھ بھی ہوا وہ میرے گھر میں ہی ہوا نا۔ کس
اجازت لی تھی انہوں نے۔ کیوں گھسے تھے وہ میرے باپ کے نوادر خانے میں۔
تعلق تھا ان کا۔ کیا یہ مجرمانہ کارروائی نہیں تھی۔"

"ہو سکتا ہے اس میں تمہاری کوئی بہتری نکل آئے۔" نادر ہاشمی نے کہا۔

"آپ سب لوگ میری بہتری کے خواہاں کیوں ہیں آخر' کیا میں نے آپ سے
مانگی ہے؟"

"ٹھیک ہے۔ تمہاری مرضی۔ جو کچھ کرتا تمہارے تعاون سے ہی کر سکتا تھا۔ ا
سے زیادہ کیا حق پہنچتا ہے۔ اچھا اجازت دو.....!"

"جا سکتے ہیں۔" میں نے کہا اور نادر ہاشمی اٹھ گئے۔ میں خاموشی سے اپنی
بیٹھی رہی۔ وہ بیساکھی ٹکاتے ہوئے دروازے تک گئے۔ پھر رک کر بولے۔
تمہیں ان تصویروں کی ضرورت ہے۔"

"لے سکتی ہوں انہیں؟"

"ہاں رکھ لو۔ میں سمجھتا ہوں تم بچی ہو' جذباتی ہو گئی ہو اور سنو اگر ا
ارادے میں کچھ لچک پیدا کر سکو تو ہوٹل شیراز میں روم نمبر تین سو آٹھ میں
کر لینا۔ خلازی اور میں وہیں ملیں گے۔" وہ کمرے سے باہر نکل گئے۔

☆======☆======☆

ساری دنیا بری لگ رہی تھی اس وقت' ہر شے سے نفرت کا احساس ہو رہا تھا بس
وہ تصویریں سامنے تھیں۔ خالد۔ وہ بھی فریب ہے۔ اتنا بڑا فریب..... آہ! یہ کیا
ہو گیا۔ وہ تو سب سے بڑا سہارا بن گیا تھا میرے لئے۔ اس سے مل کر تو زندگی مسکرا
اٹھی تھی۔ وہ دونوں بہن بھائی دھوکے باز نکلے تھے۔ مگر یہ تصویریں۔ یہ جھوٹ نہیں
ہیں۔ اس رات کے ہنگامے میں خالد بھی شریک تھا۔ خلازی کو اس نے زخمی کیا تھا۔ وہ
ایسا انسان ہے۔

دماغ درد سے پھٹا جا رہا تھا۔ دل پر ایک گھبراہٹ سی طاری تھی۔ سکون نہیں ملے
گا۔ ساری رات دیوانگی کا شکار رہوں گی۔ ابھی بات کروں خالد سے۔ نینا کو فون
کروں۔ نہیں فون نہ کروں۔ جا کر ملتی ہوں ان سے۔ فون پر تو کوئی بھی کہانی سنائی
جا سکتی ہے۔ چہرہ سامنے ہو گا تو سچ اور جھوٹ پتہ لگے گا۔ ڈرائنگ روم سے سیدھی باہر
نکل آئی۔ کار کی چابی فیاض کے پاس تھی۔ اس سے چابی مانگی کار میں بیٹھ کر کار
اسٹارٹ کی۔ صمد بابا گیٹ کے پاس تھے۔ کار کے سامنے آ گئے اور دونوں ہاتھ سیدھے
کر کے بولے۔ "کیا وقت ہو رہا ہے۔ اس کا اندازہ ہے۔"

"چوکیدار گیٹ کھولو۔" میں نے غرا کر کہا اور چوکیدار نے جلدی سے گیٹ کھول
دیا۔ "مجھے جانا ہے صمد بابا' سامنے سے ہٹ جائیں۔"

"نہیں جاؤ گی تم۔ سمجھا کیا ہے آخر.....!" صمد بابا نے گرج کر کہا۔ میں نے
کلچ چھوڑ دیا۔ گاڑی گیئر میں تھی۔ تیر کی طرح آگے بڑھی۔ صمد بابا پھرتی سے اپنی جگہ
سے ہٹ نہ جاتے تو یقیناً کار کی لپیٹ میں آ جاتے۔ پھر بھی میں نے انہیں عقب نما آئینے
میں زمین پر گرتے ہوئے دیکھا تھا۔ گاڑی سڑک پر آ کر فراٹے بھرنے لگی۔ بہت
سنبھل کر گاڑی چلائی دماغ کی وہی حالت تھی۔ بار بار تصویریں ذہن میں ابھر آتیں۔ کیا
یہ سچ ہے۔ خدا کرے جھوٹ ہو۔ خالد کا ان تصویروں سے کوئی تعلق نہ ہو۔

بالآخر خالد کی رہائش گاہ پر پہنچ گئی۔ گاڑی لاک کر کے اندر داخل ہوئی تھی کہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نینا نظر آگئی۔ ہر چند کہ ناکافی روشنی میں اس کے چہرے کے تاثرات کا اندازہ نہیں ہو سکا تھا لیکن اتنا ضرور محسوس کرلیا کہ اس کے انداز میں تپاک نہیں تھا۔ وہ خاموش کھڑی مجھے دیکھ رہی تھی۔

"خیریت۔ کیا بات ہے' خالد نہیں ہیں؟"

"نہیں..... آؤ!" میں اس کے ساتھ اندر داخل ہوگئی۔ وہ مجھے ڈرائنگ روم میں لے گئی اور بیٹھنے کا اشارہ کرکے خود بھی بیٹھ گئی۔ وہاں تیز روشنی میں اس کا چہرہ صاف نظر آرہا تھا۔ اجڑا اجڑا۔ بے رونق۔

"کہاں گئے خالد؟"

"مجھے بتا کر نہیں گئے۔"

"کیا بات ہے نینا۔ کیسی لگ رہی ہو آج۔" میں نے سوال کیا مگر وہ کچھ نہیں بولی۔ میں انتظار کرتی رہی۔ پھر میں نے کہا۔ "نینا کیا میں چلی جاؤں؟"

"نہیں' بیٹھو۔ روشنی میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

"کہو۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"قصور تمہارا نہیں ہے۔ میں جانتی ہوں۔ تم نے..... دراصل' غلطی سراسر میری ہے۔" وہ الجھے ہوئے لہجے میں بولی۔

"تم لوگ بہترین اداکار ہو۔ میں تسلیم کرتی ہوں۔ اب نئے ڈائیلاگ کیا ہیں تمہارے....." میرے لہجے اور الفاظ پر وہ سخت حیران ہوئی۔ پھر متعجب لہجے میں بولی۔ "کیا تمہیں کچھ معلوم ہوگیا ہے.....؟"

"کیا معلوم ہوگیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"خالد مجھے واپس دے دو روشنی..... وہ..... وہ میرا منگیتر ہے۔ میں اس سے محبت کرتی ہوں۔ میں..... میرا اس کے سوا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ وہ بس روشنی..... بس غلطی ہوگئی تھی۔ مجھے معاف کردو!"

میرے سر پر ایک اور بم پھٹا تھا۔ لرز کر رہ گئی۔ بڑے زور کا چکر آیا اور میں نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ دیر تک اس کیفیت کا شکار رہی پھر میرے منہ سے آواز نکلی۔ "منگیتر.....؟ وہ..... وہ تمہارا بھائی نہیں ہے۔"

"ہے..... مگر تایا زاد بھائی۔ ہماری بچپن میں منگنی ہوگئی تھی۔ میرے تایا خالد کے بچپن میں انتقال کرگئے۔ خالد کو میرے والدین نے پرورش کیا تھا۔ پھر میری

والدہ کا انتقال ہوگیا۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے سہارے جی رہے تھے۔ خالد تعلیم مکمل کررہا تھا کہ اس کی والدہ کا بھی انتقال ہوگیا اور اس کے بعد میرے والد کا۔ خالد روشن ذہن کا ملک ہے۔ وہ زندگی کو کسی اونچے مقام پر دیکھنا چاہتا ہے۔ اس نے پرانا مکان بیچ کر یہ مکان خریدا اور کسی اعلیٰ ملازمت کی تلاش میں سرگرداں ہوگیا لیکن ملازمت آسانی سے کہاں ملتی ہے۔ اس کی امیدیں ٹوٹتی رہیں اس کے بعد وہ بُرے انداز میں سوچنے لگا۔ وہ ہر قیمت پر دولت کمانا چاہتا تھا چاہے راستے غلط کیوں نہ ہوں اور وہ اس کے لئے سرگرداں رہا۔ پھر اس کے مطلب کے لوگ مل گئے۔ ایسے لوگ جن کے ذریعے وہ دولت حاصل کرسکتا تھا۔ پرانا مکان فروخت کرکے نئے مکان کی خریداری اور اس پر ہونے والے دوسرے اخراجات کے بعد ہم لوگ اتنے پریشان ہوگئے تھے کہ بسا اوقات ہمارے پاس کھانے کے بھی پیسے نہ ہوتے وہ قرض ادھار لے کر کام چلا رہا تھا لیکن ان لوگوں نے اسے کار خرید کردی۔ سارے اخراجات پورے کردیئے۔ اس کے بعد اس نے مجھے اپنے منصوبے میں شریک کیا۔ اس نے کہا کہ ایک شاندار مستقبل کے حصول کے لئے ہمیں مل کر کام کرنا ہوگا۔ وہ یہ کام تنہا نہیں کرسکتا تھا۔ تمہیں اندازہ ہوگیا ہوگا روشنی کہ میری کیا مجبوریاں تھیں۔ اس کی منگیتر ہوں میں۔ اس سے میری زندگی وابستہ ہے اور پھر اس کے سوا دنیا میں میرا کوئی نہیں ہے۔ تاہم میں بہت مشکل سے راضی ہوئی تھی۔ اس نے مجھے کبھی پورا منصوبہ نہیں بتایا لیکن اس منصوبے کا مرکز تم تھیں۔ اس دن ہم نے تمہاری کوٹھی کے سامنے گاڑی خراب کرکے اس منصوبے کا آغاز کیا۔ مقصد تم سے شناسائی حاصل کرنا تھا۔ ہمیں تمہارے مزاج سے واقفیت نہیں تھی اس لئے اس نے مجھے بھی اپنے ساتھ رکھا تاکہ ایک لڑکی کی حیثیت سے میں تمہیں دوست بنالوں۔ تمہیں اپنی محبت کے جال میں گرفتار کرنا اس کا اصل کام تھا لیکن....." اس کے حلق سے سسکی نکل گئی۔ میں سرد نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی۔ اس نے خود کو سنبھال کر کہا۔ "لیکن وہ خود تمہاری محبت میں گرفتار ہوگیا۔"

"خوب.....!" میں نے طنزیہ کہا۔

"یہ سچ ہے۔ اس نے مجھ سے گریز کرنا شروع کردیا۔ مجھ سے زیادہ اسے اور کون جانتا ہے۔ بچپن سے آج تک ساتھ رہی ہوں۔ اب وہ مجھ سے نہیں تم سے محبت کرتا ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میرے خیال میں یہ الفاظ بھی تمہارے منصوبے ہی کا حصہ ہیں نینا!"

"جو دل چاہے کہہ لو..... کم از کم تمہاری حد تک میں بھی اس جرم میں شریک ہوں' لیکن اب میں نے تمہارے سامنے حقیقت بیان کردی ہے۔ آئندہ کے طرزِ عمل کا اختیار اب تمہیں حاصل ہے۔ میں چاہتی ہوں تم اس کے بارے میں تحقیق کرلو۔ میری بات سچ ثابت ہو تو اسے دھتکار دو..... روشنی' وہ بے شک چالاک ہے۔ اب بُرے راستوں پر چل پڑا ہے لیکن اگر تم اسے دھتکار دو تو وہ کھیل ختم ہو جائے گا۔"

"میں ایسا کیوں کروں نینا.....؟" میں نے زہریلی ہنسی ہنس کر کہا۔

"اس انکشاف کے باوجود تم اسے چاہو گی۔"

"ہو سکتا ہے جوش رقابت میں تم جھوٹ بول رہی ہو۔"

"تمہیں تحقیقات کا حق حاصل ہے۔"

"ہوں۔ وہ لوگ کون ہیں جن کے لئے وہ کام کر رہا ہے؟"

"میں نہیں جانتی۔"

"دلچسپ بات ہے۔ کوئی اور ایسا انکشاف جو ان لوگوں پر روشنی ڈال سکے۔"

"وہ ٹیلی فون پر اس سے رابطہ رکھتے ہیں۔"

"اس وقت وہ کہاں ہے؟"

"میں نہیں جانتی۔"

"اوکے نینا۔ چلتی ہوں۔ دیکھوں گی' سوچوں گی۔ اوکے۔"

"بیٹھو روشنی۔ میں تم سے شرمندہ ہوں۔ بیٹھو کچھ دیر۔" نینا نے لجاجت سے کہا اور میں حقارت سے منہ بنا کر ڈرائنگ روم سے باہر نکل آئی۔ پھر کار میں بیٹھ کر واپس کوٹھی آگئی۔ ملازم پُرسکون تھے۔ کسی نے میرے کمرے کا رخ نہیں کیا۔ تنہائی..... سوچ..... سناٹا۔ یہ سناٹا میرے پورے وجود پر طاری تھا۔ پھر بے سہارا ہو گئی تھی۔ ایک بار پھر دل خالی ہو گیا تھا۔ نینا نے تصدیق کردی تھی اس سے زیادہ مؤثر تصدیق اور کیا ہو سکتی تھی۔ وہ فریبی ہے' مکار ہے' میرے دل میں اس کے لئے گنجائش نہیں ہونی چاہئے اور پھر..... نینا..... وہ بھی میری طرح بے سہارا ہو جائے گی۔ نہیں اسے دل سے کھرچ پھینکنا ہو گا۔ آدھی رات گزر گئی۔ سوچتی رہی بہت سے پہلو دماغ میں آئے تھے۔

دوسری صبح میں نے صمد بابا کو طلب کیا۔ وہ میرے سامنے آگئے۔ میں نے سخت لہجے میں کہا۔ "صمد بابا۔ میرا وکیل کون ہے؟"

"میں نہیں بتا سکتا!"

"کیوں؟"

"اجازت نہیں ہے۔" صمد بابا سرد لہجے میں بولے۔

"سنئے صمد بابا۔ آپ کو میری ذہنی کیفیت کا ابھی تک اندازہ نہیں ہو سکا میری جگہ کوئی بھی ہوتا۔ اس پر یہ جنون ضرور طاری ہوتا۔ میں امتحان کی ہر منزل سے گزرنے کو تیار ہوں۔ میں اپنے بارے میں جاننا چاہتی ہوں۔ اگر میں خود نہ جان سکی تو میرے دماغ کی شریانیں پھٹ جائیں گی۔ آپ مجھ سے تعاون کیجئے صمد بابا۔"

"تم نے تو مجھے ہلاک کر ہی دیا تھا کل' اب بھی مجھ سے تعاون چاہتی ہو!"

"ابھی کچھ نہیں کیا میں نے۔ ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ آپ سب لوگوں کو ایک کمرے میں بند کروں گی۔ پیٹرول چھڑکوں گی اس پوری کوٹھی میں اور اسے آگ لگادوں گی۔ خود بھی اس سے باہر نہیں جاؤں گی صمد بابا۔ غور کرلیں۔ غور کرلیں اس بات پر....."

"دیوانی تو تم ہو چکی ہو۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن بہتر ہو گا تھوڑا انتظار کرلو!"

"کیسا انتظار؟"

"کاش۔ بس چند لمحات کے لئے احمد کمال سعدی آجائیں تو ہم لعنت بھیج دیں اس پوری زندگی کی وفاداری پر۔ ہو سکے تو بس اتنا انتظار کرلو۔"

"نہیں کر سکتی۔ یقین نہیں ہے تمہارے الفاظ پر۔ یہ بھی ایک بہلاوا ہے۔ کون جانے احمد کمال اس دنیا میں ہیں بھی یا نہیں۔ تم نے خالد کے سامنے میرے وکیل کا حوالہ دیا تھا۔ جس کے پاس میرے باپ کا وصیت نامہ موجود ہے۔ وہ سچ تھا یا جھوٹ.....؟"

"سچ تھا....."

"تو مجھے اس وکیل سے کیوں نہیں ملا دیتے تم.....!"

"کہا نا اس کی اجازت نہیں ہے۔"

"میں تمہیں اس مالک کی بیٹی کی حیثیت سے حکم دے رہی ہوں کہ ایسا کرو۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"یہ ممکن نہیں ہے۔"

"تب صمد بابا' مجبوری ہے۔ میں نے فیصلہ کرلیا ہے کہ پولیس اسٹیشن جاؤں آپ لوگوں کے خلاف رپورٹ کروں۔ اس میں اپنے خدشات کا اظہار کروں اور آپ کے طرزِ عمل کے خلاف پولیس کا تحفظ مانگوں۔ آپ کو مجھے اندھیرے میں رکھنے کا کوئی حق نہیں ہے۔"

صمد بابا مجھے دیکھتے رہے۔ کچھ دیر کے بعد انہوں نے کہا۔ "ٹھیک ہے لیکن اس کے لئے تم مجھے آج کا دن دے دو۔ اس کے بعد وہی کرنا جو تم مناسب سمجھو' بلکہ مجھے تو خوشی ہوگی کہ تم ایسا کرو' ہم گرفتار ہو جائیں اس طرح ہماری وفاداری کا بھرم تو رہ جائے۔ ممکن ہو سکے تو انتظار کرلو..... ورنہ تم جاسکتی ہو۔" صمد بابا باہر نکل گئے۔

☆======☆======☆

دن کو گیارہ بجے خالد آگیا۔ میری خواب گاہ کے دروازے پر دستک دی اور پھر اندر آنے کی اجازت مانگی۔ میں نے اس کی آواز پہچان کے سخت لہجے میں کہا۔ "ملازم سے کہو ڈرائنگ روم کھولے۔ وہاں جاکر بیٹھو۔ میں آرہی ہوں۔" وہ فوراً واپس چلا گیا تھا۔ میں نے حلیہ درست کیا۔ اس کے ساتھ آئندہ رویے کا تعین کرچکی تھی چنانچہ پُرسکون انداز میں ڈرائنگ روم میں داخل ہوگئی۔

"روشنی میں....." وہ بے اختیار کھڑا ہو کر بولا۔

"مسٹر خالد۔ مجھے آپ کے فریب کا علم ہوگیا ہے اور اس طرح میرے اور آپ کے درمیان بے تکلفی کے وہ رابطے خودبخود ختم ہوگئے ہیں چنانچہ گفتگو میں احتیاط رکھئے۔"

وہ جھاگ کی طرح آہستہ آہستہ بیٹھ گیا۔ اس نے گردن جھکالی تھی۔ میں اس کے سامنے صوفے پر جابیٹھی۔ "جی مسٹر خالد.....!"

"وہ سب کچھ سچ ہے جو نینا نے آپ کو بتایا ہے لیکن اب۔ اب میں آپ کو چاہتا ہوں۔ آپ یقین کیجئے روشنی اب میں....."

"گڈ..... میرے بعد کسے چاہیں گے آپ؟"

"میں خود کو مجرم تسلیم کرتا ہوں لیکن روشنی۔ میرے دل میں اب صرف تمہارا پیار ہے۔ میں ہر چیز پر لعنت بھیجتا ہوں۔ کچھ نہیں چاہئے مجھے تمہارے پیار کے سوا..... اور روشنی یقین کرو تمہیں میری ضرورت ہے۔ تم بہت سے دشمنوں

میں گھری ہوئی ہو۔ میں تمہیں۔ میں تمہیں اس طرح نہیں چھوڑ سکتا۔"

"اور کوئی خاص بات؟"

"روشنی..... غلطی انسان ہی سے ہوتی ہے۔ مجھ سے بھی ہوگئی بس ایک بار معاف کردو۔"

"کس کے لئے کام کررہے ہیں آپ۔ کون لوگ ہیں وہ اور کیا چاہتے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"ان کا سرغنہ ایک شخص پروفیسر زاغ ہے۔ وہ تمہارے والد کی تلاش میں ہے۔"

"کیا کہتا ہے وہ میرے والد کے بارے میں۔"

"اسے کسی اہم کام کے لئے ان کی تلاش ہے۔ وہ یہ بات تسلیم کرتا ہے کہ تمہیں یا تمہارے نوکروں کو ان کے بارے میں معلوم نہیں ہے لیکن تمہارے والد تم سے رابطہ نہیں توڑ سکتے۔ وہ تمہارے اردگرد کہیں موجود ہیں۔ وہ تم پر نگاہ رکھتے ہیں۔ مجھ سے اس نے یہی کہا تھا کہ میں تمہارے قریب ہونے کی کوشش کروں تمہیں اپنی محبت کے جال میں پھانس کر ایسے ذرائع تلاش کروں جن سے اسے تمہارے والد کی تلاش میں آسانی ہو۔"

"اس کے خیال میں میرے والد زندہ ہیں؟"

"وہ دعوے سے یہ بات کہتا ہے۔"

"لیکن آپ تو ان کی موت کا خدشہ ظاہر کرتے رہے ہیں۔ صمد بابا پر شبہ کررہے تھے آپ.....!"

"وہ سب ڈرامہ تھا۔ میرا مطلب ہے پروفیسر زاغ کے لئے' وہ چاہتا تھا کہ اس طرح ایسا کوئی کردار سامنے آجائے جو تمہارے والد کے بارے میں جانتا ہو۔"

"آپ اس کی وفاداری سے منحرف کیسے ہوگئے مسٹر خالد.....؟"

"اس لئے کہ اس مختصر رفاقت میں میرے دل کی دنیا بدل گئی۔ میں پورے خلوص سے تمہیں چاہنے لگا.....!"

"نینا کے بارے میں کیا سوچا آپ نے۔"

"وہ' وہ ظاہر ہے۔ وہ تمہیں سب کچھ بتا چکی ہے۔ ہم اس کا خیال رکھیں گے روشنی۔ اسے بے سہارا نہیں چھوڑیں گے۔ اس کا مستقبل بنائیں گے ہم.....

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لیکن کسی کو زبردستی چاہا نہیں جاسکتا۔"

"اس سے پہلے آپ اسے چاہتے رہے ہیں۔"

"نہیں میں نے اسے بس اپنی ایک ذمے داری سمجھا ہے کیونکہ اس کے باپ نے میری پرورش کی ہے اور یہ ذمے داری میں اب بھی پوری کروں گا۔"

"میرے والد کے کمرے سے آپ کیا کیا چرا کر لے جاچکے ہیں؟" میں نے سب سے کاری وار کیا اور خالد کی کیفیت تبدیل ہوگئی۔ وہ سکتے میں رہ گیا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ بات نینا مجھے نہیں بتا سکتی کیونکہ اسے معلوم ہی نہیں تھا۔

"میں..... سمجھا نہیں۔" وہ پھنسی پھنسی آواز میں بولا اور میں ہنس پڑی۔

"یہ پہلا سوال ہے خالد صاحب جس کے جواب میں آپ کو سچ بولنا پڑے گا۔"

"اوہ سمجھ گیا۔ اس چور نے تم سے رابطہ کیا ہے۔ بات سمجھ میں آگئی مگر تم نے اس سے یہ نہیں پوچھا روشنی کہ وہ یہاں کیا کر رہا تھا۔"

"آپ کی اصلی شکل سامنے آگئی۔ صرف ایک سوال بس مسٹر خالد۔ وہ چور یہاں جو کچھ بھی کر رہا تھا لیکن مجھ سے محبت کا دعویٰ رکھنے والے خالد صاحب یہاں کیا کر رہے تھے؟"

"میں نادانیوں کا شکار تھا اس وقت۔"

"کیا کیا لے گئے' آپ نے بتایا نہیں۔"

"تمہارے والد کی تصویر اور چند کتابیں۔" اس نے مجرمانہ انداز میں گردن جھکا کر کہا۔

"کوئی قیمتی چیز تو ہاتھ لگی نہیں ہوگی۔ آپ بہت چالاک ہیں خالد صاحب۔ میرے قریب آکر آپ نے اندازہ لگالیا ہوگا کہ زاغ آپ کو جو کچھ بھی دے گا' میری رفاقت اس سے لاکھ گنا زیادہ قیمتی ہے۔ چنانچہ مجھے اپنی محبت کے جال میں پھانس کر آپ زاغ سے معاوضہ وصول کرنے کے بجائے براہِ راست میری دولت پر قبضہ کیوں نہ کریں لیکن ناکام ہوگئے ہیں آپ اپنی اسکیم میں۔"

"خدا کی قسم یہ بات نہیں ہے روشنی۔ مجھے تمہاری محبت کے سوا کچھ نہیں چاہئے۔ میں نے سوچ کا انداز بدل دیا ہے۔ میں اب ان لوگوں سے تمہارا تحفظ چاہتا ہوں۔"

"خالد صاحب۔ مجھے کسی باڈی گارڈ کی ضرورت نہیں ہے۔ ہوتی بھی تو آپ جیسے

مکار آدمی سے یہ خدمت کبھی نہ لیتی۔ جاسکتے ہیں آپ اور ہاں۔ یہ ایک تحفہ بھی ساتھ لیتے جائیے۔" میں نے تصویروں والا لفافہ نکال کر اس کے سامنے ڈال دیا۔ تصویریں دیکھ کر اس کی حالت اور خراب ہوگئی تھی۔

"یہ..... یہ تمہارے پاس کہاں سے آگئیں۔"

"بہت ڈھیٹ انسان ہیں آپ۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ میں آپ کو یہ بتاؤں گی کہ یہ تصویریں مجھے کہاں سے حاصل ہوئیں آپ جیسے انسان کو..... آخر کیوں؟ کیا اب آپ جانا پسند کریں گے۔"

"روشنی۔ خدا کے لئے روشنی۔"

"اس کے بعد میں ملازموں کو بلاؤں گی اور وہ آپ کو باہر لے جائیں گے۔ اس کا موقع نہ آنے دیں اور یہ سنتے جائیں آپ کے جانے کے بعد میں ان سے کہہ دوں گی کہ آئندہ آپ کو اندر نہ آنے دیا جائے۔ اس کا خیال رکھئے گا۔"

"ٹھیک ہے روشنی۔ آخری بات کہہ کر جارہا ہوں۔ تم مجھے تسلیم نہ کرو لیکن اب میں تمہارا سایہ ہوں۔ ایک ایک لمحہ تمہاری حفاظت کروں گا۔ تنہا نہیں چھوڑوں گا تمہیں۔ کبھی دل میں گداز پیدا ہوجائے تو مجھے دور نہ پاؤ گی۔"

"میں آپ کو خدا حافظ کہنا چاہتی ہوں خالد صاحب۔" میں نے نفرت سے کہا۔ وہ چلا گیا۔ تصویریں وہ اسی طرح چھوڑ گیا تھا۔ بڑا سکون ملا تھا اس کے ساتھ یہ سلوک کرکے۔ ویرانیاں میرا مقدر ہیں۔ میں تنہا جینے کے لئے پیدا ہوئی ہوں۔ مجھے یہ تنہائیاں قبول کرلینی چاہئیں۔ آخری سوچ یہی تھی۔

دو دن گذر گئے۔ وہی پہلے جیسا ماحول ہوگیا تھا۔ خالد یا نینا نے فون بھی نہیں کیا۔ میں اب نینا سے بھی کوئی رابطہ رکھنا نہیں چاہتی تھی۔ اپنے ہی غم کون سے کم تھے کہ دوسروں کے دکھ بانٹتی پھروں۔ صمد بابا اچانک میرے پاس پہنچے تھے۔

"سالک جلال تم سے ملنا چاہتے ہیں روشنی بٹیا۔"

"کون ہیں یہ؟"

"سعدی صاحب کے وکیل۔"

"ایں.....؟" میں اچھل پڑی۔ ڈرائنگ روم میں ایک پینسٹھ سالہ پُروقار شخصیت بیٹھی ہوئی تھی۔ میرے سلام کا جواب سرد مہری سے دیا گیا تھا۔

"صمد بابا نے مجھے بتایا ہے کہ تم ان دنوں بہت سرگرم ہو اور اپنے باپ کا راز

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جاننے کے لئے سرگرداں ہو....."

"آپ اس بات پر مجھے سرزنش کرنے آئے ہیں۔" میں نے مرعوب ہوئے بغیر کہا۔

"نہیں..... بلکہ تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ تم جلد بازی کا شکار ہو گئی ہو۔ اس کے عوامل کیا ہیں یہ مجھے نہیں معلوم لیکن یہ جلد بازی بہت سے کام بگاڑ سکتی ہے۔ تمہیں تمہاری اصلیت ضرور بتائی جائے گی لیکن اس کے لئے کچھ وقت درکار ہے۔"

"میری سوچ کیا ہے۔ میں آپ کو نہیں بتا سکتی۔ اس کے برعکس آپ مجھے بتایئے آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

"جرأت مند بچے میری کمزوری ہیں۔ تمہاری اس فطرت کو میں نے دل سے پسند کیا ہے۔ میں احمد کمال سعدی کا وکیل ہوں اور سعدی سے میرے ستائیس سال پرانے تعلقات ہیں۔ وہ جس الجھن کا شکار ہوئے اس کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم لیکن بعد میں انہوں نے جو قانونی ذمے داریاں مجھے سونپیں ان میں وہ وصیت نامہ بھی ہے جو تمہارے لئے ہے۔"

"اس کی تصدیق کیسے ہو کہ جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں وہ سچ ہے؟"

"بہت آسان طریقہ ہے۔ اپنی پسند کا کوئی وکیل کرلو اس کے ذریعہ کورٹ کو درخواست دے کر مجھے عدالت میں تصدیق کے لئے طلب کرو۔ میں پہلے تمہیں تحریری طور پر بتاؤں گا کہ میں تمہارے والد کا وکیل ہوں اور تم مجھ سے رجوع کرو۔ اس تحریر کی روشنی میں تم یہ درخواست دینے کی مجاز ہو۔ قانون کی نگہبانی میں تم سے غلط بیانی نہیں کی جاسکے گی۔" سالک جلال نے پُروقار لہجے میں کہا۔ ان کے ان الفاظ اور لہجے نے مجھے متاثر کیا تھا۔ میری کیفیت میں کچھ تبدیلی رُونما ہوئی۔ میں نے آواز پر قابو پاکر کہا۔ "کیا اس حیثیت میں آپ پر یہ فرض نہیں عائد ہوتا تھا کہ آپ میری خبرگیری رکھیں۔"

"تمہارے والد نے صمد اور جہاں آراء پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا تھا اور یہ دونوں اطمینان بخش طریقے سے تمہاری نگہداشت کررہے تھے۔ اب اگر تم ان سے غیر مطمئن ہو تو مجھے بتاؤ....."

"آپ اس بارے میں میرے ابو سے بات کریں گے؟" میری آواز گلوگیر ہو گئی۔

"اس کا جواب اس وقت دوں گا جب تم قانون کے حوالے سے میری طرف مطمئن ہو جاؤ گی۔"

"مجھے ایک بار..... بس ایک بار....." میری آواز سسکی میں بدل گئی۔

"گویا تم نے مجھے اپنے باپ کا وکیل تسلیم کرلیا۔ آخر کیوں روشن جمال آخر کیوں؟"

"خدا کے لئے۔ خدا کے لئے۔ میں آپ کے ہاتھ جوڑتی ہوں۔"

"ایک مخصوص وقت گزرنے کے بعد وہ خود تم سے ملاقات کرتے لیکن تم نے خودسری کا مظاہرہ کرکے ان کے اور اپنے لئے مشکلات پیدا کرلیں۔ مجھ پر یقین کرتی ہو۔"

"ہاں انکل..... ہاں۔"

"تو پھر ایک سال اور گزار لو۔ دنیا بھر سے دور رہ کر بس ایک سال گزار لو۔ اس کے بعد سب کچھ روشنی میں آجائے گا..... اور سنو اب بحالت مجبوری تم پر پہرہ لگایا جائے گا اس لئے نہیں کہ تم کوئی غلط حرکت کروگی بلکہ اس لئے کہ تم خود کو روشنی میں لے آئی ہو۔"

"خدا کے لئے انکل' خدا کے لئے مجھے بس اتنا بتادیں کہ میرے ابو زندہ ہیں؟"

"ہاں بیٹی زندہ ہیں۔"

"اور میری ماں؟"

"ان کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں۔"

"مجھے ایک بار ملادیں ان سے بس ایک بار۔"

"شاید اتنا آسان نہ ہو۔"

"میں ہر مشکل سے گزرنے کے لئے تیار ہوں۔"

"بات تمہاری مشکل کی نہیں ہے۔"

"پھر.....؟"

"ان کے بارے میں کسی کو نہیں معلوم کہ وہ کہاں ہیں؟"

"آپ کو بھی نہیں۔"

"ہاں بیٹی۔ میں بھی نہیں جانتا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"پھر آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں۔"

"آج غالباً اٹھارہ تاریخ ہے۔ اسی ماہ کی گیارہ تاریخ کو میری ان سے بات ہوئی ہے۔"

"ابو سے.....!" میری آنکھوں میں حیرانی سمٹ آئی۔

"ہاں۔"

"آہ! کیا وہ مجھ سے فون پر بھی بات نہیں کرسکتے۔ دوسروں کو فون کرسکتے ہیں وہ۔ انہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ مجھ پر کیا بیت رہی ہے۔ حالانکہ وہ آپ سے فون پر بات کرسکتے ہیں۔"

"تم ابھی کم عمر ہو' معصوم ہو' سیدھی سادی ہو۔ ابھی تم وہ پختگی نہیں حاصل کرسکی ہو جو ضروری ہے۔ کچھ وقت اور گزر جانے دو سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"میں اس تنہائی سے سخت بیزار ہوں انکل۔"

"جہانی اور صمد نے تمہاری بہت خدمت کی ہے۔ انہیں غیر نہ سمجھو اب تو پلکوں کی سوئیاں رہ گئی ہیں۔"

"ایک سال تو بہت ہوتا ہے انکل۔"

"ان کے ساتھ گزارو۔ اچھا میں ایک کام کرتا ہوں۔ حالانکہ وہ بہت خطرناک ہوگا۔ صمد سنو' ایک خاتون بھیجوں گا میں۔ زمرد ہوگا اس کا نام۔ نوکری کے لئے آئیں گی انہیں رکھ لینا۔ بھروسے کی خاتون ہیں روشن جمال کا دل بہلائیں گی۔ روشن بہت اچھی ہے وہ لڑکی۔ تمہاری تنہائی دور ہو جائے گی۔ اس کے علاوہ بیٹے میں تمہیں فون کرتا رہوں گا۔" میں خاموش ہوگئی۔

"اجازت.....؟" سالک جلال اٹھ کھڑے ہوئے۔

"انکل آپ نے کچھ پیا بھی نہیں۔"

"تمہاری ڈانٹ پی لی ہے۔ کافی ہے۔" سالک جلال اٹھ کھڑے ہوئے۔ میں انہیں چھوڑنے باہر تک آئی تھی۔ سالک جلال کی خوبصورت کار کھڑی ہوئی تھی۔ ڈرائیور بھی تھا جس نے ادب سے دروازہ کھولا تھا۔ سالک جلال کار میں بیٹھے اور میری طرف الوداعی ہاتھ ہلا کر دروازہ بند کرلیا۔ پھر ان کی کار کوٹھی سے باہر نکلی ہی تھی کہ میں نے لان کے درخت سے کسی سیاہ پرندے کو فضا میں بلند ہوتے ہوئے دیکھا۔ درختوں پر چیل کوے بیٹھے ہی رہتے تھے لیکن وہ چیل یا کوا نہیں تھا۔ یہ وہی

منحوس شکرا تھا جس کے بارے میں خلازی نے بتایا تھا کہ وہ پروفیسر زاغ کا پروردہ ہے۔ دوسری بار یہاں نظر آیا تھا۔

"صمد بابا....." میرے منہ سے بے اختیار آواز نکل گئی۔ صمد بابا میرے پیچھے پیچھے ہی باہر آئے تھے۔ جلدی سے میرے پاس آگئے۔ "وہ' صمد بابا وہ۔" میں نے فضا میں پرواز کرتے ہوئے شکرے کی طرف اشارہ کیا۔

"میں نے اسے دیکھ لیا ہے۔ وہی تھا' بالکل وہی تھا.....!"

پھر ہر ایک سے اس کے بارے میں پوچھا گیا مگر کوئی ملازم نہ بتا سکا کہ وہ کب آکر وہاں درخت پر بیٹھ گیا تھا۔ یہ پرندہ بے حد منحوس بے حد پُراسرار تھا۔ آہ یہ دوسری بار یہاں کیوں آیا..... کیوں.....؟

☆======☆======☆

رات کو حسبِ معمول سوچوں میں گم تھی۔ کیسی انوکھی بات تھی۔ سالک صاحب نے واقعات کو اور پُراسرار بنا دیا تھا۔ ایسے لوگ بھی کہاں ہوتے ہوں گے اس دنیا میں۔ میں خود اپنے لئے پُراسرار تھی۔ آخر کیوں۔ میری ذات اس قدر معمہ کیوں ہے جسے میں خود بھی نہیں سلجھا سکتی۔ جب کوئی دلی بحران طاری ہوتا تھا مجھ پر تو ابو کے کمرے میں جاکر پُرسکون ہو جاتی تھی۔ یہ جان کر کہ صرف ایک ہفتے قبل ابو نے سالک صاحب سے فون پر بات کی ہے دل میں اور بھی خلش ہوگئی تھی۔ کیسے ہیں میرے ابو۔ کتنے انوکھے ہیں وہ۔ اٹھ کر ان کے کمرے میں آگئی۔ وہی پُراسرار ماحول وہی گمبھیر خاموشی۔ خیالی نگاہوں سے ابو کی تصویر کو دیکھا۔ اب تو وہ بھی یہاں نہیں تھی' وہ بدکار شخص اسے لے گیا تھا۔ خدا اسے غارت کرے۔ ظاہر ہے اب تو اس کے پاس بھی نہیں ہوگی۔ دے دی ہوگی زاغ کو..... چند پیسوں کے عوض۔ کتابیں بھی لے گیا تھا۔ معاً میں کتابوں کی طرف متوجہ ہوگئی۔ کون کون سی کتابیں لے گیا ہے۔ دیکھوں تو سہی..... میں الماریاں دیکھنے لگی اور کتابوں کے بارے میں تو مجھے کوئی اندازہ نہیں ہوا لیکن وہ کتاب بھی موجود نہیں تھی جس میں انطاریہ کی تصویر تھی۔ اس عورت کی جسے میں زندہ دیکھ چکی تھی۔

دیوار کے نقش خاموش تھے۔ آج کوئی تصویر نہیں چمک رہی تھی۔ آج کوئی کہانی نہیں تھی ان کے پاس۔ بددلی سے واپس اپنے کمرے میں آگئی سونے کو جی چاہ رہا تھا۔ ایک نیند ہی تو دوست ہے جو ساتھ دیتی ہے چنانچہ سارے دکھوں سے آزاد

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوگئی لیکن بیزار صبح کا آغاز تو ہونا تھا۔ ایسی صبح اور اس کے بعد ایسا دن جس کا کوئی مصرف نہیں تھا۔ دل میں طرح طرح کے خیالات آتے رہے۔ نینا اور خالد کا خیال بھی ان میں شامل تھا لیکن نفرت کے احساس کے ساتھ۔ دونوں میں سے کسی نے مجھ سے رابطہ نہیں کیا تھا۔ اچھا ہی ہے مجھے اب ان سے کیا لینا۔ پورا دن گزر گیا' پھر دوسرا دن بھی۔ کہیں باہر بھی نہیں گئی تھی۔ رات کو میں نے صمد بابا سے کہا۔

"سالک صاحب کسی زمرد کی بات کر گئے تھے۔"

"ہاں۔ تعجب ہے کسی کو نہیں بھیجا انہوں نے۔"

"آپ ان سے بات کریں۔"

"ٹھیک ہے۔" صمد بابا نے کہا اور پھر کچھ دیر کے بعد وہ بدحواسی سے دوڑے دوڑے میرے کمرے میں آئے۔ میں ان کی صورت دیکھ کر چونک پڑی تھی۔

"کیا بات ہے؟"

"بہت بری خبر ہے روشنی۔"

"کیا؟"

"سالک جلال نیو سرکل اسپتال میں ہیں۔ زمرد ہی سے میری بات ہوئی ہے۔ انہیں اس رات اغوا کرلیا گیا تھا۔ جس دن وہ یہاں آئے تھے۔ زمرد سے انہوں نے یہاں آنے کی بات کی تھی مگر خود اغوا ہوگئے۔ دوسرے دن وہ شدید زخمی حالت میں ایک ویران سے علاقے میں کسی کو ملے اور اس نے انہیں زندہ پاکر اسپتال پہنچا دیا۔"

"اوہ میرے خدا.....!" میں نے سر پکڑتے ہوئے کہا۔ "اب کیا ہوگا صمد بابا۔"

"اللہ جانے۔ سالک صاحب کے پاس چلو گی؟"

"ہاں!"

"زمرد نے بھی یہی کہا ہے۔ وہ خود بھی وہاں پہنچ رہی ہے۔ تم سے رابطے کے لئے بے چین ہے مگر ہمارا پتہ نہیں تھا اس کے پاس۔"

"آپ تیار ہو جائیے۔ میں آرہی ہوں۔"

فیاض گاڑی چلا رہا تھا۔ صمد بابا اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور میرا دماغ خیالات کا مسکن بنا ہوا تھا۔ رہ رہ کر وہ منحوس پرندہ میرے ذہن میں آرہا تھا جس کے بارے میں منوچہر خلازی نے بتایا تھا۔ آخر وہ پرندہ دوبارہ وہاں کیسے پہنچا تھا اور

.....ہاں یقیناً وہ سالک جلال کی کار کے اوپر اڑتا نظر آیا تھا۔

نیو سرکل اعلیٰ پائے کے اسپتالوں میں سے تھا۔ ہمیں سالک جلال کے بارے میں ہوگیا۔ وسیع و عریض کمرے میں کئی افراد موجود تھے۔ یہ یقیناً سالک صاحب کے اہلِ ران ہوں گے۔ شرابی آنکھوں والی ایک تیس سالہ خاتون نے ہمارا استقبال کیا۔

"آپ روشن جمال ہیں؟"

"جی۔"

"میرا نام زمرد ہے۔ سالک صاحب نے مجھے حکم دیا تھا کہ مجھے آپ کے ساتھ ہنا ہے۔ انہوں نے کہا تھا کہ وہ مجھے تفصیل سے میرا کام بتائیں گے۔ مگر اسی رات میں اغوا کرلیا گیا۔ آپ کو تفصیل معلوم ہوگئی ہوگی۔ ان پر بدترین تشدد کیا گیا ہے۔"

"تشدد؟"

"جی ہاں۔ آیئے' دیکھئے!" زمرد مجھے بستر کے پاس لے گئی۔ سالک صاحب کے پر بڑا سا ٹیپ چپکا ہوا تھا جس کے نیچے روئی کا انبار تھا۔ ہاتھوں پر پٹیاں کسی ہوئی یں۔ چہرہ بری طرح جلا ہوا تھا۔ اوپری بدن برہنہ تھا اس پر لاتعداد زخموں کے انات تھے۔ "ان کی زبان کاٹ لی گئی ہے۔ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کاٹ دی گئی ں۔ پورا بدن آگ سے داغا گیا ہے اور پھر شاید مردہ سمجھ کر پھنکوا دیا گیا تھا!"

"میرے خدا.....! کچھ اور معلوم ہو سکا؟"

"نہیں۔ پولیس تفتیش کر رہی ہے۔"

سالک صاحب ہوش میں تھے۔ مجھے دیکھ کر ان کی آنکھوں میں بے چینی نمودار گئی۔ انہوں نے جسم کو جنبش بھی دی تھی۔ میں پتھرائے ہوئے انداز میں انہیں یکھتی رہی۔ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ سالک جلال کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ اچانک انہوں نے ر کو جنبش دی اور قریب کھڑے ہوئے ایک نوجوان کو ٹھوکر ماری۔ نوجوان جلدی ے ان پر جھک گیا۔

"کیا بات ہے تایا ابو۔ کیا بات ہے؟" سالک صاحب نوجوان کو دیکھنے لگے۔ ان ی نظریں اس کے سینے پر تھیں اور وہ آنکھوں آنکھوں میں اس سے کچھ کہہ رہے تھے۔ "کوئی تکلیف ہے تایا ابو۔" نوجوان نے پھر پوچھا۔ سالک صاحب نے پاؤں کو پھر جنبش دی مگر اسے زیادہ اونچا نہ اٹھا سکے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تم ہٹو ندیم..... ہٹو....." زمرد نے کہا اور خود سالک صاحب
پاس پہنچ گئی۔ "کچھ کہنا چاہتے ہیں سر' مجھے آنکھوں سے بتائیے۔" وہ جھک کر بولی
سالک کی نظریں پھر اسی نوجوان کی طرف اٹھ گئیں۔ زمرد نے ان کی نگاہوں کا زا
دیکھا اور پھر سیدھی ہو کر ندیم سے بولی۔ "ندیم یہ قلم دو ذرا.....!" ندیم
جیب میں ایک بال پوائنٹ لگا ہوا تھا۔ اس نے جلدی سے بال پوائنٹ نکال کر زمر
دے دیا۔ سالک صاحب نے آنکھوں کو جنبش دی اور پاؤں پھرہلایا۔ زمرد نے
پاؤں کی طرف کیا تو سالک صاحب نے انگوٹھے اور انگلی کی مدد سے قلم پکڑ لیا۔

"اوہ۔ وہ کچھ لکھنا چاہتے ہیں..... مگر..... پاؤں سے۔ ندیم کوئی کا
دو.....! کاغذ ہے کسی کے پاس؟" دواؤں کا ایک پرچہ مل گیا جسے چارٹ پیڈ
رکھ کر سالک صاحب کے پاؤں کے قریب کردیا اور وہ شدید مشکل سے اس پر
چلانے لگے۔ سب ان کی مدد کر رہے تھے۔ بمشکل تمام انہوں نے آڑے ترچھے لفظو
میں لکھا۔

"روشنی..... ڈچ کاٹیجز..... نمبر تیرہ.....!" بہت مشکل الفا
تھے۔ بس ٹیڑھی لکیریں سی بنی تھیں لیکن نہایت محنت سے ان کی ترتیب کرلی گئی تھی

"یہ کیا ہے مس زمرد.....؟" ندیم نے تعجب سے کہا۔

"یہ ان کے لئے ہے مسٹر ندیم۔ مس روشن جمال۔ آپ براہ کرم یہ پرچہ
لیجئے!" زمرد نے پرچہ تہہ کرکے میرے حوالے کردیا۔ خود میری سمجھ میں کچھ نہیں آ
تھا۔ ڈچ کاٹیجز۔ نمبر تیرہ۔ کیا ہے یہ نمبر تیرہ.....! لیکن جو کچھ بھی ہے اس
کوئی خاص راز پوشیدہ ہے.....

اس دوران بہت سے لوگ مجھ تک پہنچے تھے ان میں سے کچھ نے میرا ہمدرد
کی کوشش کی تھی لیکن میرا کسی پر اعتماد نہیں قائم نہیں ہو سکا تھا۔ سالک جلال سے
ابتدا اسی انداز میں ہوئی تھی لیکن وہ پہلے انسان تھے جن سے میں مرعوب ہوئی
اور پھر ان پر اعتبار بھی آگیا تھا۔ شاید اس کی وجہ ان کی میرے والد سے قربت
احساس ہو لیکن چند گھنٹوں کے بعد ہی ان کی یہ حالت ہوگئی تھی مجھے ان کی یہ حالت
زار دیکھ کر شدید دکھ ہو رہا تھا انہوں نے اس عمل کے بعد آنکھیں بند کرلی تھیں۔

"روشنی۔" زمرد نے آہستہ سے کہا۔ میں اس کی طرف متوجہ ہوگئی۔ "اب
واپس جاؤ۔"

"کیا سالک انکل ٹھیک ہو جائیں گے؟" میں نے پوچھا۔

"ہم اللہ سے یہی دعا کرتے ہیں۔"

"میں اب کیا کروں زمرد سسٹر؟"

"گھر واپس جاؤ کل رات کو فون کروں گی فون پر میری آواز تو پہچان لو گی
نا.....؟"

"ہاں کیوں نہیں۔" میں نے کہا۔

"بس ٹھیک ہے گھر پر ہی وقت گزارنا سنو خاص طور سے ہدایت کرتی ہوں کہ یہ
پرچہ کسی کے ہاتھ نہ لگنے پائے بہت احتیاط سے اپنے پاس محفوظ رکھنا ویسے تمہاری
یادداشت کیسی ہے؟"

"سمجھی نہیں سسٹر.....؟"

"اس پرچے پر جو الفاظ لکھے ہیں وہ یہی ہیں نا..... روشنی..... ڈچ
کاٹیجز..... نمبر تیرہ۔

"جی..... بالکل....."

"مجھے یاد ہیں تم بھی ذہن نشین کرلو تاکہ اس تحریر سے چھٹکارا حاصل کرلیا جائے
اور کوئی خطرہ باقی نہ رہے۔"

"مجھے یاد رہیں گے۔"

"تو وہ سامنے واش روم ہے وہاں جاؤ اسے پرزے پرزے کرکے فلش میں بہادو
جاؤ شاباش یہ ضروری ہے۔" میں نے زمرد کی بات پر عمل کیا باہر آکر معلوم ہوا کہ
سالک جلال پر بے ہوشی طاری ہوگئی ہے ڈاکٹر انہیں آئی سی یو میں لے جانے کا فیصلہ کر
رہے ہیں۔ میرا وہاں رکنا اب مناسب نہیں تھا اس لئے میں باہر نکل آئی پھر کار میں بیٹھ
کر واپس چل پڑی۔ صمد بابا مجھ سے کچھ پوچھنا چاہتے تھے مگر پچھلے دنوں کے رویے کی
بناء پر پوچھ نہیں پا رہے تھے میں نے خود ہی انہیں تفصیل بتا دی۔

"تم مانو یا نہ مانو بٹیا وہ خونی پرندہ ان واقعات میں بڑی حیثیت رکھتا ہے مجھے تو وہ
کوئی خبیث روح معلوم ہوتی ہے جو پرندے کی شکل میں منڈلاتی رہتی ہے۔"

میں نے صمد بابا کو جواب نہیں دیا پرندے کے بارے میں مجھے تفصیل معلوم تھی
لیکن میں زاغ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی رات کو تین بجے تک نیند نہیں آئی سوئی تو
بُرے بُرے خواب دیکھتی رہی صبح طبیعت بری طرح الجھی ہوئی تھی ناشتے میں بس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چائے پی اب تو کوئی بھی ایسا نہیں تھا جس سے بات کرتی دل پر بوجھ ہی بوجھ تھا اس الجھن کے دوران سوچا کہ کیوں نہ واقعی پولیس سے رجوع کروں زاغ کی نشاندہی کردوں یہ تشدد بھی زاغ ہی نے کیا ہے خلازی کو بھی اسی کے ایماء پر زخمی کیا گیا تھا وہ مسلسل میرے خلاف کارروائیوں میں مصروف ہے اس کا نام آئے گا تو مسٹر خلازی اور خالد شیخ کا نام بھی لینا پڑے گا اور وہ بھی پھنسے گا۔ دل میں ایک ہوک سی اٹھی چند ہی روز تو گزرے ہیں کیسی اچھی رفاقت تھی زندگی خوبصورت لگنے لگی تھی ایک دم تنہائیاں دور ہوگئی تھیں جینے کو جی چاہنے لگا تھا اور اب.....

فون کی گھنٹی نے خیالات کا سلسلہ توڑ دیا زمرد کا خیال دل میں آیا تھا میں نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو۔"

"روشنی..... میں نینا بول رہی ہوں۔"

"بولو۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"تم سے ملنا چاہتی ہوں۔ تمہارے پاس آنا چاہتی ہوں۔"

"سوری نینا..... میں تم سے نہیں ملنا چاہتی۔"

"ضروری بات کرنا ہے تم سے۔"

"نینا..... سوری۔" میں نے اسی انداز سے کہا۔

"میں تو تمہاری احسان مند ہوں روشنی میرے لئے تو تم نے ایثار کیا ہے۔ میرے دل میں تو تمہارے لئے....."

"فون بند کردوں.....؟"

"خدارا نہیں، بن تو لو جو کچھ تم نے کیا وہ بیکار رہا کچھ بھی نہیں ہو سکا اس سے وہ مجھ سے دور ہٹ گیا ہے اب تو دو دو دن نہیں آتا بات بگڑ گئی ہے روشنی..... وہ سچ مچ تم سے پیار کرنے لگا ہے اس طرح تو وہی بات ہوگئی کہ بلی نے کھایا نہیں لڑھکا دیا کاش وہ تمہارا رہتا۔"

"بہت گھٹیا لوگ معلوم ہوتے ہو تم..... کبھی اچھے لوگوں سے واسطہ نہیں پڑا افسوس ناتجربے کاری کا شکار ہوگئی ورنہ تم تو عزت سے گھر میں بلانے کے قابل بھی نہیں تھے اپنی اوقات پر نگاہ رکھو کوٹھیوں میں گھسنے کے خواب دیکھنا چھوڑ دو۔ میں رحم دل ہوں ورنہ اب تک وہ مجرم شخص پولیس کی تحویل میں ہوتا تمہاری لاوارثی کا ترس کھا رہی ہوں لیکن..... یہ بات اس سے کہہ دینا۔"

"روشنی..... میں....."

"شٹ آپ۔" میں نے فون بند کردیا۔ شدید غصہ آگیا تھا فون کے پاس سے ہٹی ہی نہیں تھی کہ گھنٹی پھر بج اٹھی میں نے غصیلے انداز میں ریسیور اٹھالیا۔ "جو کچھ میں نے کہا ہے اس کے بعد بھی تمہیں غیرت نہیں آئی۔"

"ہیلو میں مس روشن جمال سے بات کرنا چاہتی ہوں۔" اس بار آواز بدلی ہوئی تھی۔ میں چونک اٹھی۔

"سوری میں روشن جمال بول رہی ہوں۔"

"زمرد.....!"

"سوری سسٹر..... ویری سوری..... ایک احمق لڑکی مجھے فون پر پریشان کررہی تھی اور پھر اس وقت آپ کے فون کی توقع بھی نہیں تھی۔"

"کوئی بات نہیں کچھ ہدایات دینی ہیں تمہیں۔"

"جی سسٹر..... ویسے انکل سا....."

"نو بے بی..... ساری باتیں بعد میں پہلے میں تمہیں وہ باتیں بتادوں جو ضروری ہیں۔"

"جی..... فرمائیے.....؟"

"دوپہر کو دو بجے تک تمہارے پاس آنا چاہتی ہوں وہ وقت سنسان ہوتا ہے تمہیں اس کے لئے کچھ تیاریاں کرنی ہوں گی۔"

"کیا سسٹر.....؟"

"باہر کے لوگ گھر کے بارے میں زیادہ نہیں جانتے اور تمہارے ملازم یقیناً تمہارے وفادار ہیں وہاں میرا اضافہ خاموشی سے کردو کسی بیرونی شخص کو یہ نہیں پتا چلے گا کہ کوئی نیا ملازم آگیا ہے میں قدیم ملازماؤں کی طرح وہاں ایڈجسٹ ہوجاؤں گی۔"

"میں سمجھ گئی اگر آپ اس طرح پسند کرتی ہیں تو ٹھیک ہے۔"

"میری رہائش ملازموں کی رہائش کے ساتھ ہونی چاہئے۔"

"ہوجائے گی۔" میں نے کہا۔

"خدا حافظ۔" دوسری طرف سے فون بند کردیا گیا میں ہیلو ہیلو کرتی رہ گئی لیکن لائن بے جان ہوگئی تھی۔ ریسیور رکھ کر سوچ میں ڈوب گئی پھر زمرد کے آجانے کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تصور سے خوش ہوگئی۔ ایک نگاہ میں پسند آجانے والی خاتون تھیں مگر نہ جانے ا
سالک کس حال میں تھے ہماری وجہ سے ان کا یہ حال ہوا تھا۔ جہانی بیگم کو بلا کر صور
حال سمجھائی۔

"کون آنے والا ہے؟" جہانی بیگم نے پوچھا اس سوال پر غصہ آیا تھا مگر پی گئی ا
کہا۔

"سالک جلال نے ایک خاتون کو بھیجنے کے لئے کہا تھا اگر حادثہ نہ ہوتا تو اب تک
وہ آچکی ہوتیں۔"

"اوہ..... وکیل صاحب کا معاملہ ہے ٹھیک ہے انتظام کرتی ہوں۔" یہ
خود بھی اس انتظام میں شریک ہوگئی۔ ملازموں کو جو بیوی بچوں کے بغیر رہتے تھے ایک
کوارٹر میں یکجا کیا اور دوسرا کوارٹر زمرد کے لئے آراستہ کرادیا اس مصروفیت میں
کے فون کا تکدر بھول گئی تھی ٹھیک دو بجے سفید کناری دار ساڑھی میں ملبوس
زمرد چشمہ لگائے' ہاتھ میں کپڑے کا تھیلا لئے لاپروائی سے چلتی ہوئی اندر آگئیں پا
کھایا ہوا تھا اور انداز میں پھوہڑپن تھا فیاض ہی سامنے کھڑا تھا کڑک کر بولیں۔

"کھڑے کھڑے دیکھ رہے ہو ہاتھ دکھ گیا تھیلا پکڑے پکڑے' ذرا سنبھال لو
اور آگے آگے چلو میرے۔" سبھی کو صورت حال معلوم تھی سسٹر زمرد کی چالاکی
میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اس طرح انہیں ان کا کوارٹر بھی معلوم ہوگیا
شام تک میں نے ان کا انتظار کیا کوئی ساڑھے پانچ بجے پھولوں کا گلدستہ ہاتھ میں
پھنکر پھنکر کرتی ہوئی اندر آگئیں۔ "کمرہ کباڑ خانہ بنا رکھا ہے کہاں لگاؤں
پھول.....؟"

"ہیلو.....!" میں نے مسکرا کر کہا اور وہ بھی مسکرا دیں۔

"میرا خیال ہے سب ٹھیک ہے کیوں.....؟"

"یقیناً ویسے آپ نے بڑا دلچسپ روپ دھارا ہے آپ بے حد ذہین خاتون معلو
ہوتی ہیں۔" سسٹر زمرد مسکراتی ہوئی بیٹھ گئیں۔ "میں سالک انکل کے لئے بہت
چین ہوں ان کے بارے میں بتائیے۔"

"اب تک وہ ملک چھوڑ چکے ہوں گے۔"

"اوہ..... کہاں.....؟"

"لندن روانہ کردیا گیا ہے انہیں خدا کرے زندگی بچ جائے زبان اور ہاتھوں

سے تو محروم ہوگئے۔"

"خدا ان لوگوں کو غارت کرے بڑی درندگی کی گئی ہے ان کے ساتھ کاش وہ
ٹھیک ہوجائیں پولیس ان درندوں کو تلاش تو کر رہی ہے نا.....؟"

"ہاں کر رہی ہوگی۔"

"میں پولیس کو کچھ اطلاع دینا چاہتی ہوں یہ بتا سکتی ہوں کہ یہ وحشت خیزی
کرنے والا کون ہے۔"

"اوہ....." سسٹر زمرد نے مجھے سنسنی خیز نظروں سے دیکھا۔

"میرا دعویٰ ہے کہ وہ زاغ کے سوا کوئی نہیں ہوسکتا۔"

"زاغ.....!" زمرد نے آہستہ سے کہا۔

"سو فیصد وہی مردود سب کچھ کر رہا ہے اس کے سوا اور کوئی نہیں ہوسکتا۔"

"دروازہ بند کردوں تو کوئی حرج تو نہیں ہے۔" سسٹر زمرد نے کہا اور میرے
اشارے پر دروازہ بند کردیا پھر میرے سامنے بیٹھ کر بولیں۔ "کون ہے
زاغ.....؟"

"ہوسکتا ہے سسٹر آپ کو میرے بارے میں کچھ معلوم نہ ہو اس لئے تفصیل سے
اپنے بارے میں بتادوں۔"

"ضرور بتاؤ..... یہ ضروری ہے۔" زمرد نے کہا اور میں نے انہیں ابتدا
سے اب تک کی پوری کہانی سنادی کوئی پہلو پوشیدہ نہیں رکھا تھا ان سے اپنی محرومیوں
کی داستان سے لے کر خلازی' نادر ہاشمی اور خالد کے بارے میں بھی بتادیا تھا یہ تفصیل
بتا کر میں خاموش ہوگئی۔ زمرد گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں پھر انہوں نے آہستہ سے
کہا۔

"شلا شلائی کے بارے میں کچھ پڑھا ہے میں نے یاد نہیں آرہا۔"

"امیزون کے قبائلی باشندوں کا مقدس پرندہ ہے۔"

"تمہیں یقین ہے کہ وہ سالک جلال کی کار کے پیچھے گیا تھا۔"

"ہزار فیصد' سب ہی نے دیکھا تھا۔"

"پروفیسر زاغ.....!" زمرد کے لہجے میں عجیب سی غراہٹ تھی۔

"کیوں نہ ہم پولیس کو یہ معلومات فراہم کردیں۔"

"نہیں روشن..... پولیس کہاں تکلیف کرے گی خواہ مخواہ اس گھر میں ان کا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ٹھکانہ بن جائے گا اور ہم بھی کچھ نہیں کر سکیں گے۔ فون کرلوں یہاں سے.....؟"

"ہاں کیوں نہیں....." میں نے جواب دیا اور سسٹر زمرد نے فون اٹھا کر سامنے رکھ لیا پھر وہ کسی کے نمبر ڈائل کرنے لگیں رابطہ ہو جانے پر انہوں نے کہا۔

"زمرد.....! منصور بول رہے ہو..... ثاقب کہاں ہیں ہاں دو..... بعد میں تم سے بھی بات کرتی ہوں ہاں۔ ثاقب..... کیا رپورٹ ہے..... پہنچ گئے..... خیریت سے..... خدا کا شکر ہے میں پوائنٹ پر آگئی ہوں بالکل خیریت ہے خصوصی رپورٹ موصول کرو.....! اس کارروائی کے پس پشت پروفیسر زاغ نامی ایک شخص ہے ہاں زاغ..... کوا..... اس کے بارے میں تھوڑی سی تفصیل سنو۔" سسٹر زمرد نے مختصراً زاغ کے بارے میں بتایا خاص طور سے کالے باز کی پوری تفصیل بتائی پھر کہا۔ "اس کے امکانات ہیں کہ اور بھی کچھ ہو تمہارے لئے یہ معلومات بہت کارآمد ہوں گی ٹھیک ہے ہاں ہوشیار رہو..... بالکل..... اور کوئی سوال.....؟ نہیں زاغ کے بارے میں اور کچھ نہیں معلوم..... ہاں اگر خلازی اور نادر ہاشمی کے بارے میں معلومات کرنا چاہو تو..... ہاں....." زمرد نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر مجھ سے پوچھا۔ "نادر ہاشمی نے کون سے ہوٹل کا نام بتایا تھا۔"

ہوٹل شیراز..... روم نمبر تین سو آٹھ۔" میں نے جواب دیا اور میرا یہ جواب انہوں نے فون پر دہرا دیا پھر بولیں۔ "اب منصور کو دو..... ہاں منصور ایک کام کرنا ہے تمہیں ڈچ کاٹیجز نمبر تیرہ' یقیناً کاٹیج تیرہ اس کے بارے میں پوری تفصیل درکار ہے مکمل..... ہاں یہیں لیکن ہوشیاری سے..... خدا حافظ....." سسٹر زمرد نے فون بند کر دیا پھر جلدی سے بولیں۔ "خدا کا شکر ہے استاد محترم خیریت سے لندن پہنچ گئے۔"

"انکل سالک جلال.....؟"

"ہاں! اب ہم ان کی بہتری کی امید کر سکتے ہیں انہیں بہت خفیہ طریقے سے نکالا گیا ہے یہ خطرہ تھا کہ ان کی زندگی کی خبر ان کے دشمنوں کو نہ ہو جائے کیونکہ اپنی دانست میں وہ انہیں مردہ سمجھ کر پھینک گئے تھے لیکن خدا کا شکر ہے۔"

"وہ آپ کے استاد ہیں.....؟"

"وہ میرے سب کچھ ہیں اپنے بارے میں بتاؤں۔"

"ضرور سسٹر۔"

"ماں' باپ اور میں..... ہمارا گھر بس اتنے ہی افراد پر مشتمل تھا چار سال کی تھی والد صاحب ٹریفک کے حادثے میں جان بحق ہو گئے اسی حادثے میں والدہ نابینا ہو گئیں سر کی چوٹ سے۔ والد صاحب بیرسٹر سالک جلال کے پاس کلرکی کرتے تھے سالک جلال نے ہماری زندگی سنبھال لی۔ میری تعلیم و تربیت اور ہم ماں بیٹیوں کی پرورش کی پہلے سے بہت اچھے انداز میں جئے ہم لوگ' یہاں تک کہ میں وکیل بن گئی اور ان کے ساتھ کام کرنے لگی جو اب تک جاری تھا۔ مجھے تمہارے ساتھ رہنے کی ہدایت کی گئی تھی۔ بس ان الفاظ کے ساتھ کہ تم انتہائی پُراسرار حالات کا شکار ہو اور مجھے تمہاری حفاظت کرنی ہے۔ مجھے صرف تعلیم ہی نہیں دلائی گئی بلکہ اور بھی بہت سی صفات پیدا کی گئیں مجھ میں مثلاً میں بلیک بیلٹ ہوں۔ کئی زبانیں جانتی ہوں وغیرہ..... یہ حادثہ غیر متوقع تھا ورنہ میں پہلے ہی تمہارے پاس پہنچ گئی ہوتی۔"

"یہ دوسرے لوگ کون ہیں جن سے آپ نے بات کی۔"

"استاد محترم کے تربیت یافتہ..... اعلیٰ ترین صفات کے مالک' ہم لوگ صرف حالات کے سہارے کورٹ میں نہیں جا کھڑے ہوتے بلکہ خود بھی اصل حالات کی چھان بین کر کے کسی بھی مقدمے کو پوری طرح جاننے کے بعد کام کرتے ہیں۔"

"ایک سوال اور ہے میرے ذہن میں۔"

"ضرور پوچھو۔"

"انکل سالک نے کہا تھا کہ اگر میں خاموشی سے ایک سال اور گزار لیتی تو مجھے سب کچھ معلوم ہو جاتا۔"

"اوہ..... یہ کہا تھا انہوں نے.....؟"

"ہاں..... اس کی وجہ کیا تھی.....؟"

"میں نہیں جانتی میری جان لیکن فکر نہ کرو بہت کچھ معلوم ہو جائے گا کچھ وقت لگے گا۔"

"سسٹر آپ میرے پاس نہیں رہ سکتیں آپ نے ملازموں کا کوارٹر کیوں پسند کیا ہے۔"

"تمہارے ساتھ ہی رہوں گی جانی..... مگر مجھے ملازم ہی رہنے دینا یہ ضروری ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ٹھیک ہے لیکن آپ میرے پاس رہیں' زندہ درگور ہو گئی ہوں اس تنہائی سے دل اکتا گیا ہے اس خالی دنیا سے۔"

"میں ہوں تمہارے پاس بے فکر رہو۔" سسٹر زمرد نے کہا پھر وہ میرے ساتھ ہی رہیں۔ صمد بابا اور جہانی بیگم کو بھی اس سے اختلاف نہیں تھا اور ماحول کچھ پُرسکون سا ہو گیا تھا دوسرے دن منصور نے فون کیا اس نے بتایا۔ "ڈچ کاٹیجز کے بارے میں معلومات حاصل ہو گئی ہیں شہر کے نواحی علاقے میں ایک اعلیٰ پائے کی کنسٹرکشن کمپنی نے یہ کاٹیج بنائے ہیں لیکن یہ ابھی غیر آباد ہیں بالکل ابتدائی حصے میں بنے کچھ کاٹیج آباد ہیں ورنہ باقی میں تالے پڑے ہوئے ہیں۔"

"تیرہ نمبر کاٹیج تلاش کیا.....؟"

"ہاں' وہاں ایک مالی پودوں وغیرہ کی دیکھ بھال کر رہا تھا اس نے بتایا کہ عمارت کے مالکان ابھی یہاں نہیں آئے البتہ اندر سے سجاوٹ کر دی گئی ہے۔"

"اس سے مالکوں کے بارے میں کچھ معلوم کیا.....؟"

"وہاں کئی کاٹیجز میں کام کرتا ہے بس اسے اکٹھی ایک سال کی تنخواہ مل گئی ہے اور بیرونی گیٹ کی چابی' اس کے بعد اسے مالکان سے کیا دلچسپی رہ جاتی ہے۔"

"ذرا لوکیشن بتاؤ۔" زمرد نے کہا اور منصور نے انہیں تفصیل بتا دی اس سے سلسلہ منقطع کرنے کے بعد سسٹر زمرد کچھ سوچنے لگی تھیں پھر انہوں نے کہا۔ "کیا خیال ہے روشنی.....؟"

"کس سلسلے میں سسٹر.....؟"

"کاٹیج نمبر تیرہ میں جانا پسند کرو گی.....؟"

"میں بزدل نہیں ہوں بس تنہائی سے خوف آتا تھا۔"

"اب تو میں تمہارے ساتھ ہوں میں نے غور کیا ہے اس بات پر' استاد محترم نے تمہیں یہ پتہ لکھ کر دیا تھا اگر وہ کسی اور کو اس طرف متوجہ کرنا چاہتے تو کر سکتے تھے لیکن انہوں نے ہزار دقت کے بعد یہ پتہ تمہیں لکھ کر دیا آخر اس کا کوئی مقصد ہو گا وہ تمہیں وہاں بھیجنا چاہتے تھے اگر ایسا نہ ہوتا تو میں تنہا وہاں چلی جاتی لیکن میرے خیال میں تمہارا ابھی وہاں جانا ضروری ہے۔"

"میں جاؤں گی سسٹر..... آپ یقین کریں میں بزدل نہیں ہوں۔" سسٹر زمرد میرا گال تھپتھپا کر خاموش ہو گئیں پھر ان کے دوسرے نمائندے ثاقب کا فون

موصول ہوا جس نے اطلاع دی کہ شیراز ہوٹل کا وہ کمرہ تین دن قبل خالی ہو چکا ہے جہاں زخمی مسٹر خلازی اور معذور شخص نادر ہاشمی رہتے تھے اس سے زیادہ ان کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔

سسٹر زمرد نے سارے انتظامات کئے تھے اور ایک نہایت محتاط طریق کار اختیار کیا تھا۔ انہوں نے مجھے تیار کر لیا دن کو ساڑھے بارہ بجے ایک وین فرنیچر لے کر آئی اس سے نیا فرنیچر اتارا گیا اور پرانا فرنیچر اس میں چڑھا دیا گیا ہم دونوں بالکل خاموشی سے اسی وین میں سوار ہو گئیں اور وین چل پڑی۔

"میں نہیں چاہتی تھی کہ کوئی ہماری سرگرمیوں پر نگاہ رکھے۔"

"آپ نے بڑا سنسنی خیز طریق کار اختیار کیا ہے سسٹر..... بالکل جاسوسی فلموں والا۔"

"حالات بھی تو کسی طرح ان فلموں سے کم نہیں ہیں کیا کیا جائے۔" وین ایک غیر آباد اور سنسان سے علاقے میں آ کر رکی اور فوراً ہی ایک شاندار کار اس کے قریب آ کر رک گئی سسٹر زمرد نے وین کا دروازہ کھولا اور دوسرے لمحے ہم کار کی پچھلی سیٹوں پر منتقل ہو گئے۔ وین کے پچھلے حصے سے دو بار میں نے اس کار کو پیچھے آتے ہوئے دیکھا تھا مگر غور نہیں کیا تھا کیونکہ دوسری گاڑیاں بھی آ جا رہی تھیں کار کے شیشے سیاہ تھے اور اس میں ڈرائیور کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔

"مطمئن ہو منصور.....؟" کچھ دیر کے بعد زمرد نے ڈرائیور سے پوچھا۔

"بالکل میڈم.....!" ڈرائیونگ کرنے والے نے جواب دیا اس کے بعد کوئی گفتگو نہیں ہوئی تھی میں نے سمجھ لیا کہ یہ وہی شخص ہے جس نے ڈچ کاٹیجز کا پتہ بتایا تھا۔ سسٹر زمرد ہر لحاظ سے شاندار معلوم ہو رہی تھیں مجھے ان کی ذہانت سے بڑی ڈھارس ہوئی تھی پھر کچھ دیر کے بعد کار جس علاقے میں داخل ہوئی اسے دیکھ کر میں نے اندازہ لگا لیا کہ یہی ڈچ کاٹیجز ہو سکتے ہیں۔ حسین طرز تعمیر کے بنگلے تھے مجھے بہت اچھے لگے لیکن علاقہ بے حد ویران تھا کار ایک بنگلے کے سامنے رک گئی گول دائرے میں نمبر تیرہ صاف نظر آ رہا تھا۔ منصور نے نیچے اتر کر بڑے ادب سے کار کا دروازہ کھولا سامنے ہی مالی نظر آ رہا تھا جو اس کار کو یہاں رکتے دیکھ رہا تھا جب ہم کھلے ہوئے گیٹ کی طرف بڑھے تو وہ جلدی سے آگے بڑھ آیا اس نے بے اختیار پیشانی پر ہاتھ رکھ کر سلام کیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"یہ مالی ہے بیگم صاحبہ۔" منصور نے اسی طرح ادب سے جھک کر کہا۔

"ہوں۔" سسٹر زمرد نے پرس کھول کر سو روپے کا نوٹ نکالا اور مالی کو دے
کہا۔ "کیاریوں کی اچھی طرح دیکھ بھال کیا کرو مالی ہم بہت جلد اپنے بنگلے میں آ
والے ہیں۔"

"نوکر ہوں بیگم صاحبہ..... آپ دیکھ لو ایک بھی فالتو پتا نہیں رہ
دیتا.....! ساری کیاریاں صاف ستھری پڑی ہیں۔"

"اندر کی چابی ہے تمہارے پاس۔"

چابی تو نہیں ہے مگر یہ تیرہ نمبر کے دروازے کی چابی ہے اس میں یہ دو او
چابیاں پڑی ہیں۔" مالی نے شلوکے کی جیب سے ایک چابی نکال کر زمرد کو دے دی
سسٹر زمرد پُراعتماد قدموں سے اندر چل پڑیں۔ میں ساتھ تھی نہ جانے کیوں میرے
ذہن میں سناٹا سا پھیل گیا تھا کیا ہے یہاں..... سالک جلال نے یہاں کی نشاندہی
کیوں کی ہے۔ سسٹر زمرد نے تالے میں چابی لگائی تو وہ کھل گیا وہ درحقیقت ایک بڑ
خاتون تھیں میری طرف دیکھ کر بولیں۔ "آؤ.....!"

ہم لوگ اندر داخل ہوگئے چونکہ دن کا وقت تھا اس لئے اندر روشنی تھی وسیع
کمرہ تھا فرش پر موزائیک چمک رہا تھا ہر شے صاف ستھری تھی۔ سسٹر زمرد نے کہا۔
"اگر کوئی اندر نہیں آتا تو یہ سب اتنا صاف ستھرا کیسے ہے۔"

میں نے ان کی بات کو غور سے سنا بھی نہیں تھا میری نگاہیں چاروں طرف بھٹک
رہی تھیں۔ کمرے میں کل تین دروازے تھے ایک یہ جس سے ہم اندر داخل ہوئے
تھے دوسرا بغلی سمت اور تیسرا سامنے..... سامنے والا دروازہ تھوڑا سا کھلا ہوا تھ
سسٹر زمرد نے اس بڑے کمرے میں لگے ہوئے سوئچ بورڈ کے بٹن آن کرکے دیکھے
روشنیاں جل اٹھیں گو دن کے اجالے میں وہ بے نور لگ رہی تھیں۔ پھر ہمارے قدم
سامنے والے کمرے کی طرف اٹھ گئے ایک بار پھر میرے دل پر کپکپاہٹ طاری ہوگئی
پیروں میں لغزش بھی ہوئی تھی لیکن خود کو سنبھال لیا۔ سسٹر زمرد کے سامنے خود کو نڈر
کہہ چکی تھی اس لئے بزدلی نہیں دکھا سکتی تھی ہم اس کھلے دروازے سے اندر داخل
ہوگئے یہ بھی کمرہ تھا لیکن اس میں تاریکی تھی سسٹر زمرد نے الیکٹرک کا نظام اسی لئے
چیک کیا تھا کہ ممکن ہے کوئی کمرہ تاریک ہو انہوں نے دروازے کے قریب سوئچ بورڈ
تلاش کیا اور چٹ کی آواز کے ساتھ ایک بلب روشن ہوگیا۔ یہ بھی ایک وسیع کمرہ تھا

اور اس میں بھی بالکل ویسے ہی تین دروازے تھے لیکن بائیں سمت کی دیوار کے پاس
جو کچھ رکھا ہوا تھا اسے دیکھ کر دل لرز گیا۔ یہ دو صندلی تابوت تھے صندل کی لکڑی کی
خوشبو اندر داخل ہوتے ہی نتھنوں سے ٹکرائی تھی لیکن اس پر غور نہیں کیا تھا۔ سسٹر
زمرد بھی اب کسی قدر متاثر ہوگئی تھیں وہ دور سے ان تابوتوں کو دیکھتی رہیں دونوں
میں بڑے بڑے تالے لٹکے ہوئے تھے یہ تالے بند تھے انہوں نے خشک ہونٹوں پر زبان
پھیر کر مجھے دیکھا اور بولیں۔

"انہیں کھولیں.....؟"

"نہیں۔" میری بھنچی ہوئی آواز ابھری۔

سسٹر زمرد نے مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھا پھر بولیں۔ "آؤ..... اس کا
فیصلہ بعد میں کریں گے پہلے اس جگہ کو مکمل طور سے دیکھ لیں..... آؤ.....!"
انہوں نے پہلے اس بغلی دروازے کو کھولا دوسری طرف ایک بالکل خالی کمرہ نظر آیا
اس کا روشنی میں جائزہ لے کر سسٹر نے روشنی بند کی اور پھر اس کمرے کے بھی
اندرونی دروازے سے اندر داخل ہوگئیں یہ شاید کاٹیج کا آخری کمرہ تھا کیونکہ بند
دروازے کی جھریوں سے سورج کی روشنی جھانک رہی تھی اس میں کوئی شے نہیں
تھی۔

"روشنی!" زمرد نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں..... ہاں۔" میں نے پھولے ہوئے سانس کے ساتھ کہا۔

"تم نے خوف زدہ نہ ہونے کا وعدہ کیا تھا۔"

"سسٹر میں خوف زدہ نہیں ہوں میں ماحول سے متاثر ہوگئی ہوں۔"

"خود کو سنبھالو روشنی..... میں بھی پتھر کی انسان نہیں ہوں لیکن سالک
صاحب نے جس مشکل سے اس جگہ کی نشاندہی کی ہے اس کی کوئی وجہ ضرور ہوگی وہ
وجہ جانے بغیر یہاں سے واپس چلے جانا اچھا نہ ہوگا۔ یہاں ان تابوتوں کے سوا ہمیں
ابھی تک اور کچھ نظر نہیں آیا' کیا ان تابوتوں کو کھول کر دیکھ لینا مناسب نہیں ہوگا۔"

میں نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے سسٹر زمرد کو دیکھا اور بولی۔ "مگر
ان میں تالے لگے ہوئے ہیں اور ہمارے پاس انہیں کھولنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔"

"آؤ ہمت کریں۔ کوشش کریں شاید کام بن جائے۔" سسٹر زمرد کی ہمت قابلِ
داد تھی میرے حوصلے تو پست ہوگئے تھے اور اگر میں یہاں تنہا آتی تو کسی طور ایسی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جرأت نہیں کر سکتی تھی۔ سسٹر زمرد بڑے دل گردے کی مالک تھیں میں ان کے ساتھ واپس اس کمرے میں آگئی جہاں دونوں تابوت رکھے ہوئے تھے اور اچانک ہی میرے منہ سے چیخ نکل گئی سسٹر زمرد نے بھی اپنا ہاتھ ہونٹوں پر رکھ لیا تھا ان میں سے ایک تابوت کا ڈھکن کھلا ہوا تھا اور وہ بڑا سا تالا جسے ابھی چند لمحات قبل ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ کر گئے تھے' تابوت سے تھوڑے فاصلے پر پڑا ہوا تھا ہمارے جسموں نے پسینہ چھوڑ دیا۔ سسٹر زمرد کی کیفیت بھی مجھ سے مختلف نہیں تھی بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے پورے جسم میں ٹھنڈی ٹھنڈی لہریں دوڑ رہی تھیں تابوت میں کون تھا' تالا کس نے کھولا' ڈھکن کس نے کھولا؟ بدن جیسے منجمد ہو کر رہ گئے تھے اور شدید سردی لگنے لگی تھی۔ سسٹر زمرد بھی پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس منظر کو دیکھتی رہیں پھر انہوں نے آہستہ سے کہا۔ "دوسرے تابوت کا تالا بند ہے۔"

"چلئے سسٹر یہاں سے چلئے۔" میں نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔

"ہرگز نہیں..... آخر استاد محترم نے ہمیں یہاں موت کے حوالے کرنے کے لئے یہاں کی نشاندہی نہیں کی ہوگی' آؤ دیکھیں تابوت میں کیا ہے..... آؤ روشنی' بس خوف کو ترک کردو' زیادہ سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے۔" زمرد نے میرا ہاتھ پکڑا اور میں تقریباً گھسٹتی ہوئی ان کے ساتھ آگے بڑھ گئی صندل کے تابوت سے صندل کی خوشبو اٹھ رہی تھی اس کے اندر ایک عجیب سی چیز بچھی ہوئی تھی جسے میں تو کم از کم کوئی نام نہیں دے سکتی تھی باقی اس میں اور کچھ نہیں تھا۔ صاف ظاہر ہوتا تھا کہ تابوت میں جو کوئی لیٹا ہوا تھا' چند لمحات قبل جب ہم دوسرے کمرے میں گئے تھے اور وہاں رکے تھے باہر نکل گیا ہے لیکن کہاں کوئی اندازہ نہیں تھا سسٹر زمرد نے دوسرے تابوت کی طرف دیکھا اور پھر اس کے قریب بیٹھ گئیں۔ انہوں نے اس مضبوط تالے کو ٹٹولا زور زور سے کھینچا اس پر گھونسے مارے لیکن گھونسے مارنے سے تالے کھلتے نہیں ہیں۔ وہ ٹس سے مس نہیں ہوا میں حیرت سے ان کی یہ جرأت دیکھ رہی تھی ایک عجیب سا جنونی جذبہ ان کے اندر ابھر آیا تھا جس نے ان کے خوف کو زائل کر دیا تھا میں البتہ اسی کیفیت کا شکار تھی۔ تابوت کے اتنے قریب کھڑے ہوتے ہوئے نہ جانے کیسے کیسے ڈراؤنے خیالات میرے دل میں آرہے تھے اگر میں اس تابوت میں لیٹ جاؤں اور کوئی یہ ڈھکن بند کر دے..... تو..... تو کیا ہوگا؟ میں نے ایک جھرجھری سی لی اسی وقت سسٹر زمرد کھڑی ہو گئیں۔

"آؤ ہم اسے نہیں کھول سکتے مشکل ہے آؤ واپس چلیں۔" میں اس کے لئے فوراً ہی آمادہ ہو گئی اور ہم نے باہر جانے والے راستے کی جانب قدم بڑھا دیئے۔ سسٹر زمرد اس قدر ہوش و حواس میں تھیں کہ اس کمرے سے باہر قدم رکھتے ہوئے انہوں نے اندر ہاتھ ڈال کر دیوار کا سوئچ آف کر دیا اور پھر دروازے کو بھی اسی انداز میں بھیڑ دیا جس طرح وہ پہلے سے تھا اب ہم اس پہلے کمرے میں تھے جو داخلی کمرہ تھا دوسرے کمرے کا بغلی دروازہ بھی ہم نے کھول کر اندر جھانکا تھا اور وہاں کچھ نہیں پایا تھا اس کمرے میں بھی ایک ایسا ہی دروازہ تھا۔ سسٹر زمرد نے باہر نکلنے کی بجائے اس دروازے کی جانب قدم بڑھا دیئے میں نے سوالیہ نگاہوں سے انہیں دیکھا تو وہ بولیں۔

"بس یہی ایک جگہ باقی رہ گئی ہے اسے کیوں چھوڑا جائے' آؤ بھئی اب میرے دل میں خوف کا کوئی عنصر نہیں ہے تم بھی ہمت کرلو۔" میں ٹھنڈی سانس لے کر ان کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔

اس کمرے کا دروازہ بھی بند نہیں تھا لیکن اس میں تاریکی چھائی ہوئی تھی زمرد نے ہاتھ بڑھا کر سوئچ تلاش کیا اور یہاں بھی روشنی ہو گئی لیکن اس کمرے کا ماحول مختلف نظر آیا یہاں فرش پر موٹا قالین بچھا ہوا تھا صوفے پڑے ہوئے تھے کمرہ بھی تمام کمروں سے بڑا تھا جس چیز نے ہمارا لہو خشک کر دیا وہ ایک انسانی وجود تھا سفید براق لباس میں ملبوس..... سر سے پاؤں تک چھپا ہوا آنکھوں کی جگہ تک سوراخ نہیں تھے۔ ایک کرسی پر تنا ہوا بیٹھا تھا بظاہر مجسمہ ہی نظر آتا تھا شاید ہمارا خوف اس تصور سے ختم ہو جاتا کہ وہ صرف ایک مجسمہ ہے لیکن دو عمل ایک ساتھ ہوئے تھے اور ہم لرز گئے تھے۔ اول تو ہمارے عقب میں دروازہ خود بخود بند ہو گیا تھا دوم اچانک اس مجسمے میں تحریک ہوئی تھی یوں لگتا تھا جیسے کوئی نادیدہ وجود دروازہ بند کر کے اس سفید کفن میں داخل ہو گیا ہو پھر ہمیں ایک بھاری آواز سنائی دی۔

"بیٹھ جاؤ..... تمہیں خوف زدہ نہیں ہونا چاہئے۔" ساری جان کھنچ کر آنکھوں میں یکجا ہو گئی تھی' دانت دہشت سے بھنچ گئے تھے' بدن پر کپکپی طاری ہو گئی تھی آواز دوبارہ سنائی دی۔ "روشنی..... میری روح..... میری جگر گوشے مجھ سے ڈر رہی ہو اپنے باپ سے' اپنے باپ سے خوف زدہ ہو رہی ہو۔"

☆------☆------☆

ہزار ایٹم بم پھٹ گئے تھے۔ ہزاروں آتش فشاں پھٹ گئے تھے' سرخ دہکتا ہوا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لاوا آسمان تک اچھل گیا تھا' زلزلہ آگیا تھا' میں ہچکولے کھانے لگی۔ میرا بدن ڈولنے
سسٹر زمرد نے مجھے سنبھالا ورنہ میں گر پڑی ہوتی۔ آگ' چاروں طرف آگ' میر
قدم بہک رہے تھے سسٹر زمرد نے کسی نہ کسی طرح مجھے گھسیٹ کر صوفے پر بٹھادیا
ان کی حالت بہتر نہیں تھی میری آنکھیں کفن میں ڈھکے وجود پر جمی ہوئی تھیں اس
نیچے چھپے ہوئے چہرے کو دیکھنے کی حسرت میں کھلی ہوئی تھیں۔ میرے کانوں نے ا
باپ کی آواز سنی تھی ابو میرے سامنے موجود تھے دل نے فوراً مان لیا تھا کہ وہ ابو
کوئی شبہ نہیں ہوا تھا اس سچائی پر..... لیکن..... وہ اب بھی چھپے ہو
ہیں..... اب بھی..... قوت گویائی جیسے ختم ہوگئی تھی آنکھوں سے آنسو
نہیں نکل رہے تھے کہ زبان بن جائیں بس بدن کپکپا رہا تھا گمبھیر آواز نے پھر کہا۔

"مجھے اس لی اس کیفیت کا اندازہ تھا مس زمرد..... کاش یہ مشکل لمحا
ابھی نہ آتے اسے سنبھالو..... روشنی میری زندگی خود کو سنبھالو میری بچی
وجوہات ہی تو تھیں جنہوں نے مجھے یہ فاصلے اختیار کرنے پر مجبور کردیا ور
ورنہ....." آواز بھرا گئی کچھ لمحات خاموشی رہی پھر ابو کی آواز ابھری۔ "یہ
میں نہیں چاہتا تھا اس سے تو گریز کر رہا تھا لیکن..... زمرد اسے سنبھالو
کرم.....!"

"روشنی..... روشنی جان.....!" سسٹر زمرد کی آواز مشکل
نکلی۔

"ابو..... سسٹر میرے ابو.....!" میری حسرت بھری آواز ابھری۔

"خود کو سنبھالو روشنی خدا کے لئے خود کو سنبھالو..... آپ سعدی صاح
آپ..... آپ کچھ نہیں کرسکتے.....!" زمرد نے کہا لیکن دوسری طر
خاموشی طاری رہی میں اس سفید وجود کو دیکھتی رہی پھر کچھ قرار سا آنے لگا کچھ دیر
بعد سفید وجود سے آواز ابھری۔

"سالک نے یہ بہتر نہیں کیا اسے کسی طور یہ نہیں کرنا چاہئے تھا۔"

"آپ کو..... سر..... آپ کو سالک جلال کے بارے میں معلو
ہے۔"

"ہاں وہ مجبوریوں کا شکار ہوگیا کاش روشنی ہم سے تعاون کرلیتی لیکن.....
بھول مجھ سے بھی ہوئی' صحیح فیصلے میں بھی نہیں کرسکا۔ خدا سالک کو زندگی دے ا

نے اس احساس کے تحت یہ نشاندہی کی کہ شاید وہ زندہ نہ رہ سکے بہت برا ہوا ہے بہت
ہی برا ہوا ہے۔"

"جو کچھ ہوگیا ہے سر..... وہ ناگزیر ہے آپ روشنی کو سہارا دیجئے ورنہ
اسے نقصان پہنچ سکتا ہے۔"

"تمہارا کیا خیال ہے زمرد میرے دل میں یہ آرزو نہیں ہے۔" رندھی ہوئی
آواز سنائی دی۔

"پھر؟" زمرد نے خود پر قابو پالیا تھا اس پھر کا کوئی جواب نہیں ملا دیر تک خاموشی
طاری رہی پھر ابو نے کہا۔

"روشنی مجھے تمہاری اس کیفیت کا احساس ہے بیٹی مجھ سے کچھ اور تعاون کرسکتی
ہو..... کچھ اور وقت دے سکتی ہو مجھے..... وہ وقت جو تمہاری نادانی سے
تمہاری جلد بازی سے مشکل ہوگیا ہے بس تھوڑے سے دن رہ گئے ہیں اگر یہ
گزر جاتے تو شاید ہمیں ان مشکلات کا شکار نہ ہونا پڑتا۔"

میں کیا جواب دیتی بس پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کفن پوش کو دیکھتی رہی جس
کے دل میں اب بھی میرے لئے گداز نہیں پیدا ہوا تھا جس نے میرے سامنے آکر بھی
مجھے اپنے سینے کے لمس سے محروم رکھا تھا نہ جانے کیوں' نہ جانے کیوں میرے باپ
نے میرے ساتھ یہ رویہ اختیار کیا تھا۔ معاً ایک خیال میرے ذہن سے گزرا اس بات کا
کیا ثبوت ہے کہ یہ پُراسرار وجود میرا باپ ہی ہے میں جن انوکھے حالات سے گزر رہی
تھی ان کا سرپاؤں ہی سمجھ میں نہیں آتا تھا دھوکے بازوں کی ایک منڈلی تھی جس نے
طرح طرح مجھے دھوکے دیئے تھے اس پُراسرار وجود کے منہ سے میرے لئے جو الفاظ
نکلے تھے انہوں نے میری عمر بھر کی حسرت کو ہوا دی تھی اور باپ کے نام سے ہوا کا
ایک جھونکا بھی میری زندگی سے گزرتا تو میں اسے تسلیم کرنے پر آمادہ ہوجاتی میرے
شدید جذباتی ہیجان نے اس پُراسرار وجود کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ کو اس کی
خواہش کے مطابق قبول کرلیا تھا ورنہ کیا ثبوت تھا اس بات کا کہ وہ میرا باپ ہی ہے
باقی جو کچھ تھا یا نہیں تھا لیکن اس تصور نے میری کیفیت میں بحالی پیدا کردی تھی' سسٹر
زمرد نے کہا۔

"سر میں تمام حالات سے ناواقف ہوں' مجھے تو اس بات پر ہی حیرت ہے کہ آپ
مجھے میرے نام سے کیسے جانتے ہیں لیکن اس کے باوجود میں آپ سے یہ ضرور کہوں گی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہ روشنی بچپن سے آپ کی آرزو کا شکار ہے اسے نہ ماں ملی نہ باپ اور اب اس سے اتنا فاصلہ اختیار کئے ہوئے ہیں اگر اسے کسی مقصد کے لئے آمادہ ہی کرنا چاہیں تو پہلے اپنی شفقت کی ادائیگی کر دیجئے گا میرے خیال میں روشنی کے لئے اس وقت آپ کی محبت سے قیمتی اور کوئی شے نہیں ہے اس کے بعد آپ اسے ہر مقصد کے لئے آمادہ کر سکتے ہیں۔"

"زمرد..... پہلی بات تو یہ ہے کہ میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں سالک میرا وکیل ہے' میں اس بارے میں جانتا ہوں دوسری بات کے لئے میں کسی کو قصوروار نہیں ٹھہرا سکتا جو کچھ ہے۔ وہ انسانی عقل سے بعید ہے چنانچہ اسے الفاظ میں بیان کر کے کسی کے ذہن کو مطمئن کرنا ممکن نہیں ہے۔ روشنی سے میں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ مجھے صرف چند ماہ کی مہلت دے دے اس کے بعد بہت سے معمے خود بخود ہو جائیں گے اس سے پہلے کچھ ممکن نہیں ہے۔ سالک اگر درمیان میں ہوتا تو بہت سی مشکلات کا حل اس کے پاس تھا اور اگر روشنی' صمد اور جہانی بیگم سے تعاون کرتے میرا منصوبہ اسی طرح عمل پذیر ہوتا جس طرح میں چاہتا تھا یہ ساری مشکلات اس گھر سے باہر قدم رکھنے سے پیدا ہوئیں کیونکہ کچھ لوگ میری تاک میں تھے جو ہونا تھا وہ ہو چکا ہے اب بہت سی مزید مشکلات سے گزرنا پڑے گا میں کچھ ہدایات دینا چاہتا ہوں' کچھ خواہشیں کرنا چاہتا ہوں کیا میری بیٹی انہیں مان لے گی.....؟"

تھوڑی دیر کی خاموشی اختیار کی گئی غالباً میرے جواب کا انتظار کیا جا رہا تھا' میں کچھ کہنے پر آمادہ نہیں تھی عجیب سی ملی جلی کیفیت کا شکار تھی غصہ' بے چینی اور یقینی ان چیزوں نے میری زبان بند کر رکھی تھی پُراسرار وجود کی آواز پھر ابھری۔

"زمرد اگر تم خود میں ہمت پاتی ہو اور اس ناقابلِ یقین داستان میں شامل ہونا چاہتی ہو تو بنیاد کچھ بھی ہو' تمہیں روشنی کا ساتھ دینا ہو گا اگر تمہیں سالک کی ہدایت ہے تو یوں سمجھ لو جو کچھ تم کرو گی وہ اس کی خواہش سے الگ نہ ہو گا۔"

"آپ فرمائیے کیا کرنا ہو گا مجھے.....؟"

"تمہیں پُرتگال تک کا سفر کرنا ہو گا لزبن پہنچنے کے بعد تمہیں اوپورٹو جانا ہو گا جہاں تمہاری ملاقات پروفیسر ڈان ایرن سے ہو گی اور میرا ایک پیغام تمہیں اس کے حوالے کرنا ہو گا صرف یہی ایک شخص ہے جو سالک کا نعم البدل اور تمہارا رہنما ہو گا۔"

"پُرتگال؟" زمرد نے پریشانی سے کہا۔

"ہاں زمرد..... اب وہی میری مشکل کا حل ہے۔"

"روشنی میرے ساتھ جائے گی۔" زمرد نے پوچھا۔

"یقیناً..... پروفیسر ڈان ایرن سالک کی جگہ لے لے گا۔"

"لیکن سر..... ہم ان سے متعارف کیسے ہوں گے' انہیں تلاش کیسے کریں گے؟" زمرد نے کہا۔

"میں اس کا مکمل انتظام کروں گا۔"

"کچھ نہیں کرنا مجھے' کہیں نہیں جاؤں گی میں' جھوٹ ہے یہ' سب فراڈ ہے' میں کچھ تسلیم نہیں کرتی' میری ماں کہاں ہے' تم کون ہو..... کیا ثبوت ہے تمہارے پاس کہ تم میرے باپ ہو' کونسی مصلحت تمہیں اب بھی مجھ سے چھپائے ہوئے ہے بتاؤ ساری زندگی روپوش رہے تم..... اور اب..... جب میں نے تمہیں تلاش کیا ہے' میں ہزار دقتوں کے بعد یہاں پہنچی ہوں تو..... تمہاری مصلحت کوشی اب بھی جاری ہے تم میرے باپ نہیں ہو..... تم اس لئے اس کپڑے میں چھپے ہوئے ہو کہ میں اپنے باپ کا تصور پہچانتی ہوں یقیناً اس پردے سے وہ چہرہ برآمد نہیں ہو گا جو میرے باپ کا چہرہ ہے۔" میں پھٹ پڑی یہ ہیجان انگیز الفاظ چیخوں اور سسکیوں کے انداز میں میرے منہ سے نکلے تھے۔

دیر تک میرے یہ الفاظ کمرے میں گونجتے رہے ان کی بازگشت ختم ہوئی تو سفید لباس میں ملبوس وجود آہستہ آہستہ کرسی سے اٹھ گیا بلند و بالا قد و قامت' چوڑا چکلا بدن نمایاں ہو گیا تھا' ڈھیلی ڈھالی آستینوں میں ہاتھ تک نمایاں نہیں تھے مگر ان کی جنبش محسوس ہو رہی تھی اچانک سفید کفن نما لبادہ اس جسم سے علیحدہ ہو گیا میری سلگتی آنکھیں وہ چہرہ دیکھنا چاہتی تھیں جو کفن کے پیچھے تھا لیکن لبادے سے کوئی چہرہ برآمد نہیں ہوا سفید چمک دار کپڑے کی پٹیوں سے بنا ہوا ایک انسانی پتلا آنکھوں کے سامنے تھا بالکل ان مصری ممیوں کی مانند جو میں نے تصویروں میں دیکھی تھیں میرا سانس بند ہو گیا سپاٹ پتلے کے ہاتھ اٹھے اس نے سر کے پاس کوئی شے ٹٹولی اور کپڑے کی پٹی کا سرا اسے مل گیا اس نے یہ پٹیاں کھولنا شروع کر دیں کچھ دیر کے بعد زمین پر پٹیوں کے ڈھیر کے سوا اور کچھ نہ رہا اور پٹیوں کے اندر سے کچھ نہیں برآمد ہوا تھا بس ان کا ڈھیر قالین پر پڑا ہوا تھا۔ میرے حلق سے دہشت بھری چیخ نکلی اور میں زمرد سے لپٹ گئی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سسٹر زمرد کے بدن کی کپکپاہٹ مجھے صاف محسوس ہو رہی تھی۔

کمرے کی فضا میں وحشت ناک سناٹا پھیلا ہوا تھا۔ سسٹر زمرد بھی ہمت کھو بیٹھی تھیں۔ انہوں نے مجھے بھینچ لیا تھا۔ کچھ دیر یونہی گزر گئی پھر اچانک پٹیوں کے ڈھیر میں کچھ تحریک نمودار ہوئی اور وہ مخصوص انداز میں رول ہونے لگیں نادیدہ ہاتھ دوبارہ انہیں انسانی پتلے کی شکل میں ترتیب دے رہے تھے دیکھتے ہی دیکھتے پتلا تیار ہو گیا اور پھر سفید لبادہ پہلے کی طرح اس پر منڈھ گیا اس کے بعد وہی مانوس آواز ابھری۔

"روشنی..... میں خود اپنی ذہانت کا شکار ہو گیا ہوں جو کچھ ہوا ہے' اسے بتانے کے لئے دنیا کی کسی زبان میں الفاظ نہیں ہیں وقت ہی ان حقیقتوں کا انکشاف کرے گا اور گو ابھی وقت نہیں آیا ہے لیکن تم نے اپنی منزل کی جانب قدم اٹھا دیئے ہیں تم کچھ عرصے میں اپنا راز پالو گی یہ ایک یقینی امر ہے خواہ تم اس سے کتنا ہی گریز کرو میں تمہارا باپ ہوں حالانکہ یہ کہتے ہوئے میں خود بھی شرمندہ ہوں لیکن کیا کروں تقدیر کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں مجھ سے خوف زدہ نہ ہو اور تم بھی ہمدرد لڑکی..... میری بیٹی سے تعاون کرنے والے کسی طور گھاٹے میں نہیں رہیں گے میں ان کے احسانات کبھی نہیں بھولوں گا۔ روشنی میرے دل کے ٹکڑے اپنے باپ کو خود سے منحرف نہ سمجھنا اس ناکارہ شکل میں تمہارے سامنے کیا آتا یہ تو بہتر وقت ہے کہ تم نے یہ سب کچھ برداشت کر لیا اگر بالکل بچی ہوتیں تو تمہارا کیا حال ہوتا جاؤ تقدیر بدلے گی ضرور بدلے گی اور وہ دن ضرور آئے گا۔" آواز سسکی میں ڈھل گئی۔

سسٹر زمرد نے سنبھالا لیا اور ان کی آواز بمشکل نکلی۔ "ہمیں کیا کرنا ہوگا سر.....؟"

"ڈان ایرن میرا گہرا دوست ہے میں تمہیں اس کے نام تفصیلی خط دوں گا تم میری بتائی ہوئی تفصیل کے مطابق پرتگال کے شہر اوپورٹو میں اس سے ملنا اور وہ خط اسے دے دینا اس کے بعد تمہاری باگ ڈور اس کے ہاتھ میں ہوگی اس پر نہ تو کوئی شک کرنا نہ اس سے انحراف۔"

"آپ کو یقین ہے سر کہ مسٹر ڈان ایرن ہماری پذیرائی کریں گے۔" زمرد نے کہا۔

"ہاں بیٹی بالکل یقین ہے۔"

"ان سے ہمیں کیا معلومات حاصل ہوں گی.....؟"

"یہ سوال مجھ سے نہ کرنا..... جاؤ بس اب جاؤ..... ہمارا یکجا ہونا خطرناک بھی ہو سکتا ہے یہ ذمہ داری سالک پر تھی لیکن..... لیکن..... جاؤ بس اب چلی..... جاؤ..... جاؤ بیٹی خدا تمہارا نگہبان ہو۔"

"آؤ روشنی..... آؤ۔" سسٹر زمرد نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا میں نیم مدہوشی کی کیفیت کا شکار تھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا چاہتی ہوں بالآخر ہم گھر آ گئے اپنے بستر پر گر کر میں بلک بلک کر روئی تھی۔

"کیا وہ واقعی میرے ابو تھے سسٹر..... کیا وہ واقعی میرے ابو تھے۔"

"حوصلہ کرو روشنی تقدیر نے تمہیں ایک انوکھی آزمائش میں ڈالا ہے اللہ پر بھروسہ رکھو سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"مگر سسٹر..... کیا وہ واقعی..... مگر وہ تو کچھ بھی نہیں تھے۔ آہ..... کیا تھا وہ سب کچھ..... میں پاگل ہو جاؤں گی سسٹر۔"

"اس کائنات میں نہ جانے کیا کیا ہے ہم کچھ نہیں جانتے واقعی ہم کچھ نہیں جانتے۔"

"انہوں نے مجھے میری ماں کے بارے میں بھی کچھ نہیں بتایا۔"

"مگر وہ کہہ رہے تھے کہ وقت خود بہت سے انکشاف کرے گا تمہیں حوصلے سے وقت کا انتظار کرنا ہوگا۔"

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا سسٹر..... کچھ بھی نہیں سمجھ پا رہی میں۔"

"میں تمہارے لئے کافی بنواتی ہوں تمہیں سکون ملے گا ابھی آتی ہوں میں۔"

سسٹر باہر نکل گئیں میں سوچتی رہی روتی رہی سسٹر کافی دیر میں آئی تھیں پھر جہانی بیگم کافی لے کر آ گئیں سسٹر نے اصرار کر کے مجھے کافی پلائی تھی لیکن کافی کا آخری گھونٹ پورا نہ لے پائی' پلکیں جھکی جا رہی تھیں نہ جانے کیا ہو گیا تھا بس ایک دم نیند آ گئی تھی۔ رات کو کسی وقت آنکھ کھلی تھی لیکن حواس پوری طرح نہیں جاگے بس سسٹر زمرد کو اپنے قریب سوتے ہوئے دیکھا اور دوبارہ بے خبر ہو گئی۔

☆======☆======☆

صبح کو طبیعت بھاری تھی سسٹر زمرد شاید غسل کر کے نکلی تھیں بال گیلے اور چہرہ نکھرا نکھرا لگ رہا تھا مجھے آنکھیں کھولے دیکھ کر مسکرائیں پھر بولیں۔ "اٹھ جاؤ روشنی پونے نو بج رہے ہیں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اٹھتی ہوں سسٹر۔" میں کسمسا کر بولی۔

"بھوک نہیں لگ رہی تمہیں میرا تو دم نکلنے کے قریب ہے۔" انہوں نے
اور اچانک مجھے اپنی بھوک کا احساس ہوا آنتیں چیخ رہی تھیں گرتی پڑتی واش روم
گئی اور ٹھنڈے پانی کی پھواروں سے گزرے ہوئے لمحے اخذ کئے اندازہ ہوگیا کہ
نے کافی میں ملا کر مجھے کوئی خواب آور دوا دے دی تھی اس کا احساس بھی ہوا کہ اس
وقت میرے لئے وہی بہتر تھی۔ باہر نکلی تو ناشتہ لگا ہوا تھا کوئی بات کئے بغیر ہم دونوں
ناشتے میں مصروف ہوگئے خوب ڈٹ کر ناشتہ کیا اور چائے کی کئی پیالیاں پی کر
ہوگئے۔ میں نے زمرد کو دیکھ کر کہا۔ "کافی میں کچھ دیا تھا آپ نے مجھے۔"

"ہاں ضروری تھا۔" سسٹر زمرد نے سنجیدگی سے کہا۔

"اب ہم کیا کریں سسٹر.....؟"

"روشنی۔ میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتی..... کیا تم پرتگال جاؤ گی.....؟"

"جی.....؟" میں نے سہمے ہوئے انداز میں سوال کیا۔

"دراصل روشنی..... میں بڑی کشمکش کا شکار ہوں میری سمجھ میں نہیں آرہا
کیا کروں..... سالک صاحب نے مجھے بہت مختصراً تمہارے بارے میں بتا کر کہا تھا
کہ مجھے کچھ عرصے تمہارے ساتھ رہنا ہوگا۔ تمہارے اطراف سے باخبر رہنا ہوگا
انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ یہ صرف کاروباری معاملہ نہیں ہے بلکہ دوستی کا تقاضا بھی
ہے میں خوشی سے تیار ہوگئی تھی مگر اب روشنی.....!"

"اب.....؟" میں نے خوف زدہ آواز میں کہا۔

"سالک صاحب ہزاروں میل دور لندن کے اسپتال میں پڑے ہوئے ہیں مجھے
آئندہ کے لئے ہدایت دینے والا کوئی نہیں ہے یہاں بہت سے ایسے کیس پڑے ہوئے
ہیں جنہیں اصولی طور پر اب مجھے دیکھنا چاہئے۔ روشنی مجھے تم سے بہت ہمدردی ہے
لیکن مجھے بتاؤ میں کیا کروں اگر صرف یہاں رہنے کی بات ہوتی تو میں سالک صاحب کے
دوسرے شاگردوں اور ساتھیوں سے رابطہ رکھتی اور کام چلتا رہتا لیکن پرتگال جانے
کا معاملہ....."

سسٹر....." میرا دم گھٹنے لگا میرے چہرے پر خوف کے آثار ابھر آئے۔

"سسٹر..... آپ..... آپ کیا..... کہنا چاہتی ہیں.....؟"

"اس کے علاوہ روشنی سچ یہ ہے کہ میں ڈر بھی گئی ہوں کیونکہ میں کچھ سمجھ نہیں

سکی ہوں تم ایک معصوم سی بچی ہو تمہاری نسبت میں عمر رسیدہ ہوں اس وقت میں نے
خود کو تمہاری وجہ سے سنبھالا تھا مگر میں ساری رات نہیں سو سکی کچھ بھی سمجھ میں نہیں
آرہا نہ جانے یہ سب کیا ہے تم خود سوچو روشنی میں تو اس سلسلے میں کچھ بھی نہیں
کر سکتی کیونکہ میں کچھ جانتی ہی نہیں ہوں۔"

میری آنکھوں سے آنسو ابل پڑے اس طرح بے اختیار ہو کر روئی کہ سنبھالے
نہ سنبھل سکی۔ میرے منہ سے ایک ہی جملہ نکل رہا تھا۔ "سسٹر آپ بھی.....
آپ بھی سسٹر..... نہیں سسٹر..... نہیں۔" سسٹر زمرد پریشان ہوگئیں۔

"روشنی..... نہیں روشنی..... نہیں میں کہیں نہیں جارہی تمہارے
پاس ہوں میں پلیز روشنی۔" وہ خود بھی رونے لگیں۔

"نہیں جاؤں گی میں پرتگال کچھ نہیں کروں گی میں سسٹر..... بس آپ مجھے
نہ چھوڑیں سسٹر اکیلی مرجاؤں گی میں۔"

"اچھا اچھا..... وعدہ ہے تم سے میرا..... کبھی نہیں جاؤں گی تمہارے
پاس سے تمہاری قسم روشنی..... میرا وعدہ ہے....." نہ جانے کس طرح
میں خاموش ہو سکی تھی۔ کلیجہ پھٹ رہا تھا اس خیال سے کہ سسٹر زمرد بھی دوسروں کی
طرح چند روز ساتھ دے کر جدا ہو جائیں گی یہ تو کوئی بات نہ ہوئی بھاڑ میں جائے سب
کچھ مجھے ملا ہی کیا ہے آنکھ کھولی تو کسی کو قریب نہیں پایا ملازم ہی سب کچھ تھے ہمیشہ کسی
اپنے کی طلب گار رہی کوئی ملا تو کسی نہ کسی وجہ سے دور ہوگیا۔

عجیب دن گزرا سسٹر زمرد سوچوں میں ڈوبی نظر آئی تھیں انہوں نے کئی فون بھی
کئے تھے میں نے بس اپنا دماغ بند رکھا تھا اس سے زیادہ اور نہیں سوچنا چاہتی تھی تھک
گئی تھی اور کیا سوچتی کوئی ایک بات تو سمجھ میں آتی وہ ابو تھے؟ کیا تھے وہ.....
صرف کپڑے کا ڈھیر..... اور کچھ نہیں کچھ بتانا بھی نہیں چاہتے تھے وہ اپنے بارے
میں انتظار تھا انہیں..... میرے اس بے بسی سے مرجانے کا..... اور
..... اور ذہن اس پُراسرار مکان میں پیش آنے والے واقعات کا تجزیہ کرنے لگا
ایک اور بات یاد آئی وہاں دو تابوت تھے دونوں کے تالے بند تھے اور جب ہم
دوسرے کمرے میں واپس پلٹے تھے تو ان میں سے ایک تابوت کھلا ہوا تھا وہ خالی تھا اور
دوسرا اسی طرح بند تھا اس میں کون تھا کیا میری ماں..... کیا وہ بھی..... یہی
سوال میں نے سسٹر زمرد سے کر ڈالا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کیا کہا جاسکتا ہے۔" سسٹرز مرد نے یہ کہہ کر بات ختم کردی اس رات بھی ہمیشہ کی طرح دیر تک جاگتی رہی پھر سو گئی نہ جانے کتنی دیر سوئی تھی کہ کسی نے جھنجھوڑ کر جگایا ہڑبڑا کر اٹھی تو جہانی بیگم کا چہرہ نظر آیا انہوں نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔

"کک.....کیا.....ہے.....کیا....." میں نے گردن گھما کر سسٹرز مرد کو دیکھا وہ گہری نیند سو رہی تھیں۔ جہانی بیگم نے میرا بازو پکڑ کر مجھے اٹھنے کا اشارہ کیا اور میں اٹھ گئی وہ اسی پُراسرار انداز میں مجھے کمرے سے باہر لے آئی تھیں۔

"بات کیا ہے جہانی بیگم.....؟" میں نے کسی قدر جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"آج ہم اپنے فرض سے سبکدوش ہو رہے ہیں اس کے بعد ہم تمہارا ساتھ نہیں دے سکیں گے روشنی۔"

"جا کہاں رہی ہیں آپ....."

"سعدی صاحب آئے ہیں چلو اپنے باپ سے مل لو۔" جہانی بیگم نے کہا اور میرے ہاتھ پاؤں پھول گئے بہت سے خیالات ایک دم دل میں آئے تھے۔ وہ بغیر جسم کا وجود کیا وہ فریب تھا؟ کیا اس فریب کا پردہ چاک ہونے والا ہے؟ کیا اس کا میرے باپ ہونے کا دعویٰ غلط تھا.....! میرے قدم لڑکھڑانے لگے دل کی دھڑکنوں پر نہ جانے کس طرح قابو پاتی میں اس کمرے میں داخل ہوئی جہاں ایک نہایت شاندار سوٹ میں ملبوس شخص کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اس کے سر پر فلیٹ ہیٹ تھا اور پورا جسم تاریکی میں تھا۔ "یہ ہیں تمہارے ابو.....!"

"ٹھیک ہے جہانی بیگم تم جاؤ۔" وہی میٹھی آواز سنائی دی جو میں نے کامیج نمبر تیرہ میں سنی تھی بالکل وہی آواز تھی۔

"کچھ کہنا چاہتی ہوں صاحب۔" جہانی بیگم نے کہا۔

"کیا بات ہے.....؟"

"روشنی بٹیا نے ہم پر اعتبار کرنا چھوڑ دیا ہے ان کا رویہ بہت خراب ہوگیا ہے ہمارے ساتھ میں اور صمد بابا آپ ہی کا انتظار کر رہے تھے ہم نے فیصلہ کرلیا تھا کہ اس بار آپ آئیں گے تو ہم آپ سے معذرت کرلیں گے کہ.....اب ہم یہاں نہیں رہ سکیں گے۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہو جہانی بیگم تم نے روشنی کی جو خدمت کی ہے اس کی مثال ناممکن ہے اس کے بعد بھی ایسا سوچتی ہو۔"

"نہیں صاحب..... اب یہ مشکل ہے ہم معافی چاہتے ہیں۔" جہانی بیگم رونے لگیں۔

"آپ باہر جائیے جہانی بیگم..... میں روشنی کو سمجھا لوں گا براہِ کرم تمام برے خیالات دل سے نکال دیجئے آپ اس گھر کا ستون ہیں ستونوں کے بغیر گھر کہاں قائم رہتے ہیں آپ اطمینان رکھئے میں اسے سب کچھ بتادوں گا۔" جہانی بیگم کمرے سے باہر نکل گئیں میں سرد نظروں سے ابو کو دیکھ رہی تھی یہ پتہ چل گیا تھا کہ ڈچ کامیج میں ملنے والی شخصیت اور یہ وجود ایک ہی ہیں اسی طرح ابو مجھے دیکھنے آتے ہوں گے۔ انہوں نے کہا۔

"میں نے ڈان ایرن کے لئے خط تیار کرلیا ہے روشنی اسے سنبھال کر رکھو۔" انہوں نے کوٹ کی اندرونی جیب سے براؤن رنگ کا ایک موٹا لفافہ نکال کر میری طرف بڑھادیا۔

"مجھے پرتگال نہیں جانا۔" میں نے کہا۔

"کیوں.....؟"

"بس مجھے کہیں نہیں جانا مجھے جو زندگی آپ نے دی ہے اسی میں بقیہ سانسیں پوری کرلوں گی۔"

"نہیں روشنی بیٹے مجھ سے تعاون کرو۔"

"کیسی غیر فطری باتیں کر رہے ہیں آپ ابو میں ساری زندگی آپ کے اور ماں کے تصور میں سلگتی رہی ہوں ایک اجنبی کی کرم فرمائی نے آپ کے ٹھکانے کا پتہ دیا وہاں آپ نہ ملنے کی طرح ملے اور آپ نے میری تسلی کے بجائے اپنے کام مجھے سونپ دیئے۔ معاف کیجئے گا ابو..... اگر آپ واقعی میرے ابو ہیں تو مجھے یہ کہتے ہوئے افسوس ہے کہ آپ سے ملنے کے بعد میرے دل میں آپ کی لگن ماند پڑ گئی ہے۔"

میرے ان الفاظ پر دوسری طرف سے کچھ دیر کے لئے خاموشی طاری ہوگئی پھر ابو نے کہا۔ "ہاں جب ستارے گردش میں آتے ہیں تو ایسا ہی ہوتا ہے اس کا قصوروار میں تمہیں نہیں ٹھہراتا۔"

"آ[illegible] ہے کہ کتنے سال سوال بنے ہوئے ہیں میرے لئے میں جو اپنے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آپ کو نہیں جانتی۔"

"کاش میں سب کچھ بھول کر صرف تمہیں مطمئن کر سکتا مگر یہ ممکن نہیں ہے روشنی....."

"تب مجھے میرے حال پر چھوڑ دیجئے۔"

"یہ بھی تو ممکن نہیں ہے بیٹی۔"

"آخر کیوں.....؟"

"وہ ضرور ہوتا ہے جو ہونا ہے میں نہ چاہوں۔ تم نہ چاہو تب بھی میں بے جسم زندگی گزار لوں گا مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے لیکن بات ختم نہ ہوگی کیونکہ تاریخ کبھی نہیں بدلتی آخری بار تم سے التجا کرتا ہوں روشنی جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہی کرو اگر یہ التجا بھی تمہیں قبول نہ ہو تو ٹھیک ہے تمہاری مرضی۔"

"کیا میں تنہا وہاں کا سفر کروں.....؟"

"زمرد تمہارے ساتھ ہے۔"

"وہ مجھ سے بھی زیادہ ناواقف ہیں ابو۔"

"اس کے باوجود وہ تمہارا ساتھ دے گی۔"

"انہوں نے انکار کر دیا ہے۔"

"نہیں میں اس سے بات کروں گا۔"

"اور کچھ نہیں کہیں گے مجھ سے۔" میں نے آنسو بھرے لہجے میں کہا۔

"صرف اتنا کہ عام باپ اپنی اولاد کو سینے سے لپٹا کر عملی طور پر اپنی شفقت کو سکون پذیر کر لیتے ہیں لیکن میں اپنے وجود میں سالہا سال سے یہ پیاس سمیٹے ہوئے بے بسی کی منزلوں سے گزر رہا ہوں مجھ سے زیادہ بے بس اس کائنات میں دوسرا نہ ہوگا۔"

"ٹھیک ہے ابو..... ٹھیک ہے لائیے لفافہ مجھے دے دیجئے وہی کروں گی جو آپ کہہ رہے ہیں..... ورنہ..... اور کچھ ہے بھی تو نہیں میرے لئے اس دنیا میں' لائیے۔" میں نے لفافہ لے لیا۔

"میں جا رہا ہوں زیادہ دیر رکنا خطرناک ہو جائے گا۔"

"خدا حافظ۔" میں نے کہا۔

"خدا حافظ۔" وہ بولے اور پھر باہر نکل گئے میں حسرت بھری نظروں سے انہیں

دیکھتی رہی کتنے شاندار لگ رہے تھے اپنی چال ڈھال سے مگر اس لباس کے نیچے کچھ نہیں تھا وہ صرف ایک دھوکا تھے۔ صرف ایک خیال۔ ایک احساس اور کچھ نہیں.....

☆------☆------☆

دوسرا دن بڑا سنسان تھا سخت بیزاری محسوس ہو رہی تھی دن کو گیارہ بجے کے قریب آنکھ کھلی تھی اور شدید گرانی کا احساس ہوا تھا۔ سسٹر زمرد کی غیر موجودگی نے چونکا دیا اس احساس سے دل دہل گیا کہ وہ چلی تو نہیں گئیں خوف زدہ ہو کر باہر نکل آئی ان سے ٹکراتے ٹکراتے بچی تھی۔

"افوہ..... منہ ہاتھ بھی نہیں دھویا ابھی تک گیارہ بج چکے ہیں بھوک کے مارے دم نکل رہا ہے۔" وہ بولیں۔

"ناشتہ نہیں کیا آپ نے۔"

"ہائے سوال میں وقت ضائع نہ کرو..... شادو..... ناشتہ' ناشتہ لگاؤ بھئی۔" سسٹر زمرد نے کہا کچھ دیر کے بعد ہم ناشتہ کر رہے تھے انہیں بے صبری سے کھاتے دیکھ کر مجھے ہنسی آگئی شکم سیر ہو کر وہ بولیں۔ "رات کو سعدی صاحب آئے تھے۔"

"آپ کو کیسے معلوم ہوا.....؟"

"انہوں نے مجھے فون کیا تھا۔" سسٹر زمرد نے کہا اور میں چونک پڑی۔ "ہمیں پرتگال جانا ہے روشنی تمہارا پاسپورٹ تو نہ ہوگا۔"

"نہیں لیکن آپ کیسے تیار ہو گئیں؟"

"اول تو مجھے تم سے پیار ہو گیا ہے اور میں تمہاری ہر بہتری چاہتی ہوں دوم سعدی صاحب نے استاد محترم کا حوالہ دیا اور کہا کہ سالک صاحب اگر بہتر ہوتے تو اس سے بھی زیادہ اذیت برداشت کر کے تمہارا ساتھ دیتے میں اگر چاہوں تو ان کا نعم البدل بن جاؤں۔"

"پھر.....؟"

"جس شخص نے مجھے کیچڑ سے اٹھا کر مخمل میں رکھ دیا اس کا کوئی بھی مشن میری زندگی کا مقصد ہے میں اس سے روگردانی کیسے کر سکتی ہوں؟ میرا ہر سانس اس کا مقروض ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"گویا آپ تیار رہیں.....؟"

"میں نے احتشام کو بلایا ہے وہ فارم وغیرہ لے کر آئے گا اور تمہاری تصویریں بنا کر لے جائے گا باقی کام میں نے اپنے ساتھیوں کو سمجھا دیئے ہیں۔"

میں خاموش ہو گئی اس کے بعد درمیان کے چند روز میں نے ایک خاموش تماشائی کی حیثیت سے گزارے۔ سسٹر زمرد ایک ادارہ تھیں جس کے بہت سے نمائندے تھے انہوں نے سارے کام مکمل کر لئے پھر ایک دن نہایت احتیاط سے ہم ایئر پورٹ پہنچے اور ایک فلائٹ ہمیں لے کر پرتگال چل پڑی۔ ساری دنیا اجنبی اجنبی لگ رہی تھی میں زندگی کے ان تمام ہنگاموں سے ناواقف تھی اس لئے سہمی ہوئی تھی سسٹر زمرد نے سارے انتظامات کر لئے تھے۔ انہوں نے کہا۔

"پرتگال کے بارے میں ضروری معلومات حاصل کر لی ہیں میں نے..... جنوبی مغربی یورپ میں بحر اوقیانوس کے ساحل کا ملک ہے ہمیں لزبن اترنا ہوگا اور وہاں سے اوپورٹو میں قیام کے لئے ہمیں لیگاس اسٹریٹ پر واقع ہوٹل الاسکا سوٹ کرے گا۔"

"آپ وہاں جا چکی ہیں.....؟"

"خوابوں میں بھی نہیں۔"

"پھر آپ اس قدر معلومات.....؟"

"میرے اسٹاف نے حاصل کی ہیں۔"

"وہاں ہم مطلوبہ شخص کو کیسے تلاش کریں گے۔"

"فون کر کے ہم اسے اپنی آمد کی اطلاع دیں گے۔"

"فون نمبر.....؟"

"مسٹر سعدی مجھے فون پر بتا چکے ہیں۔"

میں نے جہاز کی سیٹ سے پشت ٹکا کر آنکھیں بند کر لیں سسٹر زمرد عورت ہونے کے باوجود کس قدر پُراعتماد تھیں..... یوں جیسے سب کچھ ان کے تابع ہو اور وہی ہوتا ہو جو وہ سوچ رہی ہیں۔ یہ سچ بھی تھا واقعات بھی ایک خواب کی طرح گزر رہے تھے۔ لزبن' پرتگال کا دارالحکومت اس کے بعد اوپورٹو مخصوص طرز کا عظیم الشان شہر جسے میں نے فائیو اسٹار الاسکا کی چوبیسویں منزل کی بڑی سی کھڑکی سے دیکھا تھا۔

"تم نے تو پہلی بار ملک سے باہر قدم رکھا ہے.....؟" سسٹر زمرد نے کہا۔

"میں نے تو پہلی بار زندگی میں قدم رکھا ہے سسٹر.....!"

"واقعی عجیب بات ہے۔" سسٹر زمرد نے گہری سانس لے کر کہا۔

"مسٹر ڈان ایرن کیا ہمیں پہچان لیں گے.....؟" میں نے سوال کیا۔

"سعدی صاحب نے یہی کہا تھا۔"

"ابو سے آپ کی بہت سی باتیں ہوئی تھیں.....؟"

"ہاں..... میرے تیار ہو جانے کے بعد انہوں نے مجھے تمام ضروری باتیں بتا دی تھیں۔"

"مسٹر ڈان ایرن کو کب رِنگ کریں گی؟"

"بس پُرسکون ہو جاؤ' فوراً کریں گے ہاں اگر تم چاہو تو اوپورٹو کی سیر کر کے پرتگال کی زندگی دیکھو۔"

"نہیں' نہ جانے کیوں میں خوف زدہ ہوں۔"

"خیر..... اس کی وجہ میں جانتی ہوں لیکن کوئی حرج نہیں ہے ممکن ہے ڈان خود اس کا انتظام کریں۔" ہم نے کچھ وقت گزارنے کے بعد ڈان ایرن کو فون کیا دوسری طرف سے کسی لڑکی نے کہا۔ "پی گو ایٹ نائن۔"

"مسٹر ڈان ایرن سے بات ہو سکے گی.....؟"

"اس وقت موجود نہیں ہیں کوئی پیغام....."

"کب تک مل سکیں گے.....؟"

"ایک گھنٹہ کے بعد سے لے کر رات ایک بجے تک۔"

"انہیں پیغام دے دیں کہ احمد کمال سعدی کے نمائندے پہنچ گئے ہیں ہوٹل الاسکا کے کمرہ نمبر دو ہزار چار سو ستر میں ان سے ملا جا سکتا ہے۔"

"اوکے..... میں نے نوٹ کر لیا۔" زمرد نے شکریہ ادا کر کے فون بند کر دیا ٹھیک ایک گھنٹے کے بعد کمرے کی بیل بجی۔

"کون ہے.....؟" ہم سمجھے تھے کہ ویٹر ہے لیکن آنے والی شخصیت ویٹر کی نہیں تھی بھاری جسامت کا ایک ادھیڑ عمر پرتگالی تھا جس کے گال ناقابلِ یقین حد تک پھولے ہوئے تھے۔ چہرے کا رنگ بھورا اور دھوپ میں جھلسا ہوا معلوم ہوتا تھا آنکھیں بھی اسی طرح دھندلائی ہوئی تھیں۔ ایک قیمتی سوٹ پہنا ہوا تھا اور سر پر فرانسیسی شعبدہ گروں جیسی اونچی ٹوپی نظر آ رہی تھی جسے اتار کر اس نے گردن خم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کرتے ہوئے کہا۔

"ڈان ایرن..... اور یقیناً میں غلط کمرے میں نہیں آیا۔"

"ہیلو مسٹر ایرن آپ بالکل درست جگہ تشریف لائے ہیں براہ کرم تشریف رکھئے۔" سسٹرز مرد نے کہا۔

"تم میں سے سعدی کی بیٹی کون ہے۔" ڈان ایرن نے خود ہی دروازہ بند کر کے اندر قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یہ روشن جمال سعدی ہیں۔"

"ہیلو بے بی ویسے تو تم سمجھ گئی ہو گی کہ میں ڈان ایرن ہوں کیونکہ تم نے مجھے فون کیا تھا اور میرے علاوہ یہاں کسی اور کو نہیں آنا چاہئے تھا لیکن یہ تمہارے فادر کا ٹیلی گرام ہے اسے دیکھو لو.....!" ڈان ایرن نے ٹیلی گرام میری طرف بڑھا دیا۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے مسٹر ایرن آپ کی شخصیت آپ کی سچائی کا ثبوت ہے۔"

"اسے دیکھو۔" ڈان ایرن نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور میں نے ٹیلیگرام لے لیا لکھا تھا۔

"ایرن..... میری بیٹی تمہارے پاس آ رہی ہے تفصیلات وہی بتائے گی مجھے تمہاری مدد درکار ہے۔ احمد کمال سعدی۔" میں نے ٹیلی گرام واپس اس کی طرف بڑھا دیا۔

"بیٹھ سکتا ہوں۔"

"براہ کرم تشریف رکھئے۔" ہم دونوں بھی اس کے سامنے بیٹھ گئے۔

"یہ پی گو ایٹ نائن کیا ہے۔" زمرد نے پوچھا۔

"میرا بار ہے میں اس بار کا مالک ہوں یہاں بار کے نمبر ہوتے ہیں پی گو بار کو کہتے ہیں اور ایٹ نائن اسٹریٹ نمبر..... میں اسی بار کے اوپری حصے میں رہتا ہوں یقیناً اپنے دوست کی بیٹی کو میں اپنے ساتھ رکھتا لیکن بار اچھی جگہ نہیں ہوتی وہاں بہت سے برے لوگ آتے ہیں اس لئے تمہیں الاسکا ہی میں قیام کرنا ہو گا لیکن میرے اخراجات پر..... تم کون ہو لڑکی.....؟" ڈان نے زمرد سے پوچھا۔

"میری ساتھی' میری دوست..... مسٹر سعدی نے انہیں میرے ساتھ بھیجا

ہے۔"

"خوش آمدید..... تمہیں الاسکا پسند ہے.....؟"

"بہت۔"

"کیا تمہارے پاس میرے لئے سعدی کا کوئی پیغام ہے۔"

"جی....."

"مجھے بتاؤ۔" ڈان نے کہا۔ شک و شبے کی کوئی گنجائش نہیں تھی سسٹرز مرد نے وہ لفافہ نکال کر ڈان کو دے دیا ڈان نے موٹے لفافے کی سیل توڑی اور اس میں رکھے ہوئے ایک اور لفافے کو نکال لیا اس پر پلاسٹک چڑھی ہوئی تھی ساتھ میں ایک بڑا پرچہ رکھا ہوا تھا ڈان نے اس لفافے کو الٹ پلٹ کر دیکھا اور پھر پرچے کو کھول لیا پھر وہ کئی منٹ تک اس پرچے کی تحریر کو پڑھتا رہا تھا اس کے چہرے کے تغیرات صاف نوٹ کئے جا سکتے تھے شاید پرچے کو اس نے کئی بار پڑھا تھا اس کے بعد اس نے پرچہ بند کر کے لفافے میں رکھتے ہوئے کہا۔

"اس کے بارے میں تمہیں نہیں بتا سکتا کیونکہ یہ میرے اور میرے دوست سعدی کا معاملہ ہے۔ یہ سب کچھ میری ملکیت ہے میں اسے لئے جا رہا ہوں۔ اوپورٹو بہت خوبصورت شہر نہیں ہے پھر بھی ہر نئی جگہ کو ایک بار دیکھا جا سکتا ہے۔ میں ریکارٹ کو تمہارے پاس بھیج دوں گا وہ تمہیں اوپورٹو کی سیر کرائے گا اوکے۔"

"اوکے سر.....!" میں نے کہا۔

"سر نہیں..... انکل ایرن۔" اس نے انگلی اٹھا کر کہا پھر اٹھ کر ٹیلیفون کے پاس پہنچا اور روم سروس کو فون کر کے پرتگالی زبان میں کچھ ہدایت کی پھر واپس ہمارے سامنے آ بیٹھا۔ "تمہارے ساتھ سیرل کا ایک ایک پیالہ پی کر میں چلا جاؤں گا اس وقت تک میری جستجو مت کرنا جب تک میں خود تمہیں کال نہ کروں۔"

"سیرل کیا ہے سر.....؟" زمرد نے پوچھا..... وہ خوش مزاجی سے مسکرایا اور بولا۔ "تم مجھے انکل کہنے میں کچھ دقت محسوس کرتی ہو؟ سیرل کافی کی ایک قسم ہے بس اس سے تھوڑی سی مختلف مگر تمہیں پسند آئے گی۔"

جو چیز ہم نے پی اس کا نام ذہن نشین کر لیا ایسی ہی لذیذ شے تھی پھر ہم نے ڈان ایرن کو رخصت کر دیا اس کے جانے کے بعد سسٹرز مرد نے کہا۔ "بے شک اس کی صورت بحری قزاقوں سے ملتی جلتی ہے لیکن وہ ایک ایسا شخص ہے جو دل پر اچھے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اثرات چھوڑتے ہیں۔"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے سسٹر مجھے ایک اور رشتہ ملا ہے آہ میں رشتوں کو
کس قدر ترسی ہوئی ہوں۔"

دوسری صبح وہ شخص آگیا جس نے اپنا نام ریکارٹ بتایا تھا ایک خوبصورت فور
کار ہمارے استعمال کے لئے بھیج دی گئی تھی ہم نے اوپورٹو دیکھا انکل ایرن نے ازراہ
انکساری اوپورٹو کو ایک عام سا شہر کہا تھا حالانکہ یہ تو بے حد حسین شہر تھا شام اس طرح
ہوئی کہ پتہ بھی نہیں چل سکا۔ رات کا کھانا ہم نے اپنے ہوٹل واپس آکر کھایا تھا اور
ریکارٹ کو واپسی کی اجازت دے دی تھی۔

پانچ دن گزر گئے ریکارٹ روزانہ آتا تھا چار روز تک اوپورٹو گھوما سب کچھ
دیکھ لیا تھا اس دوران انکل ایرن نے فون بھی نہیں کیا تھا پانچویں دن ہم کہیں نہ گئے
اور ریکارٹ کو واپس بھیج دیا چھٹے اور ساتویں دن بھی ڈان سے کوئی رابطہ نہیں ہوا
اس کے بارے میں ہم نے بہت سی باتیں کی تھیں آٹھویں شام وہ اچانک ہمارے پاس
آگیا۔

"آج ڈنر تمہارے ساتھ کروں گا یقیناً اب اوپورٹو میں تمہارا دل نہیں لگ رہا
ہوگا۔"

"آپ ٹھیک ہیں انکل.....؟" میں نے پوچھا اور وہ ہنس پڑا۔

"تم نے سوچا ہوگا کہ میں پرتگال سے اسپین بھاگ گیا لیکن میں نہیں گیا اور
تمہارے سامنے ہوں اب تم میرے لئے سیرل منگالو تاکہ میں تم سے وہ گفتگو کرلوں جو
میرے دل پر جمی ہوئی ہے۔"

☆======☆======☆

سیرل کے چھوٹے چھوٹے سپ لیتے ہوئے ڈان ایرن نے کہا۔ "اولیور
ڈیگاریکا ایک نامور مہم جو گردانا جاتا ہے۔ شمالی آسٹریا کے جنگلات میں ایک مہم کے
دوران وہ مشکل میں پھنس گیا۔ میں بھی اس کے ساتھ تھا یہ بہت پرانی بات ہے موت
ہم سے چند قدم کے فاصلے پر تھی اور ہم ہنس رہے تھے کہ کیا دلچسپ موت تقدیر نے
لکھی تھی لیکن ڈیگاریکا اب بھی زندگی کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ حیرت سے کہتا تھا کہ اس
طرح ایک ایسے پیش گو کی پیش گوئی غلط ثابت ہوگی جس نے ساری زندگی کبھی کوئی غلط
پیش گوئی نہیں کی اسے اپنی اور اپنے ساتھیوں کی موت کا اتنا افسوس نہیں تھا جتنا خود

کی پیش گوئی کے غلط ہونے کا۔ تب یوں ہوا کہ ایک تحقیقی پارٹی وہاں پہنچ گئی اور اس
نے ہم سب کی زندگی بچالی یہ بھی ایک اہم بات تھی کہ ہمیں بچانے کے لئے اس پارٹی
کو اپنی زندگی داؤ پر لگانی پڑی۔ صورتِ حال یہ تھی کہ اگر وہ لوگ اپنی کوششوں میں
کامیاب نہ ہوتے تو ہمارے ساتھ انہیں بھی زندگی کھونی پڑتی اور مددگار پارٹی میں یہ
تحریک اس کے ایک رکن احمد کمال سعدی کی تھی۔ یہ ہمارا تعارف تھا بعد میں پتہ چلا
کہ وہ مصریات کا دیوانہ ہے اور مصر کے بارے میں عام تحقیق سے ہٹ کر تحقیق کرنا
چاہتا تھا پھر یہ پتہ چلا کہ اس نے اہرامین مصر کے بارے میں ایسے نئے سراغ لگائے ہیں
جو ابھی تک دنیا کے سامنے نہیں آئے ان دنوں میں بھی اہرامین پر کام کر رہا تھا چنانچہ
ایک صحرا میں ہمارا ٹکراؤ ایسے مقام پر ہوا جب ہم ریت کے طوفان میں گھرے ہوئے
پانچ دن کے بھوکے پیاسے تھے اور اس عالم میں تھے کہ ہمارے حواس معطل ہوگئے تھے
چند لمحات اور گزر جاتے تو ہم ریت کی گہرائیوں میں دفن ہوچکے ہوتے۔ ہم بے ہوش
ہوگئے اس کے بعد ایک نخلستان میں ہمیں ہوش آیا اس بار بھی ہماری زندگی احمد کمال
کی ہمت کی مرہونِ منت تھی۔ اتنی تفصیل کافی ہے اور اس سے میرا مفہوم بھی واضح
ہوجاتا ہے اس دوسرے واقعہ کے کوئی دو سال بعد کی بات ہے کہ یہاں پرتگال میں
ایک شام جب سیلیانو پارک میں چہل قدمی کر رہا تھا کسی نے مجھے میرے نام سے پکارا
میں نے چونک کر اِدھر اُدھر دیکھا کوئی نہ تھا آواز نے کہا۔ "یہ میں ہوں ڈان ایرن اگر
تمہیں یاد ہو میرا نام احمد کمال ہے۔"

"مگر تم کہاں ہو؟"

"تمہارے نزدیک۔"

"نظر کیوں نہیں آرہے؟"

"تم نے مجھے پہچان لیا؟"

"تمہاری آواز کو میں زندگی دینے والے فرشتے کی مانند پہچان سکتا ہوں مگر یہ کیا
اسرار ہے کیا تم نگاہوں سے گم ہوجانے کا کوئی عمل دریافت کرچکے ہو۔"

"نہیں میرے دوست..... میں ایک المیے کا شکار ہوگیا ہوں۔"

"کہاں، کیسے.....؟"

"بیکار ہے مجھ سے میرے بارے میں نہ پوچھو..... بس تمہیں دیکھا پہچان لیا
تھا چاہا کہ تم سے بہت باکروں تم خیریت سے ہو۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اس گفتگو کی بھی طوالت بے معنی ہے بے بی..... بہت سی باتیں ہوئیں اور پھر وہ چلا گیا یہ بہت پرانی بات ہے شاید تمہاری عمر جتنی پرانی روشن جمال۔ بعد میں مجھے صرف اس کی نئی کتابوں سے ہی اس کے زندہ ہونے کا پتہ چلتا رہا' مصریات پر اس نے جو کچھ لکھا وہ دنیا بھر میں سب سے انوکھا ہے میرے دل میں اس کے لئے تجسس تھا کہ اس کا وہ المیہ درست ہوا یا نہیں اب اس کی حقیقت کھلی ہے۔"

"آپ کو اس بارے میں کچھ معلوم ہو گیا؟" زمرد نے پوچھا۔

"بہت کچھ۔" ڈان نے ٹھنڈی سانس بھری۔

"آپ ہمارے لئے کیا کر سکتے ہیں۔"

"زندگی تک دے سکتا ہوں۔"

"تھینک یو انکل..... تھینک یو ویری مچ۔"

"اس نے مجھ پر بے حد بھروسہ کیا ہے اپنا کوئی کام مجھے دے کر اعزاز بخشا ہے مجھے۔ اپنی ایک کتاب میں اس نے میرے بارے میں بڑے اچھے الفاظ میں لکھا تھا میری کاوشوں کو سراہا تھا اور مجھے عام محققوں پر فوقیت دی تھی اور اس وقت اس نے اس کا عملی ثبوت دیا ہے میں اس کا شکر گزار ہوں۔"

"انکل کیا آپ کو ابو کی مشکل معلوم ہو چکی ہے آپ جانتے ہیں کہ ان کی پُراسرار زندگی کا کیا راز ہے۔"

"نہیں..... سعدی نے مجھے جو تفصیلات بتائی ہیں وہ اپنی اس مشکل کے حل کی تلاش کے سلسلے میں ہیں اس کی وجوہات نہیں بتائیں تمہیں میرے ساتھ مل کر کاوش کرنی ہو گی۔"

"میری ماں کے بارے میں بھی کچھ پتہ چل سکتا ہے انکل ایرن....." میں نے حسرت بھرے لہجے میں کہا اور ڈان ایرن تاسف سے مسکرایا پھر بولا۔ "جب ساری کہانی منظرِ عام پر آئے گی تو اس میں وہ تمام کردار ہوں گے جن کا اس کہانی سے تعلق ہے۔ سنو بے بی جو تفصیلات احمد کمال نے مجھے اس بارے میں لکھی ہیں اور جو ذمہ داری اس نے مجھے سونپی ہے اس کی تکمیل کے لئے ہمیں بہت کاوشیں کرنی ہیں چند اہم افراد کو اکٹھا کرنا ہے۔ ان میں پہلا نام ثالث ظاہری کا ہے یہ الجزائر کا باشندہ ہے اور الجزائر کے شہر عنابہ میں اس سے ملاقات ہو سکتی ہے۔ مصریات پر اس نے بھی بہت کام کیا ہے اور بڑا نام رکھتا ہے۔ ہمیں الجزائر چلنا ہو گا میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا

ہوں کہ مس زمرد بھی اس مہم جوئی میں ہمارے ساتھ رہیں گی۔"

"ہاں پروفیسر ایرن میں ہر لمحہ روشنی کی ساتھی ہوں مجھ سے ہٹ کر کوئی بات نہ سوچی جائے۔" سسٹر زمرد نے کہا۔

"بس پھر تم لوگ سفر کے لئے تیار رہو میں تیاریاں مکمل کئے لیتا ہوں۔"

"مجھے تو کچھ بھی معلوم نہ ہو سکا انکل ایرن۔" میں نے کہا اور ڈان ایرن نے کسی قدر تیکھی نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر بولے۔

"اچھے اچھوں کو معلوم نہیں ہو سکتا بے بی مصری تہذیب کے چھ ہزار سال ملوث ہیں اس داستان میں۔ تاریخ الجھ گئی ہے اسے سلجھانا ہے بڑے پاپڑ بیلنے پڑیں گے اس کے لئے..... اور تم ایک معمولی سے پروفیسر سے اس کا حل چاہتی ہو..... چلتا ہوں تیاریاں مکمل کر کے آؤں گا۔" پروفیسر ڈان ایرن چلا گیا میں غمزدہ سی ہو گئی تھی۔ سسٹر زمرد نے کہا۔

"کیا بات ہے ہنی اب پریشانی کس بات کی ہے جس سمت قدم بڑھائے ادھر چلنا ہو گا۔"

"میں اس تاریخ میں الجھ گئی ہوں سسٹر۔" میں نے افسردگی سے کہا۔ ڈان ایرن اس لحاظ سے عجوبہ تھا کہ اچانک نازل ہوتا تھا اور ایک دم انکشاف کرتا تھا۔

"رات کو ساڑھے دس بجے ہم لزبن چل رہے ہیں وہاں سے الجزائر کا سفر اختیار کرنا ہو گا۔" ہمارے ہاتھ پاؤں پھول گئے لیکن تیاریاں تو کرنی ہی تھیں اوپورٹو سے لزبن پہنچ گئے ڈان ایرن ساتھ تھا لزبن کے کارٹینو میں قیام کیا ڈان نے اپنے لئے الگ کمرہ لیا تھا میں اور زمرد دوسرے کمرے میں تھے یہاں ڈان نے کہا۔

"لزبن میں تمہیں تنہا گھومنا پھرنا ہو گا میں کچھ کام کروں گا یہاں کے بازار خوبصورت ہیں تمہیں خریداری کا لطف آئے گا۔" سسٹر زمرد بھی تیار ہو گئیں اور ہم ایک دن آرام کرنے کے بعد سیاحوں کی مانند لزبن کی سڑکوں پر نکل آئے اجنبی ماحول' اجنبی لوگ ہم بازاروں کی سیر کرتے رہے اس وقت ہم ایک خوبصورت اسٹور سے باہر نکلے تھے کہ اچانک میرا سانس رک گیا اسٹور کے سامنے کے فٹ پاتھ پر خالد شیخ کھڑا ہوا تھا۔ ایک خوبصورت پینٹ اور جیکٹ پہنے ہوئے لیکن شیو بڑھی ہوئی تھی اس وقت آنکھوں پر مخصوص چشمہ بھی نہیں تھا ایک دم آگے بڑھ آیا اور مغل لہجے میں بولا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہیلو روشنی۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا تو وہ سسٹر زمرد سے بولا۔ "ہیلو میڈم۔"

"ہیلو..... کون ہو تم.....؟" سسٹر زمرد نے کہا۔

"میرا نام خالد شیخ ہے۔"

"سمجھ گئی پرتگال کیسے آئے؟"

"روشنی میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"جو کچھ کہنا چاہتے ہو میرے سامنے کہو مجھے تمہارے بارے میں سب کچھ معلوم ہے۔" سسٹر نے کہا۔

"وہ سامنے کیفے ہے اگر آپ لوگ.....!"

"بالکل نہیں۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

"روشنی..... میں تم سے کہتا تھا میں تمہارا اسیر بن چکا ہوں تمہیں اپنے دل سے نکالنا اب میرے لئے ممکن نہیں رہا ہے میں تمہارے پیچھے پیچھے پرتگال آیا ہوں دیر میں پتہ چلا کہ تم یہاں آرہی ہو جس طرح بھی بن پڑا تیاریاں کیں لزبن کے چپے چپے میں کتنے دن سے تمہیں تلاش کر رہا ہوں آج مل سکی ہو روشنی..... جو کچھ بھی کر رہی ہو اس میں مجھے اپنا ساتھی بنالو اس کے صلے میں تم سے کچھ نہیں مانگوں گا میں تمہیں تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔"

"چلئے سسٹر..... آپ یہ فضول بکواس سننے کے لئے کیوں رک گئیں آیئے پلیز.....!" میں نے کہا اور آگے قدم اٹھادیئے۔

"روشنی میں انفرنو کے کمرہ نمبر دو سو چالیس میں ٹھہرا ہوا ہوں' روشنی میرے بارے میں غور کرنا تمہیں میری ضرورت ہے پلیز روشنی دیکھو میں....." میں نے گزرتی ٹیکسی کو رکنے کا اشارہ کر دیا تھا۔

طبیعت پر تکدر طاری ہو گیا تھا ہوٹل آکر عجیب سی الجھن کا شکار ہو گئی سسٹر زمرد کو میں نے خالد کی پوری کہانی سنادی تھی وہ بھی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں کچھ دیر کے بعد انہوں نے کہا۔

"میرے خیال میں تمہیں اس سے بات کرنی چاہئے تھی اس کا اتنا طویل سفر کر کے یہاں چلے آنا معمولی بات نہیں ہے۔"

"سسٹر وہ زاغ کے لئے کام کرتا ہے۔"

"ہو سکتا ہے اب ایسا نہ ہو اور اگر ایسا ہے بھی تو یہ ایک اچھا موقع ہے دشمن کو قریب سے دیکھا جا سکتا ہے ویسے میرا اندازہ ہے کہ اب ایسا نہیں ہے وہ بس تمہاری محبت کی دیوانگی کا شکار ہے۔"

"نینا اس کی منگیتر ہے اور سسٹر میرے دل میں اب اس کے لئے ذرہ بھر جگہ نہیں ہے میں کسی کے حق پر ڈاکا نہیں ڈال سکتی۔"

"اس کے قریب جا کر تم اسے نینا کی طرف رجوع کر سکتی ہو۔"

"کیا ہمارے پاس ان فضولیات کے لئے وقت ہے.....؟"

"میں تمہیں کسی عمل کے لئے مجبور نہیں کروں گی بس میری رائے ہے کہ ایک بار اس کے دل کو اندر سے ٹٹول لو اور یہیں سے واپس روانہ کر دو..... ہو سکتا ہے وہ الجزائر تک ہمارا پیچھا کرے۔"

میں سوچ میں ڈوب گئی پھر میں نے سسٹر سے اتفاق کر لیا دونوں ہی باتیں کار آمد تھیں اگر واقعی میرے سلسلے میں جنونی ہو گیا ہے تو اسے سمجھاؤں اور اگر کوئی اور بات ہے تو کتنا چھپے گا۔

☆======☆======☆

شام کو پانچ بجے ہم باہر نکل آئے ہوٹل انفرنو تلاش کرنے میں زیادہ دقت نہ ہوئی نچلے درجے کا لیکن خوبصورت ہوٹل تھا روم نمبر دو سو چالیس کے بارے میں معلومات حاصل کر کے ہم آگے بڑھے ہی تھے کہ اچانک اس کمرے کا دروازہ کھلا اور اس سے کوئی باہر نکل آیا میرے حلق سے آواز سی نکل گئی میں نے سسٹر زمرد کا شانہ دبوچ لیا تھا۔ میرے قدم جم گئے تھے بمشکل تمام میرے حلق سے آواز نکلی۔

"سسٹر..... وہ..... وہ..... پروفیسر زاغ ہے۔"

سسٹر زمرد کو ایک لمحے میں میری کیفیت کا احساس ہو گیا تھا اس کے علاوہ زاغ کا نام بھی ان کے لئے اجنبی نہیں تھا۔ خوش قسمتی تھی کہ ہم جہاں کھڑے تھے وہیں اوپر جانے والی سیڑھیاں تھیں اور لفٹ انہی سیڑھیوں کے سامنے تھی زمرد نے نہایت پھرتی کا مظاہرہ کیا اور میرا بازو پکڑ کر کھینچ لیا اس کے بعد ہم کئی سیڑھیاں چڑھتے چلے گئے زاغ لفٹ ہی کی طرف آرہا تھا قدرے محفوظ جگہ پہنچ کر ہم رکے اب زاغ لفٹ کے پاس کھڑا انتظار کر رہا تھا پھر وہ لفٹ میں داخل ہو گیا۔

میرے وجود میں جہنم سلگ رہا تھا سسٹر سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں پھر انہوں نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہا۔ "یہی کمرہ ہے نا اس کا کمرہ نمبر دو سو چالیس؟"

"ہاں۔"

"اس کا مطلب ہے زاغ اسی سے ملنے آیا تھا۔"

"بالکل!" میں نے سختی سے ہونٹ بھینچ کر کہا۔

"اب کیا ارادہ ہے؟"

"وہ زاغ کی نمائندگی کر رہا ہے سسٹر وہ مجھے مسلسل فریب دے رہا ہے میرے خیال میں اب اس سے ملنا بے کار ہے۔"

"ہوں' آؤ چلتے ہیں' نہیں نیچے نہیں چند سیڑھیاں اور چڑھ لو ہم اس دوسری منزل سے لفٹ لے لیں گے۔"

تھوڑی دیر بعد ہم واپس آگئے سسٹر نے صوفے پر دراز ہو کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "مجھے تم سے اختلاف ہے ڈارلنگ۔"

"کیا سسٹر؟"

"یقیناً اب بھی اس سے محبت کرتی ہو۔"

"شاید ایسا ہو سسٹر لیکن اس کی ایک وجہ ہے؟"

"وہ کیا ہے؟"

"سسٹر میں اپنی تنہائیوں سے اکتائی ہوئی تھی میرے خیال میں ان حالات میں کسی سے بھی محبت ہو سکتی تھی مجھے۔"

"ہاں! میں یہ مانتی ہوں۔"

"اگر آپ یہ مانتی ہیں سسٹر تو اب یہ مان لیجئے کہ میں اب اس سے شدید نفرت کرتی ہوں۔"

"ہوں' خیر چھوڑو یہ بتاؤ کیا کریں کم بخت زاغ نہ جانے کیسے یہ راز پا گیا اس کا یہی مطلب ہوا کہ وہ نہایت ہوشیاری سے ہم پر نگاہ رکھے ہوئے ہے۔"

"اتفاق سے مسٹر ایرن سے زاغ وغیرہ کے بارے میں کوئی بات نہیں ہوئی مسٹر ایرن کا ہوشیار ہو جانا بے حد ضروری ہے ورنہ یہ بھی ممکن ہے کہ جس طرح سالک جلال کو نقصان پہنچ گیا ہے اس طرح ڈان ایرن بھی اس کا شکار ہو سکتے ہیں۔"

"اوہ سسٹر! بالکل ٹھیک کہا آپ نے میرا ذہن اس سمت نہیں گیا تھا۔" میں نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"ڈان کو فوراً پوری تفصیل بتانا ہوگی۔" سسٹر نے کہا رات کو ڈان ایرن سے ملاقات ہوگئی۔

"کل گیارہ بجے ہماری فلائٹ ہے۔" اس نے بتایا۔

"آپ کو ایک اہم واقعے کی اطلاع دینی ہے انکل ڈان۔" ڈان ایرن نے سوالیہ نظروں سے ہمیں دیکھا تو سسٹر زمرد نے اسے پوری کہانی تفصیل سے سنا دی اور آخر میں زاغ کے بارے میں بتا دیا ڈان کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا کافی دیر کے بعد اس نے کہا۔

"کل گیارہ بجے ہماری فلائٹ ہے دس بجے ہم ہوٹل سے نکلیں گے میں اگر دن میں نہ ملوں تم سے تو تم لوگ تیار رہنا۔" ڈان ایرن کا لہجہ پُراعتماد تھا اس نے اس کہانی پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔

دوسرے دن کوئی گیارہ بجے کا وقت تھا ہم یونہی بیٹھے الجزائر کی سیاست پر باتیں کر رہے تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی دروازہ اندر سے بند تھا سسٹر نے دروازہ کھولا اور پھر آنے والے سے بات کرنے لگیں پھر انہوں نے اندر رخ کر کے کہا۔

"مسٹر خالد ہیں روشنی۔" میں اچھل کر کھڑی ہوئی اس کے بعد میں دروازے پر آگئی۔

"یہ خاتون مجھے اندر آنے سے روک رہی ہیں روشنی۔" خالد نے کہا۔

"کیا بات ہے؟" میں نے غرا کر پوچھا۔

"مجھے تم سے کچھ کام ہے۔"

"چلے جاؤ یہاں سے' جاؤ میں نے تم سے دوبارہ ملاقات کے لئے منع کیا تھا لیکن تم..... جاؤ میں اپنی زبان گندی نہیں کرنا چاہتی۔"

"روشنی تم یہاں بھی خطرات میں گھری ہوئی ہو میں تمہیں کچھ بتانا چاہتا ہوں اور جو کچھ میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں وہ تمہارے لئے....."

"سسٹر انہیں دروازے سے باہر دھکا دے کر دروازہ بند کر دیجئے اور اگر یہ دوبارہ بیل بجائے تو ہوٹل مینجمنٹ کو فون کر کے بتاؤ کہ ایک آوارہ انسان ہمارے کمرے میں گھسنے کی کوشش کر رہا ہے۔" میں نے اس کی پوری بات بھی نہ سنی۔

"روشنی میری بات سن لو۔" خالد نے کہا لیکن سسٹر زمرد نے دروازہ بند کر دیا تھا میں واپس آکر اپنی جگہ بیٹھ گئی دیر تک ہم نے کوئی بات نہیں کی اس کے بعد دروازے پر دستک نہیں ہوئی تھی رات کو دس بجے مسٹر ایرن ہمارے پاس آگئے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

انہوں نے مسکراتے ہوئے مطمئن لہجے میں کہا۔ "تم لوگ ٹھیک ہو نا؟"

"خالد آیا تھا۔" میں نے کہا۔

"صبح گیارہ بجے۔"

"ہاں۔"

"مجھے معلوم ہے تم لوگ پریشان تو نہیں ہو۔"

"نہیں..... لیکن کیا احتیاط ضروری نہیں ہے۔" میں نے کہا اور ڈا ایرن ہنسنے لگا۔

"ہاں احتیاط ضروری ہے لیکن تم بہت بداخلاق لڑکیاں ہو مجھ سے میری پسندید کافی کے بارے میں کبھی نہیں پوچھتیں۔"

کافی پینے کے بعد ہم کمرے سے باہر نکل آئے ایک ٹیکسی میں سامان رکھا گیا او ٹیکسی ایئر پورٹ چل پڑی۔ راستہ خاموشی سے طے ہوا تھا۔ ایئر پورٹ پر ضرور کارروائی ہوئی اور ہم اس طرف چل پڑے جہاں ہمیں رن وے پر لے جانے کے لئے گاڑی موجود تھی لیکن جونہی ہم گاڑی کے قریب پہنچے ایک کیٹرنگ وین ہمارے عقب میں آگئی اور دوسرے لمحے ڈان ایرن نے ہمیں غڑاپ سے کیٹرنگ وین میں داخل کرلیا پلک جھپکتے وہ خود بھی وین میں آگئے اور وین آگے بڑھ گئی گاڑی میں بیٹھے لوگ ہمیں دیکھتے رہ گئے تھے۔

ہم دونوں بوکھلا گئے تھے اور اس بوکھلاہٹ میں کچھ بول بھی نہ سکے وین رن وے کے ایک ایسے حصے میں جاکر رکی جہاں تاریکی تھی اس تاریکی میں ایک اور گاڑی کھڑی ہوئی تھی ڈان ایرن نے ہم سے اترنے کے لئے کہا اور ہم احمقوں کی طرح یہاں اتر گئے وین آگے بڑھ گئی اس گاڑی کا اسٹیئرنگ خود ڈان ایرن نے سنبھالا تھا وین ڈرائیو کرتے ہوئے اس نے کہا۔ "لوگ یہ بھول گئے کہ یہ پرتگال ہے میرا وطن۔"

"انکل ایرن۔"

"میں ان لوگوں کو اور بھی نقصان پہنچا سکتا تھا لیکن کیا کروں وہ حکومت پرتگال کے مہمان تھے رعایت کردی ہے میں نے ان کے ساتھ۔"

"لیکن انکل....."

"ہاں بے بی کچھ لوگ مسلسل ہمارے ساتھ لگے ہوئے تھے اب وہ الجزائر پہنچ جائیں گے اور ہم ایک ہفتے کے بعد اس سفر کا آغاز کریں گے وہ بھی سمندری جہاز سے

جبکہ اب یہ لوگ صرف یہ جانتے ہیں کہ ہم اس فلائٹ سے الجزائر روانہ ہوگئے ہیں یقیناً وہ کوئی دوسری فلائٹ پکڑیں گے۔"

"اوہ انکل آپ نے اس طرح انہیں ڈاج دیا ہے لیکن یہ تو بہت مشکل کام تھا۔"

"لزبن میں یہ میرے لئے ممکن تھا میں نے ہوٹل اسپیرو میں کمرے بک کرائے ہیں ہمارا سامان ایئر پورٹ سے وہیں پہنچ جائے گا۔ بالآخر ہم اس ہوٹل پہنچ گئے ڈان ایرن کی اس چالاکی پر اب مجھے ہنسی آرہی تھی خوب دھوکا دیا اس نے ان لوگوں کو بعد میں اس سے اس سمندری سفر کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا جہاز کا نام ہے ڈی پارلو اور اس کا کپتان مینس اولیارو ہے میرا جگری دوست۔ الجزائر تک کا سفر نہایت دلکش ہوگا دراصل تمہارے اس انکشاف کے بعد کہ وہ لوگ تمہارا پیچھا کرتے ہوئے پرتگال تک آگئے ہیں' میں تشویش کا شکار ہوگیا تھا احمد کمال نے بھی مجھے ان لوگوں سے ہوشیار رہنے کی ہدایت کی تھی اپنے خط میں۔ اس کے بعد یہ سفر بالکل غیر مناسب تھا لیکن میں ان لوگوں کو یہی ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ ہم پرتگال سے چل پڑے ہیں۔

"آپ نے ہمیں اپنے اس پروگرام کی ہوا بھی نہیں لگنے دی انکل۔"

"راز اسی وقت تک راز ہوتا ہے بے بی جب تک کسی پر منکشف نہ ہو لیکن اولیارو کا مل جانا ایک اتفاق تھا اور یہ بھی کہ وہ الجزائر کا سفر بھی کرے گا وہ الجزائر اور مصر سے ہوکر ماریطانیہ تک جائے گا چنانچہ ایک محفوظ سفر کے لئے اس سے اچھا اور کوئی ذریعہ نہیں تھا میں نے فوری فیصلہ کیا اور اولیارو سے اس بارے میں بات بھی کرلی۔"

"وہ تیار ہے؟"

"وہ مسافر بردار جہاز کا کپتان ہے اس کے جہاز میں بے شمار لوگ سفر کریں گے چنانچہ اسے کیا اعتراض ہوتا۔"

"خدا کا شکر ہے انکل ہمیں آپ جیسے ذہین انسان کا سہارا حاصل ہے۔" میں نے شکر گزار لہجے میں کہا۔

"فرق صرف اتنا پڑا ہے کہ تمہیں کچھ اور دن لزبن میں گزارنے پڑیں گے۔" ڈان ایرن نے کہا۔ ڈان ایرن ہمارے ساتھ کچھ وقت گزرنے کے بعد چلا گیا اس نے خود اس ہوٹل میں قیام نہیں کیا تھا بعد میں ہم بستر پر لیٹے اس بارے میں دیر تک باتیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کرتے رہے۔

"یہ ایک مشکل قدم تھا ہم نے تو سوچا بھی نہیں تھا۔" سسٹر زمرد نے کہا اور میں ہنس پڑی۔ سسٹر میری اس بے موقع ہنسی سے حیران ہو کر مجھے دیکھنے لگی تو میں نے کہا "آپ بھی اس برے وقت کو کوستی ہوں گی سسٹر جب انکل سالک نے آپ کو میرے بارے میں ہدایات دی تھیں۔"

"نہیں نہیں اب ایسی بات نہیں ہے انسان میں یہی تو ایک خوبی ہے جب تک کسی سے دور رہتا ہے اس کا تصور بھی نہیں کرتا لیکن پھر قربتیں اسے مفلوج کر دیتی ہیں اور وہ ایک اجنبی کو حیات کے آخری لمحے تک کا ساتھی بنا لیتا ہے میں اب اگر چاہوں تو بھی تمہیں تنہا نہیں چھوڑ سکتی۔"

"شکریہ سسٹر۔"

ہر چند کہ ڈان ایرن نے ہمیں محتاط رہنے کی ہدایت نہیں کی تھی لیکن کچھ ایسا خوف بیٹھ گیا تھا دل پر کہ ہوٹل کے کمرے سے باہر قدم رکھنے کو جی نہیں چاہتا تھا یہ خوف دامن گیر تھا کہ کہیں ہمارے دشمنوں کو اصلیت کا علم نہ ہو جائے میں نے ڈان ایرن سے کہا۔

"انکل کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

"ہاں بے بی۔"

"جو کچھ آپ کر رہے ہیں اس میں اخراجات ہو رہے ہوں گے آپ کے یہ کچھ ٹریولر چیک ہیں میرے پاس بے کار پڑے ہیں اگر آپ برا نہ مانیں تو انہیں رکھ لیں۔"

"اول تو میں احمد کمال سعدی کا بے حد مقروض ہوں دوم اتنا قلاش بھی نہیں کہ دو مہمانوں کے اخراجات بھی نہ اٹھا سکوں۔ چیک تم اپنے پاس محفوظ رکھو کہیں ضرورت پڑی تو میں تم سے مانگ لوں گا۔"

"آپ کا قیام کہاں ہے انکل؟"

"اپنے کچھ دوستوں کے ساتھ ہوں اصل میں تم سے دور رہ کر میں یہ اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ کہیں کوئی اور تو تمہاری تاک میں نہیں ہے لیکن آج میں تم سے یہی کہنا چاہتا تھا کہ اس قدر احتیاط ضروری نہیں ہے لزبن کی سیر کرو دل نہ چاہے تب بھی یہی کرو تاکہ اگر کوئی ہے تو روشنی میں آئے۔"

"ٹھیک ہے انکل۔" میں نے جواب دیا اس کے بعد ہم کئی دن تک لزبن میں

آوارہ گردی کرتے رہے کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔ ان دنوں بارشیں ہو رہی تھیں اور موسم بے حد حسین ہو گیا تھا پھر ایک رات انکل ایرن نے فون کیا۔

"ڈی پارلو کل شام سات بجے ساحل چھوڑ رہا ہے تمہیں چار بجے ہوٹل چھوڑ دینا ہے۔" میں سسٹر زمرد سے سمندری سفر کے بارے میں معلومات حاصل کرتی رہی اور وہ مجھے مفید معلومات فراہم کرتی رہیں پھر ہنس کر بولیں۔ "حالانکہ ساری زندگی میں نے سمندری جہاز میں قدم بھی نہیں رکھا۔"

انکل ایرن ہمیں ہوٹل سے ساتھ لے کر گئے تھے ضروری امور کی تکمیل کے بعد ہم نے سمندر کے سینے پر ہچکولے کھاتی عمارت میں قدم رکھا۔ ڈی پارلو ایک یونانی جہاز راں کمپنی کا جہاز تھا اس کا زیادہ تر عملہ یونانی تھا پتہ نہیں کپتان اولیارو کہاں کا باشندہ تھا۔ انکل ایرن نے اسے اپنا دوست بتایا تھا لیکن ابھی تک وہ نظر نہیں آیا تھا یہاں بھی دو کیبن حاصل کئے گئے تھے دونوں بالکل جڑے ہوئے تھے۔ سمندر کے سینے پر رواں عمارت میں اتنی آسائشوں کا تصور بھی نہیں کیا تھا میں نے' بالکل کسی فائیو اسٹار ہوٹل کا کوئی کمرہ محسوس ہوتا تھا ذرا سائز اس سے چھوٹا تھا دو بیڈ لگے ہوئے تھے ایئر کنڈیشنڈ باتھ روم اٹیچ۔

"کمال ہے سسٹر۔ میں بہت عجیب محسوس کر رہی ہوں۔"

"میری کیفیت بھی تم سے مختلف نہیں ہے۔"

سات بجے جہاز نے لنگر اٹھا دیئے ہچکولے لگ رہے تھے کچھ دیر کے بعد طبیعت متلانے لگی ایک نوعمر لڑکا وردی پہنے اندر داخل ہوا اور گردن خم کر کے بولا آپ کو متلی تو نہیں محسوس ہو رہی مس اگر ایسا ہے تو یہ ٹیبلٹ لے لیجئے اس نے پیلے رنگ کے ریپر میں بڑی بڑی ٹکیاں ہمارے حوالے کر دیں۔ "انہیں کیسے استعمال کرنا ہے۔"

"بس منہ میں ڈال کر چوسیں یہ خوش ذائقہ ہیں اور ہاں کوئی ضرورت ہو تو یہ بٹن دبا دیں میرا نام مارٹل ہینی سارڈینو ہے چونکہ جہاز پر میرا عہدہ بہت معمولی ہے اس لئے آپ مجھے صرف مارٹی کہہ کر پکار سکتی ہیں۔ اوکے میم!" وہ باہر نکل گیا حالانکہ ہچکولوں کی وجہ سے طبیعت بھاری ہو رہی تھی لیکن لڑکے کی بات نے ہمیں مسکرانے پر مجبور کر دیا سسٹر زمرد نے کہا۔

"کتنی عمدہ انگریزی بول رہا تھا۔ لو یہ تکیہ منہ میں رکھ لو۔" میں نے تکیہ منہ میں رکھی اور بستر پر جا لیٹی۔ سسٹر کرسی پر بیٹھ گئی تھیں کوئی ڈیڑھ گھنٹہ گزر گیا کیبن میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اندھیرا پھیل گیا ویسے ٹکیہ کمال کی چیز تھی کچھ دیر کے بعد ہی طبیعت بحال ہو گئی تھی البتہ خاموش لیٹے رہنے سے سکون مل رہا تھا پھر سسٹر کی آواز ابھری۔

"لائٹ آن کردوں روشنی؟" میری اجازت سے انہوں نے روشنی جلادی میں اٹھ کر بیٹھ گئی۔ "کچھ سوچ رہی تھیں؟" انہوں نے پوچھا۔

"نہیں بس پُرسکون تھی غالباً ٹیبلٹ میں کوئی سکون آور دوا شامل تھی۔"

"تمہیں پامسٹری سے کوئی شوق ہے۔" زمرد نے ایک عجیب سا سوال کیا۔

"بالکل نہیں۔"

"مجھے بھی نہیں ہے لیکن اس وقت ایک عجیب بات یاد آرہی ہے بہت پرانی بات ہے ایک دوست کی تقریب میں شریک تھی جہاں ایک عمر رسیدہ خاتون سے ملاقات ہوئی جو پامسٹ تھیں دوسری لڑکیوں کے ہاتھ دیکھ کر الٹی سیدھی باتیں بتا رہی تھیں میرا ہاتھ بھی دیکھا اور بتایا کہ میں ایک طویل سمندری سفر کروں گی میں ہنس کر خاموش ہو گئی اس کے بعد کبھی خواب میں بھی سمندری سفر کے بارے میں نہیں سوچا آج اچانک ان کی بات یاد آگئی۔"

"کیا لکیروں میں مستقبل کی تحریر ہوتی ہے سسٹر؟"

"اللہ جانے بس اس وقت ایسے ہی خیال آگیا تھا۔"

دروازے پر دستک ہوئی پھر ڈان ایرن کی آواز سنائی دی۔ "کیا کر رہے ہو تم لوگ؟"

"کچھ نہیں انکل آیئے۔"

"یہاں عرشہ پر دن نکلا ہوا ہے جہاز کے سارے مسافر آغاز سفر کی پہلی رات کا جشن منا رہے ہیں اور تم دونوں خوفزدہ چوہوں کی طرح چھپی بیٹھی ہو۔" ڈان ایرن نے مسکرا کر کہا۔

"انکل ہمیں کچھ بھی نہیں معلوم۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے چلو میرے ساتھ آؤ۔" ہم دونوں ان کے ساتھ عرشہ پر چل پڑے واقعی زبردست ماحول تھا اتنی تیز روشنیاں جل رہی تھیں کہ دن ہی نکلا محسوس ہوتا تھا ہر طرف لوگ بکھرے نظر آرہے تھے عرشہ کی ریلنگ کے ساتھ بہت سے لوگ لگے ہوئے سمندر دیکھ رہے تھے۔ جگہ جگہ اوپن ریستوران بنے ہوئے تھے جن پر رنگین کرسیاں اور میزیں بچھی ہوئیں تھیں۔ ہم دونوں ڈان ایرن کے ساتھ بہت دور نکل

آئے وہ ہمیں جہاز کے مختلف حصے دکھا رہے تھے اور ان کے بارے میں بتا رہے تھے بہت معلومات فراہم کیں انہوں نے ہمیں۔ ریلنگ کے پاس آکر سمندر دیکھا تاحدِ نگاہ ٹھاٹھیں مارتا سمندر جو بالآخر تاریک آسمان سے جاملتا تھا۔

"ہم زمین سے بہت دور تک نکل آئے انکل۔"

"یقیناً بے بی سفر کے بہت سے گھنٹے گذر چکے ہیں۔" بہت دیر تک میں سمندری بگلے دیکھتی رہی پھر ہم ان رنگین کرسیوں پر آبیٹھے اور ویٹر نے مینو سامنے رکھ دیا اس میں حلال گوشت کی ڈشز الگ تھیں جن کے سامنے مسلمان باورچیوں کے نام بھی لکھے ہوئے تھے۔ سسٹر زمرد نے وہی کھانے منگوائے رات بارہ بجے عرشہ خالی ہونے لگا ہاں کلب میں رونق ہو رہی تھی۔ "نہیں بے بی ٹھیک جگہ نہیں ہے میرے خیال میں اب تم لوگ آرام کرو چلو واپس چلتے ہیں۔" اپنے بستر پر لیٹ کر میں نے سسٹر زمرد سے کہا۔

"کیا آپ کو یقین آتا ہے سسٹر کہ ہم زمین اور فضا سے دور پانی کے سینے پر موجود ہیں۔"

"کائنات کے تین حصوں پر مشتمل سمندر اپنے اندر اتنے راز چھپائے ہوئے ہے کہ انہیں پانا انسان کے لئے ممکن نہیں ہے۔"

"انسان تو ابھی اس خشک حصے کا راز بھی نہیں پاسکا جہاں وہ آباد ہے۔" ہم دیر تک سمندر کے بارے میں باتیں کرتے رہے پھر سو گئے۔ صبح کو بھی بمشکل یقین آیا تھا کہ ہم کسی ہوٹل میں قیام پذیر نہیں ہیں اب ذرا اعتماد پیدا ہو گیا تھا چنانچہ پھر تیار ہو کر باہر نکل آئے انکل ایرن کے کیبن کے دروازے کو دیکھا اس پر آؤٹ لکھا ہوا تھا اسی وقت گیلری میں مارٹل نظر آیا تیزی سے ہماری طرف بڑھ گیا اس نے ہمیں صبح کا سلام کیا۔

"ہیلو مسٹر مارٹل ہینی سارڈینو!" میں مسکرا کر بولی۔

"ہیلو میڈم! لیکن آپ مجھے صرف مارٹی بھی کہہ سکتی ہیں آپ کی اطلاع کے لئے مسٹر ایرن برج پر کیپٹن مینس کے ساتھ ہیں مجھے بتا کر گئے تھے۔"

"تھینک یو مسٹر مارٹل ہینی سارڈینو!" میں نے کہا اور مارٹل ہونٹوں ہی ہونٹوں میں بڑبڑایا۔

"آپ مجھے صرف....." ہم دونوں آگے بڑھ گئے عرشے سے سمندر اتنا اچھا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لگ رہا تھا کہ ہم نہ جانے کب تک ریلنگ کے پاس کھڑے رہے اب اس سفر سے کوئی وحشت نہیں ہو رہی تھی۔ میں نے پورے جہاز کا جائزہ لیا اس انوکھی اور عظیم الشان عمارت کی تشکیل پر میں ششدر تھی لیکن اچانک ہی میرے دل کی دھڑکن رک گئی جہاز کے ہوابان کی نوک پر میں نے ایک سیاہ پرندے کو بیٹھے دیکھا تھا بے شک بلندی پر تھا لیکن اتنا بھی نہیں کہ میں اسے پہچان نہ سکتی یقیناً یہ شلا شلائی تھا۔ سسٹر زمرد نے شاید کوئی بات کہنے کے لئے مجھے پکارا تھا اور جب میں نے جواب نہیں دیا تو انہوں نے مجھے چونک کر دیکھا پھر میرے چہرے کے تاثرات اور اس کے بعد میری نگاہوں کا تعاقب کر کے انہوں نے بھی وہ منحوس پرندہ دیکھ لیا بے اختیار ان کے منہ سے نکلا۔

"اوہ میرے خدا..... یہ..... یہ۔"

"وہی ہے نا سسٹر۔"

"سو فیصد وہی۔"

"وہ..... وہ سسٹر..... وہ بھی جہاز پر موجود ہو گا!"

"پروفیسر زاغ؟" زمرد نے گھٹی گھٹی آواز میں کہا میرے حلق سے آواز نہیں نکل سکی تھی اچانک ہی فضا میں رائفل کی گونج گونجی اور دوسرے لمحے میں نے باز کو ہوابان سے نیچے آتے ہوئے دیکھا دوسرا فائر ہوا اور وہ اور نیچے آگیا لیکن اس کی پرواز پُراعتماد تھی تیسرا فائر نہیں کیا گیا اور یہاں پرندہ سمندری عمارت کے ایک ایسے حصے میں پوشیدہ ہو گیا جس پر فائر نہیں کیا جا سکتا تھا البتہ تھوڑی دیر کے بعد اسے جہاز سے بہت دور فضا میں دوسرے رخ جاتے ہوئے دیکھا گیا۔ عرشہ پر ٹہلتے لوگ برج پر دیکھ رہے تھے۔ میں سسٹر زمرد کا سہارا لئے کھڑی ہو گئی عجیب سی کیفیت ہو گئی تھی میری، سسٹر زمرد بھی نروس تھیں عقل و ہوش ساتھ چھوڑتے محسوس ہو رہے تھے عام لوگوں کے لئے کوئی خاص بات نہیں تھی صرف اتنی سی کہ کوئی پرندہ ہوابان پر آبیٹھا تھا اس پر برج سے فائر کیا گیا اور پرندہ اڑ گیا چنانچہ انہوں نے توجہ نہیں دی لیکن ہم دونوں اعصابی دباؤ کا شکار ہو گئے تھے۔ کچھ ہی دیر کے بعد انکل ڈان ایرن ہمارے پاس آگئے انہوں نے ہمیں دیکھتے ہوئے کہا۔

"جاگ گئیں تم لوگ میں نے تمہاری وجہ سے ابھی ناشتہ نہیں کیا ہے آؤ ناشتہ کریں آؤ۔" بمشکل تمام ہم ان کے ساتھ چلتے ہوئے ایک شلک میں آبیٹھے انکل نے شلک اٹینڈنٹ کو ناشتے کی تفصیل بتادی تھی وہ چلا گیا تو انکل نے کہا۔ "تم لوگ معمولی

بات سے جس طرح خوف زدہ ہو جاتی ہو مجھے اس سے اختلاف ہے۔"

"انکل آپ نے....." میں نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"امیزون کے مقدس پرندے کو دیکھا یہی نا۔"

"ہاں!" میں تھوک نگل کر بولی۔

"میرے ہی ایما پر کیپٹن اولیارو نے رائفل منگا کر اس پر فائر کیا تھا خلاصیوں کے بیان کے مطابق وہ صبح سے ہوابان پر بیٹھا ہوا تھا انہوں نے یہ سوچ کر نظرانداز کر دیا کہ کوئی سمندری پرندہ ہو گا جو پرواز سے تھک کر بیٹھ گیا ہے۔"

"اوہ مگر وہ شکار نہیں ہو سکا۔"

"حالانکہ مینس ایک شاندار نشانہ باز ہے اس نے شاید غور نہ کیا ہو لیکن میں نے محسوس کیا وہ بہت عجیب ہے۔"

"کیا انکل ڈان؟" زمرد نے پوچھا۔

"کیونکہ میں بھی مہم جو ہوں اور میں نے دنیا کی پُراسرار چیزوں کے بارے میں کافی معلومات حاصل کی ہیں۔ بے شک اپنی حیرتناک خصوصیات کی بناء پر ایک قبیلے کا مقدس پرندہ کہلاتا ہے لیکن وہ اس قدر ذہین بھی ہو سکتا ہے اور اس طرح کے فیصلے کر سکتا ہے یہ ناقابلِ یقین ہے۔"

"فیصلے؟" میں نے آہستہ سے کہا۔

"ہو سکتا ہے یہ اتفاق ہو عموماً دھماکہ سن کر پرندے بلندی کی جانب پرواز کرتے ہیں لیکن اولیارو کے پہلے فائر پر وہ بوکھلایا دوسرے پر نیچے جھکا اور پھر بدحواسی سے سامنے کے رخ کی طرف پرواز کرنے کے بجائے اس نے عقبی سمت اختیار کی جیسے وہ جانتا ہو کہ اس ڈائریکشن پر فائر نہیں کیا جا سکتا۔ اس نے یقیناً شاندار تحفظ کیا تھا لیکن ہمارے خیال کے مطابق یہ صرف اتفاق تھا۔"

ناشتہ آگیا چنانچہ انکل ڈان خاموش ہو گئے پھر انہوں نے اشارہ کر کے کہا۔ "چلو ناشتہ کرو۔"

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے انکل ڈان کہ کیا زاغ اس جہاز پر موجود ہے۔" سسٹر زمرد نے کہا۔

"میں بھی یہ سوچ رہا ہوں اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ میری ساری کوششیں رائگاں ثابت ہوئیں زاغ ہمارے فریب میں نہیں آیا وہ کامیابی سے ہمارا تعاقب کر رہا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے یا پھر یہ سیاہ پرندہ..... مگر مشکل ہے یہ صرف امیزون میں پایا جاتا ہے۔"

"آپ کے خیال میں وہ کوئی دوسرا پرندہ ہو سکتا ہے۔"

"نہیں یہ خود کو بہلانے والی بات ہوگی۔" ڈان ایرن نے ابلا ہوا انڈا حلق میں ٹھونس کر کہا اور پھر چائے کے گھونٹ سے اسے نیچے اتارنے لگا۔

"کیا زاغ کو تلاش نہیں کیا جا سکتا؟" میں نے پوچھا۔

"کیا جا سکتا ہے فرض کرو وہ مل جائے تو ہم اس کا کیا بگاڑ لیں گے۔"

"وہ..... وہ ایک پُراسرار خطرناک آدمی ہے اور مجرمانہ ذہنیت کا حامل ہے وہ ہمیں ڈی پارلو پر کوئی نقصان بھی پہنچا سکتا ہے جس طرح اس نے انکل جلال کو موت کے گھاٹ اتارنے کی کوشش کی تھی۔" میں نے کہا اور ڈان کچھ سوچنے لگا پھر بولا۔

"ہاں اس بنیاد پر میں اولیارو سے اپنے لئے تحفظ بیشک حاصل کر سکتا ہوں لیکن اسے اس خیال کی وجوہات بتانی ہوں گی۔"

"آپ کہہ رہے تھے کہ وہ آپ کا جگری دوست ہے۔"

"مینس اولیارو؟"

"جی انکل۔"

"یقیناً ہے بے بی لیکن کسی کو شریک راز نہیں کیا جا سکتا وہ صرف اتنا جانتا ہے کہ ہم اس کے جہاز میں الجزائر جا رہے ہیں اور اس نے ہمیں ہر طرح کی مراعات پیشکش کر دی ہے بس اس سے زیادہ اسے کچھ نہیں معلوم۔"

"لیکن کالے باز پر اس نے فائر کیوں کر ڈالے؟" میں نے سوال کیا اور ڈان مسکرا دیا۔

"وہ توہم پرست ہے میں نے شلا شلائی کو دیکھ کر اسے ایک دل ہلا دینے والی کہانی سنا دی اسے ایک منحوس پرندہ ظاہر کیا جو جب بھی نمودار ہوتا ہے آفتیں نازل ہوتی ہیں بس وہ اس کی زندگی کے درپے ہو گیا اور اس کے بچ جانے سے پریشان ہے۔"

ہم ناشتے سے فارغ ہو گئے میں نے کہا۔ "ان مسافروں میں زاغ کو تلاش نہیں کیا جا سکتا انکل۔"

"اب یہ کرنا ہوگا کچھ اور جھوٹی کہانیاں سنانی ہوں گی اولیارو کو حالانکہ اگر زاغ ہمیں مل بھی جائے تو اس کے خلاف کچھ نہیں ہو سکتا وہ بہرحال جہاز کا ایک مسافر ہے اور دوسرے مسافروں جیسے حقوق رکھتا ہے بشرطیکہ وہ کوئی جرم نہ کر ڈالے۔"

"ہمیں ان حالات میں کیا کرنا چاہئے انکل؟"

"بے فکری سے سمندری سفر کا لطف اٹھانا چاہئے اگر تمہاری یہ کیفیت رہی تو میں پریشان ہو جاؤں گا میں اتنا کہنا ضروری سمجھتا ہوں لڑکیو کہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"انکل خود سے زیادہ ہم آپ کے لئے پریشان ہیں۔" میں نے کہا۔

"میرے لئے' وہ کیوں؟"

"آپ ہماری رہبری کر رہے ہیں اور حالات بتاتے ہیں کہ....."

"نہیں بے بی تمہاری سوچ غلط ہے اگر تمہارے ذہن میں بیرسٹر سالک جلال آئے ہیں تو ان کا معاملہ دوسرا تھا' تمہاری پوری کہانی کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ زاغ کو احمد کمال سعدی کی تلاش ہے اور سالک جلال ان کے بارے میں جانتے تھے اگر ان کی وہ حالت زاغ نے ہی کی تھی تو صاف ظاہر ہے کہ سعدی کے بارے میں معلوم کرنے کے لئے اس نے ان پر انتہائی تشدد کر ڈالا تھا۔ میری طرف سے بے فکر رہو روشن جمال! بے شمار پُراسرار طاقتیں میرا تحفظ کرتی ہیں۔" ایرن اپنی کرسی کھسکا کر کھڑا ہو گیا اس نے کہا۔ "مجھے اگر کوئی چیز پریشان کرے گی تو وہ ہے تمہارا خوف تمہاری بے سکونی بس اس کا اضطراب ہے مجھے۔"

"نہیں انکل آپ کی اس یقین دہانی نے مجھے سکون دیا ہے۔"

"اوکے ڈیئر اب میں اس سمندر کے شہزادے کو شیشے میں اتارتا ہوں ہاں تم بھی جہاز کے مسافروں پر نگاہ رکھنا ہو سکتا ہے زاغ تمہیں نظر آ جائے اوکے۔" وہ وہیں سے آگے بڑھ گیا ڈان کے نگاہوں سے اوجھل ہونے کے بعد بھی ہم دیر تک کچھ نہیں بول سکے پھر سسٹر نے کہا۔

"میں ایک بات اور سوچ رہی ہو روشنی۔"

"کیا سسٹر؟"

"اگر زاغ ہمارے پورے پروگرام سے باخبر رہا ہے اور اس جہاز تک آ گیا ہے تو پھر خالد بھی اس کے ساتھ ہوگا۔"

"شاید۔"

"یہ تو طے ہے روشنی کہ اب حالات کچھ بھی ہوں ہمیں ہمت سے ان کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔ تم جانتی ہو کہ کوئی لالچ مجھے تمہارے ساتھ یہاں تک نہیں لایا ہے بس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تمہاری محبت میں گرفتار ہو گئی ہوں چنانچہ جو کچھ میں کہوں اسے مان لینا۔"

"ضرور سسٹر کہئے۔"

"تمہیں چالاکی سے کام لینا ہو گا اگر خالد مل جائے تو تھوڑی سی اداکاری کر
اس کا ساتھ قبول کر لینا چاہئے تمہیں۔"

"سسٹر!" میں نے تعجب سے کہا۔

"مصلحتاً سوئٹی مصلحتاً وہ اب تک تمہیں بے وقوف بناتا رہا ہے اب تم اسے
وقوف بناؤ۔"

"اس سے فائدہ سسٹر؟"

"بعض اوقات حالات کا رخ اس طرح بدلتا ہے کہ انسان سوچ بھی نہیں
ممکن ہے ہم اسے ہی زاغ کے خلاف استعمال کر ڈالیں ممکن ہے وہی ہمارے لئے زا
کے خلاف جاسوس بن جائے۔" زمرد نے کہا اور میں سوچ میں ڈوب گئی اس شخص
سے مجھے سخت نفرت تھی یہ نفرت کبھی محبت میں نہیں بدل سکتی تھی نینا کا یاس میں ڈ
چہرہ میری نگاہوں میں آجاتا تھا وہ اسے چاہتی تھی اس دھوکے باز کو....."
سوچنے لگیں؟" زمرد کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔

"کچھ نہیں سسٹر!"

"ہو سکتا ہے وہ جہاز پر نہ ہو لیکن اگر وہ نظر آئے تو اس کے ذریعہ ہم زاغ
بہت سے دھوکے دے سکتے ہیں۔"

"میں سمجھ رہی ہوں سسٹر ٹھیک ہے اگر وہ یہاں ہوا تو۔"

"ویری گڈ انکل ڈان بھی یہی چاہتے ہیں اگر ہم نے ہمت سے ان کا ساتھ دیا
انہیں اپنے کام میں آسانی ہو گی۔"

"خدا جانے یہ کام کیا ہے کوئی بات تو سمجھ آئے۔ دماغ چیخنے لگتا ہے سسٹر یہ
کچھ سوچ کر' کوئی سرپاؤں تو ہو واقعات پر واقعات پیش آرہے ہیں مگر کسی بھی واقعہ
کوئی سر نہیں ملتا۔"

☆======☆======☆

کچھ دیر کے بعد ہم وہاں سے اٹھ گئے اس کے بعد پورا دن کوئی واقعہ نہیں پیش آیا۔ دوپہر کے بعد موسم بھی ابر آلود ہو گیا آسمان پر گھٹائیں چھانے لگی تھیں اور جہاز کے خلاصی بارش سے بچاؤ کے انتظامات میں مصروف ہو گئے لیکن رات تک بارش نہیں ہوئی البتہ آسمان بدستور گہرے بادلوں سے ڈھکا رہا تھا۔ انکل ڈان نے رات کے کھانے کے لئے ہمیں ایک شلک میں بلوالیا تھا وہ مطمئن نظر آرہے تھے۔

"کوئی خاص بات انکل؟" زمرد نے فوراً پوچھا۔

"بے حد خاص وہ یہ کہ ہم کھانا کھائیں گے۔" ایرن نے ایک ملازم کو اشارہ کر دیا۔ اندازہ ہو گیا کہ کھانا خاموشی سے کھایا جائے گا چنانچہ ہم نے انکل سے تعاون کیا کھانے کے بعد کافی پیتے ہوئے ڈان ایرن نے کہا۔ "زاغ جہاز پر موجود نہیں ہے۔"

"بات ہوئی تھی مینس سے؟"

"ہاں وہ بے حد احمق انسان ہے؟"

"کیوں؟"

"اب وہ کالے شکرے کے خوف کا شکار ہو گیا ہے کہتا ہے کہ کوئی مصیبت ضرور آئے گی اس کا دل کہہ رہا ہے۔ کچھ علامات بھی بتائی ہیں اس نے۔ یہ ایک نئی مشکل پیدا ہو گئی۔"

"زاغ کے بارے میں کچھ پتہ نہیں چل سکا۔"

"مسافروں میں اس نام کا کوئی مسافر نہیں ہے۔"

"ایک بات مجھے یاد آئی انکل میں نے آپ کو مسٹر خلازی کے بارے میں بتایا تھا؟"

"ہاں۔"

"شلا شلائی کی صفات بتاتے ہوئے انہوں نے کہا تھا کہ یہ پرندہ مہینوں فضا میں رہ سکتا ہے طویل ترین سفر کر سکتا ہے اور پھر انکل کئی بار زاغ نے اسے جاسوسی کے لئے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

استعمال کیا تھا۔ انکل سالک جلال کی کار کا تعاقب بھی کیا تھا اس نے اس کے بعد ہی انکل جلال کو وہ حادثہ پیش آیا دوبارہ بھی اسے یہیں دیکھا گیا میرا مطلب ہے جہاز پر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ صرف جاسوسی کے لئے یہاں آیا ہو۔"

"اتنا طویل سفر طے کر کے!" پروفیسر ایرن نے کہا پھر بولے۔ "خیر اب زاغ کا تو سراغ نہیں ملا لیکن جو کہانی میں نے اولیارو کو سنائی وہ مصر کی پراسرار داستانوں سے تعلق رکھتی تھی حالانکہ وہ ایک فرضی کہانی تھی جو صرف زاغ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے میں نے گھڑی تھی لیکن اس کے جواب میں احمق کپتان نے مجھے ایک اور کہانی سنا دی۔"

"قابل ذکر ہے؟" زمرد نے پوچھا۔

"ہاں جہاز میں ابو الفرزان نامی ایک شخص سفر کر رہا ہے جو ماریطانیہ تک جا رہا ہے اس کے ساتھ دو تابوت ہیں جنہیں وہ ماریطانیہ لے جا رہا ہے۔"

"تابوت؟" میں نے چونک کر کہا۔

"مصری طرز کے تابوت جن میں ممیاں ہیں۔"

"کیا اولیارو نے وہ تابوت کھول کر دیکھے ہیں۔" نہ جانے کیوں میرے منہ سے نکل گیا۔

"ہاں ظاہر ہے پوری چھان بین کی گئی ہے ان کی' منشیات اور ہتھیاروں وغیرہ کی ترسیل کی وجہ سے ان کی پوری تحقیق کی گئی ہے اس کے بغیر انہیں جہاز میں جگہ نہیں دی جا سکتی تھی اس کے علاوہ اسے حکومت پرتگال نے این او سی جاری کیا ہے بہرحال میرے دل میں بھی تجسس بیدار ہو گیا ہے میں نے اولیارو کو تیار کر لیا ہے کہ کسی بھی مناسب وقت وہ مجھے تابوت کی ممیاں دکھائے میں تمہیں بھی ساتھ رکھوں گا۔"

"آپ نے ابو الفرزان کو دیکھا ہے انکل؟"

"ہاں ایک پستہ قامت سنکی سا آدمی ہے تمہیں بھی دکھاؤں گا۔ زاغ کا پورا حلیہ مجھے بتاؤ گی بے بی تم نے تو اسے دیکھا ہے۔"

"صرف ایک بار لیکن مجھے اس کا حلیہ یاد ہے۔"

"مجھے بتاؤ۔" ایرن نے کہا اور میں نے اسے زاغ کا پورا حلیہ بتا دیا ڈان ایرن نے کہا وہ کسی طور ابو الفرزان نہیں ہو سکتا کیونکہ مصری نژاد شخص ایک پستہ قامت

آدمی ہے اس حلیے سے بہت مختلف ویسے تمہارے ذہن میں یہی خیال آیا تھا نا کہ زاغ بدلے ہوئے نام سے سفر کر رہا ہو۔"

"ہاں یہ خیال میرے دل میں آیا تھا۔" میں نے جواب دیا ڈان ایرن اچانک کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ "آپ کو اس کا اندازہ کیسے ہوا انکل۔"

اور وہ چونک کر بولا۔ "ہاں تم نے فوراً سوال کیا تھا کہ کیا میں نے ابو الفرزان کو دیکھا ہے۔"

"میں نے اسی خیال کے تحت پوچھا تھا۔"

"مگر میں اپنے ہی کچھ الفاظ میں کھو گیا ہوں کیا واقعی یہ نہیں ہو سکتا کہ زاغ کسی بدلے ہوئے نام سے سفر کر رہا ہو۔"

"ہو سکتا ہے انکل۔"

"بالکل ہو سکتا ہے خیر اس کے لئے ہمیں جہاز کے ہر مسافر پر نگاہ رکھنا ہو گی۔"

"کیا اس سلسلے میں کپتان اولیارو کوئی مدد نہیں کر سکتا۔"

"مشکل ہے بے بی سینکڑوں مسافر ہیں انہیں ایک ایک کر کے چیک تو نہیں کیا جا سکتا۔"

"گویا جہاز پر زاغ کی موجودگی کے تصور کو بالکل ختم نہیں کیا جا سکتا!" سسٹر زمرد نے کہا اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا جا سکتا تھا۔ یہ نشست برخاست ہو گئی ہم وہاں سے اٹھے تو پانی کی چند بوندیں ہم پر پڑیں آسمان پر گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی میں نے سسٹر زمرد کو دیکھ کر کہا۔ "کیا کیبن میں چلیں سسٹر؟"

"ضروری تو نہیں ہے لیکن اگر تم چاہو تو چلتے ہیں۔"

"کیا کریں گے ابھی سے بستر پر جا کر نیند بھی نہیں آئے گی۔"

"ٹھیک ہے آؤ سمندر دیکھیں۔ کاش یہ ایک خوشگوار سفر ہوتا کتنا لطف آتا ہر لمحہ ایک سرور رکھتا ہے لیکن ذہنی الجھاوے ہمیں سمندر سے پوری طرح لطف اندوز نہیں ہونے دے رہے۔" ہم دونوں عرشے کے نسبتاً پرسکون گوشے کی طرف چل پڑے بوندیں اکا دکا آ رہی تھیں اور بہت لطف دے رہی تھیں ڈان ایرن کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ ویسے لوگوں کی کافی تعداد تفریحات میں مصروف تھی ہم ایک جگہ کھڑے ہو گئے سمندر حسب معمول پرسکون تھا تاحدِ نگاہ بیکراں خاموشی پھیلی ہوئی تھی ہم دیر تک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خاموش کھڑے رہے جہاز کے ملازم شاید بارش کی توقع رکھتے تھے کھلی ہوئی روشنیوں پر مشینی کور ڈھکے جا رہے تھے بہت سی روشنیاں بجھا دی گئی تھیں۔ ہم سے چند فٹ کے فاصلے پر ایک شخص آ کھڑا ہوا سیاہ لباس میں ملبوس تھا اس کا چہرہ دوسری طرف تھا ہم نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی لیکن پھر اس نے رخ بدل کر ہماری طرف دیکھا عین اس وقت میں نے بھی اتفاقیہ دیکھ لیا تھا پورے بدن میں گرم گرم لہریں دوڑ گئیں آہ اگر واقعات لمحہ لمحہ نہ بدلیں تو پھر زندگی ہی کیا۔ وہ خالد شیخ تھا بھلا میں اسے بھول سکتی تھی میری نظریں اس پر جم کر رہ گئیں اس نے بھی مجھ سے نگاہیں نہیں چرائی تھیں اور رخ بھی نہیں بدلا تھا۔

"ماحول کچھ غیر معمولی نہیں ہو رہا روشنی۔" سسٹر نے کہا میرا جواب نہ پا کر انہوں نے مجھے دیکھا تو میں نے رخ بدل کر کہا۔ "سسٹر' خالد!"

"ایں.....!" وہ اچھل پڑیں پھر انہوں نے بھی اسے دیکھ لیا اور آہستہ سے بولیں "ہاں وہی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے....." میں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"میری ہدایت یاد ہے؟" زمرد نے کہا۔

"ہاں....." میں نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا اس کے بعد خاموشی طاری رہی پھر ہم نے اسے جنبش کرتے ہوئے دیکھا وہ چند قدم چل کر ہمارے پاس پہنچ گیا پھر بولا۔ "میں جانتا ہوں آپ میری یہاں موجودگی سے ناواقف نہیں ہیں لیکن یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ مجھ سے کبھی مخاطب نہیں ہوں گی۔"

"آپ بلاشبہ ایک پُراسرار نوجوان ہیں مسٹر خالد بلکہ انتہائی پُراسرار قوتوں کے مالک" میں نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"اگر آپ چند منٹ مجھے دے سکیں تو انتہائی شکرگزار ہوں گا۔"

"واقعی بے مثال شخصیت ہے آپ کی فرمائیے۔"

"ذرا سی تنہائی چاہتا ہوں۔"

"کہاں جانا ہے؟"

"کہیں نہیں بس ذرا اس طرف۔"

"چلی جاؤ کوئی بات نہیں ہے۔" سسٹر زمرد نے کہا اور میں آمادہ ہو گئی وہ آگے بڑھ گیا لیکن ہم سسٹر سے زیادہ دور نہیں گئے تھے وہ فولادی ریلنگ سے لٹک کر کھڑا

ہو گیا۔

"میں نے تم سے کہا تھا روشنی کہ اب میں تمہارا سایہ بن گیا ہوں۔"

"ظاہر ہے تمہارے خیال میں میری قربت تمہارے لئے خاصی منافع بخش ہے۔"

"تم جو کچھ بھی سوچو میں تمہاری سوچ پر پابندی تو نہیں لگا سکتا لیکن اپنے الفاظ پھر دہراؤں گا۔"

"ارشاد۔"

"پہلے کی بات اور تھی جس طرح آغاز ہوا اور اس کے بارے میں تمہیں جو کچھ پتہ چلا وہ سچ ہے لیکن اب میں صرف تمہارا محافظ ہوں روشنی جو کچھ کر رہا ہوں تمہارے تحفظ کے لئے کر رہا ہوں۔ زندگی داؤ پر لگا دی ہے میں نے' اتنے پاپڑ بیلے ہیں کہ تم تصور نہیں کر سکتیں۔"

"ایک سوال کروں خالد' تمہارا آقا تمہارا مالک زاغ بھی جہاز پر موجود ہے یا نہیں کیا اس کے بارے میں سچ بتانا پسند کرو گے۔"

"ہاں وہ جہاز ہی پر ہے" اس نے جواب دیا۔

اس نے تصدیق کر دی تھی۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔ دل میں زہر ہی زہر تھا اس کے لئے لیکن سسٹر زمرد کی ہدایت یاد تھی۔ مجھے ایسا انداز اختیار کرنا چاہئے کہ اسے میری نیت پر شبہ نہ ہونے پائے۔ میں نے زہرخند سے کہا۔ "اس شخص کے ساتھی ہونے کے باوجود تم میرے محافظ ہو خالد جو میرا بدترین دشمن ہے۔"

"جو کچھ میں کہوں گا اسے سکون سے سن لو روشنی چاہے وہ تمہارے مزاج کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ اگر کچھ معلوم کرنا چاہتی ہو تو جذباتی ہونے کے بجائے تحمل سے کام لو۔ تمہیں فائدہ ہو گا۔"

"خوب۔ سناؤ لیکن کیا تمہارا آقا یہ پسند کرے گا۔"

"وہ میرا آقا نہیں ہے۔ تم کیوں مجھے ذلیل کر رہی ہو۔" وہ جھلا کر بولا۔ پھر چند لمحے خاموش رہ کر اس نے کہا۔ "تمہیں تفصیل معلوم ہے۔ ہاں میں مالی ضرورتوں کے تحت اس کا ساتھی بنا تھا لیکن تم سے ملاقات کرنے کے بعد میری ذہنی کیفیت بدل گئی۔ روشنی' خدا کی قسم مجھے تمہاری دولت سے کوئی دلچسپی نہیں ہے اور اب تو میں صرف اپنے گناہ کا کفارہ ادا کر رہا ہوں۔ بے شک میں نے تمہارا اعتماد کھو دیا ہے لیکن اب میں اس کے حصول کے لئے کوشاں نہیں ہوں۔ اصولی طور پر مجھے جو کچھ کرنا تھا خاموشی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے کرتے رہنا چاہئے تھا لیکن بعض جگہوں پر تمہیں محتاط کرنا بھی ضروری تھا۔ اس میں نے تم سے رجوع کیا ہے۔"

بولنا تو بہت کچھ چاہتی تھی لیکن منصوبے کے تحت اس جگہ کچھ نرمی کا تاثر چاہئے تھا۔ چنانچہ خاموشی رہی۔ اس نے کہا۔ "پہلی بات یہ ہے کہ زاغ تمہیں جسمانی نقصان نہیں پہنچانا چاہتا۔"

"خوشخبری ہے میرے لئے۔ پھر وہ کیا چاہتا ہے؟"

"یہ کوئی انوکھا اور پُراسرار مسئلہ ہے جس کی تفصیل صرف مصری تاریخ جانتے ہیں۔ ان لوگوں کے درمیان چپقلش ہے اور یہ چپقلش کسی طور سمجھ نہیں آ زاغ کو تم سے براہ راست دلچسپی نہیں ہے بلکہ تمہارے توسط سے وہ تمہارے احمد کمال سعدی کا سراغ لگانا چاہتا ہے۔ اس کی تمام کارروائی کا پس منظر یہی ہے۔"

"ابھی تک وہ اس کے لئے کوشاں ہے۔"

"ہاں۔"

"آخر وہ ان سے کیا چاہتا ہے۔"

"خدا کی قسم میرے فرشتوں کو بھی نہیں معلوم۔"

"اب تمہارے سپرد کیا کام ہے؟" میں نے سوال کیا اور وہ شاکی نظروں سے دیکھنے لگا۔ پھر آہستہ سے بولا۔ "تم اچانک پرتگال چل پڑی تھیں۔ انتہائی مشکل مجھے یہ بات معلوم ہو سکی۔ پھر میں نہ جانے کیا کیا جتن کر کے لزبن پہنچا اور وہاں تمہیں تلاش کرتا رہا۔ زاغ مجھے تمہاری ملاقات کے بعد لزبن میں ملا تھا۔ اس نے وہاں مجھے پیش کش کی کہ میں تمہارا قرب حاصل کروں اور تمہارے معمولات سے اسے آگاہ کرتا رہوں۔ میں نے مصلحتاً پھر اس سے تعاون کر لیا۔"

"مصلحتاً؟" میں نے اسے دیکھ کر کہا۔

"ہاں روشنی۔ میری مالی حالت بہتر نہیں ہے۔ اس کے باوجود میں تمہارا تعاقب کرتے رہنا چاہتا تھا۔ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ زاغ باخبر آدمی ہے میں نے اسے تمہارے قریب رہنے کا ذریعہ بنا لیا۔"

"دلچسپ۔ واقعی دلچسپ۔ کوئی ایسی بات بھی بتانا پسند کرو گے جو میرے علم میں نہ ہو۔"

"جو کچھ مجھے معلوم ہے۔ وہ ضرور بتاؤں گا۔"

"تو بتاؤ۔"

"پروفیسر ایرن سعدی صاحب کے قدیم دوستوں میں سے ہیں۔ یہ بات زاغ کو معلوم ہو گئی ہے۔ پروفیسر ذہین آدمی ہیں اور زاغ بھی شیطانی دماغ رکھتا ہے۔ اس نے مجھ سے کہا کہ چونکہ میں تم سے مل چکا ہوں اس لئے پروفیسر ہمیں کوئی بڑا ڈاج دیں گے۔ تم لوگوں نے ہوائی جہاز سے الجزائر روانگی کے لئے تیاریاں کیں لیکن وہ بدستور چھپتا رہا۔ اس نے کہا کہ تم لوگ کبھی اس طرح سفر نہیں کرو گے جس سے کسی کو خبر ہو جائے کہ تم کہاں گئے ہو۔ وہ تاک میں لگا رہا اور اس نے سفر کی کوئی تیاری نہیں کی۔ اس وقت میں پاگل ہو گیا تھا جب تم تمام تیاریوں کے بعد رن وے کی طرف چل پڑی تھیں۔ میں نے اس کا گریبان پکڑ لیا تھا۔ بعد میں وہ دوربین میری آنکھوں سے لگا دی جس سے وہ تمہیں دیکھتا رہا تھا میں نے تمہیں ایک کار میں بیٹھ کر واپس جاتے ہوئے دیکھا۔ پھر اس نے مجھے بتایا کہ تم لوگ ڈی پارلو سے سفر کرو گے۔ خود اس نے بھی اس جہاز سے سفر کی تیاریاں کر لیں۔"

میرے بدن میں سرد لہریں دوڑ رہی تھیں۔ زاغ واقعی شیطان تھا۔ میں نے پریشان ہو کر کہا۔ "کیا وہ پروفیسر ایرن کو بھی انکل سالک جلال کی طرح....."

"بالکل نہیں۔ جہاں تک مجھے معلوم ہو سکا ہے بیرسٹر سالک جلال جذباتی ہو کر اسے ختم کرنے پر تل گئے تھے۔ اس کے بعد وہ بھی غصے میں آ گیا۔ وہ ان سے سعدی صاحب کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا تھا۔ پروفیسر پر وہ خاموشی سے نگاہ رکھنا چاہتا ہے۔"

"انکل سالک پر تشدد کرنے والوں میں تم بھی شامل ہو گے خالد....."

"میرا اللہ جانتا ہے۔ میرے فرشتوں کو بھی کچھ نہیں معلوم۔ میں اس وقت اس سے علیحدہ ہو چکا تھا۔"

"وہ کہاں چھپا ہوا ہے؟"

"کیبن نمبر نو سو تیس میں وہ حاتم جلیسی کے نام سے مقیم ہے اور سارا وقت کیبن میں گزارتا ہے۔"

"تنہا ہے؟"

"بالکل نہیں۔ اس کے ساتھ کوئی خفیہ گروہ ہے جو اس کے لئے مسلسل کام کر رہا ہے۔ اس کے بارے میں وہ کسی کو کچھ نہیں بتاتا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تمہیں بھی نہیں؟"

"بالکل نہیں۔"

"اس کا باز تو نظر آیا تھا۔"

"وہ ایک پُراسرار پرندہ ہے۔ اس پر گولی چلائی گئی تھی اور اس کے خیال کے مطابق ایسا تمہارے ایما پر کیا گیا ہے۔ وہ یہ جان چکا ہے کہ ڈان ایرن کی اولیاروے دوستی ہے لیکن وہ بالکل خوفزدہ نہیں ہے۔ شلاشلائی انسانوں سے زیادہ ذہین ہے۔ وہ اپنا تحفظ کرنا جانتا ہے۔ تمہیں علم ہوگا کہ وہ بچ کر فرار ہوگیا لیکن اب وہ پھر جہاز پر موجود ہے۔"

"کالا پرندہ۔" میں نے خوف سے کہا۔

"ہاں۔ وہ جہاز پر پوشیدہ رہتا ہے۔ اس وقت نہ جانے کیوں منظرِ عام پر آگیا تھا۔"

"میرے خدا....." میں کانپتی ہوئی بولی۔

"ایک اور بات میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں روشنی۔ کیا ابوالفرزان تمہارا آدمی ہے۔" خالد نے کہا اور میں اچھل پڑی۔

"کیوں.....؟" میں نے بمشکل کہا۔

"زاغ کی پوری توجہ ابوالفرزان پر ہے۔ وہ تابوت لے کر ماریطانیہ جارہا ہے۔ زاغ کا خیال ہے کہ وہ ڈان ایران کا ہرکارہ ہے اور ڈان نے اسے خود سے علیحدہ کرکے رکھا ہے۔ زاغ کو ان تابوتوں سے بہت دلچسپی ہے۔ ہوسکتا ہے ابوالفرزان اس کا شکار ہوجائے اور وہ اس سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرے۔"

"اوہ۔ اوہ۔ وہ....." میں آگے بولتے بولتے رک گئی۔

"اس کے تحفظ کا پورا پورا خیال رکھو۔ کپتان ڈان ایرن کا دوست ہے۔ ڈان اس کے تحفظ کے لئے کارروائی کرسکتا ہے۔" میں خاموشی سے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتی رہی پروفیسر ایرن نے اس سے اجنبیت کا اظہار کیا تھا اور خود ان تابوتوں کو دیکھنا چاہتا تھا۔ خالد نے مجھے خاموش پاکر کہا۔ "سنو روشنی تمہیں اختیار ہے کہ مجھ پر بالکل بھروسہ نہ کرو۔ مجھے اب نہ تمہاری توجہ چاہئے نہ اپنی محبت کا کوئی صلہ۔ میں تمہارے جذبات سے پورا اتفاق کرتا ہوں۔ ایک شخص محبت کے نام پر دھوکا کرے۔ خواہ وہ بعد میں میری طرح محبت میں گرفتار ہی کیوں نہ ہوجائے لیکن اس پر اعتبار نہیں

کیا جاسکتا۔ مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ تمہارے لئے جو کچھ میں کر رہا ہوں اپنی محبت کے جنون میں کر رہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم مجھ سے زاغ کے بارے میں معلومات حاصل کرتی رہو۔ میں تمہیں اس کے ہر قدم سے آگاہ رکھوں گا۔ تمہارے قریب ہونے پر زاغ کو کوئی شبہ نہیں ہوگا کیونکہ وہ خود مجھے تمہارے قریب رکھ کر معلومات حاصل کرنا چاہتا ہے۔"

"اگر اسے پتہ چل گیا تو؟"

"تو وہ مجھے قتل کردے گا۔ میں یہی چاہتا ہوں۔ تمہاری محبت تو میں اب کبھی نہ پاسکوں گا۔ تمہارے لئے مرجاؤں تو یہ میرے گناہ کا کفارہ ہوگا۔"

"تم نے کبھی نینا کے بارے میں اس طرح نہیں سوچا خالد.....!"

"ہاں' یہی میری خودغرضی ہے۔ بے شک تم سے پہلے میرا یہ راستہ اس کی طرف جاتا تھا لیکن..... مجھے خود پر اختیار نہیں رہا۔ میں..... میں..... بس روشنی مجھے اپنی کمزوری کا اعتراف ہے۔"

"اس کا کیا ہوگا خالد؟"

"میں نہیں جانتا' جو کچھ ہمارا تھا میں اسے دے کر چلا آیا ہوں۔ کچھ کرلے گی اپنے لئے۔"

"وہ تم سے محبت کرتی ہے خالد..... بہت چاہتی ہے تمہیں۔"

"میں بھی تم سے محبت کرتا ہوں روشنی' بہت چاہتا ہوں تمہیں۔ یہ سب کچھ رہنے دو جو کچھ میں نے کہا ہے اس کا خیال رکھنا۔ میں تمہیں اس کی کارروائیوں سے آگاہ رکھوں گا۔ اس کے علاوہ روشنی میں اسے بھی تمہارے بارے میں کچھ نہ کچھ بتاتا رہوں گا کیونکہ اس طرح میں تمہارے قریب رہ سکتا ہوں۔ میرا مطلب ہے تمہیں اس سے ہوشیار کرنے کے لئے تم سے کبھی کچھ نہیں پوچھوں گا میں۔ اب چلتا ہوں۔"

وہ مڑا اور تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔ اسی وقت زمرد میرے پاس پہنچ گئی۔"

"آؤ چلیں۔ بہت رات ہوگئی ہے۔"

☆======☆======☆

دوسری صبح کیبن سے نکل کر باہر آئے تو ماحول جل تھل ہو رہا تھا۔ رات بھر شدید بارش ہوئی تھی لیکن اب رک گئی تھی البتہ بادل بہت گہرے تھے اور فضا میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جس تھا۔ عرشہ پر آئے لوگ گھوم پھر رہے تھے۔ خلاصی پانی کی نکاسی میں مصروف تھے۔ کہیں سے ڈان ایرن نے ہمیں دیکھ لیا اور ہمارے پاس آگئے۔

"کیسی گزر رہی ہے لڑکیو؟"

"ٹھیک ہیں انکل۔ آپ سے بات کرنی ہے۔"

"کافی کے ساتھ..... آؤ..... وہاں کا فرنیچر صاف ہو چکا ہے۔" سامنے والی شلک میں بیٹھ کر پروفیسر نے کافی طلب کی اور پھر اس کے گھونٹ لیتا ہوا بولا..... "کہو کیا بات ہے؟" میں نے اسے زاغ کی پوری کہانی سنادی۔ پروفیسر کے چہرے پر فکر کے آثار ابھر آئے۔ کافی دیر خاموش رہ کر وہ بولا۔ "ایسی کون سی تدبیر ہو کہ ہم ابو الفرزان کو دوست بنالیں۔ یقیناً کوئی اہم کردار ہے۔"

"وہ خطرے میں ہے انکل ایرن۔"

"مشکل تو یہ ہے کہ ہمارا اس سے تعارف نہیں۔"

"کوشش کریں۔"

"آؤ اولیارو کے پاس چلتے ہیں۔ وہ اس وقت برج پر نہیں ہے۔" اولیارو اپنے کیبن میں ملا۔ ہمیں دیکھ کر بولا۔

"تمہاری ساتھی لڑکیاں ہیں۔ میں نے پہچان لیا۔ بے بی تم میں سے کوئی خواب کی تعبیر بتا سکتا ہے۔"

"خواب.....؟" زمرد نے کہا۔

"ہاں وہ خواب جو جاگتے میں دیکھا جائے۔ ایرن' میں خبط الحواس نہیں ہوں۔ جاگ رہا تھا میں۔ بادلوں کا رنگ خطرناک ہے وہ آسمان پر ساکت ہیں جیسے ہواؤں کا انتظار کر رہے ہوں۔ سمندر پر چھائے ہوئے ایسے بادل طوفان کا پیش خیمہ ہوتے ہیں اور ان بادلوں کے نیچے سفر کرنے والے جہازوں کے کپتان سوتے نہیں ہیں اس لئے میں ساری رات جاگتا رہا ہوں۔"

"تو پھر خواب کیسے دیکھ لیا تم نے۔"

"درمیاں میں نہ بولو ایرن..... بتا چکا ہوں کہ یہ خواب میں نے جاگتے میں دیکھا ہے۔"

"خواب کیا تھا.....؟" سسٹرز مرد نے پوچھا۔

"جہاز سفر کر رہا تھا۔ میں برج پر کھڑا دوربین سے سمندر دیکھ رہا تھا اچانک میں

نے سمندر کے پانی کو کھولتے ہوئے دیکھا۔ پھر اس سے ایک آتش فشاں نے منہ نکال کر جھانکا اور پھر بلند ہوتا گیا۔ اس کے بعد اس کے دہانے سے وہی کالا پرندہ نمودار ہوا اور لمبا غوطہ لگا کر میری طرف آنے لگا۔ اس کے بعد وہ میری گردن سے چمٹ گیا۔ وہ بری طرح چیخ رہا تھا آہ اس کے پنجوں کی چبھن میں ابھی تک اپنی گردن پر محسوس کر رہا ہوں.....!" وہ اپنی گردن سہلانے لگا۔

"کس احمق نے تمہارے شانوں پر کپتان کی ذمے داری ڈال دی ہے۔ سارے مسافر خطرے میں پڑ سکتے ہیں تمہاری وجہ سے....." ڈان نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"کوئی تعبیر ذہن میں آتی ہے بے بی۔"

"فضول خواب کی کوئی تعبیر نہیں ہوتی۔ میں تمہیں اس سے بھی زیادہ پُراسرار بات بتانا چاہتا ہوں۔"

"تم سے دوستی کر کے میں نے ابتدا ہی میں غلطی کی تھی۔ اب میں کوئی اور پُراسرار کہانی نہیں سنانا چاہتا۔"

"کالے پرندے کا مالک پروفیسر زاغ ہے اور تمہارے جہاز پر موجود ہے مع اس منحوس پرندے کے....."

"بکواس۔ میرا اسٹاف مستعد ہے۔ اس کی رپورٹ ہے کہ اس نام کا کوئی شخص جہاز پر نہیں ہے۔ نہ ہی وہ کالا پرندہ دوبارہ نظر آیا.....!"

"احمق کپتان..... پوری بات تو سن لو..... زاغ فرضی نام کے ساتھ جہاز پر سفر کر رہا ہے۔ اس کا فرضی نام حاتم جلیسی ہے اور وہ کیبن نمبر نو سو تیس میں ہے۔" اس کے بعد مختصر الفاظ میں ڈان ایرن نے اولیارو کو اس بارے میں بتا دیا۔

اولیارو کچھ سوچنے لگا پھر بولا۔ "اگر اس نے حاتم جلیسی کے نام سے پاسپورٹ حاصل کر لیا ہے اور اس پر باقاعدہ سفر کر رہا ہے تو ہم زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتے ہیں کہ الجزائر میں امیگریشن کے حکام کو اس کی نشاندہی کر دیں'۔ اسے جہاز پر کوئی نقصان نہیں پہنچایا جا سکتا۔"

"اگر وہ ابو الفرزان کو نقصان پہنچا دے تو.....؟"

"جہاز پر اس نے معمولی سا جرم بھی کیا تو میں اسے گرفتار کر سکتا ہوں۔ ہمارے پاس باقاعدہ قید خانہ ہے بلکہ قیدی بھی ہیں۔"

"قیدی؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہمارے نہیں' بلکہ حکومت فرانس کے قیدی جن کی تعداد آٹھ ہے اور فرانسیسی افسر انہیں گرفتار کرکے الجزائر لے جارہے ہیں جہاں شاید انہیں موت کی سزا دے دیں' تو میں کہہ رہا تھا کہ اگر وہ ابوالفرزان کو نقصان پہنچائے گا تو میں اسے گرفتار کرلوں گا۔ یہ تو بہتر ہوا کہ اس کی نشاندہی ہوگئی۔ ہمیں مجرم تلاش نہیں کرنا پڑے گا۔"

"اور اگر ابوالفرزان کو نقصان پہنچ گیا تو.....؟"

"بھلا اس کی پیش بندی کیسے کی جاسکتی ہے' تم اگر چاہو تو میں اس کے تحفظ کا بندوبست کردوں۔"

"نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں۔" ڈان ایرن نے پُرخیال لہجے میں کہا پھر بولا۔ "اور وہ تابوتوں کو دکھانے کے بارے میں تم نے کیا سوچا.....؟"

"آج رات کو چلتے ہیں۔ جہاز کی نچلی تہہ میں وہ مال خانے میں محفوظ ہیں۔ ویسے ابوالفرزان ایک بار اجازت لے کر میرے دو آدمیوں کے ساتھ وہاں جاچکا ہے۔"

"رات کو کس وقت چلو گے؟"

"گیارہ بجے کا وقت مناسب رہے گا۔ گیارہ بجے کے بعد مال خانے پر پہرہ لگ جاتا ہے اور کوئی وہاں نہیں پھٹک سکتا۔"

کپتان کے کیبن سے نکل جانے کے بعد ہم باہر آگئے۔ آسمان کی وہی کیفیت تھی۔ سسٹر زمرد نے کہا۔ "کالے بادل پہلے بھی دیکھے ہیں مگر اتنے گہرے سیاہ بادل۔ ممکن ہے سمندر پر ان کی سیاہی زیادہ محسوس ہوتی ہو۔"

"ہاں' ممکن ہے۔" میں نے لاپروائی سے کہا۔

وقت گزرتا رہا۔ شام کو میں نے زمرد سے کہا۔ "سسٹر کیا خیال ہے کیبن نمبر نوسو تیس تلاش کیا جائے؟"

"کیوں.....؟" زمرد خوفزدہ لہجے میں بولی۔

"ہم خود زاغ سے ملیں؟"

"فائدہ.....؟"

"بوکھلا جائے گا۔"

"نہیں روشنی' ایسی حماقت مت کرو..... خود خطرے کے منہ میں جانا چاہتی ہو۔"

"یونہی دل میں خیال آیا تھا۔"

"اس کے برعکس اگر اسی طرح ملنا ہے تو پھر ابوالفرزان سے کیوں نہ ملا جائے....." زمرد نے ایک عجیب بات کہی اور میں سوچ میں ڈوب گئی۔ پھر میں نے کہا۔

"لیکن نہ تو ہم اسے پہچانتے ہیں نہ ہمیں اس کے کیبن کا نمبر معلوم ہے پھر کیا پتہ وہ کس قسم کا انسان ہے۔ نہیں سسٹر کوئی ایسا قدم اٹھانا مناسب نہیں ہے جس سے خطرہ پیدا ہو۔ ہمیں اپنی طرف سے کچھ نہیں کرنا۔"

"ٹھیک کہتی ہو۔" زمرد نے کہا۔ پھر ہم دیر تک چہل قدمی کرتے رہے اور پھر تھک کر کیبن میں آگئے۔ باتوں کا ذخیرہ ختم ہوچکا تھا۔ کوئی نیا موضوع بھی نہیں تھا۔ دل پر ہمیشہ ایک بوجھ سا طاری رہتا تھا۔ بشاشت کیسے ہوتی' انوکھے حالات میں وقت گزر رہا تھا۔

ایک بار پھر ہم باہر نکل آئے۔ آسمان کا وہی عالم تھا کالی گھٹائیں تُلی کھڑی تھیں۔ ماحول بے حد بوجھل ہو رہا تھا۔ رات کی بارش کے بعد پورا دن بارش نہیں ہوئی تھی لیکن اس وقت سماں کچھ اور تھا۔ ہم عرشہ پر کچھ دور ہی نکلے تھے کہ اچانک آسمان سے پانی کی دھاریں پھوٹ پڑیں۔ عرشہ پر موجود مسافروں میں ہلچل مچ گئی۔ لوگ بری طرح نیچے بھاگنے لگے۔ ہم دونوں نے ایک محفوظ جگہ پناہ لے لی تھی۔ ویسے ڈی پارلو ایک خوبصورت جہاز تھا راہداریوں اور برآمدوں میں قالین بچھے ہوئے تھے۔ دوسرے درجے کے کیبنوں کے ساتھ لائبریری تھی جس میں لاتعداد کتابیں سجی ہوئی تھیں۔ بار روم اور کھیلوں کے لئے وسیع کمرے تھے۔ عرشہ پر حسین شلک بنے ہوئے تھے جن کی کیفیت خوشنما لان جیسی تھی۔ تمام فرسٹ کلاس کیبن ایئر کنڈیشنڈ تھے۔ ایک طرف جہاز کے اعلیٰ درجے کے افسروں اور انجینئروں کے کیبن تھے انہی کیبنوں کے اوپری حصے میں اولیارو کا وہ کیبن تھا جسے ہم اندر سے دیکھ چکے تھے۔ بارش کی وجہ سے عملے کے افراد نے ایسی چیزوں پر خوشنما پھولدار ترپال ڈھک دیئے تھے جن کو پانی سے نقصان پہنچ سکتا تھا۔ جگہ جگہ مسافروں کے لئے خصوصی ہدایات درج تھیں۔ کھلے سمندر میں یہ اہتمام بہت عجیب لگتا تھا خاص طور سے اس وقت جب سمندر دیکھا جائے اسے دیکھ کر یہ سارا اہتمام ناقابلِ یقین محسوس ہوتا تھا۔ بارش طوفانی جھکڑوں کے ساتھ شروع ہوئی تھی اس لئے شاید زیادہ خطرناک تصور کی گئی تھی۔ جہاز کا لاؤڈ اسپیکر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چیخ اٹھا۔

"براہ کرم عرشہ پر کوئی مسافر موجود نہ رہے۔ سب لوگ نیچے چلے جائیں۔"

"چلو..... واقعی..... میرے خدا..... سمندر دیکھو....."

سسٹر زمرد نے کپکپاتی آواز میں کہا۔ میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ دھواں دھار بارش کے ساتھ چاروں سمت سے سمندر ابلتا محسوس ہو رہا تھا۔ دیو ہیکل لہریں جہاز پر لپکتی محسوس ہو رہی تھیں۔ میں سہم گئی اور سسٹر کے ساتھ واپس کیبن میں آئی۔

"خدا کی پناہ۔ کیسا ہولناک منظر تھا.....!" میں نے کہا اور ایک دم خاموش ہو گئی۔ کئی زور زور سے جھٹکے لگے تھے۔ جہاز ان مہیب لہروں کے نرغے میں ہچکولے کھا رہا تھا۔ پھر بڑی عجیب سی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ ایسا لگا جیسے گولیاں چل رہی ہوں۔ ہمارے کیبن میں شیشے لگے ہوئے تھے لیکن ان کے دوسری طرف گھپ اندھیرا تھا۔ البتہ بارش کا ہولناک شور اور بادلوں کی گرج صاف سنائی دے رہی تھی۔ میں نے خوفزدہ لہجے میں زمرد کو پکارا۔

"نہیں ڈیئر۔ ڈرو نہیں۔ ہم تنہا نہیں ہیں۔ بے شمار لوگ ہیں اگر تم کہو تو میں انکل ایرن کو بلاؤں۔"

"کیا وہ اپنے کیبن میں ہیں؟"

"پتہ نہیں۔"

"کیبن کس بری طرح ہل رہا ہے۔ آپ کھڑی ہو سکتی ہیں؟"

"کوشش کرتی ہوں!" سسٹر نے کہا اور پھر وہ کسی نہ کسی طرح باہر نکل گئیں۔ میں بستر سے چمٹی ہوئی انتظار کرتی رہی کچھ دیر کے بعد سسٹر زمرد گرتی پڑتی اندر آگئیں۔ "ڈان ایرن اپنے کیبن میں نہیں ہے۔" انہوں نے کہا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

رفتہ رفتہ ہچکولوں میں کمی آنے لگی۔ شور بھی کم ہو گیا تھا۔ پھر طوفان ٹل گیا۔ ایک عجیب سی سنسناہٹ محسوس ہو رہی تھی۔ ہم دونوں ایک دوسرے سے کچھ کہنا چاہتے تھے کہ کیبن کا دروازہ کھلا اور انکل ایرن کیبن میں داخل ہو گئے۔ وہ مسکرا رہے تھے۔

"کہو لڑکیو۔ کیسا ایڈونچر ہے یہ....."

"آپ اسے ایڈونچر کہہ رہے ہیں۔ ہم نیم مُردہ ہو گئے ہیں۔"

"اوہ نہیں بے بی۔ سمندری سفر میں ایسے معمولی طوفان آتے رہتے ہیں!" ڈان نے لاپروائی سے کہا۔

"یہ معمولی طوفان تھا.....؟"

"بالکل معمولی۔ اولیارو کہتا ہے کہ ایسے طوفان بالکل بے ضرر ہوتے ہیں۔"

"خدا کی پناہ۔ ہمیں کیا معلوم۔ ہماری تو جان ہی نکل گئی تھی۔"

"تم نے کھانا کھا لیا؟"

"خاک..... اندر کا نظام تو الٹ پلٹ ہو گیا ہے۔ ایسے میں کھانے کا ہوش ہو گا!" میں نے جل کر کہا۔

"اوہ میں کھانا منگواتا ہوں۔"

"نہیں انکل۔ کم از کم میں تو اس وقت کچھ نہیں کھاؤں گی۔" سسٹر زمرد نے بھی کھانے سے انکار کر دیا لیکن انکل ڈان نے کھانا منگوایا اور خوب ڈٹ کر کھایا۔ ان کے اس اطمینان سے ہمیں بھی ڈھارس ہوئی تھی۔ انکل ایرن کافی دیر تک ہمارے پاس بیٹھے رہے پھر ہمیں تسلی دیتے ہوئے اٹھ گئے۔

"تم لوگ آرام سے سو جاؤ۔ پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔" سسٹر زمرد نے کیبن کا دروازہ اندر سے بند کر لیا اور ہم دونوں بستروں پر جا لیٹے۔ ڈان ایرن کی ان تسلیوں کے بعد طبیعت پُرسکون ہو گئی تھی۔ کچھ دیر خاموشی رہی تو نیند آگئی۔

☆------☆------☆

رات کا نہ جانے کون سا پہر تھا کہ اچانک ایک زوردار جھٹکا لگا اور میں جاگ گئی۔ کانوں میں زبردست گڑگڑاہٹ ابھر رہی تھی۔ کیبن میں نہ جانے کیوں اندھیرا پھیل گیا تھا۔ پھر یوں محسوس ہوا جیسے باہر لوگ چیخ چلا رہے ہوں۔ ذہن صحیح طور سے کام نہیں کر رہا تھا۔ میں بستر پر لیٹی ذہن کو نیند کی گرفت سے آزاد کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ اچانک یوں محسوس ہوا جیسے بستر فضا میں معلق ہو رہا ہو۔ پھر وہ اسی تیزی سے نیچے آیا اور میرے حلق سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔ میں بستر سے نیچے آگری۔ اسی وقت سسٹر زمرد کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"نہیں نہیں میری جان روشنی۔ ڈرو نہیں..... معمولی..... طوفان ہے۔ ایسے طوفان....." ابھی انہوں نے اتنا ہی کہا تھا کہ پھر ایک خوفناک جھٹکا لگا اور میں وہاں سے بھی اچھل کر نہ جانے کہاں گری۔ کیبن زیادہ بڑا نہیں تھا اس لئے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میرا بدن سسٹر زمرد کے بدن کو چھونے لگا۔ میں ان سے چمٹ گئی تھی۔

"یہ سب..... یہ سب کیا ہو رہا ہے سسٹر.....!"

"حوصلہ رکھو روشنی۔ حوصلہ رکھو....."

"کیا جہاز تباہ ہو جائے گا؟"

"کیسی باتیں کر رہی ہو۔ بس معمولی سا طوفان ہے۔ انکل ڈان بتا نہیں رہے تھے ایسے طوفان اکثر آتے رہتے ہیں۔"

"نہیں سسٹر مجھے تو یوں لگتا ہے' جیسے انکل ڈان ہمیں جھوٹی تسلیاں دے رہے ہوں' یہ طوفان' سسٹر یہ طوفان ضرور جہاز کو تباہ کر دے گا یہ دوبارہ کیوں آگیا.....؟"

"روشنی' روشنی پلیز ایسی باتیں مت کرو۔" سسٹر زمرد کا لہجہ بھی خوف میں ڈوبا ہوا تھا۔ کیبن کے بند دروازے کے دوسری طرف انسانی چیخیں مسلسل سنائی دے رہی تھیں۔ میں نے سسٹر زمرد کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ "میرا دم گھٹ رہا ہے سسٹر' میری سانس بند ہوتی جا رہی ہے' باہر چلئے' خدا کے لئے باہر چلئے۔"

سسٹر زمرد ایک لمحے تک کچھ نہ بولیں۔ پھر انہوں نے آہستہ لہجے میں کہا۔ "جہاز کو جھٹکے لگ رہے ہیں اور پھر یہ اندھیرا' کہیں ہم زخمی نہ ہو جائیں۔ اچھا ٹھہرو' انکل ڈان کے کیبن میں چلتے ہیں لیکن ذرا مضبوطی سے قدم جما جما کر..... اوہ میرے خدا' یہ جھٹکے کس قدر خوفناک ہیں آؤ ذرا مضبوطی سے میرا ہاتھ پکڑ لو۔"

ہم نے اپنے آپ کو سنبھالا اور کیبن کا دروازہ کھول کر باہر نکلے' لیکن دروازہ کھلتے ہی انسانی شور سے کانوں کے پردے پھٹنے لگے' مسافر شدید افراتفری کا شکار تھے اور اندھیرے میں ایک دوسرے سے الجھتے' ٹکراتے اور گرتے پڑتے جہاز میں اوپر سے نیچے بھاگتے پھر رہے تھے۔ ہم لوگ کیبن کی دیوار سے چمٹ گئے۔ انکل ڈان کے کیبن کا فاصلہ ہی کتنا تھا' کھسکتے کھسکتے دروازے تک پہنچے لیکن ڈان ایرن کے کیبن کا دروازہ کھلا ہوا تھا' سسٹر زمرد نے انہیں کئی آوازیں دیں لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔ غالباً وہ بھی باہر نکل گئے تھے۔ انسانوں کی بھاگ دوڑ سے بچنے کے لئے ہم نے ان ہی کے کیبن میں پناہ لی اور اس کے بعد ہماری وہاں سے باہر نکلنے کی ہمت نہ ہوئی۔

رات کا بقیہ حصہ ہم نے انکل ڈان کے کیبن میں ان کا انتظار کرتے ہوئے گزارا۔ تقریباً ایک گھنٹے تک طوفان جاری رہا۔ پھر رفتہ رفتہ سکون چھاتا چلا گیا تھا لیکن

جہاز کے مسافر نہ جانے کیوں دیوانوں کی طرح بھاگتے دوڑتے پھر رہے تھے اور اس کان پڑے شور میں دل مسلسل الٹتا رہا تھا۔ پھر جب صبحکی روشنی نمودار ہوئی تو اس ہولناک سیاہ رات کے ٹل جانے کا احساس ہوا اب بھاگ دوڑ بھی تھم گئی تھی لیکن انسانی شور اور چیزوں کے گرنے پڑنے کی آوازیں مسلسل سنائی دے رہی تھیں۔ میں نے ایک بار پھر سسٹر زمرد کو باہر نکل کر صورت حال کا جائزہ لینے کے لئے مجبور کیا اور وہ تیار ہو گئیں۔

ہمارے اعصاب کشیدہ تھے تاہم کسی نہ کسی طرح ہم عرشے پر پہنچ گئے۔ وہاں ایک قیامت برپا تھی۔ مرد عورتیں' نوجوان سب ہی یہاں جمع تھے۔ بعض عورتیں بچوں کو سینوں سے لپٹائے ہوئے رو رہی تھیں۔ مرد حواس باختہ کھڑے تھے۔ ان سب کے چہروں پر موت کی زردی پھیل رہی تھی۔ خلاصی اِدھر سے اُدھر بھاگے بھاگے پھر رہے تھے' عرشے پر ہر چیز ٹوٹی پھوٹی پڑی ہوئی تھی۔ کچھ لوگ ریلنگ سے نیچے جھانک رہے تھے' بعد میں پتہ چلا کہ رات کو اپنے کیبنوں سے باہر نکل کر عرشے سے صورتِ حال کا جائزہ لینے والے بہت سے افراد سمندر میں گر گئے ہیں۔ ہینگر پر لٹکی ہوئی موٹر بوٹس بھی سمندر میں جا پڑی ہیں۔ نہ جانے کس طرح بچتے بچاتے ہم دونوں آہنی کٹہرے کے پاس پہنچ گئے۔ وہاں سے سمندر کو دیکھا تو چکر آگیا۔ انسانی لباس پانی پر تیر رہے تھے جگہ جگہ پانی کے بگولوں میں انسانی لہو کی سرخ لکیریں نظر آ رہی تھیں۔ چھوٹی بڑی بے شمار آدم خور مچھلیاں انسانی گوشت کھانے میں مصروف تھیں' ان میں شارک مچھلیاں بھی تھیں' میں نے دونوں آنکھوں پہ ہاتھ رکھ کر رخ تبدیل کر لیا' سسٹر زمرد نے میرے شانے دبوچے اور مجھے وہاں سے ہٹا لائیں۔

"روشنی چلو کیبن میں واپس چلیں۔ نہ جانے انکل ڈان ایرن کہاں غائب ہو گئے اور پھر ٹھیک ہی تو ہے وہ کہاں تک ہمارا تحفظ کریں گے۔"

"کتنے لوگ۔ آہ سسٹر کتنے لوگ موت کے گھاٹ اتر گئے۔ وہ' وہ خون خوار مچھلیاں۔ آہ ان کے جبڑے کتنے بھیانک تھے۔ میرے خدا' ناتواں انسانی جسم....." میرا بدن کپکپانے لگا۔

"روشنی۔" ایک آواز سنائی دی۔ "تم خیریت سے ہو روشنی۔" اس شناسا آواز کو سن کر میں چونکی۔ میں نے گردن گھما کر خالد کو دیکھا اس کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی جس پر خون کا دھبہ نمایاں تھا وہ میرے بالکل قریب آگیا۔ میرے بجائے سسٹر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

زمرد نے کہا۔

"انہیں سنبھالئے مسٹر خالد۔ براہ کرم..... یہ بہت خوفزدہ ہیں۔"

"نہیں روشنی' ہولناک طوفان گزر گیا ہے۔ اسے جو تباہ کاریاں کرنی تھیں کر چکا ہے۔ اب سمندر پُرسکون ہے۔" خالد نے کہا۔

"آپ زخمی ہوگئے ہیں مسٹر خالد۔" سسٹر زمرد نے کہا۔

"ہاں افسوس۔ میں پچھلی شام جب پہلا طوفانی جھٹکا آیا تھا تو ایک چھوٹے سے حادثے کا شکار ہوگیا۔ مجھے بے ہوشی کے عالم میں جہاز کے اسپتال میں رکھا گیا تھا ورنہ طوفان کے بعد میں مس روشنی کی خبر لینے ضرور آتا۔"

"اب طوفان نہیں آئے گا؟" میں نے سہمے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"سمندری ماہرین کا یہی کہنا ہے۔ ویسے بھی دیکھئے آسمان پر نیلاہٹیں نمایاں ہیں۔"

"اللہ کا شکر ہے۔" سسٹر زمرد نے کہا۔

"لیکن طوفان نے جہاز کو بے حد نقصان پہنچایا ہے۔ ٹھیک طور معلومات نہیں حاصل ہوسکیں پتہ چلا ہے کہ جہاز کے انجنوں کو نقصان پہنچا ہے۔"

"اوہ' کیا جہاز رک گیا ہے؟" سسٹر زمرد نے چونک کر پوچھا۔

"رات ہی کو اس کے انجن بند ہوگئے تھے آپ نے محسوس نہیں کیا؟"

"غور نہیں کیا تھا۔"

"جہاز کھلے سمندر میں لنگر انداز کردیا گیا ہے۔"

"اب کیا ہوگا۔ کیا ہم.....؟" میں نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

"نہیں مس روشن۔ خود کو سنبھالے رکھئے۔ آپ دیکھ رہی ہیں کتنے مسافر ہیں جہاز پر۔ بہتر ہوگا کہ آپ اپنے کیبن میں آرام کریں۔ میں کچھ دیر کے بعد وہیں آپ کے پاس آؤں گا۔ میڈم آپ انہیں لے جائیں یہاں بڑے دلدوز مناظر بکھرے پڑے ہیں مس روشنی ان کی تاب نہ لاسکیں گی۔ پلیز جائیے۔ مس روشنی میں کچھ دیر کے بعد آپ کے کیبن میں آؤں گا۔" وہ آگے بڑھ گیا۔ میں اسے دیکھتی رہی سسٹر زمرد نے کہا۔

"اس کا دم غنیمت ہے' ہمیں اس کی ضرورت ہے۔ آؤ کیبن میں چلیں۔"

"نہیں سسٹر وہاں جاکر کیا کریں گے' نہ جانے انکل ایرن کہاں ہیں۔ کہیں وہ بھی جہاز کے اسپتال میں نہ ہوں۔"

"خدا نہ کرے' ہم تو بے موت مارے جائیں گے۔" سسٹر زمرد نے کہا۔ جہاز میں بری طرح افراتفری پھیلی ہوئی تھی۔ بے شمار مسافر زخمی نظر آرہے تھے۔ ٹوٹے پھوٹے لوگ اپنے اپنے ساتھیوں کو تلاش کررہے تھے۔ آہستہ آہستہ دل کو قرار آنے لگا۔ خوف کا مرحلہ گزر چکا تھا۔ تھکن ہوگئی دل و دماغ الگ پریشان تھے۔ کیبن ہی کی طرف چل پڑے۔ وہاں پہنچے تو خالد موجود تھا۔ بسکٹ پنیر خشک خوراک کے بہت سے ڈبے' ڈرائی فروٹس خاصی تعداد میں لے آیا تھا۔ اطمینان سے بیٹھا ہمارا انتظار کررہا تھا۔

"ارے۔ یہ کیا ہے؟" سسٹر زمرد نے اس اخبار کو دیکھ کر حیرت سے کہا۔

"یہ ضروری تھا۔" وہ آہستہ سے بولا۔

"کہاں سے لائے؟"

"اسٹور میں گھس گیا تھا خاموشی سے۔ مجھے اندازہ ہے کہ اب بہت سی مشکلات پیدا ہوجائیں گی۔ یہ کولڈ ڈرنک کے ڈبے ہیں۔ آپ دونوں ان میں سے اشیاء منتخب کرکے ناشتہ کرلیجئے۔"

"کیا مشکلات پیدا ہوجائیں گی؟" میں نے پوچھا۔

"جس قدر ٹوٹ پھوٹ ہوئی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسے سنبھالنے میں بہت وقت لگ جائے گا۔ ہوسکتا ہے ابتدائی طور پر جہاز کا عملہ مسافروں کو صحیح طور پر خوراک نہ مہیا کرسکے آپ لوگ یہ اشیاء محفوظ کرلیجئے۔ ضرورت کے وقت کام آئیں گی۔"

"شکریہ خالد۔ تم نے جس قدر اپنائیت کا ثبوت دیا ہے ہم اسے فراموش نہیں کرسکتے' روشنی چلو کچھ کھالو یہ ضروری ہے۔" میں نے بھی تعرض نہیں کیا تھا' حالانکہ جو مناظر دیکھ کر آئی تھی' اس کے بعد کھانے پینے کا ہوش کسے رہتا' لیکن یہ بھی جانتی تھی کہ بھوکی نہ رہ سکوں گی البتہ اس وقت میں نے بھی نرمی سے کام لیا اور اس نرمی میں کوئی فریب نہیں تھا' میں نے خالد کو بھی اپنے ساتھ شریک ہونے کی دعوت دی' بسکٹوں کے چند ڈبے کھولے اور انہیں کولڈ ڈرنک کے ساتھ معدے میں اتار لیا۔ سسٹر زمرد نے خالد کی ہدایت پر عمل کیا تھا اور بچی ہوئی اشیاء کو احتیاط کے ساتھ کیبن کے ایک محفوظ حصے میں اسٹور کردیا۔ خالد کچھ دیر کے بعد باہر چلا گیا سسٹر زمرد اپنے بستر پر پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئیں اور مجھے دیکھتی رہیں۔ میرے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پھیل گئی تھی۔ وہ بھی مسکرا دیں۔

"کیا سوچ رہی ہو سسٹر؟"

"کوئی خاص بات نہیں۔"

"پھر بھی۔"

"بس انہی حالات کے بارے میں۔"

"ہاں سسٹر مجھے خود بھی احساس ہے۔ بھلا آپ کا کیا مسئلہ تھا' اچھی خاصی پُرسکون زندگی گزار رہی تھیں۔ انکل سالک جلال کے پاس' بے شمار لوگوں کے وصیت نامے ہوں گے یہ تو ان کا پروفیشن تھا۔ مانتی ہوں ابو ان کے دوست تھے' لیکن دوستیاں بھی ایک حد تک ہی نبھائی جاتی ہیں۔ مگر انکل ایک دردناک حادثے کا شکار ہو گئے۔ مجھے خود بتایئے سسٹر مجھ جیسی بے سہارا لڑکی ان حالات میں پھنسنے کے بعد دو ہی کام کر سکتی تھی۔ اول تو خودکشی' دوم یہ کہ کسی کو اپنے لئے پریشان کرتی' سوری سسٹر ویری سوری۔" میری آنکھوں میں آنسو آ گئے اور سسٹر زمرد جلدی سے اٹھ کر میرے پاس آ بیٹھیں۔

اب تم میری محبت کی توہین کر رہی ہو اور یہ مناسب نہیں ہے۔"

"نہیں سسٹر یہ سچ ہے میں آپ سے بہت شرمندہ ہوں۔"

"پگلی ہو تم۔ فضول باتیں کر رہی ہو۔ بھلا ان باتوں کی اب کیا گنجائش ہے۔ اب تو میں بھی براہِ راست ان تمام معاملات میں ملوث ہوں۔" انہوں نے میرے آنسو خشک کئے اور بولیں۔ "چلو باہر چلو گی؟"

"نہیں سسٹر ہمت نہیں پڑتی' کتنے بے چارے مسافر موت کا شکار ہو گئے۔"

"چلو پھر لیٹ جاؤ۔ تھوڑی دیر سونے کی کوشش کرو وقت بھی کٹ جائے گا اور پھر اس کے بعد دیکھیں گے کہ آگے کیا ہوتا ہے۔ اب دیکھو نا روشنی ہمارے بس میں کوئی بات نہیں ہے تو غمزدہ اور فکر مند ہونے سے کیا حاصل' بے شمار مسافر ہیں' جو سب کا حال ہو گا وہی ہمارا۔ سو جاؤ شاباش۔" انہوں نے زبردستی مجھے لٹا دیا۔ لیٹ بھی گئی اور آنکھیں بھی بند کر لیں لیکن نیند کیسے آ سکتی تھی' ہزاروں پریشان کن خیالات کا ہجوم ذہن میں جمع ہو گیا تھا' نہ جانے کیا کیا سوچتی رہی تھی۔ پھر کچھ غنودگی سی دماغ پر طاری ہو گئی۔ صرف غنودگی ہی تھی کسی کے باتیں کرنے کی آہٹ بھی سنائی دی تھی لیکن ذہن بیدار نہ ہو سکا' پھر کچھ دیر کے بعد اٹھ کر بیٹھ گئی' سسٹر زمرد بھی اپنے بستر پر

سر پکڑے بیٹھی ہوئی تھی۔ میرے اٹھنے پر چونکیں اور مجھے دیکھنے لگیں۔ پھر مسکرا کر ایک سمت اشارہ کر کے بولیں۔

"خالد کچھ اور اشیاء لے کر آیا تھا بظاہر وہ بڑی یگانگت کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ میرا مشورہ بہتر ہی رہا اگر تم اس سے برگشتگی کا مظاہرہ کرتی رہتیں تو شاید ہمیں یہ سب کچھ نہ حاصل ہو سکتا۔" میں نے پھیکے سے انداز میں ہنس کر کہا۔

"سمندر کے سینے پر کتنا وقت گزار سکتے ہیں ہم سسٹر۔ اس کے بعد مرنا ہو گا۔"

"خدا نہ کرے۔ کیسی باتیں کرتی ہو کچھ نہ کچھ ہو جائے گا اس دوران کیا تم مجھے انسان ہی نہیں سمجھتی روشنی؟"

"کیوں نہیں سسٹر۔"

"تو پھر مجھے ایسی باتیں کر کے کیوں خوفزدہ کرتی ہو۔ ہم ایک دوسرے کو ڈھارس دے کر ہی جی سکتے ہیں۔" ہم یہ باتیں کر رہے تھے کہ کیبن کا دروازہ کھول کر انکل ڈان اندر آ گئے۔ چہرہ دھوں ہو رہا تھا سخت پریشان اور افسردہ تھے۔ ہونٹ خشک ہو رہے تھے' کہنے لگے۔ "یہ نہ سمجھنا کہ میں تمہیں نظرانداز کئے ہوئے ہوں۔ میں نے تم پر نگاہ رکھی ہے۔ اصل میں ہم بدقسمتی کا شکار ہو گئے۔ طوفان واقعی ہولناک نہیں تھا لیکن اس کے نقصانات غیر متوقع ہوئے۔"

"جہاز کے انجن خراب ہو گئے انکل؟" میں نے آہستہ سے کہا۔

"انجن خراب ہو گئے ہیں لیکن اس سے ہولناک بات یہ ہے کہ چاروں بڑے انجینئر ہلاک ہو گئے اور..... اور....."

"انجینئر ہلاک ہو گئے۔" سسٹر زمرد خوف سے بولیں۔

"وہی بڑے انجینئر تھے کچھ ایسے حالات ہوئے کہ وہ..... مائی گاڈ۔ مائی گاڈ۔"

"تو اب ان انجنوں کو درست کرنے والا کوئی نہیں ہے؟" میں نے پوچھا انکل نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے پریشان لہجے میں کہا۔ "اب کیا ہو گا انکل؟"

"خدا جانے۔"

"ہم سب سمندر کے قیدی بن گئے انکل' اور اب لازمی امر ہے کہ ہمیں اسی جہاز میں دم توڑنا ہو گا۔"

"کپتان اولیارو اس بارے میں کیا کہتے ہیں انکل۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اولیارو.....!" پروفیسر ڈان ایرن نے گہری سانس لے کر کہا۔ "اولیارو بھی اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ وہ طوفان سے بچاؤ کے انتظامات کرتے ہوئے ایک بلند جگہ سے سر کے بل گرا اور ہلاک ہوگیا۔ اولیارو میرا دوست....."

ڈی پارلو ایک عظیم الشان مسافر بردار جہاز جس پر لاتعداد انسان سفر کر رہے تھے طوفان کا شکار ہو کر کھلے سمندر میں لاوارث ہوگیا تھا۔ اس کا کپتان مرچکا تھا انجن خراب ہوگئے تھے انہیں درست کرنے والے انجینئر بھی زندہ نہیں تھے اور وہ کسی نامعلوم مقام پر صرف لوہے کی زنجیروں میں بندھے لنگروں کے سہارے قائم تھا کوئی اور طوفان اسے بآسانی ان لنگروں کی قید سے آزاد کرکے موجوں کے دوش پر بے لگام کر سکتا تھا اس کے بعد.....؟

لیکن ایک اور حقیقت کا انکشاف بھی ہوا تھا بہت مختصر وقت میں' اس وقت سے جب آشنائی کے دشت میں داخل ہوئی تھی پُراسرار اور ناقابل یقین واقعات نے اس طرح حملے کئے تھے کہ عقل سے رشتہ ٹوٹ گیا تھا سوچوں کی حد ختم ہوگئی تھی۔ میں اخبار ہمیشہ پڑھتی تھی ہر طرح کے حادثے ہوتے تھے ان کے بارے میں خبریں چھپتی تھیں ایسے کسی واقعہ کے بارے میں' میں نے کبھی پڑھا نہیں تھا۔

انکل ایرن نے کہا۔ "اولیارو کی موت نے اس وقت ایک شدید ذہنی بحران سے دوچار کردیا ہے۔ بے شمار مرد' عورتیں' بچے موت کے جال میں گرفتار ہوگئے ہیں ابھی سب زندہ ہیں لیکن کیفیت ایسی پیدا ہوگئی ہے کہ ان سب کی موت یقینی ہے۔"

"کیا جہاز کے تمام مسافروں کو کپتان کی موت کا علم ہوچکا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"بالکل نہیں..... صرف چند افراد جانتے ہیں جن میں سیکنڈ انجینئر اور چند ریڈیو افسران شامل ہیں اولیارو کی لاش کو اس کے کیبن میں پوشیدہ کردیا گیا ہے۔"

"پتہ تو چل ہی جائے گا۔" میں نے کہا۔

"ظاہر ہے لیکن یہ سوچا جارہا ہے کہ اس سے مسافر خوف زدہ ہوجائیں گے ان پر نہ جانے کیا ردعمل ہو۔"

"چھپانا بھی تو مناسب نہیں ہوگا۔"

"کتنی دیر چھپایا جاسکتا ہے۔" انکل ڈان نے متفکر لہجے میں کہا۔ اس دوران سسٹر زمرد بالکل خاموش رہی تھیں میں نے ان کی مسلسل خاموشی پر چونک کر انہیں دیکھا اور ایک ٹھنڈی سانس لے کر رہ گئی۔ سسٹر زمرد کی آنکھوں میں آنسو بھرے

ہوئے تھے ان کے چہرے پر متوقع موت کی زردی کھنڈی ہوئی تھی۔ انکل ڈان نے کہا۔

"میں بہت زیادہ مذہبی انسان نہیں ہوں لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ جب انسان بے بسی کی آخری منزل میں داخل ہوجاتا ہے تو پھر معجزے ظہور پذیر ہوتے ہیں ہر انسان کی موت کا طریقہ رقم ہوتا ہے ممکن ہے اس جہاز میں کچھ ایسے لوگ موجود ہوں جن کی تقدیر میں سمندری موت نہ ہو قدرت ان کے لئے کوئی سامان ضرور کرے گی اور کون جانے کس کے وسیلے سے زندگی مل جائے۔ اس لئے میری رائے ہے کہ مایوس نہ ہونا بلکہ تقدیر کے لکھے کا انتظار کرنا۔ میں باہر جارہا ہوں بہتر ہے کہ تم لوگ بھی کیبن میں قید نہ رہو آزادی سے گھومو پھرو..... اس وقت سب اپنی اپنی مشکل کا شکار ہیں کوئی کسی کو نقصان نہیں پہنچائے گا اوکے.....!" انکل ڈان باہر چلے گئے میں نے شرمندہ نظروں سے سسٹر زمرد کو دیکھا اور آہستہ سے انہیں پکارا.....

"ہوں۔" وہ جیسے چونک پڑیں۔

"میں آپ سے کیا کہوں سسٹر.....؟" میں نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

انہوں نے جلدی سے آنسو خشک کئے اور زبردستی مسکرا کر بولیں۔

"پاگل ہوئی ہو..... سب ٹھیک ہوجائے گا دیکھو انسانی ذہن کس قدر پُراسرار ہے حالانکہ انکل ڈان نے اولیارو کو کالے پرندے کی نحوست کی کہانی صرف اس لئے سنائی تھی کہ وہ زاغ کے خلاف ہوجائے اور شلاشلائی کو ہلاک کرنے پر آمادہ ہوجائے۔ اس نے وہی کیا لیکن اس کے بعد وہ وہم کا شکار ہو کر موت کے خواب دیکھنے لگا بالآخر ان خوابوں کا اختتام اسی تعبیر پر ہوا تمہیں اس کا سنایا ہوا خواب یاد ہے؟"

"ہاں....." میں نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔

"مجھے اس کی موت کا بے حد دکھ ہے خیر..... نہ جانے کون کون مرگیا ہے چھوڑو اس تذکرے کو آؤ باہر چلیں یہاں رہ کر بس وسوسوں کا شکار ہی رہیں گے۔"

"ٹھیک ہے سسٹر..... چلئے۔"

"نہیں بھئی حلیہ درست کرو عجیب سی ہو رہی ہو۔" سسٹر زمرد نے خود میرے بال سنوارے پھر خود بھی اپنا حلیہ درست کیا اور ہم کیبن سے باہر نکل آئے۔ باہر کا وہی منظر تھا مرد' عورتیں' بچے بدحواس پھر رہے تھے جہاز کے عملے کے لوگوں کو ہر جگہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گھیر لیا گیا تھا لوگ ان سے طرح طرح کے سوالات کر رہے تھے' جگہ جگہ لوگ جمع تھے رونے کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں' ایک جگہ بہت سے نوجوان کھڑے شور مچا رہے تھے۔

"وہ گوشہ خالی ہے سسٹر وہاں چلیں۔" میں نے عرشے کے ایک حصے کی طرف اشارہ کر کے کہا اور سسٹر نے ہچکچاتی نظروں سے مجھے دیکھا پھر بولیں۔ "وہاں سے سمندر نظر آئے گا۔"

"تو پھر.....؟"

"مجھ سے انسانی زندگی کا یہ اختتام نہیں دیکھا جائے گا۔" سسٹر زمرد نے کہا۔

"ہمیں ہمت کرنی ہوگی سسٹر' آئندہ نہ جانے کیا کیا دیکھنا پڑے..... آیئے۔" میں نے کہا اور زمرد کا ہاتھ پکڑ کر عرشے کے خالی گوشے کی طرف چل پڑی وہ منظر اب نہیں تھا لیکن خونخوار مچھلیاں بھیانک جبڑے کھولے بھوکی نظروں سے اوپر دیکھ رہی تھیں' نوجوان مسلسل شور مچا رہے تھے کچھ دیر کے بعد جہاز کے لاؤڈ اسپیکر سے آواز ابھری۔

"براہ کرم خاموش ہو جایئے۔ براہ کرم سنئے' خاموش ہو جایئے سنئے۔" نوجوان خاموش ہو گئے تھے آواز پھر ابھری۔ "میں سیکنڈ افسر بول رہا ہوں طوفانی توڑ پھوڑ میں کپتان اولیارو زخمی ہو گئے ہیں آپ لوگوں کو بے شک شدید مشکلات سے گزرنا پڑ رہا ہے لیکن اس مشکل وقت میں جہاز کے عملے کو آپ کا تعاون درکار ہے۔ ہمارا سب سے پہلا مسئلہ خوراک ہے عملے کے افراد کچن پہنچ گئے ہیں بس چند منٹ میں آپ کو کھانا پیش کیا جانے والا ہے۔ ہم سب کو زندگی بچانے کے لئے ایک دوسرے سے تعاون کرنا ہوگا عدم تعاون سے گریز کیجئے۔" لاؤڈ اسپیکر خاموش ہو گیا لوگ بھی منتشر ہو گئے تھے۔

"انہوں نے کپتان کی موت کا اعلان نہیں کیا۔" سسٹر زمرد نے کہا۔

"مصلحتاً....." میں نے جواب دیا ہم وہیں کھڑے رہے ہمارے سامنے ہی لوگوں کو کھانا پیش کیا گیا تھا بھوک بھی زندگی کا اہم مسئلہ ہے لوگ بے حد پریشان تھے لیکن بھوکے بھی تھے۔ کافی حد تک امن ہو گیا ڈی پارلو پُرسکون سمندر میں اپنا وقار برقرار رکھنے میں مصروف تھا شام ہو گئی پھر سمندر پر اندھیرے اترنے لگے رات کے کھانے کے بعد مسافروں سے درخواست کی گئی کہ وہ اپنی آرام گاہوں میں چلے جائیں عملے کے لوگ ڈی پارلو کو سفر کے قابل بنانے میں مصروف ہیں۔ خستہ حال مسافروں نے

اس ہدایت پر عمل کیا تھا ہم لوگ بھی اپنے کیبن میں آ گئے کوئی دس بجے انکل ڈان نے دستک دی اور پھر اندر آ گئے انہوں نے ہم دونوں کو دیکھ کر کہا۔ "تم لوگ پہلے کی نسبت پُرسکون ہو۔"

"کر بھی کیا سکتے ہیں انکل۔" زمرد نے کہا۔

"صرف حوصلہ قائم رکھو..... تماشائی بن جاؤ..... یوں سمجھ لو کہ تم ایک سنسنی خیز فلم دیکھ رہی ہو۔"

"اور پھر اس فلم کے دوسرے کرداروں کے ساتھ خود بھی مر جائیں۔" سسٹر زمرد نے پھیکی سی ہنسی سے کہا۔

"ہاں جب موت تمہارے قریب آئے تو اسے بھی دلچسپی سے دیکھو اور مر جاؤ۔" ایرن نے بے رحمی سے کہا ان کے لہجے میں کسی قدر ناخوشگواری تھی جسے ہم دونوں نے محسوس کیا کچھ دیر کے لئے خاموشی طاری ہو گئی تھی۔ پھر میں نے کہا۔

"یہ لوگ اولیارو کی موت کو چھپا رہے ہیں۔"

"ضروری ہے ورنہ لوگ وحشت زدہ ہو جائیں گے ابھی کچھ اور وقت اس کی موت کو چھپائے رکھنا مناسب ہوگا۔"

"اس کا فائدہ.....؟"

"کسی قدر سکون سے اس مشکل کا حل تلاش کیا جا سکتا ہے۔" انکل ڈان نے کہا پھر مجھے دیکھتے ہوئے مسکرا کر بولے۔ "میں عموماً تمہارے سامنے دل ہلا دینے والے انکشافات کرتا ہوں ایک اور انکشاف ہے تمہارے لئے سننا پسند کرو گی.....؟"

"ضرور انکل۔" میں بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی سسٹر زمرد تھکی تھکی نظر آ رہی تھیں اور ان کے چہرے پر بیزاری کے آثار تھے۔

"میں جہاز کے مال خانے میں اترا تھا اس جگہ جہاں کپتان مینس کے کہنے کے مطابق دو تابوت رکھے ہوئے تھے جنہیں ابو الفرزان نے بک کرایا تھا تابوت وہاں موجود ہیں لیکن....."

"لیکن کیا انکل.....؟" میں نے پُرجوش لہجے میں کہا۔

"تابوتوں کے پاس ابو الفرزان کی لاش پڑی ہوئی تھی نیلی لاش..... اتنی نیلی جیسے نیلی روشنائی ہوتی ہے۔ ہاتھ' پاؤں' چہرہ سب ایک جیسا وہ کہیں سے زخمی نہیں تھا لیکن مر چکا تھا اور..... اس سے کوئی دو فٹ کے فاصلے پر کپڑے کی موی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پٹیوں کے دو ڈھیر پڑے ہوئے تھے الگ الگ جگہ پٹیوں کے انبار....."

اچانک سسٹر زمرد اٹھ کر بیٹھ گئیں انہوں نے بھنچی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"اوہ.....اور تابوت.....؟"

"تابوت وہیں موجود ہیں.....؟"

"کیا وہ کھلے ہوئے تھے.....؟"

"ہاں دونوں کے ڈھکن کھلے ہوئے تھے شاید ان میں تالے بھی پڑے ہوئے تھے کیونکہ ان کے نزدیک دو کھلے ہوئے تالے بھی نظر آرہے تھے۔"

"انکل ہم آپ کو..... آپ کو شاید بتا چکے ہیں کہ....."

"ہاں مجھے یاد ہے۔"

"کیا آپ کے خیال میں.....؟"

"نہیں.....اس بارے میں' میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"انکل میں ان تابوتوں کو پہچانتی ہوں میں انہیں دیکھنا چاہتی ہوں۔" میں نے بے اختیار ہو کر کہا۔

"نہیں بے بی.....اس وقت ممکن نہیں ہے۔"

"کیوں انکل.....؟"

"مسافروں کو عرشے پر جانے کی اجازت نہیں ہے.....اس وقت کوئی ہمیں راہداری سے باہر نہیں جانے دے گا۔"

"آخر کیوں.....؟" میں نے بے چینی سے پوچھا۔

"ستائیس مسافروں کی لاشیں ٹھکانے لگانی ہیں جہاز کے عملے کو.....اس کے علاوہ اولیارو کی لاش بھی..... ظاہر ہے ان جسموں کو مچھلیاں کھائیں گی یہ منظر ہر لحاظ سے ہولناک ہوگا مگر اس کے سوا اور کچھ ممکن بھی تو نہیں ہے۔"

سسٹر زمرد نے دونوں ہاتھ آنکھوں پر رکھ لئے ان کا بدن ہولے ہولے کپکپا رہا تھا میں نے کہا۔ "ابوالفرزان کی لاش بھی عملے کے علم میں آگئی.....؟"

"میں نے سیکنڈ آفیسر ویلکم نیٹ کو بتایا تھا۔"

"اس کی موت کا کچھ پتہ چلا کیسے ہوئی.....؟"

"اس وقت کوئی اس کے بارے میں سوچنے کو تیار نہیں ہے۔" میں خاموش ہوگئی کچھ دیر کے بعد انکل ڈان چلے گئے۔ میں نے کہا۔ "سسٹر..... کیا یہ وہی

تابوت ہوسکتے ہیں وہ بھی دو تھے اور ان میں تالے پڑے ہوئے تھے اور سسٹر وہ..... پٹیوں کے ڈھیر..... سسٹر میرا دل بہت چاہ رہا ہے میں انہیں دیکھنا چاہتی ہوں۔"

سسٹر زمرد خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی تھیں۔

☆======☆======☆

دوسری صبح بھی جہاز کے مسافروں کے شور سے آنکھ کھلی تھی سسٹر بھی جاگ گئی تھیں شور خاصا بلند تھا میں اٹھ کر بیٹھ گئی۔ "کوئی اور نئی بات ہوگئی کیا.....؟"

"شاید.....!"

"کیا ایسا ہوسکتا ہے جہاز تو پُرسکون ہے۔"

"باہر چلوگی.....؟" سسٹر نے پوچھا۔

"چلئے یہاں بھی کیا کریں گے اور سسٹر اگر موقع ملا تو ہم وہ تابوت بھی دیکھیں گے۔"

"منہ ہاتھ دھولو..... میری رائے ہے کہ تھوڑا سا کچھ کھا پی بھی لو زندہ رہنے کے لئے یہ ضروری ہے۔" میں نے گردن ہلادی باتھ روم سے باہر نکلی تو خالد پر نگاہ پڑی سامنے ہی کافی کے برتن سجے ہوئے تھے سسٹر زمرد نے ناشتہ لگالیا تھا۔

"ہیلو روشنی۔" وہ بولا۔

"ہیلو.....! کیسے ہو.....؟"

"آؤ ناشتہ کرلو۔" اس نے کہا اور میں اس کے قریب بیٹھ گئی۔

"کافی کہاں سے ہاتھ لگ گئی۔"

"خود بنا کر لایا ہوں جانے کیسی بنی ہے۔" وہ پھیکی سی مسکراہٹ سے بولا۔

"سوری خالد تمہیں ہماری وجہ سے..... آؤ ناشتہ کرو یہ باہر شور کیوں ہو رہا ہے کوئی خاص وجہ ہے.....؟ کیا کپتان اولیارو کی موت کا اعلان کردیا گیا.....؟"

"اس سے بھی زیادہ سنگین صورت حال پیدا ہوگئی ہے۔" خالد ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"کیا.....؟" ہم دونوں کے منہ سے بیک وقت نکلا۔

"رات کو جہاز پر مسافروں کے لئے کرفیو لگا دیا گیا تھا تمام مسافروں کو کیبنوں میں

بند کر کے جہاز کا سیکنڈ افسر پورے عملے کے ساتھ کئی لائف بوٹس لے کر فرار ہو گیا۔"

"او مائی گاڈ.....!" زمرد کے منہ سے نکلا۔ "گویا جہاز اب سمندر کے بیچ بے یار و مددگار ہے۔"

"چند خلاصی جو کسی خاص وجہ سے فرار نہیں ہو سکے لوگوں کے ہاتھ لگ گئے ہیں انہوں نے انہیں مار مار کر ادھ مرا کر دیا ہے۔" خالد نے بتایا اور ہم پر مردنی چھا گئی پھر سسٹر زمرد نے کہا۔

"ظاہر ہے وہ لوگ ڈی پارلو سے مایوس ہو گئے تھے مسافروں کا دباؤ بھی انہیں برداشت کرنا پڑ رہا تھا اس لئے وہ جہاز چھوڑ کر فرار ہو گئے۔" خالد نے کوئی جواب نہیں دیا اس خاموشی سے گھبراہٹ ہونے لگی میں نے کہا۔

"چلئے سسٹر باہر چلتے ہیں۔" خالد بھی ہمارے ساتھ عرشہ پر آ گیا تھا اس وقت عرشہ پر قیامت برپا تھی' سارے ہی کیبن خالی ہو گئے تھے۔ عورتیں چیخ چیخ کر رو رہی تھیں ہر شخص کچھ نہ کچھ کہہ رہا تھا۔ ہم سہمے ہوئے ایک گوشے میں کھڑے ہو گئے اچانک جہاز کے اسپیکر کھرکھرائے اور پھر ایک آواز ابھری۔

"براہ کرم خاموشی اختیار کیجئے' براہ کرم خاموش ہو جایئے میرا نام ایلن روز ہے میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں براہ کرم خاموشی سے میری بات سن لیجئے۔" بے شمار درخواست کے بعد لوگ خاموش ہو سکے تھے ایلن روز نامی شخص نے کہا۔ "میں بھی آپ کی طرح ایک عمر رسیدہ مسافر ہوں برٹش فوج کا ریٹائرڈ میجر ہوں' زندگی میں لاتعداد حادثات سے گزر چکا ہوں۔ خدا کے لئے جو کچھ میں کہوں غور سے سنئے۔ ڈی پارلو انوکھے حادثے کا شکار ہوا ہے اس کا کپتان مینس اولیارو مر چکا ہے اس کی لاش اس کے کیبن میں موجود ہے۔ جہاز کے وہ انجینئر بھی مر چکے ہیں جو اس کے تباہ شدہ انجنوں کو درست کر سکتے تھے اور اس کے بعد جہاز کے دوسرے ذمہ دار افسر یہ محسوس کر کے کہ جہاز کو سنبھالنا ان کے بس کی بات نہیں ہے' مجرمانہ طور پر اپنی ذمہ داریوں سے روگردانی کرتے ہوئے لائف بوٹس لے کر فرار ہو گئے ہیں گویا اب اس وقت اس جہاز کا سرپرست کوئی نہیں ہے۔ جو بے چارے خلاصی باقی رہ گئے ہیں ان کے دل میں صرف یہ جذبہ تھا کہ وہ مسافروں کو چھوڑ کر نہیں جائیں گے اور ان کے ساتھ ہی فنا ہو جائیں گے لیکن آپ لوگوں نے جوش جذبات میں ان کے ساتھ بہتر سلوک نہیں کیا وہ ڈی پارلو کے بارے میں سب کچھ جانتے ہیں ہمیں تو ان لمحات میں ان کی اشد

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ضرورت ہے۔ ہم نے انہیں ان کے نیک جذبوں کے صلے میں زخم دیئے ہیں دوستو! بعض اوقات زندگی اسی طرح موت کے چنگل میں پھنس جاتی ہے اب اگر ہم جی چھوڑ کر ایک دوسرے کو نوچنا اور بھنبھوڑنا شروع کر دیں تو آپ میں سے ہر صاحبِ عقل جانتا ہے کہ اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ ہم آخری سانس تک زندگی کی جدوجہد کرنا چاہتے ہیں لیکن اس کے لئے نظم و ضبط ضروری ہے۔ میری خواہش ہے کہ آپ لوگ سمجھداری سے کام لیجئے کسی افراتفری کا مظاہرہ کئے بغیر خدا سے زندگی مانگئے اور اپنے طور پر جدوجہد کیجئے اگر آپ لوگ مجھ سے اتفاق کریں تو میں آئندہ کے لئے ایک لائحہ عمل پیش کرنا چاہتا ہوں براہ کرم مجھے ہاتھ اٹھا کر اجازت دیجئے اگر آپ لوگ چاہیں گے تو میں آگے بات کروں گا ورنہ خاموش ہو جاؤں گا۔"

تقریباً تمام ہاتھ بلند ہو گئے تھے اسپیکر سے پھر آواز ابھری۔

"بے حد شکریہ..... میں یہ چاہتا ہوں کہ نوجوان ٹولیاں بنا بنا کر مختلف ذمہ داریاں سنبھال لیں سب سے پہلے ہمیں خوراک کے ذخائر کا جائزہ لینا ہے اس کے لئے کچھ لوگوں کو ذمہ دار بنا لیا جائے۔ مشکل میں گھرے ہوئے افراد یہ بھول جائیں کہ ماضی میں ان کی حیثیت کیا رہی ہے اس وقت صرف زندگی کی بقاء کے لئے انہیں مشینی طور پر عمل کرنا ہو گا۔ کچن کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے ساتھ کچھ اور افراد خلاصیوں کی نگرانی میں جہاز کی صفائی کا بندوبست کریں ہر اس شعبے کو جو زندگی سے تعلق رکھتا ہے گروہوں کی شکل میں سنبھال لیا جائے' ہر مسافر اپنی ڈیوٹی سرانجام دے' کھانا پکایا جائے' صفائی ستھرائی کی جائے' جہاز میں یقینی طور پر بہت سے ڈاکٹر بھی ہوں گے وہ ایک جگہ جمع ہو کر اسپتال کا نظام سنبھال لیں۔ خدا کرے ہم لوگوں میں انجینئر بھی ہوں انہیں ہر سہولت فراہم کی جائے اور یہ جہاز کے انجن روم میں جا کر اپنی اپنی کاوشوں میں مصروف ہو جائیں اگر تقدیر ہمارا ساتھ دینے پر آمادہ ہو جائے تو یقینی طور پر ہم زندگی کی جانب گامزن ہو سکتے ہیں اس وقت نہ کسی منزل کا تعین ہے نہ کسی راستے کا نشان بس ایک آبادی درکار ہے ہمیں جہاں پہنچ کر ہم یہ سوچیں گے کہ اب کیا کیا جائے اگر ہم جہاز کے انجن درست کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو زندگی کا یقین کیا جا سکتا ہے لیکن شرط یہی ہے کہ ہوش و حواس نہ کھوئے جائیں' کسی بھی چیز پر مشتعل نہ ہوا جائے' ہر شخص اپنے آپ کو زندگی کی تلاش کے لئے وقف کر دے اگر ہمارے درمیان ذرا بھی افراتفری رہی تو زندگی بچانا مشکل ہو جائے گا دوستو! یہ مختصر تجاویز ہیں جو میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے آپ کے سامنے پیش کردیں۔ براہ کرم پھر اسی انداز میں مجھے بتایئے کہ کیا آپ ا
تجاویز سے اتفاق کرتے ہیں۔" جواب میں بے پناہ شور ابل پڑا بھلا بات ہی ایسی کیا تھ
جس پر دوسروں کو اختلاف ہوتا واقعی یہ ایک نظریہ تھا جس پر عمل پیرا ہو کر اس مشکل
وقت کو ٹالنے کی کوششیں کی جاسکتی تھیں۔ اسپیکر سے پھر آواز ابھری۔

"اس کے ساتھ ساتھ ہی میں ہر ذمہ دار شخص سے درخواست کرتا ہوں کہ
جہاز کے کسی بھی گوشے میں پہنچ کر یہ بتائے کہ وہ اس سلسلے میں کیا مہارت رکھتا ہے او
اس کے ذہن میں کیا تجاویز ہیں اس کے لئے میں وہ مشرقی گوشہ منتخب کرتا ہوں جہا
کرسیاں لگی ہوئی تھیں لیکن اب سب کچھ تلپٹ ہو چکا ہے ہمیں از سر نو زندگی کی تعمیر
کرنی ہے۔ آخر میں چند الفاظ کہہ کر میں آپ کے درمیان آجاتا ہوں وہ یہ ہیں
زندگی ایک نعمت ہے اس کی بقاء کے لئے ہر ممکن کوشش کرلی جائے اور ہر شخص
تعاون کرے نہ ہم میں کوئی لیڈر ہے نہ کوئی رہنما ہم سب مشکل میں گرفتار ایک
دوسرے کے ساتھی ہیں بس اتنا ہی کہنا چاہتا تھا میں۔"

اسپیکر بند ہو گیا لوگوں نے اس شخص کو دیکھا جو فوج کا میجر تھا اور اسے احترام بھ
دیا بات تقریباً سب ہی کی سمجھ میں آگئی تھی اس کے بعد ایک بہتر ماحول بن گیا اور لوگ
اپنے آپ کو رضاکارانہ طور پر پیش کرنے لگے۔ معمر افراد ان کی رہنمائی کرنے لگے
سسٹرز مرد نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"یہ واقعی بہتر ہوا' آہ..... کم بخت جہاز کے عملے کے لوگ اس طر
غداری کرکے نکل گئے وہ یقینی طور پر اپنی زندگی بچالیں گے لیکن..... لیکن
سب کو بھی مصروف ہونا چاہئے۔"

خالد نے کہا۔ "میں آپ لوگوں کو کچن ہی کی سمت متوجہ کرسکتا ہوں ٹولیاں بن
رہی ہیں میرا خیال ہے میں آپ کا نام بھی کچن سنبھالنے والوں میں شامل کئے د
ہوں۔"

ہم نے کچھ نہ کہا۔ خالد وہاں سے آگے بڑھ گیا کہنے کے لئے تھا بھی کیا جو کچھ ہو
تھا وہ ایک سنسنی خیز کہانی کی مانند تھا جس میں بعض اوقات خود کو تماشائی سمجھنے کو جی
چاہتا تھا۔ میجر کی ہدایت کے مطابق ٹولیاں بننا شروع ہو گئی تھیں اور لوگوں نے اپنی اپنی
ذمہ داریاں سنبھالنے کی پیش کش کردی تھی۔ گیارہ ڈاکٹر بھی تھے جن میں تین خواتین
ڈاکٹر تھیں۔ سارے کے سارے یورپی ممالک سے تعلق رکھتے تھے یا پھر ان کی شکلیں

یکساں تھیں کچھ اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ کون کس ملک سے متعلق ہے یہ لوگ اسپتال
میں پہنچ گئے انہوں نے کچھ خواتین کو طبی نرسوں کی حیثیت سے اپنے ساتھ شامل کرلیا
تھا جہاز پر بڑی یگانگت کا دور دورہ شروع ہو گیا تھا ہم لوگ بھی مصروفیت تلاش کرنے
میں کامیاب ہو گئے۔ درحقیقت جہاز کے کچن بے حد وسیع تھے صاف شفاف
تھے..... طوفان نے جو تباہ کاریاں کی تھیں ان کے اثرات یہاں پر بھی تھے
چنانچہ کئی گھنٹے کچن سنوارنے میں صرف ہو گئے۔ دوپہر کا کھانا برق رفتاری سے تیار کیا
گیا' اسٹورز سیل کرلئے گئے اور چند افراد نے ذمہ دار بن کر ان کے انتظامات سنبھال
لئے تاکہ خوراک کو محفوظ رکھا جاسکے ہر طرف کام ہو رہا تھا اور یوں لگتا تھا جیسے سمندر
کے بیچ میں ایک نئے شہر نے جنم لیا ہو جس کے رہنے والے سب ایک دوسرے کے
ہمدرد اور آشنا ہوں۔ جو بھی ایک دوسرے سے ملتا' محبت سے گفتگو کرتا مختلف رنگوں
اور مختلف نسلوں کے لوگ تھے پریشانیاں ایک دوسرے کو ایسے رشتے میں منسلک کرلیتی
ہیں تھوڑی دیر کے لئے یہ ماحول بڑا دلکش محسوس ہوا تھا اس سے خیالات بھی بٹ گئے
تھے مصروفیت بھی مل گئی تھی۔ شام کو پانچ بجے وہ اجتماع ہوا جس میں زیادہ تر وہ لوگ
شامل تھے جن کے ذہنوں میں تجاویز تھیں ان میں زیادہ تر معمر افراد ہی تھے میں اور
سسٹرز مرد بھی دلچسپی لیتے ہوئے وہاں کھڑے ہو گئے اور ان کی باتیں سننے لگے۔

چند انجینئرز موجود تھے لیکن جہازی زندگی سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا انہوں
نے اپنے آپ کو پیش کیا اور کہا کہ اگر انہیں اجازت دی جائے تو کچھ ذمہ دار افراد کے
ساتھ اور زخمی خلاصیوں کے ساتھ جو اب تعاون پر آمادہ تھے جہاز کے انجنوں کا جائزہ
لیا جائے انہیں ہر طرح کی سہولت فراہم کرنے کا وعدہ کیا گیا چند افراد نے تجویز پیش کی
کہ سب سے پہلے یہ دیکھا جائے کہ جہاز میں اسلحہ کتنا ہے اس اسلحے کو ایک جگہ سیل
کردیا جائے تاکہ کوئی شخص کسی کو نقصان نہ پہنچا سکے۔ بہتر تجاویز آرہی تھیں پھر کچھ
لوگوں نے کہا کہ ایس او ایس کے سگنل دیئے جائیں اور ہر چار گھنٹے کے بعد ایسے سگنل
دیئے جاتے رہیں تاکہ اگر کوئی جہاز قریب سے گزر رہا ہو تو وہ مدد پر آمادہ ہو جائے یہ
ساری تجاویز پوری ذمہ داری کے ساتھ نوٹ کی جارہی تھیں پھر ایک بلند بالا سرخ
و سفید چہرے والا شخص کھڑا ہو گیا اور اس نے کسی قدر مختلف انگریزی میں کہا۔

"میرا نام سونت گال ہے فرانس کی پولیس سے تعلق رکھتا ہوں اور آپ لوگوں
کے سامنے ایک انوکھی بات کرنا چاہتا ہوں انتہائی انوکھی جو آپ لوگوں کو یقیناً دلکش بھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لگے گی۔"

تمام لوگ اس کی جانب متوجہ ہوگئے تب اس نے کہا۔ "کیا آپ لوگوں نے پرتگال کے اوٹرویلبی کا نام سنا ہے جسے سیگارو دہشت گرد کے نام سے جانا جاتا ہے اور جو ایک انتہائی خطرناک آدمی ہے۔ اس نے بے شمار افراد کو قتل کیا ہے اس کی ماں نرالا منگولین تھی اور باپ پرتگال کا رہنے والا۔ اوٹرویلبی تقریباً چودہ سال تک بحری قزاق رہ چکا ہے اور اس نے بے شمار جہاز لوٹے ہیں۔ الجزائر میں اس نے خوفناک دہشت گردی کرتے ہوئے ایک ساتھ اٹھانوے آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا حکومت الجزائر نے فرانس کے اشتراک سے اوٹرویلبی یعنی سیگارو کے سلسلے میں پرتگال سے درخواست کی تھی کہ وہاں اسے گرفتار کیا جائے اور مجھے فرانسیسی افسر کی حیثیت سے پرتگال بھیجا گیا تھا جہاں سے میں نے اوٹرویلبی اور اس کے سات ساتھیوں کو گرفتار کیا۔ سیگارو کے یہ ساتوں ساتھی سمندری زندگی سے تعلق رکھتے ہیں وہ بہترین جہاز راں بہترین جہازوں کے انجینئر اور بہترین کپتان ہیں۔ سیگارو سمندری جہازوں سے زندگی بھر کھیلتا رہا ہے اور نہایت تجربہ کار شخص ہے۔ اس وقت یہ آٹھوں افراد قیدیوں کی حیثیت سے جہاز کے قید خانے میں بند ہیں میں آپ لوگوں سے یہ مشورہ کرنا چاہتا ہوں کہ اگر ان سے جہاز کی درستی کا کام لیا جائے تو کیا یہ مناسب رہے گا؟"

یہ تو ایسا انوکھا انکشاف تھا جس نے سمندر کے قیدیوں کو دیوانہ کردیا سارے کے سارے ایک ساتھ ہی بول پڑے تھے۔ وہ سب طرح طرح کی باتیں کررہے تھے سونت گال سے فرمائش کی جارہی تھی کہ فوراً ہی اس کام کو سرانجام دینے کا آغاز کردے یہ تو ایک نیک فال ہے۔ ظاہر ہے قیدی بھی زندگی چاہتے ہوں گے اور یہ زندگی انہیں اسی شکل میں مل سکتی ہے کہ وہ جہاز درست کرنے کی کوشش کریں خوشی کی ایک لہر بیدار ہوگئی تھی اور سونت گال ایک لمحے کے لئے ہیرو بن گیا تھا ویسے وہ ایک تنگ پیشانی والا سخت گیر آدمی معلوم ہوتا تھا۔ اس نے لوگوں کو خاموش کرنے کے لئے دونوں ہاتھ اٹھائے اور بولا۔

"یقینی طور پر یہ پیشکش کرکے میں نے آپ لوگوں کو یہ بتا دیا ہے کہ کچھ امیدیں قائم کی جاسکتی ہیں لیکن ساتھ ساتھ ہی یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ اوٹرویلبی شیطان زادہ ہے یہ لوگ بدترین قاتل، خطرناک دہشت گرد اور فطرتاً شیطان صفت ہیں انہیں آزادی نہیں دی جاسکتی بلکہ ان پر تشدد کرکے ہمیں ان سے کام لینا ہوگا اگر ہم نے

انہیں آزادی دے دی تو یہ ہمارے لئے مصیبت کا باعث بن سکتے ہیں۔"

"اس وقت یہ تمام باتیں نہیں سوچی جاسکتیں مسٹر سونت گال ہمیں ایسے کارآمد آدمیوں کی ضرورت ہے ہمیں ان کے ساتھ مل کر جہاز کی درستگی کا کام کرنا ہوگا باقی تمام باتیں بعد میں سوچنے کی ہیں۔"

"فرانسیسی ایجنسی کا ایک ذمہ دار افسر ہونے کی حیثیت سے مجھ پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، میری خواہش ہے کہ ان میں رخنہ اندازی نہ کی جائے اور مجھے میری مرضی کے مطابق کام کرنے دیا جائے میں جانتا ہوں کہ ان شیطان زادوں سے کیسے کام لیا جاسکتا ہے۔"

ایک اور شخص نے کہا۔ "مسٹر سونت گال آپ کو اس سلسلے میں مکمل اختیارات حاصل ہیں براہ کرم فوری طور پر ان قیدیوں کو منظرِ عام پر لے آیئے بہتر ہے کہ ان کے ساتھ اچھا رویہ اختیار کرتے ہوئے انہیں کچھ اس قسم کے لالچ دیئے جائیں جن سے وہ ہماری مدد کرنے پر آمادہ ہوجائیں کیا آپ انہیں فوری طور پر قید خانے سے نکال کر منظرِ عام پر لانا پسند کریں گے۔"

"بالکل کیوں نہیں ابھی اور اسی وقت، میرے ساتھ بیس افراد موجود ہیں جو ان کے نگراں ہیں میں انہیں ابھی کچھ دیر کے بعد آپ لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہوں۔" ایک سمت بیٹھے ہوئے ایک شخص نے اپنے برابر بیٹھے ہوئے شخص سے کہا۔

"میرا نام پولڈ گراہم ہے برطانوی عدلیہ سے تعلق رکھتا ہوں ذرا آپ غور کیجئے کہ اس وقت جبکہ جہاز مصیبت میں گھر چکا ہے اور ہر شخص موت کا انتظار کررہا ہے کیا دنیا کے کسی بھی ملک کا قانون کچھ لوگوں کو ان حالات میں قیدی رکھنے کی اجازت دیتا ہے۔"

دوسرے شخص نے فوراً ہی مسٹر پولڈ گراہم کی طرف رخ کرکے کہا۔ "میرا نام ست پرکاش ہے اور میں ہندوستان کا باشندہ ہوں اتفاق سے میں بھی آپ کا ہم پیشہ ہی ہوں۔ میں بیرسٹر ہوں ایسے موقع پر کسی شخص کو قیدی نہیں رکھا جاسکتا لیکن جیسا کہ مسٹر سونت گال نے کہا کہ وہ لوگ بے حد خطرناک ہیں چنانچہ جہاز کے مسافروں کے لئے کوئی خطرہ بھی مول نہیں لیا جاسکتا البتہ ہر طرح ان قیدیوں کو ان کی پسند کے مطابق اس کام پر آمادہ کیا جانا ضروری ہے کہ وہ جہاز سنبھال لیں بحری قزاق معمولی حیثیت کے جہاز راں نہیں ہوتے۔ سیگارو یقینی طور پر ہمارے لئے ایک بہترین کپتان اور انجینئر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ثابت ہو گا۔" اب مسافروں میں زندگی کے کچھ آثار بیدار ہونے لگے تھے اور وہ یہ سوچ رہے تھے کہ شاید کام بن جائے اور زندگی بچ جائے۔ اس طرح یہ اجتماع بے حد کار آمد ثابت ہوا تھا۔ سسٹر زمرد نے کہا۔

"یوں لگتا ہے جیسے کام بن جائے گا۔"

"ہاں..... شاید۔" میں نے کہا نہ جانے کس وقت خالد ہمارے عقب میں آ کھڑا ہوا تھا میں دو قدم پیچھے ہٹی تو اس سے ٹکرا گئی۔

"سوری روشنی۔" اس نے معذرت کی اور نہ جانے کیوں میری نگاہیں اس پر جم گئیں۔ ذہن اس کے بارے میں سوچنے لگا' دل کا کوئی گوشہ اس کے لئے نرم ہوا لیکن اس کے ساتھ ہی نینا کی صورت آنکھوں میں آ گئی وہ اسے چھوڑ آیا تھا جو شخص ایک لڑکی سے کسی دوسری لڑکی کے لئے بے وفائی کر سکتا ہے وہ کسی طور قابلِ اعتبار نہیں ہو سکتا اور پھر وہ ابھی شک و شبہات سے مبرا نہیں ہوا تھا۔ زاغ اس سے دور تو نہیں تھا یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا یہ رویہ پہلے سے زیادہ گہری چال ہو لیکن اس دوران وہ جس طرح کام آیا تھا اس کی اہمیت تھی۔ اسے مسلسل احمق بنائے رکھنا ضروری تھا چنانچہ میں سنبھل کر مسکرا دی وہ خاموشی سے مجھے دیکھتا رہا۔

"ان واقعات کے بارے میں کیا رائے ہے.....؟"

"کچھ نہیں۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"کیا بات ہے خیریت تو ہے۔" میں نے کہا اور وہ پھیکے انداز میں مسکرا دیا۔

"کوئی خاص بات نہیں آپ ہی پر غور کرنے لگا تھا آپ کو اختیار ہے روشنی میرے بارے میں کچھ بھی سوچیں اب میں اپنی کاوشوں کے صلے کی منزل سے گزر چکا ہوں لیکن یہ کہنا اپنا حق سمجھتا ہوں کہ اب میں زاغ کا آلۂ کار نہیں آپ کا محافظ ہوں اس سے رابطہ صرف اس لئے رکھا ہے کہ آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچنے دوں۔"

"اس کے ساتھ تم بھی پُراسرار قوتوں کے مالک ہوتے جا رہے ہو خالد' دل کا حال جان لیتے ہو۔"

"یہ بات نہیں روشنی..... اس کے برعکس آپ بے حد سادہ لوح ہیں' آپ کی سوچیں بولتی ہیں' آپ کا ہر احساس آپ کے چہرے پر نقش ہو جاتا ہے۔" اس نے جواب دیا..... میں خاموش ہو گئی اس دوران سونت گال نے اپنے آدمیوں کو جمع کر لیا تھا فرانسیسی پولیس کا دستہ جہاز کے نچلے حصے میں بنے قید خانے کی طرف چل

پڑا وہیں کہیں وہ مال خانہ بھی تھا جہاں وہ تابوت رکھے ہوئے تھے انکل ڈان تو ابوالفرزان کی موت کا انکشاف کرنے کے بعد بالکل غیر متعلق ہو گئے تھے لیکن میرے دل میں تابوتوں کو ایک نگاہ دیکھنے کا خیال مسلسل چٹکیاں لیتا رہا تھا۔ بس یہ سوچ رہی تھی کہ کہیں یہ وہی دونوں تابوت نہ ہوں جو میں نے ڈچ کامیج میں دیکھے تھے ڈان ایرن نے جب سے پٹیوں کے ڈھیر کے بارے میں بتایا تھا میری آنکھوں میں وہی لمحات رقصاں تھے جب ایک انسانی ہیولا پٹیوں کی شکل میں زمین پر ڈھیر ہو گیا تھا اور..... اور..... اس نے خود کو میرا باپ کہا تھا.....! میں نے بے اختیار خالد سے کہا۔ "ایک بات بتاؤ خالد.....؟"

"جی مس روشنی.....؟"

"کیا ہم جہاز کے نچلے حصے میں اس جگہ جا سکتے ہیں جہاں مال خانہ ہے۔"

"کیوں.....؟"

"میں ان تابوتوں کو دیکھنا چاہتی ہوں جن کا تحفظ ابوالفرزان کر رہا تھا کیا تمہیں ابوالفرزان کی موت کے بارے میں علم ہے.....؟" میں نے کہا اور خالد اچھل پڑا اسی وقت سسٹر زمرد نے پلٹ کر میری کلائی پکڑتے ہوئے کہا۔

"سوری روشنی..... ذرا میرے ساتھ آؤ۔"

"کہاں سسٹر.....؟"

"کیبن میں' واش روم جانا چاہتی ہوں۔"

"نہیں میڈم..... خدا کے لئے انہیں مجھ سے اجتناب پر مجبور نہ کریں میں دوست ہوں میڈیم....." خالد عاجزی سے بولا اور سسٹر زمرد خجل ہو گئیں "اوکے..... میں جا رہی ہوں۔" انہوں نے کہا اور پلٹ کر چل پڑیں۔ "وہ تمہیں تفصیل بتانے سے روکنا چاہتی تھیں لیکن روشنی براہ کرم بتاؤ زاغ کو یہ بات نہیں معلوم میں اسے یہ اطلاع دوں گا اس طرح تمہارے مفاد میں میرا کام جاری رہ سکتا ہے یہ ضروری ہے روشنی۔"

"مگر میں ان تابوتوں کو دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"تم چاہو تو میں تمہیں وہاں لے جا سکتا ہوں کیا ابوالفرزان مر گیا.....؟"

"ہاں..... اس کی لاش تابوتوں کے پاس پائی گئی ہے اور رنگ گہرا نیلا ہو چکا تھا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کیا اب بھی وہ لاش وہیں موجود ہے.....؟"

"مجھے نہیں معلوم۔"

"آؤ چلیں..... مگر تمہیں ان تابوتوں سے کیا دلچسپی ہے۔"

"یہ بھی بتانا ہوگا.....؟" میں نے تلخ لہجے میں سوال کیا۔

"نہیں جو کچھ نہ بتانا چاہو اس کے بارے میں کبھی نہ بتانا۔" خالد نے خلوص سے کہا اور ہم دونوں وہاں سے آگے بڑھ گئے نیچے جانے لگے تو فرانسیسی پولیس کے چند افراد نے ہمیں روک دیا۔ "نہیں دوستو..... آگے نہیں جاسکتے۔"

"کیوں.....؟" خالد نے پوچھا۔

"خطرہ ہے' مسٹر سونت گال قیدیوں کو نکال کر لا رہے ہیں ان کی ہدایت ہے کہ راستے محفوظ رکھے جائیں خصوصاً خواتین کے لئے..... جایئے آپ لوگ فوراً راستہ خالی کردیجئے۔" ہمیں بادلِ ناخواستہ واپس پلٹنا پڑا۔ خالد نے کہا۔ "بعد میں سہی۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا ہم دونوں واپس اسی جگہ آگئے جہاں اس وقت جہاز کے تقریباً سارے مسافر جمع ہوگئے تھے سسٹرز مرد کہیں نہیں نظر آرہی تھیں میں نے خالد سے کہا۔ "زاغ کہاں ہے؟"

"شاید ان لوگوں میں نہیں ہے۔"

"اپنے کیبن سے باہر نہیں آتا وہ.....؟"

"یقین کرو روشنی..... مجھے تو وہ کوئی بری روح معلوم ہوتا ہے اتنے واقعات پیش آگئے جہاز کے ہر مسافر پر قیامت گزر گئی لیکن وہ ٹس سے مس نہیں ہوا میں نے جب بھی اسے دیکھا' اپنے کیبن میں ہی دیکھا اور وہ غیر مطمئن نہیں نظر آتا۔"

"کالا پرندہ کہاں ہے.....؟"

"پتہ نہیں۔"

"کیا اب وہ جہاز پر نہیں ہے.....؟"

"ضرور ہوگا لیکن کہاں..... یہ صرف زاغ جانتا ہے۔" میں خاموش ہوگئی کچھ دیر کے بعد اس راستے سے لوگ ہٹنے لگے جو نیچے سے اوپر آتا تھا فرانسیسی پولیس کے سپاہی قیدیوں کو لے کر آرہے تھے۔ لوہے کی بیڑیوں کی کھنک گونج رہی تھی میں خالد کے ساتھ ایک بلند جگہ جاکھڑی ہوئی وہاں سے میں نے ان آٹھ قیدیوں کو دیکھا۔

زین کے موٹے لباس میں ملبوس تھے' انسانی شکل میں جانور نظر آرہے تھے۔ داڑھیاں بڑھی ہوئی' آنکھیں وحشت زدہ' بدن قوی ہیکل..... دیکھ کر ہیبت طاری ہوتی تھی۔ فرانسیسی سپاہی ہاتھوں میں چابک سنبھالے ہوئے تھے وہ مجمع کے درمیان سے گزرتے ہوئے اس جگہ آگئے جہاں ان کے لئے انتظام کیا گیا تھا لوگ انہیں دیکھ کر دم بخود ہوگئے تھے پھر انہیں ایک قطار میں کھڑا کردیا گیا۔ اس کے بعد سونت گال نے ایک شخص کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ یہ ایک دیو قامت پر تگالی تھا۔ سونت گال بولا۔ "یہ سیگارو ہے۔"

"ڈان اوٹر ویلبی سیگارو۔" قوی ہیکل قیدی نے پورا نام بتایا پھر مجمع کی طرف دیکھ کر مسکرا کر بولا۔ "فرانس کا بوڑھا کانسٹیبل ہمیشہ میرا پورا نام لینے سے کتراتا ہے کیونکہ ڈر سے اس کا دم نکلتا ہے۔" عقب میں کھڑے ایک فرانسیسی نے طیش میں آکر شڑاک کی آواز کے ساتھ اس کے چابک رسید کیا لیکن وہ منظر بھی قابلِ دید تھا کہ سیگارو کے بدن کو جنبش بھی نہیں ہوئی وہ اسی طرح مضحکہ خیز نگاہوں سے سونت گال کو دیکھتا رہا سونت گال کسی قدر نروس ہوگیا برطانوی نژاد پولڈ گراہم ایک دم آگے بڑھ کر بولا۔

"یہ تم کیا کر رہے ہو مسٹر سونت گال..... کیا اس طرح دوستانہ فضا میں بات ہوسکتی ہے۔" فرانسیسی افسر نے گھبرا کر پولڈ گراہم کو دیکھا پھر اپنے ساتھیوں سے بولا۔

"سیگارو کی بکواس پر کان نہ دھرو..... بکنے دو جو بکتا ہے۔" اس کے بعد سیگارو سے کہا۔ "ویلبی تمہیں علم ہے کہ ڈی پارلو سمندری طوفان کا شکار ہوگیا ہے یہ تمام لوگ۔" سونت گال نے چاروں طرف بکھرے ہوئے لوگوں کی طرف اشارہ کیا۔ "موت اور زندگی کی کش مکش میں مبتلا ہیں اس وقت ہم میں سے کوئی کسی کا دشمن نہیں ہے سب کو ایک دوسرے کی مدد کی ضرورت ہے تمہیں بھی ہم سب کا ساتھ دینا ہوگا کیا سمجھے.....؟"

سیگارو نے دو تین بار سر کو مضحکہ خیز انداز میں جنبش دی سونت گال کو تمسخرانہ حیرت سے دیکھا پھر اچانک اس کے حلق سے قہقہہ ابل پڑا پھر اس کا دوسرا ساتھی بھی ہنسنے لگا پھر تیسرا اور اس کے بعد وہ آٹھوں پاگلوں کی طرح پیٹ پکڑ پکڑ کر ہنسنے لگے۔ سونت گال کا چہرہ سرخ ہونے لگا تھا۔

وہ مجنونانہ انداز میں ہنس رہے تھے اور سارا مجمع خاموش تھا۔ فرانسیسی افسر کو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سخت طیش آرہا تھا جس کا اظہار اس کے چہرے سے ہوتا تھا۔ اس کے ساتھی چڑے کے ہنٹروں پر اپنی گرفت سخت کر چکے تھے اور منتظر تھے کہ سونت گال کا اشارہ ملے لیکن سونت گال نے کوئی اشارہ نہیں کیا۔ وہ خاموشی سے اس ہنسی کو برداشت کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ ہنسنے والے خود تھک گئے۔ پھر سیگارو نے انگلی اٹھا کر سونت گال کی طرف اشارہ کیا اور مجمع کی طرف دیکھ کر بولا۔

"فرنچ کانسٹیبل بہت مسخرہ ہے' دلچسپ باتیں کرتا ہے کہتا ہے کہ اس وقت کوئی کسی کا دشمن نہیں ہے۔ میرے دوست کو دیکھو جس نے ہمیں بیڑیوں میں جکڑ رکھا ہے اس کے ساتھی رنگروٹوں کے ہاتھوں میں کوڑے دبے ہوئے ہیں اور یہ کہتا ہے کہ اسے ہماری مدد درکار ہے۔ تم لوگوں کو ہنسی نہیں آتی اس کی بات پر۔"

"اس احمقانہ فرمائش پر سب سے پہلا احتجاج میں کرتا ہوں۔" ایک آواز ابھری اور مجمع کے ساتھ ہماری نگاہیں بھی اس طرف اٹھ گئیں۔ وہ زاغ تھا۔ نہ جانے کس وقت مجمع میں آکر شامل ہو گیا تھا۔ میرے بدن میں چنگاریاں دوڑنے لگیں۔ زاغ نے پھر کہا۔ "اگر ان لوگوں کو مدد کے قابل سمجھا گیا ہے تو انہیں بھی جہاز کے معزز مسافروں کا درجہ دیا جائے۔"

زاغ اس وقت بھی عجیب نظر آرہا تھا اس نے پادریوں جیسا جبہ پہنا ہوا تھا سر پر عجیب سی ٹوپی تھی۔ ویلبی نے اسے دیکھا اور بدستور تمسخرانہ انداز میں بولا۔

"معاف کرنا نیک دل انسان اگر تم پادری ہو تو میں تمہیں مقدس باپ نہیں کہہ سکتا کیونکہ عظیم ڈان اوٹرو ویلبی سیگارو کا ایک ہی باپ تھا اور اس نے ایک ہی نر پیدا کیا تھا یعنی سیگارو۔ ہاں میں تمہیں چچا کہہ سکتا ہوں تو مقدس چچا میرے مقدمے کی پیروی کرو۔"

"اس پورے سمندری سفر میں یہ پہلی بار اپنے کیبن سے باہر نکلا ہے۔" خالد نے سرگوشی میں کہا۔ "تم اسے پہچانتی ہو نا؟"

"ہاں!" میں نے آہستہ سے کہا۔

برطانوی نژاد مجسٹریٹ نے کہا۔ "میں برٹش قانون داں ہوں لیکن اس وقت میں عالمی قانون کی بات کرتا ہوں ایسے لمحات میں جب کوئی کسی کی زندگی کی ضمانت نہ دے سکے۔ کوئی کسی کو قید رکھنے کا حق نہیں رکھتا۔ قیدیوں کو پہلے آزاد کیا جائے اس کے بعد ان سے دوسری گفتگو کی جائے۔"

"دوسرا چچا بھی ٹھیک کہتا ہے۔ بیڑیوں سے آزادی کے ساتھ ہمیں شریفانہ لباس بھی دیئے جائیں۔ حلیہ درست کرنے کی اجازت بھی دی جائے اس سے قبل ہم کچھ نہیں سنیں گے۔"

"یہ ناممکن ہے۔ نہ میں برٹش لاء کو مانتا ہوں نہ کسی عالمی قانون کو۔ میں انہیں آزادی نہیں دے سکتا۔" سونت گال نے مستحکم انداز میں کہا۔

"فرانسیسیوں نے انیس سو تینتالیس میں صرف جرمنی کے قانون کو مانا تھا اور آج تک وہاں کی عورتیں اس قانون سے محبت کرتی ہیں۔" سیگارو نے کہا۔

"میں تمہارے بدن کی کھال اتار دوں گا پرتگالی کتے۔ ورنہ اپنی زبان بند رکھو۔" سونت گال نے دانت پیس کر کہا اور سیگارو پھر ہنس پڑا۔

"ہمیں سزائے موت کے لئے الجزائر لے جایا جا رہا ہے وہاں جا کر ہمیں موت کا شکار ہونا پڑے گا۔ یہ موت ہمیں ڈی پارلو جہاز پر آجائے یا کسی سیارے پر۔ ہمیں کیا فکر ہو سکتی ہے۔ فرنچ رنگروٹ ہمیں یہاں گولی مار دے یا کہیں اور لے جا کر۔ ہاں جہاز کے دوسرے مسافر بھی اس کے ہاتھوں موت قبول کرنے کو تیار ہیں تو دوسری بات ہے۔"

"لے چلو۔ انہیں قید خانے میں واپس لے چلو۔ بند کر دو سب کو۔ چلو۔" سونت گال نے اپنے ساتھیوں سے کہا اور وہ قیدیوں کو ہانکنے لگے۔ مجمع خاموش تھا کچھ دیر کے بعد وہ سب نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔ ہر شخص کسی اور کے کچھ بولنے کا منتظر تھا۔ اس میں پہل برٹش فوج کے ریٹائرڈ میجر ایلن روز نے کی۔

"فرانسیسی افسر نے اس وقت ڈی پارلو پر فرانسیسی قانون نافذ کر دیا ہے ہم اس قانون کو نہیں مانتے۔ ہم مختلف ملکوں کے باشندے ہیں ایک شخص کی ضد نے سارے جہاز کے مسافروں کی زندگی خطرے میں ڈال دی ہے۔ ہو سکتا ہے بحری قزاق ہم سب کی زندگی بچانے میں کامیاب ہو جائیں اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ایک تجربے کار ملاح ہو گا۔"

"سونت گال بے جا ضد کر رہا ہے۔" زاغ نے نعرہ لگایا۔

"اسے قیدیوں کو آزادی دینا ہو گی۔"

"ورنہ ہم انہیں آزاد کرائیں گے۔"

"تو پھر دیر کیوں کی جا رہی ہے۔" زاغ نے کہا اور جہاز کے تمام مسافر شور مچانے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لگے۔

"سونت گال۔ ضد نہ کرو قیدیوں کو آزادی دو۔ سونت گال۔"

انکل ڈان ایرن زمرد کے ساتھ کسی طرف سے نکل کر ہمارے نزدیک آئے اور مجھ سے بولے۔ "روشنی۔ یہاں سے ہٹ جاؤ۔ ہنگامے کا خطرہ ہے۔ آؤ میرے ساتھ آؤ۔ آؤ بھئی۔" انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف کھینچا۔

"اس قضیے کا فیصلہ تو دیکھنے دیں انکل۔ میں کیبن میں نہیں جاؤں گی۔" میں نے بازو چھڑاتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ کیبن میں کہاں لے جا رہا ہوں تمہیں۔ یہ جگہ غیر محفوظ ہے اس طرف آجاؤ۔" ڈان ایرن کے ساتھ ہم ایک محفوظ گوشے میں جا کر کھڑے ہو گئے۔ خالد وہیں رہ گیا انکل ڈان کی وجہ سے اس نے ہمارے ساتھ آنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

"صورتِ حال بے حد سنگین ہو گئی ہے۔ فرانسیسی پولیس افسر ایک طرح سے درست کہہ رہا ہے۔ بحری قزاق شیطان صفت ہے نہ جانے اس کی آزادی دوسرے کون سے گل کھلائے۔"

"وہ بعد کی باتیں ہیں انکل۔ سمندر میں یہ جہاز کب تک ڈولتا رہ سکتا ہے۔ کوئی تحریک تو ہو۔" میں نے کہا۔ ڈان ایرن نے کوئی جواب نہیں دیا البتہ چند لمحات خاموش رہ کر وہ پھر بولا۔ "زاغ کو دیکھا؟"

"ہاں وہ سامنے آگیا ہے۔"

"اور اس نے ویلبی کی حمایت کر کے خود کو اس کے سامنے کر لیا ہے یہ باعثِ تشویش ہے۔"

"کیوں انکل؟" سسٹر زمرد نے پوچھا۔

"دو شیطان یکجا ہو جائیں تو نہ جانے کیا ہو۔ زاغ نے چالاکی سے نمودار ہو کر اس وقت صورتِ حال اپنے قابو میں کرنے کی کوشش کی ہے۔" انکل ڈان خاموش ہو گیا۔ سونت گال اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس نکل آیا تھا۔ وہ کڑی نگاہوں سے شور مچانے والوں کو دیکھنے لگا۔ پھر وہ چیخ کر بولا۔

"خاموش ہو جاؤ۔ سنو میری بات سنو۔ پہلے میری بات سن لو۔ سنو خاموش ہو جاؤ۔ وہ خونخوار قاتل اور مکمل جرائم پیشہ انسان ہے اس کی آزادی خطرناک ہو سکتی ہے۔"

"ان حالات میں ہر خطرہ مول لیا جا سکتا ہے۔" پولڈ گراہم نے کہا۔

"مجھے چند گھنٹے درکار ہیں میں اس پر تشدد کر کے اسے جہاز کی درستگی کے لئے مجبور کروں گا۔" سونت گال بولا۔

"ہمیں سمندر میں لاوارث کھڑے کسی جہاز پر موجود لوگوں پر تشدد کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔" زاغ نے کہا۔

"میں اس بارے میں کچھ نہیں سنوں گا۔ مجھے سختی پر مجبور مت کرو!" سونت گال غرایا۔

"تمہیں سختی کرنے کا بھی کوئی حق نہیں ہے۔ ہم فرانسیسی حکومت کے محکوم نہیں ہیں۔" مسافر بپھر گئے۔

"ہم خود قیدیوں کو آزاد کرائیں گے۔" ایک گروہ نے کہا اور سونت گال نے اپنا پستول نکال لیا۔ اس کے ساتھی بھی ہتھیار سنبھال کر کھڑے ہو گئے لیکن زندگی اور موت کی کشمکش سے اکتائے ہوئے اور ویران سمندر کے بیچوں بیچ کھڑے لوگ خوفزدہ نہ ہوئے بلکہ پورے جہاز میں بکھر کر انہوں نے لکڑیوں کے کندے۔ فولادی زنجیریں اور جو کچھ بھی ان کے ہاتھ آیا اٹھا لیا وہ خونی نگاہوں سے سونت گال کو دیکھ رہے تھے۔ ایلن روز نے آخری کوشش کے طور پر دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"سونت گال۔ بے گناہ مسافروں کی زندگی سے کھیل کر تم دانش مندی کا ثبوت نہیں دے رہے۔ ان میں سے کتنوں کو ہلاک کرو گے۔ جو باقی بچیں گے وہ تمہیں مار ڈالیں گے کوئی فائدہ نہیں ہو گا اس سے' موت تو ہر طرف سے ہماری سمت آ رہی ہے تم اسے اور قریب نہ لاؤ۔"

سونت گال خاموشی سے تیار کھڑے نوجوانوں کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے اپنا پستول واپس پیٹی میں لگا لیا اور اپنے آدمیوں کو بھی ہتھیار استعمال نہ کرنے کا اشارہ کیا۔ پھر نفرت بھرے لہجے میں بولا۔ "جہنم میں جاؤ۔ جو کچھ کر رہے ہو اسے خود بھگتو گے۔" اس نے قید خانے کی لمبی لمبی چابیوں کا گچھا نکال کر پھینکا تو زاغ نے جھپٹا مار کر اسے لپک لیا۔ انکل ڈان آہستہ سے بولے۔

"اس کا منصوبہ مکمل ہے وہ اپنے پورے پورے نمبر بنانا چاہتا ہے ویسے تم لوگ میری بھی سن لو۔ اگر جہاز بچ بھی گیا تو الجزائر نہیں جاؤ گے۔"

"ب؟" سسٹر زمرد حیرت سے بولیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"صاف سی بات ہے جو کسی نے نہیں سوچی۔ کیا سیگارو اسے اپنے پھانسی گھر لے جائے گا۔ وہ الجزائر کا مجرم ہے اور وہاں اسے سزائے موت کے لئے لے جایا جارہا تھا۔"

"اوہ۔ ہاں یہ تو درست ہے لیکن انکل..... پھر کیا ہوگا۔ یہ بات تو دوسروں کو بھی سوچنی چاہئے۔" ڈان ایرن نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ہم نے زاغ کی آواز سنی۔

"چند جوانوں کو میرے ساتھ آنا چاہئے۔ ان کی خواہشوں کی تکمیل کرکے ہی ہم اس مشکل سے نجات حاصل کرسکتے ہیں۔"

کون تھا جو اس وقت قید خانوں کی جانب جانا پسند نہ کرتا۔ خالد زاغ کے بالکل قریب تھا۔ ہم وہیں انتظار کرتے رہے۔ کچھ ہی دیر کے بعد سیگارو اور اس کے ساتھی بیڑیوں سے آزاد سینہ تانے ہوئے باہر آگئے نوجوانوں کا ہجوم انہیں گھیرے ہوئے تھا۔ اس موقع پر سونت گال اور اس کے ساتھی وہاں سے ہٹ گئے تھے۔ سیگارو نے کہا۔

"ہمارے لئے فوراً خوراک' لباس اور شیو وغیرہ کرنے کا سامان فراہم کیا جائے۔" اس وقت سیگارو ہیرو بن گیا تھا اسے ہر چیز پیش کی جاسکتی تھی چنانچہ ہر شخص حسب استطاعت اس کی ناز برداری میں مصروف ہوگیا۔ وہ لوگ کیبنوں کی طرف چلے گئے تھے۔

"تم یہیں رکوگی بے بی!" ایرن نے پوچھا۔

"انکل میرا وہ کام کردیں۔" میں نے لجاجت سے کہا۔

"کیا؟"

"مجھے وہ جگہ دکھادیں جہاں تابوت رکھے ہوئے ہیں۔"

"چلو۔" ڈان ایرن نے کہا اور میں چل پڑی۔ سسٹر زمرد بھی خاموشی سے ہمارے ساتھ چل پڑی تھی۔ جس جگہ ڈان ایرن ہمیں لے کر پہنچا وہ جہاز کا سب سے پُراسرار گوشہ تھا۔ چاروں طرف بڑے بڑے کارٹن' فولادی صندوق اور دوسرا سامان جس پر ٹیک لگے ہوئے تھے پڑا ہوا تھا۔ وہیں وہ دونوں تابوت بھی تھے۔ انہیں دیکھ کر میرا دل بند ہونے لگا۔ سو فیصد وہی تابوت تھے جو ہم نے ڈچ کاٹیج میں دیکھے تھے۔ کپڑے کی پٹیاں بھی وہی تھیں نہ جانے کیوں حلق میں گولا سا بن گیا۔ میں حسرت سے ان تابوتوں کو دیکھتی رہی پھر میری پیاسی آنکھوں نے وہ انسانی وجود تلاش کیا لیکن

وہ کہاں ہوسکتا تھا۔

"کیوں؟" ڈان ایرن نے پوچھا۔

"وہی ہیں۔" سسٹر زمرد بے اختیار بول پڑیں۔

"میرا بھی یہی خیال تھا لیکن ابو الفرزان کون تھا اور..... اور....."

اچانک ڈان ایرن کے چہرے کا رنگ بدلنے لگا۔ اس بات کو ہم دونوں نے محسوس کیا تھا۔ ڈان ایرن چند لمحے خاموش رہا۔ پھر اس کی پُراسرار آواز ابھری۔

"احمد کمال سعدی' میرے دوست اگر تم آس پاس موجود ہو تو مجھ سے رجوع کرو۔ یہاں کوئی اجنبی نہیں ہے۔ تمہارا ہر راز راز رہے گا۔ ان حالات میں مجھے تمہاری مزید ہدایت کی ضرورت ہے۔ میں بعض فیصلے کرنے سے قاصر ہوں۔" یہ پُراسرار الفاظ بڑے سنسنی خیز تھے۔ ان کی ادائیگی کے بعد پروفیسر ایرن خاموش ہوکر انتظار کرتا رہا۔ پھر اس نے دوبارہ کہا۔ "اور اگر اس وقت یہ مناسب نہ سمجھو تو کسی بھی وقت۔ میں تمہارا انتظار کروں گا۔ آؤ بے بی چلیں۔"

"میں۔ میں کچھ دیر یہاں رکنا چاہتی ہوں انکل۔ تنہا بالکل تنہا۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"نہیں یہ مناسب نہیں ہوگا۔"

"میں یہاں رکوں گی انکل۔"

"بالکل نہیں بے بی۔ میں کسی طور اس کی اجازت نہیں دوں گا مجھے یقین ہے تم مجھ سے تعاون کروگی۔" انکل ایرن نے سخت لہجے میں کہا اور میں خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر خاموش ہوگئی پھر ہم وہاں سے نکل آئے۔ ایلن روز کے متعین کردہ افراد خوراک تقسیم کررہے تھے۔ خالد ہمیں تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ اس نے ہمارے قریب آکر کہا۔ "آپ لوگوں کا کھانا میں نے آپ کے کیبن میں پہنچادیا ہے گرم ہے بعد میں خراب ہوجائے گا۔"

"شکریہ نوجوان۔ آؤ بے بی۔" انکل ڈان نے آگے قدم بڑھادیئے۔ ہمیں بھی ان کے ساتھ جانا پڑا تھا کھانے سے فراغت کے بعد ایرن چلا گیا۔ کیبن میں سسٹر زمرد اور میں رہ گئے تھے۔ سسٹر زمرد نے کہا۔ "کچھ دیر آرام کرلیں۔"

"سسٹر' آپ یہ بتایئے کہ کیا ہمیں اپنی زندگی کا یقین ہے۔ کیا تاحدِ نگاہ بکھرا ہوا سمندر بالآخر ہمیں نگل نہیں لے گا۔ ہم یہیں اسی جہاز میں مرجائیں گے سسٹر' اب اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کچھ نہیں ہو سکتا۔ بس میں مایوس ہو گئی ہوں زندگی سے۔ سسٹر میں مرنے سے قبل اپنے بارے میں جاننا چاہتی ہوں۔ خواہ یہ کیسے بھی ہو۔ چاہے..... چاہے یہ بات مجھے زاغ ہی کیوں نہ بتائے۔"

"زاغ؟" سسٹر دہشت سے بولیں۔

"ہاں وہی مکروہ انسان۔ کوئی تو مجھے میرے بارے میں بتائے۔ میں تو اس سے بھی رجوع کرنا چاہتی ہوں۔"

"یہ تمہاری زیادتی ہو گی روشنی۔" سسٹر زمرد نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیوں سسٹر آخر کیوں؟"

"ذرا ماضی کے واقعات پر نگاہ ڈال لو تو تمہیں اندازہ ہو گا کہ زاغ کا کردار مسلسل مجرمانہ رہا ہے۔ وہ چوروں کی طرح معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہا ہے۔ مسٹر خلازی کے ساتھ اس نے جو کچھ کیا تمہارے علم میں ہے پھر میرے لئے باپ جیسی شخصیت اس کے ہاتھوں موت کے گڑھے میں جا پڑی اس کے بعد انکل ڈان ایرن نے ہمارا ساتھ دیا۔

"میں بھی تو تمہاری بہتری کے لئے اپنی پُرعیش زندگی چھوڑ کر اس پانی کے جہنم میں موت و زیست کی کشمکش میں مبتلا ہوں۔ ہم سب یہ سب کچھ کیوں کر رہے ہیں۔ تمہارے لئے نا۔ زاغ کے بارے میں تم جانتی ہو اس کا ایک ہی مقصد ہے تمہاری آڑ میں سعدی صاحب تک پہنچنا۔ اگر اسے سب کچھ معلوم ہو گیا تو نہ جانے کیا ہو۔ خالد اسی کا آلۂ کار ہے کیا تم چاہتی ہو کہ وہ ہو جائے جو سعدی صاحب نہیں چاہتے۔"

"ابو؟" میرے حلق سے سسکی سی نکلی۔

"وہ اگر چاہتے تو تمہیں زاغ سے رجوع کرنے کے لئے بھی کہہ سکتے تھے۔ تمہیں پرتگال کیوں بھیجا انہوں نے۔"

"مگر سسٹر۔ سسٹر میری قوتِ برداشت کہاں تک میرا ساتھ دے۔" میں نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

"معاف کرنا روشنی، میں جو ایک غیر متعلق شخصیت ہوں جس کا ان واقعات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ سب کچھ برداشت کر رہی ہوں۔ انکل ڈان ایرن جو صرف دوستی نبھا رہے ہیں، سب کچھ برداشت کر رہے ہیں تو تم..... یہ سب کچھ تم سے ہی متعلق ہے۔"

سسٹر کی باتوں پر میں نے غور کیا۔ سچ کہہ رہی تھیں۔ پھر میں آہستہ سے بولی۔

"سوری سسٹر سوری۔"

"ہم خالد پر بالکل بھروسہ نہیں کر سکتے۔ میں نے تمہیں بس اتنا نرم ہونے کو کہا تھا جتنا ضروری ہے اور جتنا ہمارے کام آ رہا ہے۔ اس سے زیادہ کسی بھی شکل میں اسے بتانا خطرناک ہو گا! کیا تم نے اسے تابوتوں کی کہانی سنا دی ہے۔"

"نہیں۔ بالکل نہیں۔ بس وہی بتایا تھا جو آپ کے سامنے بتایا تھا۔"

"اس نے تفصیل نہیں پوچھی؟"

"موقع نہیں ملا کیونکہ ہم تہہ خانوں تک نہیں جا سکے تھے۔"

"یہ اچھا ہی ہوا۔ اسے بالکل کچھ نہیں بتانا۔"

"ایک بات میرے دل میں بری طرح چبھ رہی ہے سسٹر۔ اسے پوچھوں؟"

"ضرور پوچھو۔"

"کیا اس دوسرے تابوت میں میری ماں ہو سکتی ہے؟ وہاں بھی ایک جیسے دو تابوت تھے۔ ایک کھلا تھا اور دوسرا بند رہا تھا کھلے ہوئے تابوت کی کہانی تمہیں معلوم ہے مگر اب دونوں تابوت کھلے ہوئے ہیں۔"

سسٹر زمرد اس سوال کا کوئی جواب نہیں دے سکیں۔ دیر تک خاموش رہنے کے بعد انہوں نے کہا۔ "اتنا ہی کہوں گی روشنی کہ وقت کا انتظار کرو۔ وقت خود مناسب انکشاف کر دے گا۔ یہ ہوشربا واقعات انسانی عقل سے بعید ہیں۔ بھلا ان پر کیا روشنی ڈالی جا سکتی ہے۔"

☆------☆------☆

شام چار بجے ہم پھر باہر نکل آئے۔ کیبن میں کتنا وقت گزارا جا سکتا تھا۔ نہ خالد نظر آیا، نہ ڈان ایرن، لیکن سسٹر زمرد نے ایک اور شخص کو روک کر پوچھا۔

"کیا سیگارو نے کوئی جواب نہیں دیا۔"

"شام پانچ بجے وہ جہاز کے لوگوں سے میٹنگ کرے گا۔ ابھی آرام کر رہا ہے۔" اس شخص نے جواب دیا۔ ہم لوگ جہاز پر مٹرگشت کرتے رہے۔ ایلن روز نے خاصے بہتر انتظامات کر دیئے تھے۔ عرشہ صاف و شفاف تھا طوفان سے ہونے والی ٹوٹ پھوٹ درست کر دی گئی تھیں پھر ہمیں وہ جگہ معلوم ہو گئی جہاں سیگارو میٹنگ کرنے والا تھا۔ ہم نے پہلے سے ایک بہتر جگہ قبضے میں کر لی۔ کیبن خالی ہونے لگے اور پانچ بجے ڈان

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سیگارو اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں آگیا۔ سیگارو کوئی پچاس سال کی عمر کا ہوگا۔ حلیہ درست کرنے کے بعد یہ لوگ اور خوفناک نظر آنے لگے تھے۔ ان کے سر کے بال بہت لمبے اور شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ ٹھوڑیاں صاف کرلی گئی تھیں لیکن پرتگال کے مخصوص انداز گل مچھے سب کے چہروں پر نظر آرہے تھے۔ اس نے کہا۔

"میں چاہتا ہوں کہ جس مقصد کے تحت مجھے آزادی دی گئی ہے اسے بیان کرنے کے لئے آپ لوگ ایک نمائندہ منتخب کرلیں۔ وہ مجھے تفصیل بتائے اگر وہ چاہے تو مشورہ کے لئے کچھ لوگوں کو ساتھ رکھ سکتا ہے۔"

مسٹر ایلن روز کو اس سے بات کرنے کے لئے منتخب کیا گیا۔ پولڈ گراہم، ست پرکاش اور دو اور عمر رسیدہ افراد مشیروں کی حیثیت سے ان کے ساتھی بنے۔ اچانک سسٹرز مرد نے میرا شانہ دبا کر کہا۔

"روشنی۔ وہ دیکھو۔" میں نے زمرد کے اشارے پر دیکھا تو زاغ نظر آیا لیکن اس وقت پہلی بار میں نے منحوس پرندے کو اس کے شانے پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ شلا شلائی بے حد خوفناک شکل کا مالک تھا اس کی نوکیلی لمبی چونچ کسی خنجر کی مانند تھی۔ بہت سے لوگ اس کی طرف متوجہ تھے۔ پھر شاید سیگارو نے بھی اسے دیکھ لیا۔ وہ زور سے چیخا۔

"مقدس چچا۔ کیا تم میرے مشیر کی حیثیت سے میرا ساتھ دو گے؟"

"بے فکر رہو بھتیجے۔ میں یہیں سے تمہارے مفادات کی نگرانی کررہا ہوں۔" زاغ نے بھی چیخ کر جواب دیا اور سیگارو نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"ٹھیک ہے اپوزیشن سے ہوشیار رہنا۔"

ایلن روز نے کہا..... "الجزائر کی طرف سفر کرتے ہوئے ڈی پارلو جس حادثے کا شکار ہوا ہے تمہیں اس کا علم ہے سیگارو، جہاز کے انجن خراب ہوگئے ہیں۔ انجینئر حادثے کا شکار ہوکر مرچکے ہیں، کپتان اولیارو بھی حادثے کا شکار ہوگیا ہے اور دوسرے ذمے دار کشتیاں لے کر فرار ہوگئے ہیں۔ اس وقت جہاز سمندر میں لاوارث ہے چونکہ تمہیں بہترین جہاز راں ہونے کا فخر حاصل ہے اس لئے جہاز کے سینکڑوں مسافروں کو تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔"

"معزز بزرگ۔ میں سب کی مدد کرنے کے لئے خوشی سے تیار ہوں لیکن سمندر کے قانون کے مطابق، اور تم میں سے کسی کو سمندروں کا بین الاقوامی قانون یقیناً

معلوم ہوگا۔ اگر نہیں معلوم تو عمر رسیدہ خلاصیوں سے پوچھو یا قانون کے کسی ماہر سے واقفی قانون داں ہو۔"

"اپنی بات کی خود ہی وضاحت کردو.....!" ایلن روز نے کہا۔

"دنیا بھر کی جہاز راں کمپنیوں اور ممالک نے اس قانون پر دستخط کئے ہیں کہ کھلے سمندر میں اگر کوئی جہاز کپتان کے کنٹرول میں نہ رہے اور وہ سفر جاری رکھنے سے بے بسی کا اظہار کردے تو ہر وہ شخص جو جہاز کو بچالینے کا دعویٰ کرے اور اسے بچالے اس جہاز اور اس پر موجود سارے ساز و سامان کا مالک بن جاتا ہے۔ اس پر موجود ہر شے اس کی ملکیت ہوتی ہے۔ اس ملکیت کو چیلنج نہیں کیا جاسکتا۔ اگر یہ سمندری قانون آپ لوگوں کو منظور ہو تو میں پورے خلوص سے ان زندگیوں کو بچانے کے لئے کوشش کرسکتا ہوں۔"

مسافر سناٹے میں رہ گئے تھے۔ ایک لمحے میں انہیں اپنے قیمتی ساز و سامان کے دوسرے کی ملکیت میں چلے جانے کا احساس ہوا تھا۔ ست پرکاش نے پولڈ گراہم سے کہا۔

"ہاں یہ سمندروں کا بین الاقوامی قانون ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔" پولڈ گراہم بولا۔

"اور وہ کوئی نیک دل انسان نہیں سمندری لٹیرا ہے۔ اس سے کسی نیکی کی توقع وقت کے سوا کچھ نہیں ہوگی۔"

"مسافروں کو اس کا فیصلہ خود کرنا ہوگا.....!"

ایلن روز بھی بالکل اسی انداز میں سوچ رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "یہ سمندر کا قانون ہے یا نہیں۔ میں نہیں جانتا لیکن ایک شخص جو اس وقت متوقع سمندری موت کو ٹالنے کی اہلیت رکھتا ہے۔ یہ قیمت دینے یا نہ دینے کا فیصلہ آپ کو کرنا ہے۔"

"میں اپنے خاندان کو بچانے کے لئے اپنا سب کچھ دینے کو تیار ہوں۔" ایک معمر شخص نے کہا پھر بہت سے اس کے ہم آواز ہوگئے پھر چاروں طرف سے آمادگی کا اظہار ہونے لگا پھر شاید کوئی ایسا نہ رہا جو زندگی خریدنے کے لئے تیار نہ ہو۔ سیگارو نے کہا۔

"سب خاموش ہوجائیں اور وہ شخص بولے جسے اس بات پر اعتراض ہو۔" کوئی نہیں بولا تھا۔ چالاک لٹیرا مسکرایا اور بولا۔ "یہ شرط مکمل ہوگئی ڈی پارلو میری ملکیت قرار پایا۔ اب دوسری بات۔ اول تو میں جہاز کا کپتان قرار پایا دوم اس کا مالک۔ اب

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس پر موجود ہر شے میری ملکیت ہے اور اس پر صرف میرا تصرف ہے۔ کپتان کا حکم جہاز پر ایک حکمراں کا حکم ہوتا ہے اور یہ حکم ماننا ہر ایک پر فرض۔ آپ لوگ میرا حکم مانیں گے؟"

"کیوں نہیں سیگارو۔" ایلن نے کہا۔

"تو پھر سب سے پہلے جہاز پر جتنے آتشیں اور غیر آتشیں ہتھیار ہیں وہ میرے حوالے کردیئے جائیں۔ ان میں فرانسیسی سپاہیوں کے ہتھیار بھی شامل ہیں۔" سیگارو بولا اور سونت گال بگڑ گیا۔

"یہ بکواس ہے۔ میں ایسا کبھی نہیں کروں گا۔"

"میں بھی احمق نہیں ہوں بوڑھے کانسٹیبل۔ ابھی یہ سب کچھ زبانی ہے نہ میں نے جہاز کے انجن دیکھے اور نہ کپتان کا لباس پہنا۔ تم دوبارہ مجھے بیڑیاں لگا سکتے ہو۔ ہم تعرض نہیں کریں گے لیکن پھر کیا کرو گے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ مجھے اس جہاز پر پھانسی دے دو۔ ایسا کرلو..... اگر تمہیں یہ اختیار دے دیا جائے.....!"

عقب سے زاغ نے چیخ کر کہا..... "فرانسیسی افسر مسلسل ڈی پارلو پر فرانس کا قانون لاگو کرنے کی کوششوں میں مصروف ہے اگر یہ سینکڑوں انسانوں کی زندگی خطرے میں ڈالنے پر آمادہ ہے تو اس پر حملہ کرو اور اسے مفلوج کردو ہم اسے دوسروں کی زندگی سے کھیلنے کی اجازت نہیں دے سکتے۔"

غالباً سونت گال نے اپنا پستول نکالا تھا میں صحیح طریقے سے نہیں دیکھ سکی لیکن میرے ساتھ بیشتر انسانوں نے کالے باز کو برق کی طرح کوندتے دیکھا وہ غوطہ مار کر سونت گال پر جا پڑا تھا اور اس نے اپنی مڑی ہوئی چونچ سونت گال کی آنکھ میں ڈال دی تھی اور سونت گال کی ہیبت ناک چیخیں گونج اٹھی تھیں۔ وہ پستول کا لاک بھی نہیں کھول سکا اور اسے پھینک کر کالے پرندے کو خود پر سے ہٹانے کے لئے کوشاں ہوگیا تھا۔ باز زیادہ دیر اس پر نہ ٹکا اور خود ہی بلند ہوگیا لیکن سونت گال کی آنکھ کی جگہ اب ایک خون اگلتا ہوا غار نظر آرہا تھا۔ کمزور دل عورتیں چیخیں مارنے لگیں۔ سونت گال زمین پر گر کر بری طرح تڑپنے لگا۔ افراتفری پھیل گئی۔ پُراسرار پرندہ اب فضا میں پرواز کرتا ہوا گزرا تھا ان کے لباس پر خون کے قطرے ٹپکے تھے۔ گویا سونت گال کی آنکھ اس کی چونچ میں دبی ہوئی تھی۔

ایک لمحے کے لئے سیگارو بھی ششدر نظر آیا تھا۔ پھر وہ غور سے زاغ کو دیکھتا رہا

تھا۔ اس کے بعد وہ گرجدار آواز میں بولا۔ "میں کسی کو اس شخص کی عیادت کے لئے اجازت نہیں دے سکتا۔ فیصلہ کرو..... اور عمل کرو..... وہ نوجوان جو مجھے اختیار دے کر اس کام کے لئے اجازت دینا چاہتے ہیں فوراً عمل کریں۔ پہلے مرحلے کے طور پر سارے ہتھیار ایک جگہ جمع کردیئے جائیں اس کے بعد میں اپنے کام کا آغاز کروں گا۔"

سمندر کے قیدی سیگارو کو ناخدا مان چکے تھے۔ وہ سب سونت گال کے ساتھیوں پر ٹوٹ پڑے۔ پورے جہاز پر یہی لوگ ہتھیاروں سے مسلح تھے چشم زدن میں ان کے ہتھیار چھین لئے گئے۔ میں نے اور سسٹر نے خالد کو بھی انہی لوگوں کے ساتھ مصروف دیکھا تھا۔ البتہ ڈان ایرن کو بھی ہم نے دیکھا جو تین افراد کے ساتھ سونت گال کو اٹھا کر جہاز کے ہسپتال کی طرف لے گئے تھے یہ تینوں افراد ڈاکٹر تھے۔

مجمع تقریباً منتشر ہوگیا تھا۔ جہاز پر اب ڈان اوٹرویلی سیگارو کی حکومت قائم ہوگئی تھی۔ حالات بتا رہے تھے کہ چند انتہا پسندوں کے علاوہ کوئی بھی اس کا مخالف نہیں رہا ہے۔ سسٹر زمرد نے آہستہ سے کہا۔ "اسے دیکھو۔ زاغ کا ہرکارہ کس طرح سیگارو کے لئے سرگرم عمل ہے!" اشارہ خالد کی طرف تھا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ البتہ تھکے تھکے لہجے میں بولی۔

"کیبن میں واپس چلئے سسٹر۔ تھک گئی ہوں۔" سسٹر میرے ساتھ چل پڑیں۔ کیبن میں داخل ہوکر میں اپنے بستر پر گر پڑی۔ زمرد بھی ایک گوشے میں پڑے اسٹول پر بیٹھ گئیں۔ ان کی نگاہیں میرا جائزہ لے رہی تھیں پھر وہ آہستہ سے اپنی جگہ سے اٹھیں اور میرے قریب آکر بیٹھ گئیں انہوں نے محبت سے میرے بالوں میں انگلیاں ڈال دیں۔

"وہی زندگی اپنائے رہتیں تو کیا حرج تھا۔ کتنی پریشان ہو چہرہ مرجھا کر رہ گیا ہے۔"

"بہت عجیب لگتا ہے سسٹر، کاش بس اتنا پتہ چلتا کہ ماں باپ مرچکے ہیں۔ کسی نے یہ نہ کہا۔"

"پُرعیش زندگی تھی۔"

"نہیں سسٹر.....!"

"کیوں.....؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اتنی یکسانیت تھی کہ اعصاب چٹخنے لگے تھے۔ ملازم' کوٹھی اور بس۔ نہ کوئی دوست نہ شناسا' تنہا..... بالکل تنہا....."

"خود کو سنبھالے رکھو۔ یہ سب کچھ ہماری استطاعت سے زیادہ ہے لیکن اس وقت تو بے شمار افراد اسی کیفیت کا شکار ہیں۔ انہیں دیکھ کر ڈھارس ہوتی ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہیں۔"

"خدا کی قسم سسٹر' یوں لگتا ہے جیسے یہ سب کچھ صرف میری وجہ سے ہوا ہے اتنے سارے لوگ صرف میری وجہ سے اس عذاب کا شکار ہوئے ہیں۔"

"نہیں..... یہ صرف تمہارا احساس ہے۔"

"آپ سے سخت شرمندہ ہوں سسٹر' کاش آپ سے اپنے ساتھ رہنے کی ضد نہ کرتی۔"

"اب اس خیال کو دل سے نکل دو۔ ہم سب تقدیر کے محکوم ہیں۔ یہ سب کچھ میرے لئے بھی تھا۔ یوں نہ ہوتا تو کسی اور طرح ہوتا۔ مجھے اب کوئی احساس نہیں ہے تم خود کو بالکل مجرم تصور نہ کرو.....!" خاموشی کے سوا اور کیا چارہ کار تھا۔ رات کو بہت سی باتیں سوچتی رہی' یہ سب کچھ جو شروع ہوا تھا اس کے بارے میں مجھے یہ علم نہیں تھا کہ اس کا اختتام کہاں ہوگا۔ پرتگال آگئی تھی' ڈان ایرن نے کہا تھا کہ الجزائر میں کسی ثالث ظاہری سے ملاقات ہوگی اس کے بعد کیا ہوگا اس کا کوئی علم نہیں تھا' بس کٹی پتنگ کی طرح ڈولتی پھر رہی تھی اور اب یہ لمحات آگئے تھے' واقعی جذبات انسان کو نہ جانے کس کس طرح منتشر کر دیتے ہیں' بے شمار ایسے افراد ہوں گے جو بن ماں باپ کے ہوں' زندگی کے وسائل سے بھی محروم ہوں لیکن زندگی گزار رہے ہوں۔ میں بھی اگر اپنی ان تنہائیوں کو دوسری شکل دے لیتی تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہوتا۔ کوئی کمی بھی نہیں تھی زندگی میں۔ ہر ضرورت پوری ہو جاتی تھی لیکن بس کیا کہتی اپنے آپ کو۔ کیا کہتی ان حالات کو۔ ذہن پر منوں بوجھ آپڑا تھا۔ سسٹر زمرد نیم غنودہ تھیں' میں نے بھی آنکھیں بند کرلیں اور پوری یکسوئی سے سونے کی کوششوں میں مصروف ہوگئی تھی جس میں مجھے کامیابی حاصل ہوگئی تھی..... گزرنے والی رات کے بعد پھر وہی صبح اور صبح کے ساتھ ساتھ ایک انوکھے ماحول ایک اجنبی کیفیت کا وہی انداز..... ظاہر ہے کیبنوں میں وقت نہیں گزارا جاسکتا تھا' پڑے پڑے طبیعت اوبھ جاتی تھی' سسٹر زمرد بھی میری ہی طرح الجھنوں کا شکار تھیں۔ ہم دونوں

ایک دوسرے کو بہلانے کی کوشش کرتے تھے' لیکن اندر سے بالکل مختلف تھے۔ باہر البتہ ماحول کچھ بدلا بدلا محسوس ہوا۔ تمام کیبن آباد ہوگئے تھے' جبکہ اس دوران لوگ زیادہ تر عرشے پر ہی نظر آیا کرتے تھے لیکن ایک ہی رات میں کچھ باقاعدگی پیدا ہوگئی تھی' غالباً اس لئے کہ لوگوں کو زندگی کی امید بندھ گئی تھی' کوئی خاص معلومات نہیں حاصل ہوسکیں' کچھ لوگ عرشے کی صفائی میں مصروف تھے یہ سب کے سب خلاصی نہیں تھے بلکہ جہاز کے مسافر تھے۔

دور سے انکل ڈان ایرن آتے ہوئے نظر آئے ہمارے قریب پہنچ گئے۔ میں نے مسکرا کر کہا۔

"یوں لگتا ہے انکل جیسے آپ نے اپنے کیبن میں رہنا چھوڑ دیا ہو....."

ڈان انکل کے ہونٹوں پر مدہم سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ کہنے لگے.....

"ہاں ذمہ داریاں ایک جگہ قدم نہیں ٹکانے دیتیں۔ میں جہاز کے پورے ماحول سے واقفیت حاصل کرتا رہتا ہوں۔"

"سونت گال کا کیا ہوا انکل.....؟"

"بے چارہ ایک آنکھ سے محروم ہوگیا ہے' شدید تکلیف کا شکار ہے مشکل ہی سے بچے گا کیونکہ جہاز پر اب اتنے آلات موجود نہیں ہیں کہ اس کے زخموں کا علاج ہوسکے۔ ڈاکٹروں کو جو کچھ حاصل ہوسکا ہے اس سے اس کا علاج کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

"کوئی مداخلت تو نہیں ہے انکل.....؟" میں نے سوال کیا اور ڈان ایرن نے تعریفی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اچھا سوچتی ہو' نہیں کوئی مداخلت نہیں کی گئی اس کے علاج کے سلسلے میں۔ ویسے بڑے عجیب انداز میں اس نے کام شروع کیا ہے۔ دیکھنے میں ایک خونخوار وحشی نظر آتا ہے' لیکن بات صرف یہ نہیں ہے وہ ایک منتظم اور حکمران قسم کا انسان ہے بہت ہی ذہانت سے اس نے احکامات نافذ کئے ہیں اور پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جہاز کے تقریباً تمام ہی نوجوان مسافر اس سے بھرپور تعاون کر رہے ہیں اسے اپنے کاموں میں کوئی دقت نہیں ہو رہی۔ وہ دیکھو وہاں ناشتے کا بندوبست کیا گیا ہے احکامات کے مطابق ناشتہ یا کھانا اب کیبنوں میں نہیں پہنچایا جائے گا..... بلکہ یہاں آکر ہر شخص اپنے لئے کھانا حاصل کرسکتا ہے اور کھا سکتا ہے۔ اسی طرح اس نے حکم دیا ہے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہ جو جہاں ہے اور جس جگہ ہے وہاں اپنے اپنے حصے کی صفائی ستھرائی کرنی ہوگی ایسے ہی احکامات اس کی جانب سے نافذ کئے گئے ہیں اور اب وہ پُراطمینان انداز میں جہاز کے انجن روم میں موجود ہے پورے جہاز میں اسلحہ نام کی جو بھی چیز ملی ہے اسے کپتان کے کیبن میں مقفل کرکے اس نے اپنے دو آدمیوں کی نگرانی وہاں لگادی ہے' اس سلسلے میں اس نے کسی دوسرے پر اعتبار نہیں کیا اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس پائے کا آدمی ہے۔"

"زاغ کھل کر سامنے آگیا ہے انکل ایرن!"

"زاغ۔" ڈان ایرن نے ہونٹ بھینچ کر گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "میں اس شخص کو بہت پہلے سے نہیں جانتا تھا۔ میرا مطلب ہے میرا اس کا شعبہ یکساں ہے' لیکن کبھی اس سے ایسے ملاقات نہیں ہوئی لیکن مجھے احساس ہو رہا ہے کہ بے حد شاطر اور کچھ عجیب سا انسان ہے' ہم اسے صرف آثار قدیمہ کا ایک ماہر یا مصریات پر اتھارٹی نہیں کہہ سکتے اس کی ذات میں کچھ ایسی انوکھی قوتیں پوشیدہ ہیں جو ناقابلِ یقین سی ہیں میرا خیال ہے ابتدا ہی میں اس نے یہ بھانپ لیا تھا کہ ڈان سیگارو جہاز پر برتری حاصل کرلے گا۔ چنانچہ وہ اپنے عمل سے ڈان سیگارو کی توجہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ خصوصاً اس کالے پرندے کا وہ عمل ڈان سیگارو جیسے لوگوں کو متوجہ کرنے کے لئے بہت اہم تھا اور اب کیفیت یہ ہے کہ زاغ ڈان سیگارو کی ناک کا بال بنا ہوا ہے۔"

ڈان ایرن مسکرانے لگا پھر بولا..... "بہرحال ہمیں پورے اعتماد کے ساتھ حالات کا انتظار کرنا ہوگا۔" جہاز کے اصولوں کے مطابق ہم نے پہلے اپنے لئے ناشتہ حاصل کیا اور ناشتے سے فارغ ہوکر اپنے کیبن کی طرف چل پڑے۔ کیبن کی صفائی کی خیرسگالی کے طور پر سوچا کہ انکل ایرن کے کیبن کی صفائی بھی کردی جائے لیکن وہاں ڈان ایرن خود مصروف ملا۔ تقریباً صفائی مکمل کرچکا تھا۔ ہمیں دیکھ کر مسکرایا اور بولا۔

"اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مصروفیت بہت سے وسوسوں سے آزاد کردیتی ہے۔ تم لوگ بھی مصروف رہ کر خود کو بہلا سکتی ہو۔"

"اب کیا کریں انکل۔ آپ نے اپنا کیبن تو خود ہی صاف کرلیا۔"

"کام بہت سے ہیں۔ اگر کوئی کام نہ ہو تو جہاز کے ہسپتال میں جاکر نرسنگ کرو۔ سب سے عمدہ کام ہے۔" یہ مشورہ بہت عمدہ تھا۔ ڈان ایرن نے ہمیں خود اسپتال پہنچایا اور ہم اسے دیکھ کر حیران رہ گئے۔ سولہ بستر تھے یہاں اور سب کے سب بھرے

ہوئے تھے۔ کوئی شدید بخار میں مبتلا ہذیان بک رہا تھا کوئی زخموں سے کراہ رہا تھا۔ کچھ طوفان کے زخمی تھے اور طوفان کے بعد پیدا ہونے والے بحران کے زخمی.....! سونت گال بھی ایک بستر پر بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ یہی شکر تھا کہ سیگارو نے اس کے لئے کوئی انتقامی طرز عمل نہیں اختیار کیا تھا۔ ڈاکٹروں کو اس کا علاج کرنے کی کھلی آزادی تھی۔ وہ زیادہ تر اسی پر مصروف تھے۔ دوپہر کو خالد ہمیں تلاش کرتا ہوا آگیا۔

"دو گھنٹے مسلسل تلاش کیا ہے تمہیں۔ انتہائی مجبور ہوکر ڈان ایرن سے پوچھنا پڑا۔ تب پتہ چلا کہ تم یہاں ہو۔ ویسے اچھا مشغلہ ہے جاری رکھو....."

"تم کیا کر رہے ہو.....؟" میں نے طنز سے مسکرا کر پوچھا۔

"بہت سے کام ہیں۔ ویسے مجھے پروفیسر زاغ کی وجہ سے خاص آدمی سمجھا جانے لگا ہے۔"

"خاص آدمی تو تم ہو۔" میں نے بدستور اسی انداز میں کہا اور خالد شیخ ہنس پڑا۔ پھر وہ سسٹر زمرد سے بولا۔

"روشنی نے اس دوران بہت کچھ سیکھا ہے خاتون زمرد۔ دنیاداری دنیا سازی۔ مجھ سے نفرت کے باوجود میرے ساتھ گفتگو میں تھوڑی سی لچک' اور میں یہ محسوس کرتا رہا ہوں لیکن خاتون زمرد آپ گواہ رہیں جو کچھ میں کہہ رہا ہوں۔ اگر کوئی وقت آئے اور میں روشنی پر زندگی قربان کردوں تو انہیں ضرور یاد دلادیں کہ یہ میں نے کہا تھا اور خاتون زمرد..... اس کے لئے میں جس رنگ میں نظر آؤں۔ جس کے ساتھ نظر آؤں وہ میری مجبوری ہوگی۔"

میں نے یا سسٹر زمرد نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کچھ دیر کے بعد خالد بولا۔

"سیگارو کے ساتھ بہترین انجینئر ہیں۔ انجن درست ہو جائیں گے لیکن کمپاس ٹوٹ گئے ہیں اور سیگارو کا خیال ہے کہ طوفانی لہریں جہاز کو عام سمندری روٹ سے دور ہٹا لائی ہیں۔ کمپاس کی غیر موجودگی میں جہاز اپنی مرضی کے روٹ پر نہیں ڈالا جاسکتا۔ اس کا حل یہ ہوا کہ سمندر میں آگے بڑھتے ہوئے کسی اور جہاز کو تلاش کیا جائے گا اگر ایسا ہوگیا تو کام بن جائے گا۔"

"اور نہ ہوا تو.....!" زمرد نے سوال کیا۔

"نہیں خاتون..... ایسا ضرور ہوجائے گا۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ سینکڑوں مسافروں کو لے کر سفر کرنے والے اس جہاز میں ایمرجنسی کے لئے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خوراک اور ایندھن کے محفوظ ذخائر اطمینان بخش ہیں۔ اس لئے کچھ وقت بے شک لگ جائے گا لیکن کچھ نہ کچھ ضرور ہو جائے گا۔"

دن گزر گیا۔ کوئی قابل ذکر واقعہ نہیں پیش آیا۔ مغرب کا وقت ہوا تھا۔ اچانک جہاز میں تھرتھراہٹ پیدا ہوئی اور ہلکی ہلکی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ مختلف مشاغل میں مصروف مسافر چونک کر ساکت ہو گئے۔ سب اسی تبدیلی کے بارے میں جاننا چاہتے تھے پھر چند نوجوان خوشی سے ناچتے ہوئے اوپر آ گئے وہ چیخ رہے تھے۔

"انجن درست ہو گئے۔ جہاز روانگی کے قابل ہو گیا۔ کیپٹن ڈان اوٹر ویلبی سیگارو نے سینکڑوں انسانوں کی زندگی بچالی ہے آپ سب کو مبارک ہو۔"

خوشیوں سے ابھرتی ہوئی قلقاریاں' چہروں پر لوٹ آنے والی زندگی ہر طرف بکھر گئی۔ عرشہ پر جگہ جگہ رقص ہونے لگا۔ ہم دونوں بھی دل میں ابھرنے والی خوشی سے دور نہیں رہ سکتے تھے۔ ڈان سیگارو کی طرف سے کارکنوں کے لئے نئے احکامات صادر ہوئے جن کے تحت ہوا بان اور جہاز کے بیرونی حصے درست کئے جانے لگے۔ یہ کام جہاز کے اصل خلاصی کر رہے تھے اور نوجوان ان کی معاونت کر رہے تھے۔ رات تک یہ ہنگامے جاری رہے۔ ڈنر کے بعد اعلان ہوا کہ کپتان سیگارو جہاز کی درستگی سے مطمئن ہو گیا ہے اور کسی بھی وقت وہ لنگر اٹھانے کا اعلان کر دے گا۔

مسافر اس رات کیبنوں میں واپس نہیں گئے۔ وہ زندگی کا جشن منا رہے تھے اور انہیں اس سے نہیں روکا گیا تھا۔ ہم لوگ بھی عرشہ پر ہی تھے۔ معاً میرے دل میں ایک آرزو پیدا ہوئی۔ اس وقت تمام لوگ عیش و عشرت میں مصروف ہیں کیوں نہ میں مال خانے میں موجود ان تابوتوں کو دوبارہ دیکھوں۔ اپنے نادیدہ باپ کو آواز دوں..... ممکن ہے..... ممکن ہے۔ یہ خیال اس قدر شدت اختیار کر گیا کہ میں خود کو باز نہ رکھ سکی..... لیکن وہاں تنہا جانا چاہتی تھی۔ بالکل تنہا۔ سسٹر زمرد کو ڈاج دینے میں کوئی دقت نہ ہوئی اور موقع ملتے ہی میں نے جہاز کے نچلے حصے کی جانب قدم بڑھا دیئے۔

راستہ یاد تھا حالانکہ پہلے جب یہاں آئی تھی تو میں نے اسے خاص طور سے ذہن نشین کرنے کی کوشش نہیں کی تھی لیکن اب سب کچھ یاد آ گیا تھا۔ مال خانہ چونکہ رات میں استعمال نہیں ہوتا تھا اس لئے اس وقت یہاں روشنی کی ضرورت نہیں محسوس کی گئی تھی۔ البتہ وہ جگہ جہاں تابوت رکھے ہوئے تھے میں نے بغور دیکھی

تھی۔ جذباتی وابستگی تھی اس سے چنانچہ مجھے وہاں لگے ہوئے بلب بھی یاد تھے۔ انہیں روشن کرنے کے سوئچ بھی دیکھے تھے۔ میں اندھیرے میں ایک ایک قدم سنبھل کر چل رہی تھی۔ کئی بار ٹھوکر لگی مگر سنبھل گئی۔ تمام لوگ جشن میں مگن تھے اس لئے اس طرف کوئی موجود نہیں تھا۔ چنانچہ کوئی مداخلت نہیں ہوئی۔ گھٹاٹوپ اندھیرے کے باوجود میں بالکل صحیح جگہ پہنچ گئی۔ گہرا سناٹا' گہری تاریکی۔ اس خاموشی میں مجھے اپنے سانسوں کی آواز بھی سنائی دے رہی تھی۔ ذرا سی جنبش آواز بن جاتی تھی۔ اس وقت میری حسیات بھی تیز کام کر رہی تھیں چنانچہ ایک لمحے کے لئے ایک عجیب سا احساس ہوا۔ اپنے سانسوں کی آواز کچھ غیر مانوس سی لگی تھی مجھے۔ جیسے ان میں کوئی اور آواز شامل ہو۔ جیسے میرے علاوہ بھی کوئی یہاں موجود ہو۔ تصدیق کے لئے میں نے سانس روک لی۔ اس کے باوجود مجھے سانس سنائی دیئے۔ پھر خاموشی طاری ہو گئی۔ وہم ہو سکتا ہے۔ بعد میں سنائی دینے والی سانسیں ممکن ہے خود میری سانسوں کی بازگشت ہو۔ خوف بالکل نہیں تھا بس تجسس اور جذباتی کیفیت تھی۔ میں نے یادداشت پر زور دے کر سوئچ تلاش کئے اور وہ مجھے مل گئے۔ چٹ کی آواز کے ساتھ ایک پیلا مدقوق سا بلب جل اٹھا۔ ایک منحوس سی روشنی وسیع و عریض مال خانے میں پھیل گئی۔ میرے لئے کافی تھی۔ اس روشنی میں تابوت نظر آ رہے تھے لیکن انہیں بند دیکھ کر میرا دل بری طرح دھڑک اٹھا میں نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے ان کے ڈھکن غور سے دیکھے لیکن اب ان کے کنڈوں میں تالے نہیں لٹکے ہوئے تھے۔ تالے آس پاس بھی کہیں پڑے نظر نہیں آ رہے تھے۔ میں دل مضبوط کر کے آگے بڑھی اور تابوتوں کے پاس پہنچ گئی۔ پھر میں نے کپکپاتے ہاتھوں سے ایک تابوت کا ڈھکن کھول دیا۔ ساری جان آنکھوں میں سمٹ آئی تھی۔ شاید اس وقت میں کچھ اور دیکھ سکوں۔ اس کچھ اور کا کوئی تعین نہیں تھا۔ بس ایک احساس تھا لیکن تابوت بالکل خالی تھا۔ اس میں کچھ بھی نہیں تھا۔ دل کو شدید مایوسی ہوئی۔ پھر ایک موہوم سی توقع پر دوسرا تابوت بھی کھول دیا لیکن وہ بھی خالی تھا۔ شاید کسی نے یہ خالی تابوت بند کر دیئے تھے اور کوئی خاص بات نہیں تھی۔ ملگجے بلب کی پیلی روشنی میں کھلے تابوتوں کے کھلے ڈھکنوں سے اندر جھانکتی رہی۔ پھر دل بھر آیا اور میں نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

"میں ان تابوتوں کو پہچانتی ہوں ابو۔ بچپن سے لے کر جوانی تک تمہاری تصویر کو اپنا سب کچھ سمجھتی رہی۔ تصویر چوری ہوئی تو مجھے یوں لگا جیسے تم مجھ سے چھن گئے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پھر ڈچ کا بیچ میں یہ تابوت دیکھے اور تم نے مجھے بتایا کہ تم ان میں سے ایک تابوت میں رہتے ہو۔ ابو تمہاری ہدایات پر عمل کر کے آج سمندر کے بیچوں بیچ لاوارث موجود ہوں۔ جو کچھ ہو رہا ہے یہاں تم اس سے لاعلم نہ ہو گے کیا کسی مجھ جیسی لڑکی کے اندر اتنی ہمت ہو سکتی ہے۔ میں خوف سے مرجاتی ابو' لیکن تمہارے پیار نے مجھے نڈر بنا دیا ہے۔ میں خوف کے یہ لمحات برداشت کر رہی ہوں۔ ابو اس وقت تو کوئی بھی میرے پاس نہیں ہے۔ میں تمہارے نزدیک تنہا ہوں۔ کسی بھی شکل میں آؤ۔ میرے سامنے آؤ ابو۔ مجھے بتاؤ میں کیا کروں۔ ابو میں دہشت کا شکار ہوں مجھے بتاؤ۔ اب کیا ہو گا۔ میں اس ہولناک سمندر میں زندہ بچوں گی بھی یا نہیں۔ ابو اس شکل میں آجاؤ جس میں نظر آچکے ہو۔ مجھے ڈھارس دو۔ مجھے کچھ بتاؤ..... بتاؤ ابو..... آؤ..... میرے سامنے۔"

اچانک میری آواز رک گئی۔ سامنے رکھے ہوئے کارٹنوں میں سے ایک چھوٹا سا کارٹن اچانک ایک طرف لڑھک گیا۔ شاید کسی نے گرتے ہوئے کارٹن کو سنبھالا تھا مگر وہ نہ سنبھل سکا ایک قطار گر گئی اور اس کے عقب میں ایک انسانی سایہ نظر آیا جو ساکت تھا۔

میری سانس تیز ہو گئی۔ وہاں تاریکی تھی جہاں سایہ ساکت کھڑا نظر آرہا تھا۔ میرے حلق سے رندھی ہوئی آواز نکلی۔ "ابو.....!" اور پھر میں لکڑی کی دیوار میں لگے ہوئے سوئچ بورڈ کے قریب پہنچ گئی۔ کوئی چھ بٹن لگے ہوئے تھے۔ میں نے سب آن کر دیئے تاکہ خوب روشنی پھیل جائے اس کے بعد میں نے آنسوؤں میں ڈوبی نگاہوں سے ابو کو دیکھا۔ میرے ذہن میں آندھیاں سی اٹھ رہی تھیں۔ ہزاروں شکوے ابھر آئے تھے نہ جانے کیا کیا کہنے کو جی چاہنے لگا تھا لیکن بصارت کے سامنے آنسوؤں کی دیوار ہونے کے باوجود مجھے یہ احساس ہو گیا کہ سامنے موجود شخصیت بے نقش نہیں ہے۔ وہ لباس بھی نہیں ہے جو ابو پہنے ہوئے تھے اور جس کے نیچے کپڑے کی پٹیوں کے سوا کچھ نہ ہوتا تھا۔ یہ تو ایک باقاعدہ چہرہ تھا اور یہ چہرہ میرے لئے اجنبی نہیں تھا۔ آہ یہ زاغ تھا پروفیسر زاغ.....!

☆------☆------☆

وہ چند قدم آگے بڑھ آیا۔ میرا جسم ساکت تھا۔ آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور میں پھٹی پھٹی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ چند لمحات خاموش گزرے۔ پھر اس نے کہا۔

"میں تمہارا تعاقب کرتا ہوا یہاں تک آیا ہوں بے بی تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ مجھ سے گفتگو کرنا پسند کرو گی..... کچھ کہنا چاہتا ہوں تم سے۔" وہ رک رک کر بول رہا تھا۔ شاید میرے کچھ بولنے کا انتظار کر رہا تھا لیکن میں ابھی تک ہوش و حواس بحال نہیں کر سکی تھی ابو کے بجائے یہ منحوس چہرہ دیکھ کر میری کیفیت بدل گئی تھی۔

اس نے کچھ دیر انتظار کیا پھر بولا۔ "تمہارے ذہن کو میرے بارے میں اس قدر زہر آلود کر دیا گیا ہے کہ اسے صاف کرنا ایک مشکل کام ہو گا لیکن میرے چند الفاظ ضرور سن لو ان پر غور کرنا۔ ہو سکتا ہے تمہارے دل میں میرے لئے کچھ لچک پیدا ہو جائے۔ سنو بے بی۔ بات اس دن سے شروع کرتا ہوں جب میں نے اور خلازی نے تمہیں ساحل پر دیکھا تھا۔ ایک کہانی ہے۔ ایک انوکھی داستان ہے جو ابھی کسی کی سمجھ میں نہیں آئے گی۔ پوری کہانی سنانے کے بجائے مختصر الفاظ میں تمہیں بتا رہا ہوں۔ یہ علم ہونے کے بعد کہ تم احمد کمال سعدی کی بیٹی ہو' ہم نے ایک تجربہ کرنا چاہا۔ وہ تجربہ ناکام رہا یا کامیاب ہوا' میں نہیں جانتا لیکن وہیں سے' وہیں سے خلازی نے ایک سازش کا آغاز کر دیا۔"

"خلازی نے؟" میرے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔

"شکر ہے تم کچھ بولیں تو..... ہاں خلازی نے.....! اس نے مجھے اس طرح حواس باختہ کیا کہ ہم وہاں سے فرار ہو گئے۔ اس وقت میں کچھ نہیں سمجھ سکا لیکن بعد میں مجھے پتہ چل گیا کہ خلازی بدعہدی کر رہا ہے۔ وہ مجھ سے ہٹ کر کام کرنا چاہتا ہے۔ وہ مجھے اپنے اور تمہارے راستے سے ہٹا دینا چاہتا ہے۔"

میرا ذہن اب کام کرنے لگا۔ یہ شخص کہانی کو نیا رنگ دے رہا ہے لیکن سننا چاہئے۔ اب جب اس کا مجھ سے سامنا ہو گیا ہے تو مجھے سننا چاہئے۔ وہ بولا۔ "مجھ جیسے کچھ لوگ ہوتے ہیں جو اندر سے صاف ستھرے ہوتے ہیں لیکن کچھ ایسی بدنمائی ان پر مسلط ہو جاتی ہے کہ لوگ ان سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ تمہاری نگاہوں میں میری شخصیت کو مکروہ بنانے میں خلازی کا ہاتھ ہے۔ اس نے کہانیاں گھڑ کر تمہیں ذہنی طور پر مجھ سے اتنا دور کر دیا کہ تم میری صورت دیکھنے کی روادار بھی نہ رہو۔ میری کمزوری یہ ہے کہ میں سازش برداشت نہیں کر سکتا اور انتقام پر اتر آیا ہوں۔ چنانچہ میری اس کمزوری نے مجھے تم سے اور دور کر دیا.....!"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں مسٹر زاغ؟" میں نے کہا۔

"اس وقت صرف اتنا کہ تم تجزیہ کرو۔ صرف دوسروں پر بھروسہ نہ کرو خود بھی کچھ سوچو سمجھو۔ اگر عقل کچھ ساتھ دے تو اور مجھ سے کچھ مدد لینا چاہو تو مجھ سے دوبارہ ملو۔"

"کیسی مدد مسٹر زاغ؟"

"ان پُراسرار واقعات کے سلسلے میں جو تمہاری زندگی پر محیط ہو گئے ہیں۔"

"آپ نے صرف میری مدد کے لئے یہ کربناک سمندری سفر اختیار کیا ہے مسٹر زاغ.....!" میں نے طنزیہ کہا۔

"ہاں سو فیصد۔" اس نے بڑے اعتماد سے کہا۔

"کیا مطلب.....؟" میں چونک پڑی۔

"مطلب اس وقت نہ بتا سکوں گا۔"

"شلاشلائی آپ کی ملکیت ہے؟"

"یہی سمجھو.....!"

"یعنی اس میں کوئی شبہ ہے؟"

"نہیں شبہ نہیں ہے لیکن اسے میری ملکیت نہ کہو۔ وہ ایک نمائندہ ہے جو ضرورت کے تحت میرے ساتھ تعاون کر رہا ہے ان سچائیوں کی کھوج کے لئے جو تاریخ کے اوراق میں گم ہو گئی ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے کہ وہ پرندہ نہیں بلکہ ایک مدبر ہے۔ ایک مفکر ہے۔"

"صرف ان دو جملوں میں اس کی حیثیت مکمل نہیں ہوتی۔"

"یہ مدبر خلازی کے ہوٹل کی الماری میں چھپا ہوا تھا جہاں سے کچھ کتابیں گم ہو گئیں۔"

"کتابیں گم نہیں ہو گئیں۔ بلکہ خلازی نے انہیں چھپا دیا ہے۔ شلاشلائی' اس وقت خلازی کے لئے ایک وارننگ تھا۔"

"اسی مدبر نے میرے ایک ملازم کو زخمی کیا۔"

"وہ مجبوری تھی۔"

"اور مدبر نے بیرسٹر سالک جلال کا تعاقب کر کے ان تک آپ کی راہنمائی کی اور بالآخر آپ نے انہیں زندہ درگور کر دیا۔"

"راع ابروسا کی قسم۔ آدھے سورج کی قسم۔ سب سے آخر میں ڈوبنے والے ستارے کی قسم۔ سالک جلال کے ساتھ یہ سلوک میں نے نہیں خلازی نے کیا ہے۔ یہیں وہ تمہارا ذہن مکمل طور سے پلٹنے میں کامیاب ہوا ہے۔" زاغ کی آواز میں لڑکھڑاہٹ پیدا ہو گئی۔

میرے بدن میں گرم گرم لہریں دوڑنے لگیں۔ بڑا سنسنی خیز انکشاف تھا۔ اس سے زیادہ وہ قسمیں پُراسرار تھیں جو زاغ نے کھائی تھیں۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا۔ کچھ دیر مکمل خاموشی رہی پھر میں نے کہا۔ "میرے ابو کی تصویر کہاں ہے؟"

"میرے پاس موجود ہے۔"

"اور گمشدہ کتابیں؟"

"وہ خلازی کی تحویل میں ہیں۔ سنو بے بی۔ بس آخری بات کہنا چاہتا ہوں۔ کبھی کبھی جسے سب سے بڑا دشمن سمجھا جاتا ہے وہ سب سے بہتر دوست ثابت ہوتا ہے۔ میں تمہیں پیش کش کرتا ہوں مجھ سے ملو' مجھ سے تعاون کرو۔ میں تمہیں نئے راستے دکھاؤں گا۔ میں تمہیں تمہاری منزل تک پہنچاؤں گا لیکن یہ اس وقت ہو سکتا ہے جب تم خلوص اور سچائی سے مجھ سے رجوع کرو۔"

بڑی انوکھی پیش کش تھی۔ دشمن کی پیش کش۔ اس شخص نے تو ساری مشکلات پیدا کی تھیں۔ اس کا سہارا کیسے حاصل کیا جا سکتا ہے اور پھر اس کی باتوں پر یقین بھی کیسے کر لیا جائے۔ کہتا ہے کہ سالک جلال کو خلازی نے زخمی کیا۔ خلازی بے شک ایک پُراسرار کردار ہے لیکن زاغ کی طرح سنگدل نہیں۔

"یہی تو افسوس ہے بے بی۔ اسی کا تو افسوس ہے۔ یہاں ان لوگوں کو مجھ پر برتری حاصل ہو گئی ہے....." زاغ نے کہا اور میں بھونچکی ہو کر اسے دیکھنے لگی۔

"میں نہیں سمجھی؟"

"انہوں نے تمہیں ٹریپ کر لیا ہے۔ انہوں نے تمہارے سامنے مجھے تمہارا دشمن ثابت کرنے میں کامیابی حاصل کر لی ہے۔ یہ ان کا بڑا کارنامہ ہے۔"

میرا اندازہ درست نکلا۔ پُراسرار قوتوں کے مالک زاغ نے میرے دل کی بات جان لی تھی۔ اس نے میری سوچ کا اندازہ لگا لیا تھا۔

"یہ صرف چہرہ شناسی ہے قوتِ مشاہدہ ہے۔ خیر اس سے زیادہ تمہارا وقت نہیں لوں گا آخری الفاظ کہہ کر میں یہاں سے جا رہا ہوں جو لوگ تمہارے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میری مراد ڈان ایرن سے ہے اس سلسلے میں انہیں اپنا رازداں نہ بنانا۔ وہ تمہیں پھر بھٹکا دیں گے' میری ان باتوں کو نیا رنگ دیں گے اور مجھے فریبی ظاہر کردیں گے اور وہ نہیں ہوسکے گا جو میں چاہتا ہوں۔ بقیہ رات میں تم اپنے دل سے سوال کرنا کہ وہ مجھ پر اعتماد کرسکتا ہے یا نہیں۔ اگر دل گواہی دے اور مجھ پر اعتبار کرسکو تو میں کیبن نمبر نو سو تین میں حاتم جلیسی کے نام سے مقیم ہوں وہاں میرے پاس آجانا۔ لیکن شرط وہی ہوگی کسی اور کو راز دار نہ بنانا۔ اگر دل قبول نہ کرے تو کوئی بات نہیں حالات جس طرح چل رہے ہیں چلتے رہیں گے آنے والا وقت خود ہی مناسب فیصلے کرے گا۔"

"مجھے میرے والد کی تصویر واپس کرسکتے ہو۔"

"تعاون کے فیصلے کے بعد! اچھا پھر چلتا ہوں ہاں تمہاری تسلی کے لئے ایک بات تمہیں بتادوں تمہیں سن کر خوشی ہوگی۔"

"کیا؟"

"یقیناً جہاز پر تم منوچہر خلازی سے نہ ملی ہوگی۔"

"خلازی؟" میں اچھل پڑی۔

"کیبن نمبر گیارہ سو آٹھ میں وہ نادر ہاشمی کے ساتھ موجود ہے چاہو تو اس سے ملاقات کرلینا۔" زاغ نے کہا اور باہر جانے کے لئے قدم اٹھا دیئے مگر میرا دماغ پھر جھنجھنا گیا تھا' جاتے جاتے وہ یہ شگوفہ چھوڑ گیا تھا۔ خلازی اور نادر ہاشمی بھی ڈی پارلو پر موجود ہیں۔ الٰہی کیا ماجرا ہے کیا طلسم ہے یہ۔ ایسے ایسے انکشافات ہوتے ہیں کہ دل و دماغ بے قابو ہوجاتے ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ اتنے ہنگاموں میں بھی وہ دونوں نظر نہیں آئے کسی کو ان کے بارے میں نہیں معلوم۔ نہ خالد کو اور نہ پروفیسر ایرن کو۔ کوئی بھی نہیں جانتا کوئی بھی۔ زاغ پاگل تو نہیں ہے کہ اتنی بڑی بات کہہ کر چلا گیا۔ اتنا بڑا جھوٹ بول کر وہ خود کو سچا کیسے ثابت کرسکتا ہے آخر کیسے؟

تیز روشنی میں میری نظریں پھر ان خالی تابوتوں کی طرف اٹھ گئیں کتنی مشکلات میں چھوڑ دیا ہے تم نے مجھے ابو۔ کسی بھی شکل میں میرا ساتھ نہیں دے سکتے اس نادیدہ شکل میں بھی نہیں۔ مجھے اتنا تو بتا دو کس کا ساتھ دوں کس کا نہ دوں۔ کس پر یقین کروں کس پر نہ کروں۔ کیا کروں آخر میں کیا کروں؟

☆------☆------☆

بہت دیر وہاں کھڑی رہی پھر آگے بڑھ کر روشنیاں بجھادیں اور وہاں سے واپسی کے لئے قدم اٹھا دیئے۔ دل میں آرزو تھی کہ کوئی آواز سنائی دے کوئی پکارے اور کہے۔ "نہیں روشنی فکر نہ کرو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔" لیکن ایسی کوئی آواز نہ آئی اور میں باہر نکل آئی۔ خود کو بہلانے والے مسلسل مصروف تھے انہیں موت کے اندھیرے میں زندگی نظر آئی تھی۔ وہ زندگی کی خوشی سے سرشار تھے اس وقت ان کی بھیڑ میں سسٹر زمرد کو تلاش کرنا ممکن نہیں تھا اور پھر اعصاب چیخ رہے تھے اس لئے میں اپنے کیبن کی طرف چل پڑی۔ دل میں خیال آیا تھا کہ شاید سسٹر زمرد کیبن میں واپس آگئی ہوں لیکن وہ موجود نہیں تھیں' ٹھیک بھی تھا۔ میری زر خرید تو نہیں تھیں بلکہ سچی بات تو یہ تھی کہ ان کی بدنصیبی نے انہیں اس مصیبت میں پھنسا دیا تھا ورنہ ان واقعات کا ان سے تو دور کا تعلق بھی نہیں تھا۔ میں بستر پر دراز ہوگئی۔ اچھا ہے تنہائی میں مجھے سونے کا موقع مل گیا۔ زاغ! میں نے دل میں سوچا۔ پہلی بار سرسری سے انداز میں مجھے ملا تھا اور آج میری اس سے دوسری ملاقات ہوئی تھی لیکن بہت کھل کر اور بڑی تفصیل سے۔ اس کی شخصیت کے بارے میں اس وقت بس اتنا اندازہ لگا سکتی تھی کہ بہت چالاک آدمی ہے آنکھوں سے دل کا راز پاجانے والا۔ یہ بھی سچ تھا کہ مجھے اس کی کہانیاں سنائی گئیں تھیں واسطہ بالکل نہیں پڑا تھا اس سے۔ ان کہانیوں میں سے جو کچھ ثابت کیا گیا تھا میں نے اسے اس روشنی میں دیکھا تھا' کیا وہ اس سے مختلف ہوسکتا ہے۔ حالات تو اس کی نفی کرتے تھے پھر کیا ان حالات کے باوجود میں اس سے اختلاف کروں۔ دوسری بات منوچہر خلازی کے بارے میں اس نے جو کچھ بتایا ہے کیا وہ درست ہے۔ میں تجزیہ کرنے لگی کہ درست تو وہ بھی نہیں ہے۔ اس رات میرے والد کی خواب گاہ میں وہ بھی چوروں کی طرح داخل ہوا تھا اس نے بھی مجھ سے میرے والد کے بارے میں جاننے کی کوشش کی تھی۔ کیا انکل جلال کو اس نے زخمی کیا ہوگا۔ اس کے علاوہ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ ڈی پارلو پر محصور ہے۔ اس نے تو خود کو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

زاغ سے بھی زیادہ پوشیدہ رکھا ہے اور پھر ڈان ایرن کی تمام تر چالاکیوں کے باوجود یہ سب کے سب اس جہاز پر موجود ہیں بات دلچسپ بھی تھی اور سنسنی خیز بھی۔

کیبن کے دروازے پر آہٹیں سنائی دیں اور سسٹر زمرد دروازہ کھول کر اندر آگئیں۔ "اوہ شکر ہے خدا کا تم موجود ہو۔ خون خشک کر دیا میرا۔"

"کیوں سسٹر۔" میں نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"چار بار کیبن کے چکر لگا چکی ہوں۔ عرشے کے آخری کونے تک دیکھ ڈالا کہاں چلی گئی تھیں۔"

"آیئے سسٹر' اب باہر تو نہیں جائیں گی؟"

"میں کیا کروں گی باہر جا کر سب لوگ بدمست ہو رہے ہیں۔"

"ہاں زندگی ایسی ہی چیز ہے۔"

"تم کہاں جا چھپی تھیں؟" سسٹر نے اپنے بیڈ پر دراز ہو کر پوچھا اور میں انہیں دیکھنے لگی۔ سسٹر زمرد بے لوث تھیں ان سے کچھ چھپانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔

"تہہ خانے میں گئی تھی جہاں تابوت رکھے ہوئے ہیں سسٹر۔ وہاں زاغ سے میری ملاقات ہوئی تھی؟" سسٹر زمرد شدت حیرت سے اچھل پڑیں میں نے ان کی حیرت کی فکر کئے بغیر انہیں اس ملاقات کی پوری تفصیل بتا دی خلازی کے ذکر پر ان کی بھی وہی حالت ہوئی تھی انہوں نے کہا۔ "تمہیں یقین ہے کہ وہ سچ کہہ رہا ہے۔"

"کیبن نمبر گیارہ سو آٹھ کا حوالہ دیا ہے اس نے۔"

"مگر خالد نے خلازی کا تذکرہ نہیں کیا۔"

"آپ کے خیال میں اسے معلوم ہو گا۔"

"زاغ کا راز دار ہے وہ۔ جب زاغ کو معلوم ہے تو اسے بھی معلوم ہو گا۔ وہ روشنی کیا خلازی اتنا سنگدل لگتا ہے تمہیں کہ وہ استاد محترم کے ساتھ ایسا سلوک کرے؟"

"مجھے انسانوں کا تجربہ نہیں ہے سسٹر۔"

"زاغ ہمیں فریب دے رہا ہے؟"

"ہو سکتا ہے۔"

"مگر اب کیا کیا جائے۔"

"مجھے مشورہ دیجئے۔" میں نے کہا اور سسٹر سوچ میں ڈوب گئیں پھر بولیں۔

"دیکھو روشنی۔ ڈچ کا میچ میں جو کچھ ہوا اور اس کے بعد ہمیں جس طرح پرتگال جانے کا مشورہ دیا گیا پہلے مجھے اس کے بارے میں اپنے خیالات سے آگاہ کرو۔"

"کیا کہوں اس بارے میں۔"

"معاف کرنا ایک نامناسب بات کہہ رہی ہوں مگر کہنا ضروری ہے تمہیں وہ سب کچھ سچ لگا؟"

"سمجھی نہیں سسٹر۔"

"بعض جگہ دل رہنمائی کرتا ہے' نادیدہ شکل میں جس سے تمہاری ملاقات ہوئی تمہارے دل نے اسے قبول کیا؟ میرا مطلب ہے کہ جذباتی طور پر تمہیں یوں لگا جیسے وہ سعدی صاحب ہی ہوں۔"

"ہاں۔" میں نے آہستہ سے کہا۔ "اگر ایسا نہ ہوتا تو میں پرتگال کا سفر کیوں کرتی اور یہاں تک کیوں آجاتی۔"

کبھی کبھی دل کے فیصلے عقل کے فیصلوں پر سبقت لے جاتے ہیں میں اس سے منحرف نہیں ہوں۔ اس روشنی میں کہتی ہوں کہ اگر سعدی صاحب نے تمہیں پرتگال بھیجا اور ڈان ایرن پر بھروسہ کیا تو ہمارے لئے انکل ایرن سب سے بڑی حیثیت رکھتے ہیں۔ فرض کرو اگر خلازی شاطر ہے اور اس نے یہ سب کچھ کیا ہے تو سعدی صاحب تمہیں زاغ کی طرف بھی متوجہ کر سکتے تھے یہ کہہ سکتے تھے کہ زاغ کی مدد حاصل کرو۔"

"ہاں' یہ تو درست ہے۔" میں نے اعتراف کیا میرے ذہن سے ایک دم بوجھ ہٹ گیا۔ سسٹر کے ان الفاظ نے فیصلہ کرنے کی روشنی دی تھی۔ واقعی ایسا ہو سکتا تھا۔

"اس کے باوجود زاغ کا دعویٰ اہمیت رکھتا ہے۔"

"کونسا دعویٰ؟"

"نمبر ایک خلازی کے بارے میں' نمبر دو تمہاری مدد کے بارے میں! ایک رائے دوں' یہ تمام باتیں انکل ایرن کو بتا دو۔"

"بات خطرناک نہ ہو جائے۔"

"چھوڑ دو روشنی۔ جن خطرات میں پھنسے ہوئے ہیں وہ کم ہیں۔ اگر کوئی خطرہ ٹل جائے تو زیادہ سے زیادہ ایک خطرے کا اضافہ ہو جائے گا کیا فرق پڑتا ہے۔ ویسے بھی تمہیں فیصلہ کرنا ہو گا۔ زاغ اب تم سے بے دھڑک ملاقات کرے گا اس کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

راستے کھل گئے ہیں اس بارے میں بات بھی کرے گا تم سے۔ کوئی جواب تو دینا پڑے گا اسے۔ انکل کے مشورے سے یہ جواب دیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ کیا خیال ہے؟"

"ٹھیک ہے سسٹر مگر اب کیا کروں؟"

"میں انہیں تلاش کر کے لاتی ہوں' اسی وقت بات ہو جائے تو اچھا ہے۔" سسٹر زمرد چند لمحات کے بعد دوبارہ باہر چلی گئیں اور میں سوچ میں ڈوب گئی۔ اگر اسے معلوم ہو گیا کہ میں نے ایرن کو سب کچھ بتا دیا ہے تو کیا ہو گا اس نے منع کیا تھا۔ وہ انوکھی قوتوں کا مالک ہے میں خوف سے سوچ رہی تھی پھر میں نے ذہن جھٹک دیا۔ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ انکل ڈان ایرن سسٹر زمرد کو کہیں قریب ہی مل گئے تھے کیونکہ کوئی تیس سیکنڈ کے بعد ہی دونوں میرے کیبن میں داخل ہو گئے۔

"کیا دلچسپ ہنگامے ہو رہے ہیں؟" ڈان ایرن نے مسکرا کر کہا۔

"اس میں کوئی شک نہیں پروفیسر۔ یہاں بھی ایک دلچسپ کہانی موجود ہے۔" زمرد نے کہا۔

"سناؤ بھئی اور کریں بھی کیا۔ سناؤ کیا کہانی ہے۔"

"میں بتائے دیتی ہوں روشنی' کچھ بھول جاؤں تو یاد دلا دینا۔" زمرد نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ سسٹر زمرد نے لفظ بہ لفظ پوری تفصیل دہرا دی تھی اور اس تفصیل کو سن کر ڈان ایرن جیسا آہنی شخص متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا تھا کچھ دیر ششدر رہنے کے بعد وہ بولا۔ "اس سے زیادہ سنسنی خیز بات اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ منوچہر خلازی بھی یہاں موجود ہے اور نادر ہاشمی بھی لیکن....."

"اب کیا کریں انکل؟" سسٹر زمرد نے کہا۔

"میری آنکھیں بہت دور تک دیکھ رہی ہیں لڑکیو' ابھی ہمیں بہت سے کٹھن مراحل سے گزرنا ہے میرے خیال میں زاغ نے یہ پہلی نادانی کی ہے۔"

"نادانی؟" زمرد نے چونک کر کہا۔

"کیوں نہ اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔" ڈان ایرن پُرخیال انداز میں بولا۔

"آپ مشورہ دیں انکل۔"

"کہانی میں تھوڑی سی ردوبدل کر دو' معمولی سی۔"

"وہ کیا؟" زمرد پھر بولی۔ انکل ڈان نے کہا۔ "واہ ایک عمدہ موقع ہاتھ آیا؟ واہ بہت عمدہ۔ بہت ہی عمدہ۔"

"کچھ بتائیے تو سہی انکل!" میں نے کہا۔

"روشنی بیٹی تم زاغ سے ملو۔ اپنے آپ کو اس کے اعتماد میں دے دو اسے تفصیل بتاؤ۔ پوری تفصیل بتاؤ۔ ڈچ کامیج کا تذکرہ بھی کر سکتی ہو صرف چند باتوں کو محفوظ رکھنا۔"

"کیا انکل؟"

"وہاں تم نے تابوت دیکھے تھے ان تابوتوں میں دو ممیاں تھیں لیکن بے جان ہر تحریک سے عاری۔ بس اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ جہاں تک پرتگال آنے کا تعلق ہے تم کہہ دینا کہ تمہارے پرورش کنندگان کو اس کی ہدایت ملی تھی اور تم بس اس ہدایت کے تحت میرے پاس آئی تھیں۔"

"کوئی خطرہ تو نہیں انکل؟"

"میں موجود ہوں اس کی فکر مت کرو۔ تم ہم سے بیزاری کا اظہار کر سکتی ہو۔"

"مجھے اس کے قریب جا کر خوف محسوس ہو گا انکل۔"

"زندگی دے کر بھی تمہیں ہر خطرے سے محفوظ رکھا جائے گا بیٹی تم فکر کیوں کرتی ہو اصل میں اس نے سیگارو کو ٹریپ کر کے خود کو بہت محفوظ کر لیا ہے اس بات کو ذہن میں رکھنا ہو گا۔"

"تو پھر کل میں اس سے ملوں؟"

"ضرور۔"

"اور منوچہر خلازی؟"

"ابھی اس پر غور نہ کرو اسے میں دیکھوں گا۔" انکل ایرن نے جواب دیا اور میں گہری گہری سانسیں لینے لگی۔ پروفیسر ایرن دیر تک مجھے سمجھاتے رہے پھر گھڑی دیکھ کر اٹھ گئے۔ "اب آرام کرو دیکھو سیگارو کب روانگی کا اعلان کرتا ہے۔ پھر وہ باہر نکل گئے۔

☆------☆------☆

دوسری صبح بہت دیر میں آنکھ کھلی تھی۔ سسٹر زمرد بھی گہری نیند سو رہی تھیں میں آہستہ سے اٹھ گئی لیکن باتھ روم سے فارغ ہو کر آئی تو وہ بھی جاگ گئی تھیں مجھے دیکھ کر صبح بخیر کہا پھر خود بھی باتھ روم چلی گئیں وہ اندر ہی تھیں کہ کیبن کے دروازے پر دستک ہوئی دروازہ کھولا تو ایک نوجوان نظر آیا۔ پیچھے کوئی اور بھی تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ناشتہ لے لیجئے میڈم۔ کیا آپ اس کیبن میں تنہا ہیں۔" اس نے کہا۔

"نہیں ہم دو ہیں میں اور میری ساتھی۔"

"وہ بھی خاتون ہیں؟"

"ہاں۔"

"براہِ کرم اپنے نام بتا دیجئے کیپٹن سیگارو سروے کر رہے ہیں تاکہ سفر کرنے والوں کو تکلیف نہ ہو۔"

میں نے اپنا اور زمرد کا نام بتا دیا جو اس نے کیبن نمبر کے ساتھ نوٹ کر لیا پھر میں نے نوجوان سے پوچھا۔ "آپ کون ہیں؟"

"میرا نام ایری تھامس ہے مسافر ہی ہوں لیکن ہمیں رضاکارانہ طور پر خدمات انجام دینی ہیں۔"

"اوہ کیا خواتین کو بھی ذمے داریاں دی گئی ہیں۔"

"کپتان کہتے ہیں' یہ ان کی مرضی پر منحصر ہے کوئی پابندی نہیں ہے۔" نوجوان آگے بڑھ گیا۔ سسٹر زمرد باہر نکلیں تو میں نے انہیں تفصیل بتائی پھر ہم ناشتہ کرنے لگے۔

کچھ دیر کے بعد سسٹر زمرد نے کہا۔ "پتہ نہیں' جہاز کے سفر کا آغاز کب ہوگا؟"

"ناشتہ کرنے کے بعد باہر چلتے ہیں' دیکھیں گے کیا صورتِ حال ہے۔" میں خاموش ہوگئی' کافی کی دو دو پیالیاں پینے کے بعد ہم باہر نکلنے کے لئے تیار ہوئے۔ انکل ڈان ایرن کا کیبن بند تھا وہ تو کیبن میں رکتے ہی نہیں تھے۔ رات کی گفتگو میرے ذہن میں گردش کر رہی تھی اور میں اپنی مشکل ذمہ داری محسوس کر رہی تھی پھر ہم نے معمولی سی تیاریاں کیں اور باہر نکل آئے۔

عرشے پر خوب گہما گہمی تھی جہاز کے نوجوان مسافروں نے سارے انتظامات سنبھالے ہوئے تھے' برج آباد تھا' دلچسپ بات یہ دیکھی گئی کہ ڈان اوٹرو بلی سیگارو کے تمام آدمی جہاز کے عملے کی وردیاں پہنے ہوئے مختلف امور کی نگرانی کر رہے تھے غالباً ڈان سیگارو برج پر موجود تھا۔ سسٹر زمرد نے کہا۔ "آؤ' اسپتال کا چکر لگالیں۔"

میں آمادہ ہوگئی اور ہم لوگ اسپتال کی جانب چل پڑے۔ شاندار کارکردگی کا اظہار کیا گیا تھا وہ تمام جگہیں آباد ہو چکی تھیں جو طوفان نے تباہ و برباد کر دی تھیں۔ جہاز بالکل پہلے جیسی کیفیت میں نظر آ رہا تھا۔ ڈان سیگارو اگر چاہتا تو رات کو ہی اس سفر

کا آغاز کر سکتا تھا لیکن ایک محتاط کیپٹن کی حیثیت سے اس نے تمام تیاریاں مکمل کرنے کے بعد ہی جہاز کے لنگر اٹھانے کا فیصلہ کیا تھا۔ ہر جگہ کچھ نہ کچھ ہو رہا تھا اور خصوصاً جہاز کے نوجوان مسافر رضاکارانہ طور پر اپنے فرائض بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دے رہے تھے۔

ہم لوگ اسپتال کا جائزہ لیتے رہے' اسپتال میں فرانسیسی پولیس آفیسر بدستور زیرِ علاج تھا اور ڈاکٹر اس کی بہتر نگہداشت کر رہے تھے اس کی آنکھ پر پٹی چڑھی ہوئی تھی اور اس کے عملے کے کئی افراد اس کے گرد موجود تھے وہ اپنے افسرِ اعلیٰ کی تیمارداری کر رہے تھے۔

وہیں ہمیں انکل ایرن نظر آئے لیکن وہ ہماری طرف متوجہ نہیں ہوئے تھے ایک گھنٹے تک ہم اسپتال میں چھوٹے موٹے کام کرتے رہے پھر خود ہی انکل ایرن کے پاس جا کھڑے ہوئے۔

"مصروف رہنے سے ذہن بٹتا ہے ویسے سونت گال روبہ صحت ہے وہ کہتا ہے کہ اسے پرتگالی دہشت گرد نے نہیں بلکہ ایک کمینے مسافر نے نقصان پہنچایا ہے اور اب وہ حاتم جلیسی کا دشمن بن چکا ہے۔"

"لنگر کب اٹھائے جائیں گے انکل؟"

"میرا خیال ہے دیر نہیں لگے گی سیگارو اطمینان سے برج پر پہنچ گیا ہے اس نے کچھ نئے لاؤڈ اسپیکر لگوائے ہیں جن پر وہ اعلانات کرتا رہے گا ابھی تک کوئی اعلان نہیں ہوا ہے۔"

"اور کوئی خاص بات انکل؟"

"ہاں ہے۔"

"وہ کیا؟"

"کیبن نمبر گیارہ سو آٹھ میں منوچہر خلازی اور نادر ہاشمی موجود ہیں خلازی کو تو میں پہچانتا ہوں نادر ہاشمی لنگڑا ہے نا۔"

"ہاں۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"دونوں موجود ہیں۔" ایرن نے کہا پھر بولا۔ "تم کس وقت زاغ سے ملو گی؟"

"آپ جب کہیں۔"

"جلد [illegible] انتظار کرو کہ وہ خود تم سے رجوع کرے۔ اگر وہ خود کوئی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پیش کش کرے تو قبول کرلینا۔ اگر متوجہ نہ ہو تو کسی مناسب وقت خود اس کے کیبن کا رخ کرنا۔"

"ٹھیک ہے انکل۔"

دن کو سوا گیارہ بجے جہاز کے انجن اسٹارٹ ہوگئے پھر لنگر اٹھائے جانے لگے اسی وقت جہاز کے اسپیکروں سے سیگارو کی آواز ابھری۔

"ڈی پارلو کے معزز مسافروں سے گذارش ہے کہ اپنے اس خادم کی طرف متوجہ ہوجائیں' آپ کا کپتان ڈان اوٹرویلٹی سیگارو آپ سے مخاطب ہے' ڈی پارلو آپ کی دعاؤں کے نتیجے میں سفر کے قابل ہوگیا ہے اور ہم ڈی پارلو کے نئے سفر کا آغاز کر رہے ہیں۔ میں آپ سب کو زندگی کی مبارک باد پیش کرتا ہوں' ساتھ ساتھ ہی اس مختصر سفر میں کپتان کی حیثیت سے اپنے مکمل تعاون کا یقین دلاتا ہوں۔ جس طرح آپ لوگوں نے رضاکارانہ طور پر میرے ساتھ تعاون کا آغاز کیا ہے اس کا شکر گزار ہوں اور میری درخواست ہے کہ سفر کے اختتام تک آپ لوگ اسی طرح اپنا تعاون جاری رکھیں اس طرح مشترکہ طور پر زندگی کے حصول کے لئے جدوجہد جاری رہے گی اور سفر خوشگوار گزرے گا۔ تمام تر ذمہ داریاں آپ لوگوں میں تقسیم کردی گئی ہیں جہاز کے تجربے کار افراد کو موقع دیجئے کہ وہ اسے منزل مقصود تک لے جانے میں اپنی ذمے داریاں صرف کرتے رہیں۔ ہمارے پاس بہت کم افراد ہیں اس لئے یہ ذمہ داریاں آپ کو سونپی گئی ہیں ورنہ ہم خود ہی انہیں سنبھالتے' امن وامان برقرار رکھئے گا۔ ایک دوسرے سے الجھنے سے گریز کیجئے گا جو لوگ جہاز کے خصوصی عملے سے تعلق رکھتے ہیں ان کے احکامات مانئے گا۔ آپ کا خادم آپ کو کسی نہ کسی جگہ پہنچا کر دم لے گا۔ ایک بار پھر میری جانب سے زندگی کی خوشیاں حاصل کرنے پر مبارک باد قبول کیجئے جہاز اب روانگی کے لئے بالکل تیار ہے اور پھر اس کے ساتھ جہاز کا رخ تبدیل ہونے لگا۔ سیگارو برج سے انجن روم کو احکامات صادر کرنے لگا اور مسافر خوشی سے ناچنے لگے۔

میں اور سسٹر زمرد بھی کچھ سحر زدہ سی ہوگئی تھیں جہاز کی از سرنو روانگی پر ہمارے دلوں میں بھی خوشیوں کی ایک ترنگ پیدا ہوگئی تھی اور ہم اپنے آپ کو دوسروں سے مختلف نہیں پا رہے تھے۔ موسم بھی خوشگوار ہی تھا دھوپ نکلی ہوئی تھی لیکن زیادہ تیز نہیں تھی۔ مسافر خوشیاں مناتے رہے پھر خالد نظر آیا وہ ہم سے زیادہ

فاصلے پر نہیں تھا۔ میں اسے دیکھ کر ہنس پڑی میری ہنسی پر زمرد نے چونک کر مجھے دیکھا پھر خالد کو پھر بولیں۔ "ہنسی کیوں؟"

"بہت سی باتوں پہ سسٹر۔" میں نے خوشگوار موڈ میں کہا۔

"مثلاً؟"

"ڈی پارلو پر کتنی کہانیاں بکھری ہوئی ہیں سسٹر' ہر مسافر کی الگ کہانی ہوگی میں اپنی شناخت کے لئے سرگرداں ہوں اور ڈی پارلو پر ایک بظاہر بے مقصد سفر کر رہی ہوں آگے کیا ہے' مجھے کیا کرنا ہے کچھ نہیں معلوم۔ آپ اخلاق کی قیدی ہیں ایک فرض کی بجا آوری کے لئے آگے بڑھی تھیں یہ اخلاق یہ فرض آپ کی گردن میں پھندہ بن گیا۔ یہ چند سرپھرے فراعنہ کی سرزمین کے سربستہ رازوں کی نقاب کشائی کے لئے سرگرداں ہیں میری مراد زاغ وغیرہ سے ہے اور یہ شخص ایک کاروباری عاشق ہے دولت کی ہوس کا قیدی۔"

"خالد؟" سسٹر نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"آرہا ہے!" سسٹر زمرد نے کہا اور میں متوجہ ہوگئی خالد ہمارے پاس آگیا تھا۔

"ہیلو خواتین زندگی کا تصور ہونٹوں پر ہنسی لے آتا ہے آپ کو خوش دیکھ کر مجھے خوشی ہو رہی ہے۔"

"آپ خوش نہیں ہیں مسٹر خالد۔" میں نے پوچھا۔

"ہوں لیکن زندگی پاکر نہیں۔"

"پھر؟" سسٹر نے پوچھا۔

"کسی کو ہنستے مسکراتے دیکھ کر!" خالد نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا اور میں پھر ہنس پڑی سسٹر بھی ہنسی روک نہ سکیں کیونکہ وہ میری ہنسی کی وجہ جانتی تھیں۔

"کوئی خاص خبر مسٹر خالد؟"

"نہیں۔ ابھی کوئی خبر نہیں ہے ہوئی تو آپ کو ضرور اطلاع دوں گا۔"

"ضرور۔" میں نے کہا پھر بولی۔ "مگر میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

خالد کچھ چونک سا پڑا پھر اس نے سسٹر کی طرف دیکھا اور سسٹر خود بول پڑیں۔

"میں چلی جاتی ہوں تم لوگ آرام سے باتیں کرو۔" یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ گئیں خالد مجھے دیکھنے لگا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"پروفیسر زاغ نے تمہیں مجھ سے ملاقات کے بارے میں بتایا؟"

"ملاقات' یہاں جہاز پر؟" وہ اچھل پڑا۔

"اس کا مطلب ہے تمہیں نہیں معلوم؟"

"خدا کی قسم بالکل نہیں کب کہاں؟" اس نے کہا اور میں نے اس ملاقات کی پوری تفصیل سنادی۔ خلازی اور پروفیسر ہاشمی کے بارے میں سن کر وہ بھونچکا رہ گیا اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر کہا۔ "تم مجھ پر یقین کر سکو گی روشنی مجھے یہ بھی نہیں معلوم..... اور..... اور یہ ہو سکتا ہے' یہ بالکل ہو سکتا ہے روشنی' آہ اس کا مطلب ہے کہ خلازی اتنا معصوم آدمی نہیں ہے۔ یہ بالکل سچ ہے کہ اس دن تمہارے والد کی خواب گاہ میں بس وہ اتفاق سے ہی زیر ہو گیا تھا ورنہ وہ بے حد پھرتیلا اور جنگجو آدمی ہے۔ اگر زاغ درست کہہ رہا ہے تو اس سے زیادہ خوفناک بات اور کوئی نہیں ہے کہ خلازی نے سالک جلال کو زخمی کیا میرے خدا۔ میرے خدا کیسے ہولناک حد تک الجھے ہوئے واقعات ہیں آخر یہ سب کیا کہہ رہے ہیں کیا ہے یہ سب کچھ' کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ اس نے مجھے بالکل لاعلم رکھا ہے نہ خلازی کے بارے میں اس نے کچھ بتایا اور نہ تم سے ملاقات کے بارے میں؟"

"پچھلی رات کے بعد سے ملے ہو اب تک اس سے۔"

"نہیں۔ ملاقات بھی نہیں ہوئی لیکن خلازی کا تذکرہ تو کر سکتا تھا وہ۔ ظاہر ہے میں اس کا مشیر نہیں ہوں۔ روشنی' آخری بار تم سے درخواست کر رہا ہوں کہ مجھے اپنے ہمدرد اپنے ساتھی کی حیثیت سے قبول کرلو' میں بے موت مارا گیا ہوں کہیں کا نہیں رہا ہوں' بے مقصد اور بے کار زندگی ہو گئی ہے میری۔ بعض اوقات اپنے آپ پر جھنجلا جاتا ہوں اگر تم یہ سمجھتی ہو کہ میں تمہاری اس نرم روی سے یہ سوچنے لگا ہوں کہ تم مجھ سے مخلص ہو گئی ہو تو ایسا نہ سمجھو سب کچھ سمجھتا ہوں میں' سب کچھ جانتا ہوں مجھ سے نرم ہو کر تم نے حالات سے سمجھوتہ کیا ہے ورنہ تمہاری آنکھوں کی گہرائیوں میں چھپی نفرت مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ میں تمہاری سوچ تبدیل نہیں کرنا چاہتا روشنی بس یہ چاہتا ہوں کہ مجھ سے نفرت کرنے کے باوجود۔ مجھے برا سمجھنے کے باوجود تم اپنی ہر مشکل ہر ضرورت مجھ سے بیان کرو۔ مجھ سے کام لو۔"

میرے جبڑے بھنچ گئے۔ کمبخت کی باتیں متاثر کر رہی تھیں سب کچھ فراموش کر سکتی تھی لیکن نینا کو نہیں بھول سکتی تھی وہ اسے چاہتی تھی اور اس نے اسے ٹھکرا دیا

اگر یہ صرف دولت کے حصول کے لئے ایک معصوم لڑکی کو اس طرح ٹھکرا سکتا تو اس پر کیا بھروسہ کیا جائے۔ تاہم میں نے سنبھل کر کہا۔ "اب مجھے کیا کرنا چاہئے؟"

"کس سلسلے میں؟"

"زاغ سے ملوں؟"

"دوسروں کا کیا مشورہ ہے؟"

"اس نے منع کیا تھا اور کہا تھا کہ فیصلہ میں خود کروں میں جانتی ہوں ڈان ایرن بھی مجھے منع کریں گے اور سسٹرز مرد بھی لیکن میں کوئی حل چاہتی ہوں ابھی تک مکمل تاریکی میں ہوں زاغ مجھے کچھ تو بتائے گا ہو سکتا ہے وہ سچ کہہ رہا ہو۔"

"تم نے ان سے مشورہ نہیں کیا؟"

"تذکرہ بھی نہیں کیا تمہیں یہ فوقیت دی ہے میں نے۔" میں نے کہا اور وہ خوش ہو گیا اس نے کہا۔

"میری رائے میں اس سے مل لو۔ اتنا مجھے یقین ہے کہ وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں خود بھی یہی چاہتی ہوں۔" میں نے کہا۔ دل میں خوشی تھی کہ میں اپنا رول خوش اسلوبی سے سرانجام دے رہی ہوں۔ ڈی پارلو پرسکون تھا۔ سرِشام پانچ بجے میں کیبن نمبر نو سوتیس کی طرف چل پڑی۔ ہزاروں وسوسوں' خوف اور بے شمار امیدوں کے ساتھ۔ شاید کچھ نئے انکشافات ہوں۔ شاید!

دل کی دھڑکنوں پر بمشکل قابو پایا کیبن نمبر نو سوتیس سامنے تھا دروازے پر دستک دی تو زاغ نے دروازہ کھول دیا مجھے دیکھ کر اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں پیدا ہوا اس نے واپس مڑتے ہوئے کہا۔ "آؤ۔"

میں نے ایک لمبی سانس لی اور دروازے سے اندر داخل ہوئی تو وہ بولا۔ "براہ کرم دروازہ بند کردو۔" میں نے جھجکتے ہوئے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ وہ خود مسہری پر جا بیٹھا اور مجھے سامنے پڑے ہوئے صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا کیبن میں اس کا سیاہ پرندہ موجود نہیں تھا بستر پر تکیے کے پاس ایک کتاب درمیان سے کھلی رکھی تھی۔ میں بیٹھ گئی تو وہ مسکرا کر بولا۔ "بہت غور کیا ہے تم نے مجھ سے ملاقات کے سلسلے میں۔"

"نہیں کرنا چاہئے تھا؟" میں نے ترش لہجے میں پوچھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تم بہتر سمجھتی ہو۔" اس نے درمیان سے کھلی کتاب کو بند کر کے تکیے کے نیچے رکھ دیا۔

"آپ نے مجھے بلایا تھا؟" میں نے کہا۔

"ہاں..... اور یہ بھی کہا تھا کہ اگر تمہاری عقل میری سچائی قبول کر لے تو میں تمہارے ساتھ تعاون کرنے کو تیار ہوں۔"

میں نے ایک گہری نگاہ زاغ پر ڈالی میں ایک ایسے شخص کے سامنے تھی جو آنکھوں سے دل کا راز پالیتا تھا اس وقت سخت ترین احتیاط کی ضرورت تھی میں نے بیزاری سے کہا۔ "اگر آپ کا خیال ہے مسٹر زاغ کہ میں آپ کو دنیا کا سب سے سچا انسان سمجھ کر آپ کے پاس آئی ہوں تو میں یہ جھوٹ نہیں بولوں گی۔"

"ہوں..... آگے کہو....." اس نے سکون سے کہا۔

"میں جن حالات کا شکار ہوں' ان میں کسی پر نہ تو مجھے اعتماد ہے نہ کسی سے پُر خلوص مدد کی توقع رکھتی ہوں..... بس اتنا خیال ہے میرے دل میں کہ میرے ان معاملات سے کچھ دوسرے لوگ بھی دلچسپی رکھتے ہیں اور یقیناً یہ دلچسپی ان کے مفاد میں ہوگی جو کوئی اپنے مفاد کے ساتھ میری مشکل کا حل بتادے' وہی میرے لئے سب سے کارآمد شخص ہے۔"

"بڑی سلجھی ہوئی بات ہے مجھے پسند آئی۔" زاغ نے کہا۔

"پروفیسر ڈان ایرن مجھ سے تعاون کر رہے ہیں لیکن میرے بارے میں یا اپنی کوششوں کے بارے میں انہوں نے بھی کچھ نہیں بتایا سب کا ایک جیسا انداز ہے میں سب کے لئے بس ایک ذریعہ ہوں کوئی تو مجھے بھی کچھ بتائے کوئی تو....." میری آواز رُندھ گئی چند لمحات میں بول نہ سکی وہ ہر تاثر سے عاری بیٹھا مجھے دیکھتا رہا پھر میں نے سنبھل کر کہا۔ "مسٹر زاغ..... میں ہر اس شخص سے خلوص سے تعاون کروں گی جو مجھے ان حالات کے بارے میں کچھ بتائے گا وہ ڈان ایرن ہو' خلازی ہو یا آپ ہوں....."

"خلازی سے ملیں.....؟"

"نہیں۔"

"ڈان ایرن کو مجھ سے ملاقات کے بارے میں بتایا.....؟"

"بالکل نہیں۔"

"اپنی ساتھی لڑکی کو.....؟"

"کسی کو بھی نہیں اور اس کی وجہ بھی پوچھ سکتے ہیں۔"

"بتادو۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"اس خیال میں ہوں کہ شاید آپ مسٹر زاغ..... شاید آپ میرے لئے سب سے کارآمد ہوں..... اگر میری مشکل کا حل آپ کے پاس سے مل سکتا ہے تو آپ سے زیادہ عزیز مجھے کوئی اور نہیں ہو سکتا..... ورنہ..... سب ایک جیسے ہیں میرے لئے۔"

"یہ سچ ہے لڑکی وہ سب احمق ہیں' اندھیرے میں تیر چلانے والے' اندھوں کی طرح راستہ ٹٹولنے والے جبکہ میں..... خیر..... میں تمہاری باتوں سے مطمئن ہوں اب تمہیں میرے سوالات کے جواب دینا ہوں گے۔"

"اس کے بعد.....؟" میں نے تیکھے لہجے میں پوچھا۔

"میں تمہارے سوالات کے جواب دوں گا۔"

"ٹھیک ہے پوچھو۔"

"مجھے اپنے بچپن کی تفصیل بتاؤ۔"

"ایک خوبصورت کوٹھی میں ملازموں کے ہاتھوں پروان چڑھی سب مجھے ہاتھوں میں رکھتے تھے میری ہر بات کو پورا کیا جاتا تھا انہی ملازموں میں سے ایک کو ماں کا درجہ دیتی تھی کیونکہ ماں کی صحیح تفصیل میرے علم میں نہیں تھی۔ پھر جب ہوش کی دنیا میں آئی تو یہ احساس ہوا کہ نہ ماں ہے میری نہ باپ..... باپ کے نوادر خانے میں اس کی تصویر موجود تھی جس کے بارے میں ہمیشہ مجھے بتایا گیا کہ وہ میرے باپ ہیں پھر ذہن میں تجسس جاگا کہ آخر میرے ماں باپ کون ہیں کہاں ہیں' کیا وہ مرچکے؟ ملازموں کے پاس اس بات کا کوئی جواب نہیں تھا باپ کے بارے میں مجھے بتایا گیا کہ وہ زندہ ہیں اور میری خبر گیری رکھتے ہیں۔ انہی ملازموں میں سے ایک ملازم نے یہ بھی بتایا کہ مجھے میرے والد کبھی کبھی دیکھنے کے لئے آجاتے ہیں لیکن رات کی تنہائیوں میں..... اور ان کی ہدایت ہے کہ کبھی مجھے ان کی صورت نہ دکھائی جائے۔ مجھے شدید حیرانی ہوئی ملازم اس سے زیادہ کچھ نہیں بتا سکے حالانکہ میں نے ان پر بے پناہ سختیاں کیں وہ قسم کھا کر کہتے تھے کہ انہیں اس بارے میں کچھ بھی معلومات حاصل نہیں ہیں انہوں نے مجھے یہ بھی بتایا کہ میں بہت ننھی سی تھی جب مجھے اس ملازمہ کی آغوش میں دے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دیا گیا جس نے میری پرورش کی۔ بس اس سے زیادہ کوئی کچھ نہیں جانتا تھا۔ مجھ پر جنون طاری ہو گیا مجھے سب کچھ مل گیا تھا لیکن آخر میرے ماں باپ کہاں تھے پھر میں ہر وہ کوشش کرنے لگی جس سے مجھے اپنے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہو جائیں لیکن کوئی ذریعہ نہ ملا۔ ملازموں کے ساتھ میرا رویہ بے انتہا سخت ہو گیا اور اس کے بعد مسٹر زاغ اس دن آپ اور منوچہر خلازی مجھے ملے آپ لوگوں نے مجھے ایک عجیب سا کام سونپا میں نے اس کی تکمیل کی لیکن جو کچھ وہاں ہوا' وہ بھی میرے لئے ناقابل فہم تھا یہ معاملات چلتے رہے پھر مسٹر خلازی نے مجھ سے ملاقات کی اور مجھے انوکھی تفصیلات بتائیں۔ آپ چاہیں تو میں آپ کو اس کے بارے میں بتا سکتی ہوں لیکن اس سے بھی مجھے کچھ حاصل نہ ہوا اور میں مسلسل تاریکی میں رہی۔ میرے ملازموں کا کہنا تھا کہ میرے والد انہیں میرے سلسلے میں ہدایات جاری کرتے رہتے ہیں لیکن مجھے اس بات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی یہاں تک کہ ایک بار مجھے معلوم ہوا کہ میری جائیداد وغیرہ کی نگرانی ایک ایڈووکیٹ سالک جلال کرتے ہیں' میں نے ضد کر کے ان سے ملاقات کی سالک جلال نے بھی مجھے یہی بتایا کہ میرے لئے میرے والد کا وصیت نامہ موجود ہے لیکن میرے والد سے انہوں نے بھی اپنی ناآشنائی کا اظہار کیا پھر وہ زخمی ہو گئے اور انتہائی بری حالت میں ہونے کے باوجود انہوں نے بمشکل تمام ایک نام کاغذ پر لکھا یہ ڈچ کاٹیج کا نام تھا ڈچ کاٹیجز میں سے ایک کاٹیج میں جب میں سالک جلال کی سیکرٹری زمرد کے ساتھ داخل ہوئی تو وہاں مجھے تابوت نظر آئے تھے' مجھے دو ممیاں نظر آئیں جن کے چہرے تک کپڑے کی پٹیوں میں لپٹے ہوئے تھے۔ میں نہیں سمجھ سکی کہ یہ سب کچھ کیا تھا بعد میں میرے ملازم نے مجھے بتایا کہ میرے والد احمد کمال سعدی نے میرے لئے ہدایت کی ہے کہ میں پرتگال چلی جاؤں اور وہاں جا کر ڈان ایرن سے ملوں میں نہیں جانتی کہ مسٹر ڈان ایرن کو اس بارے میں کیا معلومات حاصل تھیں بہرطور میں پرتگال آ گئی اور یہاں مسٹر ڈان ایرن نے میرے ساتھ پورا پورا تعاون کیا جب میں نے ان سے ضد کر کے یہ کہا کہ آخر میرے والد کون ہیں' کہاں ہیں اور یہ ساری کہانی کیا ہے تو انہوں نے بھی وہی جواب دیا جو مجھے جو دوسروں سے ملتا رہا تھا انہوں نے کہا کہ وہ اس سلسلے میں کام کریں گے اور معلومات حاصل کریں گے اس کے لئے ہمیں الجزائر چلنا ہو گا۔ میں بہت زیادہ خوش فہمی کا شکار تو نہیں تھی لیکن کیا کرتی میرے پاس کرنے کے لئے اور کچھ نہیں تھا میں بیزار ہوں اپنی زندگی سے' سمندر میں یہ جہاز بیکار

کیا تھا آپ یقین کیجئے مسٹر زاغ' مجھے نہ موت سے دلچسپی ہے نہ زندگی سے..... ...فخص کو اپنے بارے میں ہی کچھ نہ معلوم ہو' اسے زندگی کا کیا لطف حاصل ہو سکتا ہے میں اپنے بارے میں ناواقف رہنے کی بجائے مرجانا پسند کرتی ہوں آپ' مسٹر لازی یا کوئی اور اگر مجھے موت سے خوف زدہ کرنا چاہیں تو آپ لوگوں کو انتہائی مایوسی ...گی مجھے زندگی میں صرف ایک بار یہ بتا دیا جائے کہ میرے ماں باپ کون ہیں؟ میں ...ون ہوں اور ان کا کیا قصہ ہے تو اس کے بعد میں بتانے والے کے ہاتھوں بخوشی ...رنے کو تیار ہوں۔ آپ لوگ کسی غلط فہمی کا شکار نہ رہیں میں اس قسم کا جنون اپنے ...ہن میں رکھتی ہوں نہ مجھے اپنی جوانی کا احساس ہے نہ مجھے عشق و محبت سے کوئی دلچسپی ...ہے میں تو اپنی ہی ذات میں بھٹکی ہوئی ایک شخصیت ہوں' میری روح ویران ہے مسٹر ...زاغ' میں آپ سے صرف اس شکل میں تعاون کر سکتی ہوں کہ آپ مجھے میرے بارے ...ں کچھ بتائیں آپ کی جگہ کوئی بھی شخص ہو میں اسے اپنی زندگی بخوشی سونپ سکتی ...وں بس موت سے پہلے وہ مجھ پر یہ انکشاف کر دے کہ آخر میں ہوں کیا؟ میرے والد ...ا اگر کوئی وجود ہے تو آپ یقین کیجئے مسٹر زاغ میں اسے بھی انتہائی قابلِ نفرت سمجھتی ...وں اگر وہ میرے باپ ہیں تو آخر کون سی مجبوری ہے جس کی بناء پر وہ مجھ سے دوری ...رداشت کر رہے ہیں بتائیں تو سہی مجھے کہ کس مصیبت کے شکار ہیں وہ..... اور ...کیوں مجھے اس عذاب میں گرفتار کر دیا ہے؟ مسٹر زاغ یہ ہے پوری تفصیل بس اس ...کے بعد میرے جذبات کو ہوا نہ دیجئے گا اور یہ بتائیے کہ جو کچھ میں نے آپ کو بتایا ہے ...ں کے سلسلے میں آپ میری کچھ مدد کر سکتے ہیں.....؟"

"نہیں بے بی ابھی نہیں براہ کرم مجھ سے کچھ سوال مت کرو مجھے کچھ اور ...والوں کے جواب چاہئیں۔"

"جی فرمائیے....."

"اس کاٹیج میں..... اچھا چھوڑو اس سے پہلے کی بات کرو جب میں نے ...تمہیں میرا مطلب ہے پہلی ملاقات میں اس مکان میں بھیجا تھا تو وہاں کیا واقعات پیش ...آئے؟"

میں نے جواب میں وہ پورا واقعہ دہرا دیا جو ایک مکمل حقیقت تھا زاغ نے گردن ...ہلائی اور بولا۔ "تمہیں یہ کس نے بتایا کہ ڈچ کاٹیج میں جو تابوت رکھے ہوئے ہیں ان کا ...تمہارے باپ سے کوئی تعلق تھا؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میرے ملازم نے..... جب اس نے مجھے مسٹر احمد کمال سعدی کی و
ہدایت بتائی جس کے تحت مجھے پرتگال بھیجا گیا تھا تو اس نے کہا کہ وہ تابوت میرے مار
باپ کے تھے۔"

"ہوں..... تم نے اسے تسلیم کرلیا.....؟"

"ہاں بالکل....."

"اچھا ایک بات اور بتاؤ تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ وہ تابوت اس جہاز کے تہ
خانے میں ہیں کیا ابوالفرزان نے تمہیں بتایا؟"

"نہیں..... میں نہیں جانتی ابوالفرزان کون ہے یہ بات مجھے مسٹر ڈان
ایرن نے ہی بتائی تھی کہ جہاز کے مال خانے میں دو تابوت ہیں۔ میں نے جب پہلی بار
ان تابوتوں کو دیکھا تو فوراً ہی پہچان لیا یہ وہی تابوت تھے جو ڈچ کا میچ میں تھے۔"

"تم ابوالفرزان کو نہیں جانتیں.....؟"

"نہیں۔"

"پہلے کبھی اسے دیکھا.....؟"

"میں نے اسے بعد میں بھی نہیں دیکھا بلکہ جب جہاز کا حادثہ ہوا تو مجھے علم ہوا کہ
تابوتوں پر ابوالفرزان کی لاش پڑی ہوئی پائی گئی ہے۔"

"یہ بات بھی تمہیں ڈانؔ ایرن نے ہی بتائی ہوگی۔"

"ہاں۔"

"اس کے علاوہ کوئی اور ایسی بات جو میری رہنمائی تمہاری مشکل کی سمت کرسکے
اب میں تم سے خلوص دل سے ایک بات کہہ رہا ہوں یہ فی الوقت میرے الفاظ ہیں
لیکن آنے والا وقت تمہیں اس حقیقت سے روشناس کرے گا کہ ان الفاظ میں سچائی
ہے میں تمہاری بھرپور مدد کرنے کے لئے تیار ہوں تم ڈان ایرن سے رابطہ رکھو یا دنیا
کے کسی بھی فرد سے' میں تمہارا ہمدرد' تمہارا غم گسار ہوں اور تمہارے لئے سب کچھ
کرنا چاہتا ہوں۔ تو میں تم سے یہ کہہ رہا تھا کہ کوئی ایسا نکتہ یا کوئی ایسی بات جو حقیقت
تک میری رہنمائی کرسکے۔"

"میرے علم میں جو کچھ تھا' میں نے آپ کو بتادیا ہے مسٹر زاغ اور اب میں آپ
کے ان الفاظ کا ثبوت چاہتی ہوں۔"

"ہاں تم بتاؤ تمہارے ذہن میں میرے لئے کیا سوالات ابھرتے ہیں.....؟"

"آپ کون ہیں مسٹر زاغ.....؟"

"ایک محقق مصر کی قدیم تاریخ سے جنون کی حد تک عشق رکھنے والا.....
نے تاریخ مصر کے ایسے ایسے پوشیدہ گوشوں کی نقاب کشائی کی ہے جن تک بہت کم
ہیں پہنچ سکی ہیں۔ یوں سمجھ لو کہ اگر میں یہ کہوں تم سے کہ شاید میں فراعنہ کے دور
کوئی روح ہوں جسے دوبارہ انسانی شکل میں زندگی دے دی گئی ہے تو غلط نہیں ہوگا۔
مری قدیم تاریخ کا اگر تم نے مطالعہ کیا ہے' میرا مطلب ہے اپنے باپ کے حوالے
ے تو یہ سمجھ لو کہ میں بھی وہ "کا" ہوں جس کی تشکیل دوبارہ اس کائنات میں کی گئی
ہے اور میری روح واپس ایک انسانی جسم میں آگئی ہے مجھے تاریخ مصر سے دیوانگی کی
ر تک عشق ہے۔ مسٹر احمد کمال سعدی وہ دوسرے انسان تھے جنہوں نے مصر کی
ارخ کے ایسے ایسے پُراسرار باب دریافت کئے جو بڑے بڑے محققین کے علم میں
یں ہیں..... لیکن میں نہیں جانتا کہ پھر کیا ہوا یہ بہت زیادہ پرانی بات نہیں ہے
یکن اس پرانی بات کو اپنی عمر سے منسلک نہ کرو تمہاری عمر ہے ہی کتنی.....
سٹر سعدی نے تاریخ مصر پر ایسی ایسی انوکھی تحقیقات کا انکشاف کیا جس نے دنیا کو ہلا کر
رکھ دیا ان کی کچھ غیر مطبوعہ کتابوں کے مسودے پُراسرار طریقے سے غائب ہوگئے ان
سودات میں مصر کی چھ ہزار سالہ تاریخ کے ایسے ایسے انوکھے باب تھے کہ اگر وہ دنیا
کے سامنے آجاتے تو مصر کے بہت سے رازوں کی نقاب کشائی ہوسکتی تھی۔ ایک معمولی
ی مثال ہے کہ اہرامین کے بارے میں ہزاروں محققین نے اپنی اپنی داستانیں لکھی
ہیں لیکن اگر کوئی یہ انکشاف کرے کہ قدیم مصری دور کے کچھ مدفون اجسام زندگی پاکر
ایک محقق کے ساتھ تاریخ مصر پر تعاون کریں اور اس سے بحث کریں تو کیا اس حقیقت
کی سچائی پر غور کیا جاسکتا ہے؟ یا تو اس شخص کو جھوٹا سمجھا جائے یا پھر اس داستان کو دنیا
کی سب سے زیادہ پُراسرار داستان..... لیکن جو شناسا ہیں وہ ان حوالوں کو جانتے
ہیں جو احمد کمال سعدی نے دیئے اور یہ حوالے دور فراعنہ کا کوئی شخص ہی دے سکتا
ہے۔ اس کے بعد احمد کمال سعدی گم ہوگیا نہ جانے کسے کسے اس کی تلاش تھی' نہ
جانے کون کون اس کے لئے سرگرداں تھا میں بھی انہی میں سے ایک ہوں اور گمشدہ
احمد کمال سعدی کا کوئی وجود نہیں تھا لیکن یہ پتہ چلتا ہے کہ اس دنیا میں اس کی اولاد
زندہ ہے تو پھر کون کون نہ ہوگا جو اس تاریخ کو جاننے کے لئے دیوانہ نہ ہوجائے گا۔
لڑکی تم نے مجھ سے میرے بارے میں پوچھا ہے میں نے تمہیں بتادیا کہ میں کون ہوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لیکن تم کائنات کی اس تاریخ کا سب سے انوکھا باب ہو تمہیں اگر پڑھ لیا جائے تو نہ جانے کیسے کیسے انوکھے انکشافات ہوں۔ سب سے زیادہ حیران کن بات تو یہی ہے کہ احمد کمال سعدی کا وجود ہے' وہ فنا نہیں ہوا لیکن روپوش ہے اگر وہ کسی مشکل کا شکار ہے تو تم یقین کرو بے بی اس نے بڑی حماقت کی ہے وہ اس مشکل میں کسی کا ساتھ حاصل کر سکتا ہے تو وہ میں ہوں۔ ملے تو سہی ایک بار میں تو خلوص دل سے اس کا تمنائی ہوں یقین کرو میں اسے نقصان پہنچانے کے درپے نہیں ہوں میں تو یہ چاہتا ہوں کہ وہ تعاون کرے مجھ سے..... وہ مجھے اپنی تحویل میں لے لے اور تاریخ کے اس سربستہ راز کی نقاب کشائی کرے۔ میری ساری کہانی انہی واقعات کے گرد گھومتی ہے اور میں نے جو کچھ تم سے کہا اس میں ایک لفظ جھوٹ نہیں ہے۔" میں خاموشی سے زاغ کو دیکھتی رہی نہ جانے کیوں ایسا لگا تھا جیسے وہ سچ بول رہا ہو اس وقت میں خود بھی جذباتی ہو گئی تھی کوئی خاص جھوٹ نہیں بولا تھا میں نے اس سے۔ کچھ دیر خاموشی رہی پھر میں نے اس سے کہا۔ "آپ میرے لئے کیا کر سکتے ہیں مسٹر زاغ.....؟"

"شاید کچھ نہیں بے بی ہاں ایک پیش کش کر سکتا ہوں تمہیں۔"

"کیا.....؟"

"کسی بھی طور' کسی بھی شکل میں اگر کبھی تمہیں احمد کمال سعدی کا کوئی نشان مل جائے تو میرا ایک پیغام اسے دے دینا' اس سے کہنا کہ صبح کو ڈوبنے والے آخری ستارے کی قسم زاغ تجھ سے غیر مخلص نہیں ہے بس اتنا ہے کہ وہ بھی اس دور کا متلاشی ہے۔"

"کیا احمد کمال سعدی مجھ سے ملیں گے.....؟" میں نے حسرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"شاید کوئی لمحہ ایسا آجائے جب اس کا تم سے ملنا ضروری ہو ایک بار' ایک بار وہ مجھ سے مل لے' میری بات سن لے آج تک اس کوشش میں مصروف ہوں اور روشنی! یہی نام ہے ناتیرا..... مجھ سے پوشیدہ ہونے کی کوشش نہ کرنا اگر کسی نے تجھے مجھ سے چھپانے کی کوشش کی تو راع ابروسا کی قسم اس کی فنا کا ذمہ دار میں ہوں گا۔"

"مجھ سے آپ کو کیا دلچسپی ہے مسٹر زاغ....."

"تو تاریخ کے چھ ہزار سالوں کے عقب میں چھپا ہوا ایک انوکھا راز ہے میں چاہتا

ہوں کہ جب تو منکشف ہو تو سب سے پہلے تجھے میرا قلم تحریر کرے۔" زاغ کھوئے کھوئے لہجے میں بولا۔

"راع ابروسا' آدھا سورج' صبح کا آخری ستارہ..... یہ سب کیا ہے مسٹر زاغ آپ کا مسلک' آپ کا مذہب کیا ہے؟"

"ایک لمحے کو رک' ایک لمحہ ٹھہر۔" زاغ نے کہا وہ اپنی جگہ سے اٹھا' اس نے اپنے سامان سے ایک کاغذ نکالا اور اسے کھول کر میرے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

"اسے دیکھ کسی شکل میں اسے پہچانتی ہے.....؟" میں نے کاغذ پر بنی تصویر کو دیکھا اور ایک لمحے میں پہچان لیا یہ وہی عورت تھی جسے میں نے اس مکان میں دیکھا تھا جہاں زاغ اور خلازی نے مجھے بھیجا تھا یا جسے میں نے اس کتاب میں دیکھا تھا جو بعد میں غائب ہو گئی تھی۔

"یہ انطاریہ ہے.....؟" میں نے کہا اور زاغ اچھل پڑا۔

"راع ابروسا کی قسم..... تو اسے کیسے جانتی ہے.....؟" اس نے ششدر لہجے میں کہا۔

"اس عورت کو میں نے اس مکان میں اور بعد میں اس کی تصویر اس کتاب میں دیکھی تھی جو چوری ہو گئی۔"

"مگر تو اس کا نام کیسے جانتی ہے.....؟"

"خلازی نے بتایا تھا۔"

"آہ..... تو میرا خیال ٹھیک ہے میرے راستے درست ہیں۔"

"کیا یہ عورت میری ماں ہے.....؟" میں نے پوچھا۔

"تیری ماں.....؟" زاغ چونک کر بولا۔ "نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے ایسا احمقانہ خیال دل میں نہ لانا..... یہ تو ایک قدیم تاریخ ہے زمانہ قبل کا ایک انوکھا دور....."

"جو اس مکان میں زندہ موجود تھا۔" میں نے طنزیہ کہا۔

"وہ فریب تھا تیرے لئے نہیں ہمارے لئے۔"

"اپنے مذہب کے بارے میں نہیں بتایا آپ نے مسٹر زاغ....."

"بس انسان ہوں میں اس کے آگے پیچھے کچھ نہیں جن ناموں سے عقیدت ہے' ان کی قسمیں کھا لیتا ہوں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تم سے ملاقات سے مجھے کیا فائدہ ہوا.....؟" میں نے پوچھا۔

"صرف ایک' تجھے مجھ جیسا محافظ مل گیا مجھ سے تعاون کرتی رہنا آفات سے بچائے رکھوں گا ہو سکتا ہے سعدی کے اور میرے درمیان تُو ہی رابطہ بن جائے۔"

"آخری سوال کروں مسٹر زاغ....."

"بس آخری اس کے بعد واپس چلی جانا کیونکہ سورج ڈوبنے کو ہے اور یہ میری عبادت کا وقت ہوتا ہے۔"

"وہ دونوں تابوت خالی کیسے ہو گئے.....؟"

"آہ..... مجھے نہیں معلوم بس تھوڑی سی دیر ہو گئی' تھوڑی سی ابھی وقت ساتھ نہیں دے رہا بس اب تُو جا..... جا سکتی ہے تُو لڑکی..... جا..... براہ کرم باہر نکل جا۔" وہ کچھ مضطرب نظر آنے لگا میں گہری سانس لے کر اٹھی اور دروازے سے باہر نکل آئی اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ میں نے ایک نہایت پُراسرار شخص سے ملاقات کی تھی اس سے ہونے والی ساری باتیں دماغ میں گونج رہی تھیں ایک اور خیال بھی خاص طور سے دل میں آیا تھا کہ خالد نے زاغ کو کچھ نہیں بتایا تھا حالانکہ میں نے اسے بتا دیا تھا کہ تابوتوں کے پاس مجھے زاغ ملا تھا اور اس نے مجھ سے ملاقات کی خواہش کی تھی۔

☆======☆======☆

عرشے پر روشنیاں جل اٹھی تھیں میں ٹہلتی ہوئی دور نکل آئی ڈی پارلو پُرسکون سفر کر رہا تھا اس پر موجود زیادہ تر افراد مطمئن تھے زمرد وغیرہ شاید کیبن میں تھیں کوئی نہیں نظر آیا میں اس وقت تک سمندر دیکھتی رہی جب تک سسٹر زمرد خود مجھے تلاش کرتی ہوئی وہاں نہ آ گئیں۔

"کھانا نہیں کھاؤ گی.....؟"

"ہاں بھوک لگ رہی ہے۔" میں نے کہا ہم ایک جگہ آ بیٹھے اور وہیں کھانا منگوا لیا۔ "انکل ایرن سے ملاقات ہوئی؟" کھانے کے دوران میں نے پوچھا۔

"چند لمحات کے لئے آئے تھے میرے پاس بس یہ بتانے کہ تم زاغ کی طرف گئی ہو۔" زمرد نے جواب دیا۔ کھانے سے فراغ کے بعد سسٹر زمرد نے پوچھا۔ "ملاقات ہو گئی.....؟"

"ہاں۔"

"کیا بات ہوئی.....؟"

"وہ ایک پُراسرار انسان ہے سسٹر آپ یقین کریں جتنا وقت اس کے ساتھ گزارا یہی محسوس ہوتا رہا جیسے میں کسی روح کے سامنے بیٹھی ہوں کسی مافوق الفطرت انسان کے سامنے..... وہ مجھ سے صرف اس لئے دلچسپی لے رہا ہے کہ میرے ذریعے احمد کمال سعدی سے مل لے وہ کہتا ہے....." میں نے سسٹر زمرد کو ساری تفصیل بتا دی۔ زمرد بھی ان باتوں پر کوئی خاص تبصرہ نہیں کر سکی تھی اس رات انکل ایرن سے ملاقات نہیں ہوئی۔ کافی رات گئے تک وہ اپنے کیبن میں نہیں آئے تھے میں اور سسٹر البتہ دیر تک اس بارے میں باتیں کرتے رہے تھے۔

"میں تو بس ایک بات جانتی ہوں اگر مسٹر سعدی زاغ کو قابلِ بھروسہ سمجھتے تو ہمیں پرتگال نہ بھیجتے آخر کوئی تو ایسی بات ہو گی جس کی وجہ سے انہوں نے اس سے گریز کیا۔"

دوسری صبح انکل ایرن نے ہی ہمیں جگایا تھا۔ "سمندر کی آخری لکیر سے سورج طلوع ہوتا ہے تو ایک انوکھی کیفیت کا احساس ہوتا ہے تم نے یہ منظر دیکھا ہے کبھی.....؟"

"نہیں انکل۔"

"دیکھا کرو جب یہ سفر ختم ہو جائے گا تو ہم اس حسین منظر کی تمنا ہی کرتے رہیں گے میں نے ایک مہربان نوجوان سے کہہ دیا ہے کہ تین افراد کا ناشتہ یہیں پہنچا دے اس لئے لڑکیو تم ناشتے کے استقبال کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

ناشتے کے دوران ہی زاغ کی باتیں شروع ہو گئیں انکل ایرن نے کہا۔ "یہ بالکل سچ ہے کہ وہ صرف سعدی کا قرب چاہتا ہے اور صرف اسی وجہ سے وہ روشنی کو نگاہ میں رکھنا چاہتا ہے لیکن یہ بھی بالکل سچ ہے کہ سعدی کسی بھی شکل میں اسے حاصل ہو جائے تو شاید وہ اپنا مشن کبھی پورا نہ کر سکے گا۔ میرے خیال میں ایک بات یا تو تم مجھے بتانا بھول گئیں یا روشنی یا زاغ سے غلطی ہو گئی۔"

"کیا انکل؟"

"اس نے یہ نہیں پوچھا کہ میں نے الجزائر کا سفر کیوں اختیار کیا ہے۔"

"نہیں..... اس نے یہ نہیں پوچھا۔"

"شاید بھول گیا ہو سکتا ہے دوسری ملاقات پر یہ سوال کرے تو تم اس سے کہو گی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہ اس بارے میں تمہیں کچھ نہیں معلوم۔"

"انکل کچھ سوالات ہیں میرے ذہن میں آپ مجھے بتانا پسند کریں گے۔"

"کیا یہ سوالات اس سے گفتگو کے بعد تمہارے دل میں پیدا ہوئے ہیں.....؟"

"ہاں۔"

"تب میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھ سے ان کے جواب نہ مانگنا۔" ڈان ایرن نے کہا مجھے اس کا یہ جواب بہت برا لگا تھا میری پیشانی شکن آلود ہو گئی۔ اس نے محسوس کر لیا اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور اس نے کہا۔ "تمہیں میرا یہ جواب برا لگا ہے لیکن یہ بھی سچ ہے کہ بہت سے سوالات کے جواب ابھی میرے پاس بھی نہیں ہیں۔"

"یہ دیگر بات ہے انکل ایرن لیکن آپ لوگ' تقدیر نے مجھے آپ سب کے احسانات کے بوجھ تلے دبا دیا ہے میں کیا کر سکتی ہوں اوکے انکل.....اوکے۔"

"نہیں بیٹے یہ بات نہیں ہے جو ہدایات تمہارے ڈیڈی نے مجھے دی ہیں' میں ایک ایک قدم ان کے تحت اٹھا رہا ہوں ایک بھی قدم ایسا نہیں ہے جو سعدی کی ہدایت سے مختلف ہو۔ بہت معمولی سی غلطی ہو گئی تھی مجھ سے..... بہت معمولی سی..... اس کا عظیم خمیازہ بھگتنا پڑا ہے۔ اپنے ایک پُرخلوص دوست کو کھو بیٹھا ہوں کاش ایسا نہ ہوتا اس کی موت صرف میری ایک حماقت کی وجہ سے ہوئی۔"

"کس کی موت؟" زمرد نے چونک کر پوچھا اور ڈان ایرن دکھ بھرے انداز میں زمرد کو دیکھنے لگا۔

"ابوالفرزان' میں اس کی بات کر رہا ہوں۔"

"ابوالفرزان۔" ہم دونوں کے منہ سے بیک وقت نکلا۔

"میرا چودہ سالہ پرانا دوست تھا اس مہم میں میرا ساتھ دے رہا تھا۔"

"ابوالفرزان آپ کا ساتھی تھا.....؟ لیکن انکل....."

"انہی مجبوریوں کا اگر تم برا مانو روشنی تو صرف اتنا کر سکتا ہوں کہ اپنی زندگی بھی تم پر قربان کر دوں۔"

"سوری انکل.....ویری سوری۔"

"میرا ایک بھی قدم تمہارے مفاد کے خلاف نہیں اٹھے گا روشنی بس تم مجھ پر اعتماد رکھنا ویسے خلازی اور نادر ہاشمی کی ڈی پارلو پر موجودگی کی تصدیق ہو گئی ہے۔"

"ملاقات ہوئی آپ سے.....؟"

"نہیں..... اور ملنا بھی نہیں چاہتا' ایک پلاننگ کر رہا ہوں شاید کارآمد رہے۔"

"مجھے بہت افسوس ہے انکل آئندہ آپ کو شکایت نہیں ہوگی۔"

"باہر نکلو' گھومو پھرو میں چلتا ہوں اب کسی سے جھجکنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"انکل آپ سے کچھ کہہ سکتی ہوں....." میں نے کہا۔

"ہوں..... کہو۔"

"خدا کے لئے اپنا خیال رکھئے میرے خیال میں اب سب سے زیادہ آپ زاغ وغیرہ کے لئے باعثِ توجہ ہیں وہ معلومات حاصل کرنے کے لئے آپ کو نقصان نہ پہنچا دیں۔"

"میری طرف سے ذرہ برابر فکر نہ کرو میں ہر حالت میں محفوظ رہوں گا۔" ڈان ایرن کے جانے کے بعد ہم دونوں احمقوں کی طرح ایک دوسرے کی صورت دیکھتے رہے پھر سسٹر زمرد نے کہا۔ "ابوالفرزان انکل ایرن کا ساتھی تھا!"

"اس سے کچھ اور باتیں بھی سمجھ میں آتی ہیں۔"

"کیا.....؟"

"پرتگال میں ہمیں طویل قیام کرنا پڑا تھا اس دوران شاید وہ تابوت وہاں منگوائے گئے تھے اور یقیناً وہ ڈان ایرن کے ایماء پر وہاں لائے گئے تھے یہ کام ابوالفرزان نے کیا تھا۔"

"سو فیصد....."

"کوئی ایک بات سمجھ میں آتی ہے سسٹر.....؟"

"اب تو مجھے تم سے خوف محسوس ہونے لگا ہے روشنی زاغ نے تم سے کہا تھا کہ تم مصر کی چھ ہزار سالہ تاریخ کا ایک پُراسرار باب ہو۔" زمرد نے کہا اور میں ہنس پڑی۔

"ہاں سسٹر آپ ٹھیک کہتی ہیں بس اب یہی باقی رہ گیا ہے کہ لوگ مجھ سے خوف کھائیں۔"

"آؤ باہر چلیں صبح کا آغاز پُراسرار باتوں سے ہوتا ہے اور شام تک خوب سنسنی رہتی ہے۔" سسٹر زمرد نے کہا اور ہم دونوں لباس وغیرہ بدل کر باہر نکل آئے۔ جہاز

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے مسافر اب سیگارو پر بہت اعتماد کرنے لگے تھے' اس کے ہر حکم کی تعمیل ہوتی تھی' جہاز کا سارا نظام درست تھا' پرانے خلاصیوں کو تجربے کار ہونے کی حیثیت سے احترام دیا جاتا تھا' وہ دوسروں کو ہدایات دیتے تھے اور دوسرے ان ہدایات پر عمل کرتے تھے اصل میں یہ زندگی کے حصول کی کوششیں تھیں۔ کئی دن تک موت کے منتظر رہنے کے بعد زندگی نظر آئی تھی تو سب اس کے حصول کے لئے کوشاں ہو گئے تھے۔ اس کے علاوہ سونت گال نے ڈان اوٹر ویلبی سیگارو کے کردار کا جو نقشہ کھینچا تھا' سیگارو اس سے بالکل مختلف کیفیت کا مظاہرہ کر رہا تھا وہ ایک فرض شناس کپتان کی حیثیت سے مصروف نظر آتا تھا' اس کے ساتھی سب کے ساتھ مہربانی سے پیش آتے تھے کسی بھی مسافر کے ساتھ کوئی سختی نہیں ہوتی تھی پھر بھلا سیگارو کو کون برا کہتا۔

سمندر پر تین راتیں اور تین دن مزید گزر گئے اس دوران اور کوئی قابلِ ذکر واقعہ نہیں پیش آیا۔ زاغ صرف دو بار نظر آیا تھا لیکن اس نے میری طرف رخ بھی نہیں کیا تھا چوتھی صبح بھی معمول کے مطابق تھی ہم ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر عرشے پر آگئے تھے وقت اداس اداس گزر رہا تھا کہ اچانک جہاز پر نئے نصب کئے گئے اسپیکروں سے آواز ابھری۔

"متوجہ ہوں میں آپ کا کپتان آپ سے مخاطب ہوں ڈی پارلو کے تمام مسافروں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ عرشے پر جمع ہو جائیں ان سے باتیں کرنا چاہتا ہوں جو لوگ اس وقت کیبنوں میں ہیں' انہیں بھی دوسرے لوگ جاکر اطلاع دیں کہ وہ باہر آجائیں میں سب سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ آپ لوگوں نے میرا پیغام سن لیا براہِ کرم دوسروں کو اس سے آگاہ کردیں۔"

جہاز پر مختلف کاموں میں مصروف لوگوں کے ہاتھ رک گئے' سب کے چہرے سنسنی کا شکار نظر آنے لگے پھر لوگ ایک دوسرے کو خبر کرنے لگے ہم دونوں بھی اسی طرف چل پڑے جہاں لوگ جمع ہو رہے تھے سسٹر زمرد نے کہا۔ "خدا خیر کرے نہ جانے وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔"

"ایک بات بتائیں' سسٹر کیا خلازی اور نادر ہاشمی اب بھی اپنے کیبن سے باہر نہیں نکلیں گے۔" میرے اس سوال پر زمرد پھیکے سے انداز میں مسکرا دی۔

"تمہیں اس بات کی فکر نہیں ہے کہ وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔"

"اوہ نہیں بس ایسے ہی یہ سوال کرلیا تھا میں نے..... سوری سسٹر واقعی

میرا اور آپ کا نظریہ بالکل مختلف ہے۔"

"ارے ارے میرا یہ مطلب تو نہیں تھا۔" سسٹر زمرد نے کہا۔

"سچ کہہ رہی ہوں سسٹر' خصوصاً آپ سے بے حد شرمندہ ہوں یہ تمام لوگ جو دیوانگی کا شکار ہیں' اس پاگل پن کا جواز رکھتے ہیں آپ بس میری محبت کا شکار ہوئی ہیں اس کے سوا آپ کو اور کیا مشکل تھی مگر سسٹر خدا کی قسم ان ہولناک واقعات کا تصور بھی نہیں تھا میرے ذہن میں ورنہ....."

"روشنی میں نے کوئی ایسی بات تو نہیں کہی۔"

"آپ نے نہیں کہی مگر میرے دل میں ہے میں زندگی سے بددل ہوں میرے لئے کوئی بات سنسنی خیز نہیں رہی ہے اس وقت بھی میں نے خود غرضی سے سوچا۔"

"دیکھو ایسی باتیں مت کرو میں ناراض ہو جاؤں گی۔" سسٹر زمرد نے کہا۔

میں خاموش ہو گئی لوگ دھڑا دھڑ عرشے پر آکر جمع ہو رہے تھے ڈان سیگارو کے آدمی بھی موجود تھے خوب رش ہو گیا' زاغ بھی نظر آیا لیکن اس وقت بھی خلازی یا نادر ہاشمی نہیں نظر آئے تھے۔ پھر چند لمحات کے بعد سیگارو بھی لوگوں کے درمیان پہنچ گیا اس نے میگا فون ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا اور بلند جگہ کھڑے ہو کر اس نے مجمع کو دیکھا اور بولا۔ "سب لوگ آگئے دوستو..... ایک اہم بات کہنا چاہتا ہوں آپ سے..... ڈی پارلو حادثے کے بعد پھر سے سمندر کے سینے پر رواں دواں ہو گیا مجھے خوشی تھی کہ میرا بدنما وجود جو فرانس کے بوڑھے سپاہی کے کہنے کے مطابق شیطان کا دوسرا روپ تھا' آپ لوگوں کے لئے کارآمد ثابت ہو جاتا اس سے زیادہ خوشی مجھے کسی اور بات کی نہ ہوتی لیکن تقدیر نے مجھے اس کا موقع نہیں دیا۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں سچ کہہ رہا ہوں میری خواہش تھی کہ آپ لوگوں کو آپ کی منزل تک پہنچا دوں آپ کا سفر الجزائر اور اس سے آگے کے راستوں پر تھا میں نے سوچا تھا کہ الجزائر تو میں نہیں جاؤں گا کیونکہ حکومت الجزائر میرے اور میرے ساتھیوں کے لئے موت کے پھندے تیار کئے بیٹھی تھی میرا ارادہ تھا کہ ڈی پارلو کو "کیمرون" یا "نائجیریا" لے جاؤں گا ان دونوں ممالک میں مجھے خطرہ نہیں تھا وہاں مجھے وہی حیثیت دی جاتی جو بھٹکے ہوئے جہاز کے دوسرے مسافروں کو اور اس کے بعد آپ اپنی اپنی راہ لیتے لیکن....." وہ رکا تو بہت سے مسافر بیک وقت چیخ پڑے۔

"لیکن کیا سیگارو..... لیکن کیا کیپٹن.....؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہم نے جہاز کے انجن درست کرلئے' اسے روانگی کے قابل بنالیا لیکن جہاز کے الیکٹرونک کمپاس اس طرح ٹوٹ پھوٹ گئے کہ دوبارہ قابلِ استعمال نہیں ہوسکے ہمارے پاس سمتوں کے تعین کے لئے آلات نہیں ہیں اس چند روزہ سفر کے دوران میں ستاروں کا سہارا حاصل کرنے کی کوششوں میں بھی مصروف رہا ہوں لیکن اس سے مجھے کچھ پُراسرار مشاہدے ہوئے ہیں۔ طوفان نے جہاز کو کسی ایسے رخ پر ڈال دیا ہے جو عام سمندری روٹ سے بہت ہٹا ہوا ہے۔ آپ لوگوں کو خود بھی علم ہے کہ اس طویل سفر کے دوران ہمیں نگاہ کی آخری حد تک کوئی جہاز سفر کرتا ہوا نہیں نظر آیا اس سے میرے خیال کی تصدیق ہوتی ہے گویا ہمارا سفر نامعلوم سمندروں میں جاری ہے ایک کپتان' ایک جہاز راں ہونے کی حیثیت سے میں جانتا ہوں کہ ایسے لمحات میں کیا کرنا چاہئے اور وہی میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔" لوگوں کے منہ سے بے معنی آوازیں نکلی تھیں' ان کے چہروں سے خوف نمودار ہوگیا تھا۔ سیگارو نے کہا۔ "میرے پاس ڈی پارلو کے بارے میں ایک تفصیل موجود ہے' آپ لوگوں کا تعاون بھی مجھے حاصل ہے' ڈی پارلو غیر محتاط طریقے سے سفر کرکے ایک ماہ سمندر میں گزار سکتا ہے اور اگر ہم خصوصی احتیاط شروع کردیں تو یہ عرصہ ڈبل یعنی دو ماہ ہوسکتا ہے چنانچہ کیوں نہ ابھی سے احتیاط شروع کردی جائے غذا' دوائیں' ایندھن ہر چیز میں کفایت کی جائے یقیناً اس عرصہ میں ہم زمین تلاش کرلیں گے میں آپ کی رائے چاہتا ہوں۔"

"ہمیں تم پر پورا اعتماد ہے۔ سیگارو ہم تمہارے ہر حکم کی تعمیل کریں گے۔" چاروں طرف سے شور ابھرا سیگارو پُرسکون نگاہوں سے تائید کنندگان کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا۔

"میں ستاروں کے ماہروں کو دعوت دیتا ہوں کہ اگر وہ راستوں کے تعین میں میری مدد کریں تو میں ان کا شکر گزار رہوں گا ہمیں زمین چاہئے خواہ کوئی بھی زمین ہو میں ہر حالت میں آپ کی زندگی کا خواہاں ہوں۔" کہیں سے کوئی آواز نہیں ابھری اس نے کہا۔ "گویا کوئی ستارہ شناس موجود نہیں ہے۔"

"بھتیجے اگر چچاؤں کو فراموش کردیں تو ظاہر ہے مشکلات میں تو رہیں گے۔" ایک سمت سے زاغ کی آواز ابھری اور تمام گردنیں اس سمت گھوم گئیں خود سیگارو بھی ادھر دیکھنے لگا تھا پھر اس نے چہکتی ہوئی آواز میں کہا۔

"آہا..... معزز چچا..... کیا تم دوسری بار بھی میری مدد کرسکتے ہو' ویسے

تمہیں بھولا نہیں بس دوسرے مسافروں کو یہ احساس نہیں دلانا چاہتا تھا کہ تم نے مجھے آزادی دلائی ہے اس لئے میں تمہیں خصوصی مراعات دے رہا ہوں۔"

"حالانکہ میں اس کا حقدار ہوں۔" زاغ نے کہا۔

"میں اس حق کا مقروض ہوں چچا..... لیکن اگر تم اس سلسلے میں کچھ کرسکو تو پھر جہاز کے تمام مسافر تمہارے مقروض ہوجائیں گے۔"

"ہمیں زمین کی تلاش ہے نا؟"

"بالکل.....؟"

"تو پھر میں اس ذہین سراغ رساں کو پکارتا ہوں جو زمین کی خبر لائے گا اور سب کی مشکل حل ہوجائے گی۔" زاغ نے کہا اور پھر اس نے دونوں ہاتھ بلند کرکے منہ سے نہایت خوفناک آواز نکالی۔ لوگ ساکت کھڑے ہوئے تھے نہ جانے کہاں سے وہ بدروح نمودار ہوگئی۔ سیاہ پرندہ زاغ کے شانے پر آبیٹھا تھا یہ سب کچھ شعبدہ گری محسوس ہورہی تھی لیکن اس شعبدہ گری نے پہلے بھی حالات کا رخ بدل دیا تھا اس وقت بھی لوگ اس سے متاثر تھے۔ زاغ نے آہستہ آہستہ پرندے سے کچھ کہا اور وہ بدن جھکا کر زاغ کے شانے سے پرواز کرگیا۔ سیگارو اور دوسرے لوگ اسے فضا میں بلند ہوتے دیکھ رہے تھے یہاں تک کہ وہ نگاہوں کی حد سے دور چلا گیا سیگارو نے اپنی جگہ کھڑے کھڑے پوچھا۔ "تمہیں یقین ہے معزز چچا کہ یہ پرندہ زمین کی خبر ضرور لائے گا.....؟"

"وہ واپس آئے گا تو تمہیں بھی یقین آجائے گا۔" زاغ نے جواب دیا۔

"کیا اس کے انتظار کے لئے ڈی پارلو کو ایک بار پھر کھلے سمندر میں لنگر انداز کرنے کا خطرہ مول لے لیا جائے حالانکہ اس میں بڑے خطرات ہوتے ہیں لیکن پرندے کی واپسی کا انتظار تو کرنا ہوگا۔"

"یہ تم پر منحصر ہے سیگارو اگر تم سُست روی سے سفر جاری رکھو تب بھی کوئی حرج نہیں ہے ہم جہاں بھی ہوں گے' وہ ہمیں تلاش کرلے گا۔"

"میں صرف ایندھن بچانا چاہتا ہوں تاہم یوں کرتے ہیں کہ چوبیس گھنٹے سفر جاری رکھا جائے اور چوبیس گھنٹے کے لئے رک جایا جائے میں جہاز کو لنگر پھینکنے کا حکم دیتا ہوں۔"

ڈی پارلو لنگر انداز ہوگیا' اس اندوہناک اعلان کے اثرات صاف نظر آرہے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھے' زندگی کے آرزومند پھر بجھ گئے تھے' ماحول بے حد اداس ہوگیا تھا' ہم لوگ بھی اسی کیفیت کا شکار تھے' رات ہوگئی ڈی پارلو پر سناٹا چھایا ہوا تھا۔ میں اور سسٹر زمرد بھی خاموش تھے۔ یکایک کیبن کے دروازے پر دستک ہوئی سسٹر زمرد نے اٹھ کر دروازہ کھولا ایک ادھیڑ عمر شخص کھڑا ہوا تھا اس نے کہا۔ "آپ مس روشنی ہیں.....؟"

"کیا بات ہے.....؟" زمرد نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"مسٹر ڈان ایرن آپ کو ڈیک پر بلا رہے ہیں براہ کرم میرے ساتھ آیئے۔" میں نے بھی یہ الفاظ سن لئے اور میں اٹھ کر دروازے پر آگئی۔

"کیا کہا ہے انہوں نے.....؟"

"آپ میں سے جو بھی مس روشنی ہو وہ میرے ساتھ چلے۔" وہ شخص بولا۔

"اگر ہم دونوں چلیں تو.....؟"

"انہوں نے صرف مس روشنی کے لئے تاکید کی ہے ویسے آپ کی مرضی ہے۔" وہ شخص بولا۔

"نہ جانے کیا بات ہے..... میں جاتی ہوں سسٹر' آپ آرام کریں۔" میں لباس وغیرہ درست کرکے باہر آگئی انکل ایرن کا کیبن تاریک تھا' ماحول پر گمبھیر سناٹا طاری تھا' نہ جانے کیا بات تھی اندرونی طور پر میں کچھ عجیب سی گھبراہٹ محسوس کر رہی تھی جیسے کچھ ہونے والا ہو..... لیکن..... کیا ہوسکتا ہے آخر کیا.....؟"

ڈان ایرن کا پیغام لانے والا میرے آگے آگے چلتا ہوا عرشے پر آگیا اس نے کافی فاصلے پر اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "وہ مسٹر ڈان ایرن موجود ہیں۔" جس سمت اس نے اشارہ کیا تھا وہاں نیم تاریکی تھی چونکہ ڈی پارلو لنگر انداز تھا اس لئے اس پر بہت کم لائٹس جلائی گئی تھیں تاہم دھندلاہٹوں میں انکل ایرن کا ہیولا نظر آرہا تھا میں تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی یہ فاصلہ عبور کرکے انکل ایرن کے قریب پہنچ گئی پیغام دینے والا شخص اب میرے پیچھے ہوگیا تھا انکل ایرن ریلنگ پر ہاتھ جمائے سمندر دیکھ رہے تھے۔

"کیا بات ہے انکل خیریت....." میں نے حیران سے لہجے میں پوچھا اور انکل ڈان ایرن نے رخ بدل کر مجھے دیکھا لیکن تاریکی اتنی بھی نہیں تھی کہ میں انکل ایرن کو نہ پہچانتی وہ انکل ڈان ایرن نہیں تھے۔ میرا دل اچھل کر حلق میں آگیا یہ

شخص منوچر خلازی تھا۔

"تم سے بہت اہم گفتگو کرنا چاہتا ہوں روشن جمال۔" خلازی نے سرد لہجے میں کہا۔

"کیا بکواس ہے یہ آپ نے مجھے دھوکے سے بلایا ہے یہ شخص..... یہ شخص مجھے ڈان ایرن کے حوالے سے یہاں بلا کر لایا ہے۔"

"تم نے مجھے شاید پہچانا نہیں ہے میں منوچر خلازی ہوں۔"

"کیا بات ہے یہ دھوکہ دہی کیوں کی گئی ہے میرے ساتھ.....؟"

"مجھے اس جہاز پر دیکھ کر تمہیں حیرت نہیں ہوئی مس سعدی۔"

"آپ جیسے جرائم پیشہ لوگ کہیں بھی پہنچ سکتے ہیں..... ٹھیک ہے مگر میں آپ سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔"

"بات کرو یا نہ کرو' جو کچھ میں کہہ رہا ہوں سن لو..... ہم سب بہت خطرناک جال میں گرفتار ہونے والے ہیں یہ آخری موقع ہے بالکل آخری..... میں نے زندگی کی بازی لگا کر ڈی پارلو سے فرار کا انتظام کیا ہے۔ نیچے ایک اسٹیمر موجود ہے یہ سیڑھی لٹکی ہوئی ہے جو تمہیں نیچے پہنچا دے گی۔ ہم ڈی پارلو چھوڑ کر زندگی بچا سکتے ہیں ورنہ جہاز کا ایک ایک فرد سیگارو کے ہاتھوں فنا ہوجائے گا میں اس کا منصوبہ سن چکا ہوں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ڈی پارلو کو کوئی ساحل ہی نہ ملے ہم لوگ خشکی تلاش کرلیں گے چلو روشن جمال اس موقع سے فائدہ اٹھائیں وقت بالکل نہیں ہے۔"

"آپ پاگل ہوگئے ہیں مسٹر خلازی..... دماغ خراب ہے آپ کا..... میں تھوکتی ہوں آپ کی صورت پر' آخر آپ..... میرا آپ سے کیا واسطہ ہے۔" میں نے غرا کر کہا۔

"بہت گہرا واسطہ ہے روشن جمال بہت گہرا....." خلازی نے کہا۔ پھر جو کچھ ہوا میرے لئے غیر متوقع تھا اچانک ہی عقب میں موجود قوی ہیکل شخص نے جو مجھے بلا کر لایا تھا' مجھے دبوچ لیا دوسرے لمحے میں' اس کے ہاتھوں میں بلند ہوتی گئی میرے حلق سے بے اختیار چیخ نکلی تو خلازی نے کہا۔

"او گدھے..... او احمق منہ بھینچ کر..... منہ بھینچ کر۔" لیکن اس کی نوبت نہیں آئی دیو ہیکل شخص مجھے اسی طرح اٹھائے ہوئے کنارے پر آیا اور پھر ریلنگ پر چڑھ کر اس نے گہرائی میں چھلانگ لگا دی میرے حلق سے نہ جانے کتنی چیخیں نکل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گئیں مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے آسمان سے گری ہوں۔ قوی ہیکل شخص نے گرتے ہوئے چھوڑ دیا اور دوسرے لمحے میں چھپاک سے پانی میں گری۔ نمکین اور مرچیں لگانے والا پانی میری آنکھوں میں لگا پھر حلق میں بھر گیا اور میرا سانس بند ہونے لگا لیکن اس شخص نے تکنیک سے کام لیا تھا وہ میرے ساتھ ساتھ نیچے آیا تھا وہ شاید کوئی ماہر تیراک تھا چنانچہ اس نے مجھے گہرائی میں نہ جانے دیا اور ایک بار پھر مجھے ہاتھوں پر اٹھا لیا ہوش و حواس بحال نہیں تھے اس کے باوجود میں نے اسٹیمر کے انجن کی آواز سنی وہ قریب آیا تو مجھے اس میں اچھال دیا گیا یہاں کوئی اور بھی موجود تھا جس نے مجھے سنبھال کر اوندھا لٹا دیا اور غالباً میرے پیٹ سے پانی نکالنے کا عمل شروع کر دیا لیکن پانی میرے پیٹ میں نہیں جا سکا تھا بس حلق اور ناک میں بھر گیا تھا۔ میں نے تڑپ کر اس شخص کے لات ماری اور وہ پیچھے لڑھک گیا اس اثناء دوسرا شخص اوپر چڑھ آیا تھا میں اچھل کر کھڑی ہوئی تو ان دونوں نے جھپٹ کر مجھے دبوچ لیا سامنے خلازی مجھے رسی کی سیڑھی سے نیچے اترتا نظر آ رہا تھا۔ مجھے دبوچنے والوں نے ایک بار پھر مجھے نیچے گرا دیا اور ان میں سے ایک نے میرے دونوں ہاتھ موڑ کر پشت پر کس دیئے دوسرا اسٹیمر سنبھالنے میں مصروف ہو گیا تھا خلازی نے اسٹیمر میں چھلانگ لگا دی اور اس کے بعد اسٹیمر تیر کی طرح آگے بڑھ گیا۔ ہاتھوں کے بعد میرے پاؤں بھی رسی سے کس دیئے گئے تھے پھر اس شخص نے مجھے گھسیٹ کر ایک طرف بٹھا دیا مجھ سے کچھ فاصلے پر کوئی اور بھی بیٹھا ہوا تھا جس کے خدوخال تاریکی کی وجہ سے نظر نہیں آئے۔ اسٹیمر نے ایک زبردست جھٹکے سے رخ تبدیل کیا تھا اور پھر ایک سمت اختیار کر کے آگے بڑھ گیا۔

☆======☆======☆

میرا کلیجہ خون ہو رہا تھا مجھے خلازی نے ڈی پارلو سے اغوا کیا تھا اور موت کے سفر پر چل پڑا تھا اب کیا ہو گا..... لیکن سوچنے کا موقع نہیں ملا اچانک ڈی پارلو کے برج پر سرچ لائٹ جل اٹھی اور اس کی تیز شعاعی روشنی سمندر پر پڑی پھر وہ اسٹیمر کا تعاقب کرتی ہوئی آگے بڑھنے لگی اور آن کی آن میں اس نے اسٹیمر کو گرفت میں لے لیا ہم سب تیز دودھیا روشنی میں نہا گئے خلازی کے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔

"راز کھل گیا آہ..... انہیں پتہ چل گیا رفتار تیز کر دو۔"

"اس سے زیادہ ممکن نہیں ہے سر....." اسٹیئرنگ پر کھڑے شخص نے

کہا۔

اچانک روشنی بجھ گئی خاموشی چھا گئی بڑی سنسنی کا احساس ہو رہا تھا' سر چکرا رہا تھا آنکھیں بند ہوئی جا رہی تھیں' اسٹیمر پر موجود لوگ بھی سکتے کی سی کیفیت میں تھے۔ ایک ایک لمحہ چیختا ہوا گزر رہا تھا میں سوچ رہی تھی کہ اسٹیمر روشنی میں تو آ گیا ہے پھر ادھر سے کوئی کارروائی کیوں نہیں ہوئی۔ میرے اندازے کے مطابق کوئی پندرہ منٹ گزر گئے پھر اچانک اسٹیئرنگ پر کھڑا شخص دہشت بھرے لہجے میں بولا۔ "کارروائی شروع ہو گئی ہے۔"

"کیا..... کہاں.....؟" خلازی کا لہجہ بھی خوف سے بھرپور تھا اسٹیمر چلانے والے کو جواب دینے کی ضرورت پیش نہیں آئی تین سمت سے مدھم مدھم روشنیاں سفر کرتی نظر آئی تھیں یقیناً یہ بھی اسٹیمر تھے جو اس اسٹیمر کے تعاقب میں چلے تھے۔ میرے دل کو کچھ ڈھارس ہوئی یہ سب خوف زدہ ہو گئے تھے اچانک مجھ سے کچھ فاصلے پر بیٹھا ہوا شخص بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "کھیل ختم ہو گیا خلازی۔"

"میں آخری دم تک کوشش جاری رکھوں گا۔" خلازی نے جواب دیا پھر اسٹیمر چلانے والے سے بولا۔ "رفتار تیز کرو' ان کے نرغے میں آنے سے بچو۔"

"عجیب بات کر رہے ہیں آپ اس کی رفتار اس سے زیادہ نہیں ہے میں کیا کروں.....؟"

"اوہ.....! وہ آخر..... وہ دیکھو..... ان کا فاصلہ تو کم ہوتا جا رہا ہے آخر ان کی رفتار اتنی تیز کیوں ہے۔"

"ان کی رفتار تیز نہیں ہے بس انہوں نے ہمیں گھیرنے کے لئے خاص طریقہ اختیار کیا ہے۔"

"مشکل ہے نکلنا..... مشکل ہے۔" سامنے والے آدمی نے پھر کہا اور اس بار میں نے یہ آواز پہچان لی یہ نادر ہاشمی تھا خلازی سہمے ہوئے انداز میں تین سمتوں سے روشنی کو دیکھ رہا تھا صاف اندازہ ہو رہا تھا کہ انہوں نے فرار ہونے والے اسٹیمر کو گھیر لیا ہے۔ دفعتاً ان پر سرچ لائٹس روشن ہو گئیں گو ان روشنیوں نے ابھی ہمارے اسٹیمر کا احاطہ نہیں کیا تھا لیکن بس چند لمحات ہی تھے جب وہ اس اسٹیمر تک پہنچنے والی تھیں اور یہ لمحات بھی گزر گئے۔ سب کو آنکھوں پر ہاتھ رکھنے پڑے تھے میں نے بھی گردن جھکا کر آنکھیں میچ لیں پھر میگا فون پر آواز ابھری جو پہلے تو واضح نہیں تھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لیکن پھر صاف سنائی دینے لگی۔

"تم لوگ مشین گنوں کی زد پر ہو صرف ایک منٹ دیا جاتا ہے اسٹیمر کا انجن بند کردو اور ہاتھ اٹھا کر کھڑے ہو جاؤ کوئی حرکت کی تو فائر کھول دیا جائے گا یہ سمندر شارک مچھلیوں سے بھرا پڑا ہے پانی میں کودے تو بدترین موت مارے جاؤ گے پانچ سیکنڈ گزر گئے ہیں وارننگ پھر سن لو....." وہی الفاظ پھر دہرائے گئے اچانک اسٹیمر کا انجن خاموش ہو گیا۔

"یہ کیا کیا تم نے.....؟" خلازی چیخا۔

"آپ کا دماغ خراب ہے مسٹر خلازی ہم کتے کی موت مرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔" اسٹیمر چلانے والے کے دوسرے ساتھی نے کہا اور خلازی اس کے بعد کچھ نہ بول سکا تینوں اسٹیمر ہمیں روشنیوں کی زد میں لئے ہمارے قریب آگئے اور پھر ان پر سے رسے اور آنکڑے پھینک کر اسٹیمر کے کناروں میں پھنسائے گئے اس کے بعد چند افراد اسٹیمر پر آگئے اور انہوں نے پھرتی سے اس پر موجود چاروں افراد کو قبضے میں لے لیا مجھے دیکھ کر ان میں سے ایک نے کہا۔

"اوہ مائی گاڈ..... یہ ایک لڑکی کو بھی اغوا کرکے لے جارہے تھے.....؟"

"کھولو اسے..... لڑکی! ان کے علاوہ کوئی اور بھی اسٹیمر پر موجود ہے.....؟" دوسرے آدمی نے پوچھا۔

"میں نہیں جانتی....."

"کوئی اور ہے تمہارے ساتھ.....؟" پہلے آدمی نے سوال کیا۔

"نہیں..... اور کوئی نہیں ہے۔" اس بار نادر ہاشمی بولا۔

"چلو..... دوسرے اسٹیمر پر چلو۔"

"میں..... میں لنگڑا ہوں..... براہ کرم مجھے سہارا دو....." نادر ہاشمی بولا۔ ان لوگوں کو دوسرے اسٹیمر پر پہنچا دیا گیا مجھے بھی ایک اور اسٹیمر میں منتقل کردیا گیا تھا جس اسٹیمر پر خلازی فرار ہو رہا تھا اسے دوسرے لوگوں نے سنبھال لیا پھر چاروں اسٹیمر ڈی پارلو کی طرف چل پڑے اوپر جانے کے لئے مجھے بھی رسی کی سیڑھی استعمال کرنی پڑی تھی ڈی پارلو پر زیادہ ہنگامہ نہیں ہو رہا تھا لیکن ڈیک پر مسٹر زمرد ڈان ایرن، خالد اور دوسرے چند افراد کے ساتھ سیگارو بھی موجود تھا۔ خالد نے ہاتھ

آگے بڑھا کر مجھے سہارا دینا چاہا لیکن میں نے اس سہارے کو قبول نہیں کیا البتہ مسٹر زمرد مجھ سے لپٹ گئیں اور سسک کر بولیں۔

"تم ٹھیک ہو ڈارلنگ.....؟" اسی وقت سیگارو نے کہا۔

"یہ لڑکی بھی فرار ہونے والوں میں شامل تھی.....؟"

"نہیں کیپٹن..... یہ لوگ اسے اغوا کرکے لے جارہے تھے اسٹیمر میں یہ ہمیں رسی سے بندھی ہوئی ملی تھی ہم نے اسے کھولا تھا۔"

"تمہارا کیبن نمبر کیا ہے.....؟" سیگارو نے پوچھا۔

"انیس نمبر، کیپٹن ہم دونوں ساتھ رہتے ہیں۔"

"اسے لے جاؤ اس وقت تک اپنے کیبن سے باہر نہ نکلنا جب تک میں تمہیں طلب نہ کرلوں کوئی اور اس کیبن میں نہ جائے ان پر پہرہ لگا دیا جائے۔"

"او کے کیپٹن۔"

"ان لوگوں کو نیچے لے جاؤ اور سنو..... ان کے لباس اتروا لینا تاکہ.....!!" ڈان سیگارو عجیب سے انداز میں ہنسا خلازی کے منہ سے ایک آواز نکلی تھی لیکن سیگارو پلٹ کر واپس چل پڑا۔ مسٹر زمرد مجھے لے کر کیبن کی طرف چل پڑیں۔ کیبن میں داخل ہوتے ہی وہ بے اختیار ہو گئیں اور مجھ سے لپٹ کر زار و قطار رونے لگیں میرے منہ سے کوئی آواز نہیں نکل سکی تھی لیکن اس وقت مجھے مسٹر زمرد کی محبت کا احساس ہو رہا تھا اور یہ احساس کچھ عجیب تھا ان کا دل ہلکا ہوا تو وہ ہٹیں میرے لئے دوسرا لباس نکالا اور بولیں۔

"کپڑے بدل لو۔" میں لباس تبدیل کرکے باتھ روم سے باہر آئی تو کنگھے سے میرے بال سنوارنے لگیں۔ "کیا ہوا تھا روشنی..... کیا ہوا تھا جان.....!"

"خلازی نے مجھے اغوا کیا تھا۔"

"کیسے..... آخر یہ کیسے ہوا تھا.....؟"

"مجھے دھوکے سے بلایا گیا تھا انکل ایرن کے نام پر مجھے خلازی نے بلایا تھا اور پھر....." میں نے مسٹر کو پوری تفصیل بتائی۔

"تمہیں جب دیر ہو گئی تو میں پریشان ہو کر عرشے پر گئی وہاں کچھ کارروائی ہو رہی تھی مجھے شبہ بھی نہیں تھا کہ تمہارے ساتھ کچھ ہوا ہے میں اس کارروائی کو نظرانداز کرکے تمہیں تلاش کرتی پھری تب مجھے انکل ایرن مل گئے انہوں نے بتایا کہ کچھ لوگ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایک اسٹیمر لے کر فرار ہوگئے ہیں۔ میں نے بے قراری سے ان سے تمہارے بارے میں پوچھا تو وہ دنگ رہ گئے پھر کہیں دوڑے چلے گئے میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا تمہاری تلاش میں ناکام ہوکر میں وہاں کھڑی ہوگئی اور پھر مجھے بالکل علم نہیں تھا کہ تمہارے ساتھ کوئی ایسا حادثہ پیش آیا ہے اب..... اب مجھے یقین ہوگیا روشنی خدا کی قسم اب مجھے یقین ہوگیا ہے۔"

"کیا؟"

"سالک جلال کے ساتھ وہ وحشیانہ سلوک خلازی نے ہی کیا ہے وہ..... وہ اور اب..... اب میں اس سے انتقام لوں گی سالک جلال میرے لئے باپ کی حیثیت رکھتے تھے خلازی....." زمرد خاموش ہوگئی۔

"کم بخت بھیڑ کی کھال میں بھیڑیا ہے اور وہ لنگڑا پروفیسر..... وہ بھی یقیناً اس سے مختلف نہیں ہوگا۔" میں نے دانت پیس کر کہا۔ سسٹر زمرد نے کوئی جواب نہیں دیا بہت دیر تک خاموش رہے پھر سسٹر زمرد نے کہا۔ "میرا خیال ہے اب نہ تو ہمارے پاس کسی کو آنے دیا جائے گا نہ ہم باہر جاسکیں گے سیگارو سخت اور بااصول ہے۔"

رات گزر گئی نیند تو شاید بالکل نہیں آئی تھی ایک لمحے کے لئے پلک جھپکتی تو خود کو پانی میں ڈوبتا محسوس کرتی اور دہشت سے جاگ اٹھتی آہستہ آہستہ روشنی نمودار ہوگئی صبح کو سسٹر زمرد نے تجربہ کرکے دیکھ لیا پروفیسر ایرن کی تلاش میں باہر نکلی تھی مگر اسے دروازے پر روک دیا گیا۔

"آپ کا ناشتہ ابھی آرہا ہے میڈم براہ کرم آپ باہر نکلنے کی کوشش نہ کریں۔"

"میں برابر والے کیبن میں جانا چاہتی ہوں۔"

"آپ اپنے کیبن کا دروازہ بھی اس وقت تک نہ کھولیں جب تک کیپٹن سے ملاقات نہ کرلیں۔" ناشتہ تھوڑی دیر کے بعد آگیا کیپٹن سیگارو نے دن کو بارہ بجے مجھے طلب کیا تھا' کھلی عدالت لگائی تھی اس نے..... تمام مسافر عرشے پر جمع تھے درمیان میں منوچہر خلازی' نادر ہاشمی اور وہ دونوں افراد موجود تھے۔ ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پڑی ہوئی تھیں' اوپری جسم بے لباس تھے اور ان کے چہرے دھوال ہورہے تھے ہمیں ڈان سیگارو کے سامنے پیش کردیا گیا کچھ فاصلے پر زاغ' خالد کے ساتھ کھڑا ہوا تھا اس کے چہرے پر تمسخر تھا کیپٹن سیگارو نے پُر احترام انداز میں مجھے مخاطب

کیا۔

"معزز خاتون..... آپ سے چند سوالات کروں گا۔ آپ براہ کرم سچ جواب دیں۔"

"جی.....!" میں نے آہستہ سے کہا۔

"فرار کے منصوبے میں آپ کا کتنا حصہ تھا؟"

"مسٹر ڈان اوٹر ویلبی سیگارو..... میں کسی فرار وغیرہ کے بارے میں نہیں جانتی۔ اس شخص نے دھوکہ دے کر مجھے عرشے پر بلوایا۔ یہ شخص....." میں نے اس شخص کی طرف انگلی اٹھائی جو مجھے انکل ڈان کے حوالے سے عرشے پر لے گیا تھا ڈان سیگارو کو میں نے پوری تفصیل بتادی سیگارو نے نادر ہاشمی سے پوچھا۔ "یہ لڑکی سچ بول رہی ہے؟"

"ہاں یہ سچی ہے۔" نادر ہاشمی نے کہا۔

"تم اسے کیوں لے جانا چاہتے تھے۔"

"ہمیں راستے کے انتظامات کے لئے ایک خاتون کی ضرورت تھی۔" خلازی نے کہا۔

"اسی کا انتخاب کیوں کیا.....؟"

"بس ہمیں یہ اندازہ تھا کہ یہ اس نام کا حوالہ دینے سے آجائے گی کوئی خاص وجہ نہیں تھی۔"

"کہاں جانا چاہتے تھے.....؟"

"کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا بس ہم زندگی کی جدوجہد کرنا چاہتے تھے آزادی کے ساتھ..... تمہاری غلامی میں نہ رہ کر..... تم کبھی کوئی منزل نہیں پاسکو گے ڈان سیگارو! ڈی پارلو اسی طرح سمندر میں ڈولتا رہے گا' اس کے تمام مسافر آہستہ آہستہ مرجائیں گے۔ ہم زندگی کی جدوجہد کرنے کے لئے فرار ہورہے تھے اور کوئی منصوبہ نہیں تھا ہمارا....." منوچہر خلازی نے کہا۔

"یہ جرم ہے میرے دوست..... سمندری اصولوں کے مطابق جرم ہے یہ..... اور اس کی سزا ہوتی ہے۔ تم نے ایک قیمتی اسٹیمر لے کر فرار کی کوشش کی' گرفتار ہوگئے اور تمہارے پاس اسلحہ ہوتا تو تم اسلحہ استعمال کرتے خیر تم نے جدوجہد نہیں کی اس لئے تمہاری سزا بہت معمولی ہے..... تم چاروں جہاز کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

فرش صاف کرو گے' تمام کیبنوں کے باتھ روم دھوؤ گے' منتظمین تمہاری ڈیوٹیاں تمہیں بتاتے رہیں گے۔ اوکے' ان کی ہتھکڑیاں کھول دو آخری بات' تعمیل حکم نہ ہوئی تو دس دس کوڑے مارے جائیں گے' تین بار حکم عدولی ہوئی تو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا جائے گا بس..... منتشر۔" سیگارو نے دونوں ہاتھ اٹھا دیئے پھر میری طرف رخ کرکے بولا۔ "یہ سزا مناسب ہے شریف لڑکی تم بھی اسے قبول کرلو..... اب جاؤ آرام کرو۔"

سب لوگ منتشر ہوگئے انکل ڈان ایرن نے بعد میں بتایا کہ وہی شخص رات کو اس کے پاس بھی پہنچا تھا اور اس نے کہا تھا کہ منوچہر خلازی ان سے ایک اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتا ہے بعد میں وہی شخص دوسرا پیغام میرے پاس لایا تھا۔ انکل نے کہا۔

"اس کے علاوہ اور کوئی بات ہو بھی نہیں سکتی کہ منوچہر جہاز سے فرار ہوکر قسمت آزمانا چاہتا تھا اور وہ تمہیں بھی نہیں چھوڑ سکتا تھا۔"

"وہ دونوں کون ہیں جو اس کے لئے کام کررہے تھے۔"

"کوئی بھی ہوسکتے ہیں ہوسکتا ہے کرائے کے لوگ ہوں ہوسکتا ہے خود بھی فرار ہونا چاہتے ہوں یا پھر اس کے قدیم ساتھی....."

☆------☆------☆

اس شام جب فضا میں دھند لکے اتر رہے تھے' فضا میں شلاشلائی نظر آیا اور وہ جہاز پر اترا تھا اور شاید سیگارو نے برج سے دیکھ لیا تھا اس نے زاغ کو طلب کرلیا اور میں نے زاغ کو برج پر جاتے ہوئے دیکھا یہ نہیں پتہ چل سکا کہ کیا گفتگو ہوئی لیکن فوراً ہنگامی کارروائی ہونے لگی اور شام ہی شام لنگر اٹھا دیئے گئے زاغ برج پر ہی تھا انجن اسٹارٹ ہوگئے اور پھر شلاشلائی برج سے اڑا اور ایک سمت پرواز کرنے لگا اس کی رفتار سست تھی جہاز نے وہی سمت اختیار کی تھی سیاہ پرندہ فضا میں سیدھا جارہا تھا اور جب جہاز نے رخ متعین کرلیا تو وہ واپس آگیا۔

"کیا خیال ہے سسٹر..... کچھ ہوسکے گا.....!"

"خدا ہی جانے۔" سسٹر زمرد نے کہا۔

"ہیلو روشنی....." کچھ دیر کے بعد خالد نے میرے پاس آکر کہا میں سرد نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی "تم سے تنہائی میں کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"سوری خالد..... اس وقت موڈ نہیں ہے۔"

"وہ..... دراصل میں..... تم سے معذرت کرنا چاہتا ہوں پچھلی رات کو میں....." خالد نے کہا اور میں جھلا گئی۔

"کیا مصیبت ہے میں سسٹر سے باتیں کررہی ہوں اس وقت میں تم سے بات نہیں کرسکتی۔"

"اوہ..... میں پھر بات کروں گا تم سے سوری میڈم زمرد....." وہ شرمندہ سا آگے بڑھ گیا میں نفرت بھرے انداز میں اسے دیکھتی رہی تھی۔

ڈی پارلو نے ساری رات اور دوسرے دن شام پانچ بجے تک سفر کیا اور پھر پانچ بجے اچانک اس کا سائرن بجنے لگا بہت سے لوگ عرشے پر تھے' بہت سے کیبنوں میں..... ہم لوگوں نے بھی سائرن کی آواز کیبن میں ہی سنی تھی اور دہشت زدہ ہوکر باہر نکل بھاگے تھے خوف زدہ لوگ برج کی طرف دیکھ رہے تھے تب اسپیکر پر سیگارو کی آواز ابھری۔

"ڈی پارلو کے مسافروں کو یہ مسرت افزاء خبر دی جاتی ہے کہ ہم نے زمین پالی ہے جہاز کی طاقتور دوربینیں خشکی دیکھ رہی ہیں اس کا فاصلہ اتنا ہے کہ آپ لوگ اسے نہیں دیکھ سکتے اس لئے یہ کوشش بے کار ہوگی۔ ہم ساری رات تیز رفتاری سے سفر کریں گے کیپٹن کا خیال ہے کہ صبح آپ اس زمین کے قریب ہوں گے اگر ہم صبح سے پہلے وہاں پہنچ گئے تو ہم رک جائیں گے اور صبح کی روشنی میں ساحل کا رخ کریں گے البتہ آپ اس خوشخبری کو شک و شبے سے پاک سمجھیں ہمیں زمین مل گئی ہے۔"

وہی ہوا جو ہوسکتا تھا زندگی کو ترسے ہوئے پھر سے خوشیوں میں ڈوب گئے اور طرح طرح اس کا اظہار ہونے لگا سسٹر زمرد نے آہستہ سے کہا۔ "اور یہ راستہ کالے پرندے نے تلاش کیا ہے.....؟"

"ایں ہاں..... مجھے خیال ہی نہیں رہا تھا۔"

"خدا جانے یہ سب کیا ہے۔" زمرد نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

میں نے کوئی جواب نہیں دیا البتہ زاغ میرے ذہن میں آگیا تھا اس نے دوبارہ میری طرف رخ نہیں کیا تھا پتہ نہیں کیوں..... یا پھر اب اسے میری ضرورت نہیں تھی البتہ یہ فیصلہ بآسانی کیا جاسکتا تھا کہ زاغ' منوچہر خلازی سے کہیں زیادہ شاطر اور خطرناک آدمی ہے۔ خلازی اپنی حماقت سے عذاب میں مبتلا ہوگیا تھا جبکہ زاغ نے سیگارو کے دل میں اپنا مقام بنالیا تھا خواہ کیسے بھی سہی..... جہاز کے مسافر نہ جانے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کیا کیا کرتے رہے سفر جاری رہا صبح سورج کی پہلی کرن کے ساتھ زمین کی صورت نظر آگئی۔ میں اور سسٹرز مرد بھی زندگی سے اتنے بیزار نہیں تھے کہ زمین کی خوشخبری سننے کے باوجود گہری نیند سو جاتے ہم نے بھی عرشے پر مسافروں کے ہجوم میں جگہ بنا کر ان ساحلی ٹیلوں کو دیکھا جو کافی زرد بد نما شکل رکھتے تھے' ان کے دامن میں سیاہ چٹانوں کے انبار تھے۔ ڈی پارلو سست رفتار ہو گیا تھا اور ساحل پر نگاہ رکھتے ہوئے سفر کیا جا رہا تھا۔

"روشنی....." سسٹرز مرد نے مجھے پکارا پھر بولیں۔ "یہ کوئی جزیرہ لگ رہا ہے۔"

"ہو سکتا ہے....."

"اور.....اور شاید غیر آباد ہے۔"

"کیا مطلب.....؟"

"نامعلوم سمندروں میں ایسے جزائر ہوتے ہیں جہاں آج تک انسانی قدم نہیں پہنچے۔"

"آپ کا مطلب ہے کہ اگر یہ جزیرہ ہے تو کسی ملک کے زیر تحت نہیں ہے اور یہاں کوئی حکومت نہیں ہے۔"

"یہ صرف میرا خیال ہے۔"

"فرض کریں ایسا ہوا تو.....!"

"تو پھر یہاں آنے سے کوئی فائدہ نہ ہو گا۔"

"کیوں.....؟"

"پہلے ہم سمندر کے قیدی تھے اب بھی وہی رہیں گے ایک ویران اور غیر آباد جزیرے میں اتر کر کیا ہو سکتا ہے ہم مہذب آبادی تک تو نہ پہنچ سکیں گے بلکہ..... بلکہ....." سسٹرز مرد گہری سانس لے کر خاموش ہو گئیں۔

"آپ بہت خوفناک بات کہہ رہی ہیں سسٹر' لیکن ہو سکتا ہے آپ کا خیال غلط ہو آخر آپ یہ بات کیسے کہہ رہی ہیں۔"

"تم دیکھ رہی ہو ڈی پارلو ساحل کے ساتھ ساتھ آگے بڑھ رہا ہے کیا ابھی تک تمہیں کوئی عمارت یا کوئی ایسی شے نظر آئی جو یہاں انسانی آبادی کا پتہ دے سکے۔"

"ہو سکتا ہے یہ..... یہ غیر آباد ساحل ہو میرا مطلب ہے یہاں کسی عمارت کی تعمیر ضروری نہ سمجھی گئی ہو۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔" سسٹرز مرد خاموش ہو گئیں ہماری نگاہیں دوسرے تمام مسافروں کی مانند ساحل کا جائزہ لے رہی تھیں ڈی پارلو کا چکر پورا ہو گیا سورج خوب چمکنے لگا تھا اور روشن دن میں اس بات کی تصدیق ہو گئی تھی کہ یہ کوئی غیر آباد جزیرہ ہے۔ اس دوران تجربے کار کپتان کی نگاہوں نے ڈی پارلو کو لنگر انداز کرنے کے لئے مناسب جگہ کا انتخاب بھی کر لیا تھا چنانچہ جب اس وسیع و عریض جزیرے کا چکر پورا ہو گیا تو ڈی پارلو کے انجن اس جگہ لا کر بند کر دیئے گئے جہاں دو بلند و بالا پہاڑ اپنی وسعتوں کا آغاز کرتے تھے ان کے درمیان ایک وسیع و عریض درہ بالکل اس طرح نظر آتا تھا جیسے جزیرے کا داخلی دروازہ ہو۔ بالآخر ڈی پارلو لنگر انداز ہو گیا مسافروں میں جو سنجیدہ افراد تھے وہ یقینی طور پر اس زمین کی نوعیت کا اندازہ کر چکے تھے ان کے نزدیک ڈی پارلو کا یہاں تک آنا بے معنی ہی تھا البتہ بے شمار افراد ایسے تھے جنہیں صرف زمین مل جانے کی خوشی تھی اور اس کے بعد کیا ہو گا اس پر غور ہی نہیں کیا تھا انہوں نے۔

ڈان سیگارو عرشے پر مسافروں کے درمیان آگیا اس کے چہرے پر بھی خوشی کے تاثرات تھے اس نے کہا۔ "زمین ہماری نگاہوں کے سامنے ہے اور اس کے اطراف کا چکر لگانے سے ہمیں یہ اندازہ ہو گیا ہے کہ یہ صرف ایک جزیرہ ہے حالانکہ ہم یہ نہیں معلوم کر سکے کہ اس کی نوعیت کیا ہے۔ یہ بظاہر غیر آباد معلوم ہوتا ہے لیکن جو کچھ بھی ہے مسلسل اور بے معنی سمندری سفر سے نجات تو حاصل ہو ہی جائے گی اس بات کے بھی امکانات ہیں کہ اس جزیرے پر ہمیں مختصر آبادی مل جائے بعض ممالک ایسے الگ تھلگ جزائر پر اپنے مختلف قسم کے تجربات کیا کرتے ہیں اور وہاں ان کے کیمپ موجود ہوا کرتے ہیں کم از کم ہمیں یہاں سے گائیڈ لائن مل جانے کے امکانات ہیں اور یہ بھی ہمارے لئے بہت بڑی بات ہو گی۔ میں آپ لوگوں کو منظم پیمانے پر اس سلسلے میں معلومات کرنے کی اجازت دے سکتا ہوں یقینی طور پر جیسا کہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں آپ میں سے ہر شخص خشکی پر پاؤں جمانے کا خواہشمند ہے اور میں آپ کی اس خواہش کے آڑے نہیں آؤں گا لیکن ایک عاجزانہ درخواست کرتا ہوں آپ سے کہ نظم قائم رکھئے کسی بھی قسم کی بے اعتدالی جلد بازی یا بدحواسی نقصان کا باعث بن سکتی ہے زندگیاں کھونے سے گریز کیجئے میں باقاعدہ انتظامات کرتا ہوں لوگوں کو ساحل پر پہنچانے کے..... کوئی بھی شخص میری اجازت کے بغیر ساحل سے آگے بڑھنے کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کوشش نہ کرے۔ آہستہ آہستہ ڈی پارلو کے تمام مسافر پہلے ایک جگہ زمین پر مختل ہوجائیں اس کے بعد ہم آگے کے بارے میں یہ فیصلے کریں گے کہ اب ہمارے کیا اقدامات ہونے چاہئیں آپ لوگ اس زمین کو دیکھنے کے بعد مجھ سے انحراف تو نہیں کریں گے۔"

"بالکل نہیں ڈان سیگارو' تم ہمارے رہنما ہو' محسن ہو ہمارے تم نے ہماری زندگیاں بچانے میں اہم کردار ادا کیا ہے ہم تمہارے ہر حکم کی تعمیل کریں گے۔" نوجوانوں نے نعرے لگائے ڈان سیگارو نے ان کا شکریہ ادا کیا اور پھر اس نے وہ تمام اسٹیمر اور لانچیں آہستہ آہستہ پانی میں اتارنا شروع کردیں جن کے ذریعے ڈی پارلو کے مسافر یہ تھوڑا سا پانی کا راستہ طے کرکے خشکی تک پہنچ سکتے تھے بلاشبہ نوجوانوں نے اور تمام افراد نے بڑے صبر وسکون کے ساتھ یہ مرحلہ طے کیا۔

میں' سسٹر زمرد اور وہ باقی تمام افراد بھی جن کا تعلق کسی نہ کسی شکل میں مجھ سے تھا' ساحل کی جانب روانہ ہوگئے ایک لانچ میں منوچہر خلازی' نادر ہاشمی وغیرہ کو بھی ساحل پر پہنچا دیا گیا ڈی پارلو آہستہ آہستہ خالی ہو رہا تھا اور ساحل پر جمع ہونے والے مسرت میں ڈوبے ہوئے بے چینی سے اس بات کے منتظر تھے کہ تمام افراد پہنچ جائیں اور انہیں اس درّے سے داخل ہوکر جزیرے کے دوسری طرف پہنچنے کا موقع ملے یہ کارروائی ہم دونوں بھی خاموشی سے دیکھتے رہے۔ سسٹر زمرد نے پھر تشویش زدہ لہجے میں کہا تھا۔ "روشنی میرے خیال کی تصدیق ہوتی محسوس ہو رہی ہے۔"

"کیا سسٹر.....؟" میں نے سوال کیا۔

"فرض کرو ڈان سیگارو کے کہنے کے مطابق یہاں کسی ملک کی کوئی کیمپنگ بھی ہے تب بھی تفتیش حال کے لئے کسی کو ادھر کا رخ کرنا چاہئے تھا آخر یہ جہاز جزیرے کے ساحل سے آکر لگا ہے..... نہیں روشنی نہ جانے کیوں میرا دل غیر مطمئن ہے۔"

سسٹر زمرد کی اس بات کا میں نے کوئی جواب نہیں دیا تمام شناسا افراد جن میں خالد' ڈان ایرن' زاغ وغیرہ شامل تھے' اپنے اپنے طور پر خیالات میں ڈوبے ہوئے تھے زندگی اب اتنی معمولی شے بھی نہیں ہے کہ وہ صرف دوسروں کے تصور میں گزار دی جائے سب سے پہلے اپنا خیال انسانی فطرت کا ایک حصہ ہے چنانچہ اس وقت کوئی بھی ہماری جانب متوجہ نہیں تھا بلکہ سب ہی اس بات پر غور کر رہے تھے کہ دیکھئے آگے

تقدیر میں کیا لکھا ہے۔ پھر آخری لانچ سے ڈان سیگارو بھی اپنے مخصوص ساتھیوں کے ساتھ ساحل پر پہنچ گیا۔ چند افراد اب بھی ڈی پارلو پر موجود تھے یہ ڈان سیگارو کے قیدی ساتھیوں میں سے تھے میں نے تعداد کا کوئی اندازہ نہیں لگایا ڈان سیگارو نے ایک بڑی دوربین سے ان بھوری اور بدنما چٹانوں کا جائزہ لیا جن کے سامنے کے حصے کا ہی سے سیاہ ہو رہے تھے۔ دوربین کے بغیر بھی انہیں بخوبی دیکھا جاسکتا تھا وہ کسی بھی زندگی سے محروم تھیں نہ ان پر پرندے بیٹھے نظر آرہے تھے اور نہ ہی ان پر انسانی زندگی کے نشانات تھے ایک عجیب سی بھیانک جگہ تھی جسے دیکھ کر ایک پُراسرار سے خوف کا احساس ہوتا تھا یوں لگتا تھا جیسے یہاں کوئی انوکھی شے پوشیدہ ہو۔

کچھ دیر کے بعد ڈان سیگارو نے کہا۔ "ابھی دن کا بہت حصہ باقی ہے میں چاہتا ہوں کہ جزیرے کا ابتدائی جائزہ لے لیا جائے سامنے ایک مختصر درہ نظر آرہا ہے ایک ٹولی اسے عبور کرکے دوسری طرف جائے اور یہ دیکھے کہ پہاڑوں کے دوسری طرف کیا ہے اگر وہ وہاں کا ماحول بہتر پائے تو دوسری ٹولی کو خبر دے دوسری ٹولی تیسری ٹولی کو جیسا بھی ماحول ہو ہم اس کے لئے مناسب فیصلہ کریں۔" لوگوں نے اس کی ہدایت سے اتفاق کیا سیگارو کا طریق کار واقعی عمدہ تھا اس نے آٹھ آٹھ نوجوانوں کی دس ٹولیاں بنائیں پہلی ٹولی کو درّے کے آخری سرے تک جانا تھا دوسری کو اس سے سو گز کے فاصلے پر رک جانا تھا پھر تیسری کو مزید سو گز پیچھے اور اس طرح پورے درّے میں ان ٹولیوں کو پھیل جانا تھا تاکہ کوئی بھی اطلاع ایک لمحے میں آخری سرے تک پہنچ جائے بس پہلی ٹولی کو درہ عبور کرنا پڑا دوسری ٹولی اپنی جگہ رک گئی اور اسی طرح تمام ٹولیاں درّے میں پھیل گئیں اس کاوش سے جو اطلاع ملی وہ یہ تھی کہ اس جزیرے کو کوکونٹ آئی لینڈ کہا جاسکتا ہے کیونکہ پہاڑی سلسلہ ختم ہوتے ہی ناریل کے درختوں کے جھنڈ کے جھنڈ پھیلے ہوئے ہیں ان کے دامن میں لمبی گھاس ہے اور خودرو جھاڑیوں میں خربوزے کی قسم کے خودرو پھل بڑی تعداد میں پھیلے ہوئے ہیں۔ پرندے موجود ہیں چوپایوں کا نشان نہیں ملتا' دور دور تک اونچی نیچی لیکن گھاس سے لدی چٹانوں کا سلسلہ ہے اور کوئی انسانی وجود یا عمارت نہیں نظر آئی۔

"یہ جزیرہ غیر آباد ہے۔" سیگارو نے اعلان کیا۔

"اب ہمیں کیا کرنا ہوگا سیگارو.....؟"

"تمام لوگ پہاڑ کے دوسری طرف منتقل ہوجائیں ہمیں پہاڑی سلسلے کے ساتھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ساتھ اپنی قیام گاہیں بنانی ہیں آئندہ اقدامات کا فیصلہ کچھ دن آرام کے بعد ہوگا۔"
دوسروں کے ساتھ ہم بھی درّے کو عبور کرکے دوسری طرف پہنچ گئے سسٹرز مرد پھر پژمردہ نظر آنے لگی تھیں رات کو میں نے انہیں روتے ہوئے دیکھا میری آنکھوں میں بھی آنسو آگئے بمشکل تمام میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"سسٹر..... اب کچھ کیا بھی تو نہیں جاسکتا۔" زمرد نے کوئی جواب نہیں دیا تھا لیکن ہمارے عقب میں خالد موجود تھا اس کی آواز سنائی دی۔ "اور خود کو سنبھالنا ضروری ہے۔" ہم دونوں نے چونک کر اسے دیکھا اور میری تیوریاں چڑھ گئیں۔

"تم ہمارے سر پر کیوں مسلط رہتے ہو یہاں سے دور چلے جاؤ۔"

"یہاں آکر ہم خود بخود ایک دوسرے سے دور ہوگئے ہیں روشنی..... کہنے کی ضرورت کسی کو پیش نہیں آئے گی چند روز گزر جانے دو اس کے بعد دیکھنا لوگ ایک دوسرے کے التفات کو ترسیں گے۔" اس نے تلخ لہجے میں کہا۔

"اس کے باوجود میں تم سے رجوع نہیں کروں گی اگر زاغ نے مسلسل تمہاری ڈیوٹی مجھ پر لگا رکھی ہے تو اسے بتا دو کہ میں نے اس سے کوئی جھوٹ نہیں بولا جو کچھ میرے علم میں تھا میں نے اسے بتا دیا ہے نہ ہی میرا کسی نامعلوم وجود سے رابطہ ہے۔"

"بات یہ ہے روشنی کہ اب میں خود کو مظلوم سمجھنے لگا ہوں میں نے اپنا مستقبل سنوارنے کے لئے زاغ کا آلۂ کار بننا منظور کیا تھا بعد میں تم سے محبت ہوگئی تو اپنے عمل و گناہ سمجھ کر اس کا کفارہ ادا کرنے میں مصروف ہوگیا لیکن سب کچھ حماقت تھی اور اندازہ ہوگیا کہ کفارہ تک ادا نہیں ہوسکتا۔ ٹھیک ہے روشنی ہر انسان کو اپنی حماقت کی سزا بھگتنا پڑتی ہے اور میں اب اپنی سزا بھگتنے کی پوزیشن میں آگیا ہوں اس کے بعد تم مجھے اپنے قریب نہیں پاؤ گی انسان کی انسان سے بیزاری کا جو معیار تم نے پیش کیا ہے وہ بھی اپنی مثال آپ ہے۔" وہ اٹھا اور وہاں سے آگے بڑھ گیا رات کو نہایت مختصر کھانا پیش کیا گیا کوئی خوراک تیار نہیں کی گئی تھی بلکہ خشک چیزوں سے کام چلایا گیا تھا۔ کیپٹن ڈان سیگارو خشکی پر آنے کے باوجود منتظم بنا ہوا تھا۔ کھردری زمین پر لیٹنے کا تجربہ زندگی میں پہلی بار ہوا تھا اور میں اپنے دونوں ہاتھوں پر رخسار رکھ کر سوچ رہی تھی کہ تھوڑی سی ضد انسان کی زندگی میں کیسے کیسے مرحلے لے آتی ہے اگر ایک معصوم بچی کی حیثیت سے اسی انداز میں وقت گزارتی رہتی تو آنے والا وقت خود بہتر فیصلے کرسکتا تھا لیکن اب..... میں نے ٹھنڈی سانس لے کر آنکھیں بند کرلیں جوں

جوں رات بھیگ رہی تھی فضا میں سردی اترتی چلی آرہی تھی ہوا بہت مدہم چل رہی تھی لیکن انتہائی خنک تھی۔ پھر شاید نیند نے اپنا عمل پورا کیا سو تو گئی تھی لیکن صبح کو جاگی تو جسم اکڑا ہوا تھا اور بدن میں درد ہو رہا تھا۔ چائے پی کر کچھ سکون آیا چائے کے ساتھ صرف دو دو بسکٹ دیئے گئے تھے لوگ پھر ٹولیاں بنا بنا کر ناریل کے جنگلوں میں آگے بڑھنے لگے تھے سیگارو کہیں نظر نہیں آرہا تھا جزیرے میں بہت دور تک نکل جانے والے جب واپس آئے تو کوئی اچھی خبر نہیں لائے تھے بس یہی علم ہوا تھا کہ یہ جزیرہ کوکونٹ آئی لینڈ ہے اور یہاں انسانی وجود نہیں ہے۔ سیگارو کی جانب سے خوراک کے مسئلے میں خاصی سختی برتی جارہی تھی لیکن لوگ صبر و سکون سے اس سے تعاون کر رہے تھے۔ شام کے جھٹپٹوں میں پروفیسر ڈان ایرن ہمارے پاس آبیٹھا اس نے کہا۔ "وہ مشکل مرحلہ آگیا ہے جس سے آگے میری سوچ کے دروازے بند ہوگئے ہیں اور اب شاید میں تم لوگوں کو کوئی دلاسہ نہ دے سکوں۔"

"ٹھیک ہے انکل ہم نے اپنی تقدیر سے سمجھوتہ کرلیا ہے۔" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا اور اچانک سسٹرز مرد جھلا گئیں۔

"مگر میری تقدیر کیوں کالی ہوگئی میں کیا کروں۔" میں نے اور ڈان ایرن نے چونک کر انہیں دیکھا ڈان ایرن بولا۔

"ڈی پارلو پر جتنے مسافر ہیں' ان سب کو کسی بھی طور امید نہیں تھی کہ وہ کسی ایسی مشکل میں مبتلا ہوجائیں گے۔ جو کچھ ہوا ہے سب کی توقع کے برعکس ہے میں تم سے بھی یہی کہوں گا زمرد کہ جھلاہٹوں کو ذہن میں جگہ نہ دو اور تقدیر کے فیصلے کا انتظار کرو۔"

"ہاں کالی تقدیر کے فیصلے کا....." سسٹرز مرد نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔ میں ہراساں بیٹھی ہوئی تھی سسٹرز مرد کا لہجہ خاصا خراب تھا اگر وہ بھی مجھ سے دور ہوگئیں تو پھر کیا کروں گی میں لیکن میرے پاس کہنے کے لئے کچھ بھی نہیں تھا ڈان ایرن خاموشی سے سسٹرز مرد کو دیکھنے لگا پھر اٹھتا ہوا بولا۔

"میں پھر یہی کہوں گا کہ خود کو کنٹرول میں رکھو ہوسکتا ہے کوئی بہتری نکل آئے۔"

"آپ نے زبان پر تالے کیوں لگا رکھے ہیں مسٹر ایرن..... آپ ہمیں کیوں نہیں بتاتے کہ آپ کو آئندہ کیا کرنا تھا آپ یہ کیوں نہیں بتاتے کہ احمد کمال سعدی نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہمیں آپ کے پاس کیوں بھیجا تھا۔ عجیب پُراسرار کھیل ہے یہ زندگی..... بار بار موت سے ہمکنار ہو رہی ہے اور اس راز کا انکشاف نہیں کیا جا رہا جس کے لئے یہ عذاب مول لیا گیا ہے۔" سسٹر زمرد نے کہا۔

"اس راز سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے بے بی.....!" ڈان ایرن حلیمی سے بولا۔

"وہ تو میں بھی جانتی ہوں مگر کیا کروں پاگل پن سوار ہو گیا تھا مجھ پر' دیوانی ہو گئی تھی میں' جنون طاری ہو گیا تھا مجھ پر ایک احمقانہ جذبے کا اب تو یہ سب ہو گیا ہے میں کیوں برباد ہوئی ہوں کچھ معلوم تو ہو سکے۔" سسٹر زمرد کے لہجے میں غراہٹ تھی۔

"تمہاری مختصر عقل کچھ نہیں سمجھ پائے گی بے بی جو تمہاری سمجھ میں ہی نہ آئے اسے پوچھنے سے فائدہ..... اوکے۔" ڈان ایرن آگے بڑھ گیا زمرد کے چہرے پر شدید غصے کے آثار تھے میں نے آہستہ سے کہا۔ "سسٹر.....!"

"سوری روشنی..... سوری..... بس بہت ہو گیا اس سے زیادہ کچھ ممکن نہیں ہے سوری.....!" وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئیں۔

"سسٹر پلیز.....!" میں نے رندھی ہوئی آواز میں کئی بار پکارا لیکن زمرد تیز تیز قدم اٹھاتی مجھ سے دور چلی گئی پہلی بار میں پھوٹ پھوٹ کر روئی' خوب روئی اور پھر خود ہی خاموش بھی ہو گئی۔ رونے والوں کو کوئی دلاسہ نہیں دیتا تھا میں اکیلی ہی نہیں تھی مسافر عورتوں میں سے اکثر رونے لگتی تھیں ہر ایک کے رونے کی وجہ مختلف تھی لیکن کوئی کسی کے رونے پر توجہ نہیں دیتا تھا رونے کو تو سبھی کا جی چاہتا ہو گا کیونکہ سب کی بپتا یکساں تھی۔ خالد ناراض ہو گیا تھا' سسٹر زمرد بیزار ہو گئیں' ڈان ایرن نے بے بسی کا اظہار کر دیا اب کیا ہو گا..... دماغ پر شدید بحران سوار ہو گیا ہر شے سے وحشت ٹپکنے لگی۔ اپنی جگہ سے اٹھی اور اضطراری طور پر کسی سنسان گوشے کی تلاش میں چل پڑی۔ آس پاس ابھی تک کسی درندے کے نشانات نہیں ملے تھے اس لئے ڈی پارلو کے مسافر دور دور نکل جاتے تھے ان پر کوئی پابندی بھی نہیں لگائی گئی تھی اس وقت بھی لوگ دور دور تک بکھرے ہوئے تھے میں ان سب سے الگ ہٹنا چاہتی تھی چنانچہ آگے بڑھ کر ناریل کے جنگل میں داخل ہو گئی سوکھے ہوئے ناریل جابجا بکھرے ہوئے تھے ان سے خاص قسم کی خوشبو اٹھ رہی تھی۔ اندھیرے میں کسی ناریل کو ٹھوکر لگتی تو وہ دور تک لڑھکتا چلا جاتا بہت دور نکل آئی سرسبز چٹانیں سامنے تھیں لمبی گھاس

میں کہیں کمر کو چھونے لگتی تھی گو تاریکی اچھی طرح پھیل گئی تھی لیکن آسمان روشن اور ماحول مدھم مدھم اجاگر تھا ایک بڑی سی چٹان کے دوسری سمت پہنچی تو کسی کی موجودگی کا احساس ہوا غور کیا تو ایک چھوٹی چٹان پر کوئی عورت بیٹھی نظر آئی وہ بھی شاید سکون کی تلاش میں نکل آئی تھی اور اس خاموش ماحول میں تنہا اس چٹان پر دوسری طرف پاؤں لٹکائے بیٹھی تھی۔ میری جانب اس کی پشت تھی اس کے گھنے سیاہ بال کمر سے گزر کر چٹان پر بکھر گئے تھے۔ میرے قدموں کی آہٹ پر اس نے گردن گھمائی اور میرا دل خوف سے دھڑکنے لگا برف جیسا سفید چہرہ' چمکدار آنکھیں' واضح نقوش جو اجنبی نہ تھے ایک بار اسے جاندار شکل میں اس مکان میں دیکھا تھا جہاں زاغ نے مجھے بھیجا تھا پھر چند باد تصویروں میں' آج پھر وہی شکل میرے سامنے تھی میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی اچانک اس کے نقوش تبدیل ہوئے اور اس کے چہرے پر نفرت ابھر آئی اس کے سفید دانت چمکے اور وہ ہونٹ سکوڑ کر چٹان کے دوسری طرف کود گئی چٹان خالی ہو گئی میں سکتے کے عالم میں کھڑی تھی کہ اچانک میرے قریب میں ایک آواز ابھری۔

"سلاطوفا بن سراری ولا بدعس انطاریہ بلازل انطاریہ۔" (تیرے دیدار نے روشن منور کیا حسین انطاریہ مقدس انطاریہ)۔

سامنے کے منظر نے ہی حواس چھین لئے تھے۔ عقب کی آواز سن کر اوسان خطا ہو گئے۔ بدن میں ٹھنڈی لہریں دوڑ گئیں اور میں نے اضطراری طور پر گھوم کر عقب میں دیکھا۔ انسانی جسم کا ایک ڈھیر کوئی دو گز کے فاصلے پر نظر آیا۔ ایک لمحے کے لئے تو کچھ سمجھ میں نہیں آیا لیکن جب وہ متحرک ہوا تو میں نے اسے بھی پہچان لیا۔ وہ کریہہ صورت زاغ تھا' جو زمین پر دو زانو بیٹھا تھا اور غالباً سجدے کی کیفیت سے اٹھا تھا۔ اس نے جو الفاظ ادا کئے تھے وہ میری سمجھ میں بالکل نہیں آئے تھے۔ اسے پہچاننے کے بعد میرا رخ پھر تبدیل ہو گیا اور قطعی غیر اختیاری طور پر میں اس چٹان کی طرف دوڑی جہاں پر میں نے انطاریہ کو دیکھا تھا۔ چٹان کے عقب میں کچھ نہیں تھا۔ دور دور تک سناٹا پھیلا ہوا تھا۔ میں وہیں کھڑے ہو کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی پھر میں نے زاغ کے قدموں کی چاپ سنی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے پاس آ گیا تھا۔

"مشکل ہے.....!" اس نے آہستہ سے کہا۔ "تمہاری خواہش پر وہ کبھی ہمارے سامنے نہیں آئے گا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"مسٹر زاغ.....!" میں نے سانسوں پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"کہو عزیزہ!"

"تم یہاں کیا کر رہے ہو.....؟"

"معصوم سوال ہے۔ کیا جواب دوں؟" وہ مسکرا کر بولا۔

"میرا پیچھا کرتے ہوئے یہاں آئے ہو.....؟"

"ہاں!" وہ سکون سے بولا۔

"آخر کیوں.....؟"

"میں اکثر تمہارا تعاقب کرتا ہوں بے بی۔ خصوصاً ان اوقات میں جب تم تنہا ہوتی ہو اور سنسان گوشوں میں ہوتی ہو۔"

"میں پھر وہی سوال کروں گی کہ کیوں.....؟"

"اس وجہ سے کہ شاید احمد کمال سعدی تمہارے پاس آئے اور میں اس سے کچھ بات کر سکوں۔"

"مسٹر زاغ۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ میرے ابو کہیں آس پاس موجود ہیں.....؟"

"تمہیں یقین نہیں ہے.....؟" زاغ نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

"مجھے.....؟"

"ہاں بے بی۔ تم نے مجھ سے جو فاصلے اختیار کر رکھے ہیں ان میں تمہارا قصور نہیں ہے۔ احمد کمال سعدی نے جو راستے اختیار کئے ہیں وہ غیر دانش مندانہ ہیں اور وقت بتائے گا کہ ان فیصلوں نے اسے کیا نقصان پہنچایا تم اس بات سے انحراف کیوں کرتی ہو کہ تم کچھ اور حقیقتوں کی شناسا نہیں ہو۔"

"مثلاً..... وہ حقیقتیں کیا ہیں.....؟"

"کیا تمہیں یہ نہیں معلوم کہ ابو الفرزان کی تحویل میں موجود تابوتوں میں احمد کمال سعدی اور انطاریہ کے تصوراتی اجسام ہیں؟"

"نہیں۔ میں نہیں جانتی تھی.....!"

"جھوٹ مت بولو۔ تہہ خانے میں تمہارے الفاظ سنے تھے میں نے۔"

"مجھے بہت بعد میں معلوم ہوا تھا ابو الفرزان کی زندگی میں مجھے نہیں معلوم تھا کہ اس کا ڈان ایرن سے کوئی تعلق تھا۔"

"ڈان ایرن۔" زاغ کی آواز میں غراہٹ سی تھی۔ "اگر تم سچ کہہ رہی ہو تو..... اس بات کے امکانات ہیں کہ ڈان ایرن.....!" زاغ نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا..... وہ خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔ اسی وقت میرے دل میں ایک خیال پیدا ہوا ڈان ایرن کو میرے باپ نے کوئی ہدایت کی اور مجھے اس کے پاس بھیج دیا۔ اس نے مجھے اپنے اشاروں پر نچانا شروع کر دیا جس کے نتیجے میں یہاں تک آنا پڑا اور اب وہ بے بس نظر آتا ہے بلکہ اس کا اظہار بھی کر چکا ہے۔ سسٹرز مرد اب بیزاری کی انتہا کو پہنچ چکی ہیں۔ خالد نے گردن موڑلی ہے اور..... میرے باپ نے مجھ سے رجوع نہیں کیا۔ گویا اب میں بالکل تنہا ہوں اور حالات اس قدر غیر یقینی اور ہولناک۔ اگر ایک شخص مجھ سے دلچسپی رکھتا ہے اور طاقتور بھی نظر آتا ہے تو کیوں نہ اس کا خلوص حاصل کروں۔ وقت کی مسافت میں بالکل تنہا تو نہ رہوں گی۔ احمد کمال سعدی نے مجھے پوری زندگی محبت اور التفات سے دور رکھا ہے۔ خود بھی دور رہے ہیں۔ میری پکار پر کبھی مجھ تک نہیں پہنچے۔ مجھے کسی کا اعتماد حاصل نہیں ہے پھر میرے اپنے فیصلے کسی کے تابع کیوں ہوں۔ اب اس وقت' جب سب الگ الگ ہو چکے ہیں کیوں نہ زاغ ہی سے رجوع کروں۔

زاغ نے کچھ دیر کے بعد کہا۔ "ڈان ایرن نے یقیناً کوئی اپنا کھیل شروع کیا ہے۔"

"سب کے اپنے اپنے کھیل ہیں مسٹر زاغ' ہر ایک صورت بدلنا جانتا ہے۔ آہ کاش میں کوئی سچی صورت دیکھ سکتی۔ منوچہر خلازی' ڈان ایرن اور..... اور....."

"دیکھو لڑکی۔ بہت کم عمر ہے تمہاری' کوئی تجربہ نہیں ہے تمہیں زندگی کا..... جن سچائیوں کو تم سچ کا نام دیتی ہو وہ صرف کہانیاں ہوتی ہیں۔ زندگی ایک حسین مجبوری ہے۔ ہر انسان اس مجبوری کو پرورش کرنے کے جتن کرتا ہے۔ تم بھی کرو۔ اپنے بارے میں سوچو' صرف اپنے بارے میں۔ جہاں سچ بولنا پڑے وہاں سچ بولو' جہاں جھوٹ ضروری ہو اس سے دریغ نہ کرو۔ اسی طرح یہ حسین مجبوری ٹالی جا سکتی ہے..... ورنہ....."

"میں جس مشکل میں گرفتار ہوئی ہوں مسٹر زاغ' اس کا کوئی حل ہے؟" میں نے سوال کیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ان مشکلات کا آغاز کہاں سے ہوا.....؟"

"شاید اس وقت سے جب مجھے اپنے ماں باپ کی جستجو ہوئی۔"

"اور یہ مشکلات کہاں تک پہنچی ہیں.....؟"

"اس ویران جزیرے تک.....!"

"جہاں تک ماں باپ کے تصور کی بات ہے یہ فطری امر ہے۔ ایسا ہونا چاہئے تھا اور اب یہاں کا معاملہ ہے۔ میری اس بات پر ضرور یقین کرلو کہ جو کھیل اس جہاز پر ہوا ہے یا جو اس جزیرے پر جاری ہے وہ بس ایک وقفہ ہے۔ اس وقفے کی مختلف اشکال ہوسکتی تھیں۔ یہ وقت تم اپنی کوٹھی میں بھی پورا کرسکتی تھیں۔ کہیں اور کی خاک چھان کر بھی، کسی بہت بڑی مشکل میں گرفتار رہ کر بھی۔ تمہیں ہر طرح اپنا یہ وقت پورا کرنا ہے۔ اس جہاز میں اس جزیرے میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کا تم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ تم ان سب سے الگ ہو، تمہارا اپنا مقام ہے جسے کوئی زوال نہیں ہے کیونکہ سارے زوال تم پر سے گزر چکے ہیں۔ روشنی! تم تاریخ ہو۔ ایک ٹھوس اور مستحکم تاریخ جو اپنا سفر گزار چکی ہے اور وقت کی کتاب میں درج ہے۔ تمہیں بدلا نہیں جاسکتا۔"

"تاریخ.....؟" میں نے الجھے ہوئے لہجے مین کہا۔

"ہاں، جو بدل نہیں سکتی۔"

"مگر کیسے مسٹر زاغ.....؟"

"آہ کاش۔ یہ تفصیل احمد کمال تمہیں بتاتا۔"

"آپ نہیں بتاسکتے.....؟"

"نہیں، لیکن تمہیں چند اعتراف کرنے ہوں گے۔"

"کیا.....؟"

"تمہیں احمد کمال سعدی کے وجود پر یقین ہے؟"

"ابو۔" میرے حلق سے ایک سسکی سی نکلی۔ "پہلے وہ تصویر میرے لئے سب کچھ تھی میں اسے دیکھ کر مطمئن تھی۔ اس سے زیادہ میرے ذہن میں کچھ نہیں تھا۔ پھر تصویر سے تصور بیدار ہوا، جیتا جاگتا تصور، ملازموں سے جب مجھے پتہ چلا کہ میرے ابو رات کی تاریکیوں میں آتے ہیں، مجھے دیکھتے ہیں، مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں وہ..... تو میرے دماغ میں جھلاہٹ پیدا ہوگئی۔ مجھے ان کے شفقت بھرے لمس کی

خواہش پیدا ہوگئی۔ وہ مجھے نہ ملے تو میرے دل میں بغاوت بیدار ہوگئی، اور میں انحراف کرنے لگی ان کے تمام احکامات سے۔ بعد میں سالک جلال نے زخمی کیفیت میں ڈچ کاٹیجز تک میری رہنمائی کی اور....."

"ایک منٹ، ایک منٹ..... ڈچ کاٹیجز کیا.....؟" زاغ نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ وہ میری داستان پوری توجہ سے سن رہا تھا۔ میں نے اسے ڈچ کاٹیج کے بارے میں بتادیا۔

"خوب۔" زاغ کا چہرہ کھل اٹھا۔ اس نے کہا۔ "کاش یہ بات مجھے کچھ پہلے معلوم ہوجاتی۔ وہ احمق بلاوجہ میرے ہاتھوں زندگی کھو بیٹھا۔"

"کون.....؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"ابو الفرزان۔" زاغ ٹھنڈی سانس لے کر بولا اور میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے میں نے کپکپاتی آواز میں کہا۔

"اسے تم نے قتل کیا تھا؟"

"مجبوری تھی بے بی۔ وہ میرے راستے روک رہا تھا اور اس نے مجھے ایک نقصان سے دوچار کیا تھا۔ خیر اس کا تذکرہ چھوڑو۔ مجھے بتاؤ اس کے بعد تم نے کبھی سعدی کو اپنے نزدیک پایا.....؟"

"نہیں۔"

"مجھے تمہاری بات پر یقین ہے۔"

"لیکن مسٹر زاغ۔ تم نے ابو الفرزان کا خون کیا۔ تم نے ایک زندگی لے لی اور سالک جلال کے بارے میں تم کہتے ہو کہ اسے منوچہر خلازی نے زخمی کیا تھا۔"

"میں اپنے اور تمہارے درمیان سچ کا رشتہ قائم کرنے کی کوشش کرہا ہوں بے بی۔ کوئی جھوٹ ہاتھ آجائے تو تمہاری سوچیں آزاد ہوں گی ابھی انہیں زخمی نہ کرو۔"

"مسٹر زاغ۔ مشکل تو یہ ہے کہ ہر شخص مجھے تاریکی میں رکھتا ہے کوئی مجھے یہ نہیں بتاتا کہ میں کون ہوں۔ میری ابتدا کیا تھی، میری انتہا کیا ہے۔ سب مجھے بس اپنا آلۂ کار بنا کر چلنا چاہتے ہیں۔ کوئی ایسا ہے جو مجھے بھی انسان سمجھے۔ مجھے میرے تاریک ماضی سے روشناس کرائے۔"

"میں ہوں۔ صرف میں ہوں۔ میرے سوا کوئی اور نہیں بتاسکتا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اگر مجھے میرے بارے میں بتا دو مسٹر زاغ' تو تم سے اچھا دوست میرے لئے اور کوئی نہیں ہو گا۔"

"ضرور بتاؤں گا بے بی۔ جس قدر معلوم ہے ضرور بتاؤں گا لیکن اب جو لوگ تم سے منسلک ہیں وہ مجھ سے پُرخاش رکھتے ہیں اور میں اس وقت تک تم پر مکمل بھروسہ نہیں کر سکتا جب تک وہ تمہارے آس پاس موجود ہیں۔"

"میں ان سے بالکل قطع تعلق کر لوں گی۔"

"وہ تم سے قطع تعلق نہیں کریں گے۔" زاغ نے کہا۔

"میں انہیں بالکل منہ نہیں لگاؤں گی۔"

"نہیں بے بی۔ اس سے کچھ نہیں ہو گا۔ وہ تمہیں کبھی نہیں چھوڑیں گے۔"

"آخر وہ مجھے کیسے مجبور کر سکتے ہیں.....؟"

"خلازی نے تمہیں اغوا کرنے کی کوشش کی تھی۔ اگر ایرن کو یہ خدشہ ہو جائے کہ تم اس سے دور ہو رہی ہو تو وہ بھی مقدور بھر کوشش کرے گا۔"

"تو آخر میں کیا کروں.....؟"

"کچھ کر سکو گی.....؟"

"سب کچھ..... جو تم کہو۔" میں نے پورے اعتماد سے کہا۔ زاغ تیکھی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر بولا..... "تو پھر تمہیں تین افراد کو قتل کرنا ہو گا۔ منوچہر خلازی' نادر ہاشمی اور ڈان ایرن۔ تمہیں ان تینوں کو زہر دے کر ہلاک کرنا ہو گا۔"

میرے حلق سے خوف کی آواز نکل گئی۔ میں نے سرسراتی آواز میں کہا۔

"زہر.....؟"

"وہ زہر جس نے ابوالفرزان کو ہلاک کیا۔"

"نہیں۔ یہ میں کیسے کر سکتی ہوں۔ میں ایسا کبھی نہیں کر سکتی۔" میں وحشت زدہ لہجے میں بولی۔

"میں جانتا ہوں۔ اسی لئے کہتا ہوں کہ وقت کا انتظار زیادہ بہتر ہے۔ جب تم تمہیں دوسروں کے تسلط سے آزاد پاؤں گا تو بہت کچھ بتا دوں گا۔ ان حالات میں ممکن نہیں ہے۔ خلازی پھر آزاد ہے۔ سیگارو ایک نڈر انسان ہے وہ اپنے خطرناک دشمنوں کو بھی سطحی نگاہوں سے دیکھتا ہے۔ جہاز پر اس نے خلازی کو سزا دی تھی۔ اگر

سزا جاری رہتا تو خلازی وہی کام کرتا رہتا جو اسے سونپا گیا تھا۔ اب وہ اس جزیرے پر دوسروں کی طرح آزاد ہے اور ممکن ہے کسی طرح تمہارے آس پاس موجود ہو اور ہماری باتیں سن رہا ہو۔"

میں نے سہمی ہوئی نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھا تو زاغ آہستہ سے ہنس دیا پھر بولا۔ "اسے اہمیت نہ دو۔ نہ تمہیں اس سے کوئی خطرہ ہے نہ مجھے....."

"آہ مسٹر زاغ کاش آپ میری مشکل حل کر سکتے۔"

"یقین کرو بے بی' تمہاری مشکل کا حل نہ میرے پاس ہے نہ خلازی' ہاشمی اور ایرن کے پاس۔ صرف وقت تمہارا رہنما ہے۔ وہی تمام فیصلے کرے گا۔"

"آپ مجھے کچھ بتا تو سکتے ہیں مسٹر زاغ کہ جس طرح میرے باپ کا ایک ٹوٹا پھوٹا وجود ہے اسی طرح کیا میری ماں بھی موجود ہے؟"

"ہاں' وہ ہے۔"

"زندہ ہے؟"

"یہی سمجھ لو۔"

"انطاریہ ہے وہ؟"

"بالکل نہیں۔ انطاریہ تو..... وہ تو....." زاغ اچانک خاموش ہو گیا۔

"ہاں بتاؤ۔"

"انطاریہ تمہاری ماں نہیں ہے۔"

"دوسرے تابوت میں کون ہے؟ یا کون تھا؟"

"انطاریہ۔"

"وہ کون تھی؟"

"مقدس محافظ..... عظیم نگراں۔"

"جس طرح وہ روپ دھار سکتی ہے۔ جیسے اس مکان میں جہاں تم نے مجھے بھیجا تھا۔ یا جیسے ابھی تم نے بھی اسے مجسم دیکھا اسی طرح کیا احمد کمال سعدی اپنا جسم نہیں حاصل کر سکتے؟"

"اس سوال کا جواب بہت سے ایسے عقدے کھولتا ہے جو مستقبل کی گرد میں دھندلائے ہوئے ہیں اسی لئے میں ان کا جواب نہیں دے سکوں گا۔"

"وہ اپنا جسم حاصل کر سکتے ہیں یا نہیں؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"نہیں۔" زاغ نے جواب دیا اور میرا دل الجھ گیا۔ کچھ دیر کے بعد میں نے کہا "تم سے تعاون کرنے کے لئے مجھے کیا کرنا ہوگا زاغ؟"

"اگر خلوص دل سے یہ وعدہ کرو تو میں تم سے صرف ایک بات کہوں گا تمہارے لئے مشکل نہ ہوگی۔ احمد کمال تم سے دور نہیں ہے جس طرح تم نے انظار کو دیکھا وہ ثبوت ہے اس بات کا کہ انہوں نے اپنے تابوت چھوڑ دیئے ہیں لیکن ا جہاز میں سفر کیا ہے انہوں نے۔ اگر احمد کمال سعدی تم سے مخاطب ہو تو اس سے کہنا اس نے کمزور سہارے حاصل کئے ہیں۔ اس سے کہنا احمق مئورخ..... نیلا ستا نیچے اتر چکا ہے۔ اس سے کہنا کہ تو نے اپنے گناہ کا پھل پالیا لیکن اب بھی باز نہیں آیا..... اس سے کہنا کہ مزید حماقتیں نہ کرے جو بن چکا ہے اور جو ماضی میں چلا ہے اسے نہیں بھلایا جاسکتا۔ اس سے کہنا کہ زرموس سے بہتر راہبر اور کوئی نہ ہوگا اس کا جو دل چاہے کرلے اسے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ تاریخ سے بھی کوئی جنگ ہو ہے۔ اس سے کہنا کہ زرموس سے ملے..... وہی اس کی رہنمائی کرے گا۔"

"زرموس کون ہے؟" میں نے سوال کیا اور زاغ نے کوئی جواب دیئے بغ واپسی کے لئے قدم اٹھا دیئے۔ میں اسے آوازیں دیتی رہ گئی مگر وہ نہیں رکا تھا۔ کچ دیر کے بعد وہ نگاہوں سے اوجھل ہوگیا' رات خوب گہری ہوگئی تھی۔ مجھے کچھ خوف محسوس ہونے لگا۔ میں تیز تیز قدموں سے واپس چل پڑی۔

☆------☆------☆

کھلے آسمان کے نیچے بسیرا کرنے کے لئے کوئی جگہ مخصوص نہیں تھی۔ جہاں چا پڑ رہو۔ سسٹر زمرد کی بے رخی سے بہت دلبرداشتہ ہوگئی تھی۔ رات میں انہیں تلاش بھی نہیں کرسکی اور ایک جگہ کھردری زمین پر لیٹ گئی۔ دوسری صبح کوئی خاص نہیں تھی۔ ہاں گیارہ بجے کے قریب میں نے سسٹر زمرد کو دیکھا جو ڈاکٹر الیاس کے ساتھ ایک درخت کے نیچے بیٹھی ہوئی تھیں۔ جب ہم ڈی پارلو کے اسپتال میں کام کرتے تھے تو ڈاکٹر الیاس سے ہماری ملاقات ہوئی تھی پینتیس سالہ پُروقار انسان تھے اور سے نہایت نرمی اور محبت سے پیش آئے تھے لیکن اس وقت ایک عجیب سا احساس ہو رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے سسٹر زمرد خوش ہوں۔ نہ جانے کیوں میرے قدم رکے اور میں آگے بڑھ کر ان کے قریب پہنچ گئی۔ میں نے محسوس کیا کہ سسٹر چہرے کے تاثرات خوشگوار نہیں ہیں انہوں نے مجھے بیزاری سے دیکھا تھا۔

"ہیلو.....!" میں نے آہستہ سے کہا۔

"ہیلو مس..... کیسی ہیں آپ..... آپ تو مس زمرد کی دوست ہیں۔" ڈاکٹر الیاس نے کہا۔

"صرف شناسا....." سسٹر زمرد نے بے رخی سے کہا اور میری آنکھوں میں آنسو آگئے۔

"شناسائی دوستی کی پہلی سیڑھی ہوتی ہے۔ اسپتال میں آپ دونوں کو یکجا دیکھا تھا۔"

"جی ہاں..... آپ خیریت سے ہیں ڈاکٹر.....؟" میں نے خود کو سنبھال کر کہا۔

"بالکل! آیئے بیٹھئے۔" ڈاکٹر نے کہا۔

"شکریہ ڈاکٹر..... ادھر سے گزر رہی تھی رک گئی۔ مداخلت کے لئے معذرت۔" میں آگے بڑھ گئی۔ زمرد بری طرح بگڑ گئی تھی۔ جو کچھ بھی تھا میں اسے برا نہیں کہہ سکتی تھی کہاں تک میرے ساتھ لگی رہتی بے چاری حالات کا شکار ہو کر جھنجھلا گئی تھی۔ بہرحال اچھا ہے اگر اس کی کچھ دل بستگی ہو جائے۔

وقت کچھ اور آگے بڑھ گیا۔ کوئی خاص بات نہیں ہوئی مگر کب' تک۔ سیگارو اور اس کے ساتھی چند دوسرے افراد کے ساتھ زیادہ تر ڈی پارلو پر رہتے تھے۔ انہوں نے مخصوص علاقے کو ممنوعہ علاقہ بنا دیا تھا۔ خوراک پر بدستور پابندی تھی۔ ہاں ناریل اور جھاڑیوں کے خودرو پھل جتنے چاہو کھائے جاسکتے تھے' چائے اور دوسری چیزوں پر زبردست کنٹرول تھا۔ اب لوگوں میں کچھ بے چینی سی پیدا ہونے والی تھی۔ پھر اس سلسلے میں ایک اجتماع ہوا۔ میں بھی وہیں موجود تھی۔ مسٹر ایلن روز اس اجتماع کی صدارت کر رہے تھے انہوں نے کہا۔

"آپ لوگوں سے میں مسٹر ڈان اوٹرویلی سیگارو کے رویہ کے بارے میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ مسٹر سیگارو جہاز کے کپتان ہیں۔ بے شک وہ ہماری زندگیوں کے محافظ بنے لیکن یہاں آنے کے بعد دو تشویشناک صورتیں سامنے آئی ہیں۔ نمبر ایک ان کا رویہ ایک حکمراں جیسا ہے دوم یہ کہ وہ اب یہاں سے روانگی کی کوئی بات نہیں کرتے یوں لگتا ہے جیسے وہ یہاں آکر مطمئن ہوگئے ہوں لیکن کیا ہمیں بقیہ زندگی یہیں گزارنی ہوگی؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔" چند لوگوں نے جواب دیا۔

"پھر اب کیا کریں..... کیا ہونا چاہئے؟"

"سیگارو سے سوال کیا جائے کہ اب یہاں سے آگے کا سفر کیسے شروع ہوگا۔ کب تک وہ اس جزیرے کو چھوڑنے کا ارادہ رکھتا ہے اور آگے کے لئے کیا منصوبہ ہے؟"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں..... وہ بے شک ہمارا محسن ہے لیکن اب آگے کے بارے میں اس کا ارادہ بھی تو پتہ چلے بہرحال آپ لوگوں کے تعاون سے میں مسٹر سیگارو سے اس سوال کے لئے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ سب نے آمادگی کا اظہار کردیا تھا۔ مسٹر ایلین روز سیگارو سے ملے اور اس نے نہایت خلوص سے ان کی باتیں سنیں پھر کہا کہ کل ان باتوں کا جواب دیا جائے گا۔ جگہ بھی اس نے منتخب کردی۔ ساحلی چٹانوں کے درمیان وسیع میدان میں اس نے جہاز کے ایک ایک مسافر کو طلب کرلیا اور کچھ دیر کے بعد ایک میگا فون ہاتھ میں لئے خود بھی ایک چٹان پر جاکھڑا ہوا۔ وہ بہت مسرور نظر آرہا تھا۔

"معزز دوستوں کو میں خود بھی مخاطب کرنا چاہتا تھا تاکہ اپنے آئندہ پروگرام کے بارے میں تفصیل بتادوں۔ آج وہ وقت آگیا ہے جب میں نے اپنے دل کی بات کہہ دی۔ آپ لوگوں کا تعلق مختلف ممالک سے ہے لیکن جو دوسرے ممالک سے اور خصوصاً پرتگال سے واقفیت رکھتے ہیں ان میں سے بیشتر نے پرتگال کے عظیم ویلبی خاندان کے بارے میں سنا ہوگا۔ میرا دادا سلاٹن گستارو ویلبی پرتگال کا بادشاہ رہ چکا ہے۔ مگر میرے باپ یوزن ویلبی کو بادشاہت نہیں ملی اور وہاں سے اس خاندان کے زوال کا آغاز ہوگیا۔ پرتگال میں جب یوزن گستارو کو سزائے موت دی گئی تو میں جنوبی امریکہ میں زیر تعلیم تھا۔ باپ کے قاتلوں کے خلاف میرے دل میں نفرت بیدار ہوگئی اور میں خفیہ طور سے پرتگال گیا۔ مین نے اپنے باپ کے قاتلوں کے خاندان تباہ کردیئے اور پھر جرم میری زندگی بن گیا۔ اس کے بعد میں نے نہ جانے کیا کچھ کیا وہ ایک طویل کہانی ہے لیکن..... میں فطرتاً بادشاہ ہوں۔ میرے دل میں بادشاہت کے خواب چٹکیاں لیتے رہتے تھے۔ میں نے ہمیشہ بادشاہ بننے کی آرزو کو دل میں زندہ رکھا اور نہ جانے کیوں مجھے یقین تھا کہ ایک دن میرا یہ خواب پورا ہوگا۔ میں نے لاتعداد بحری جہاز لوٹے اور خزانہ جمع کیا لیکن میری آرزو پوری نہ ہوئی اور میں گرفتار ہوگیا۔ ڈان اوٹرو ویلبی سیگارو کا خواب ادھورا رہ گیا لیکن میری تقدیر اس کے

مجھے میرے خوابوں کی تعبیر دینا چاہتی تھی۔ ایک دلچسپ حادثے نے میری آرزو پوری کردی۔ ڈی پارلو سمندری طوفان کی نذر ہوا بعد کے حالات کا تذکرہ فضول ہے آپ سب جانتے ہیں کیا ہوا۔ ہم اس جزیرے تک آگئے یہ جزیرہ جہاں تک میں نے دیکھا ہے سرسبز و شاداب ہے۔ یہاں کی زمین زرخیز ہے اور صدیوں انسانی زندگی کی کفالت کرسکتی ہے۔ یہاں کے نوآباد ایک حسین زندگی گزار سکتے ہیں۔ اس دوران میں مکمل جائزہ لیتا رہا ہوں۔ میرے دوستو..... ڈی پارلو ایک مکمل جہاز ہے لیکن عام سمندری راستوں سے اتنے دور ہٹ گئے ہیں کہ اب انہیں پانا ممکن نہیں ہے ممکن ہوتا بھی تو میں اس طرف جانا پسند نہ کرتا۔ پیارے دوستو' میں نے ایک منصوبہ بنایا ہے اور یہاں آنے کے بعد اس پر کام کرتا رہا ہوں۔ میری ضروری کارروائیاں مکمل ہوگئی ہیں اور اب آج جب مجھ سے یہ سوال کیا گیا ہے کہ مستقبل میں میرا کیا پروگرام ہے تو اس وقت کو مناسب سمجھتا ہوں کہ اپنے پروگرام کا اعلان کردوں۔ دوستو' ڈان اوٹرو ویلبی سیگارو کا دادا پرتگال کا بادشاہ تھا۔ نسلیں بادشاہت کا مزاج نہیں بدلتیں۔ میں بحری قزاق رہا' ایک دہشت گرد قاتل رہا' لیکن میرے ذہن میں بھی ایک بادشاہ پروان چڑھ رہا تھا ایک مطلق العنان حکمران مجھ میں جی رہا تھا' جسے کسی بھی لمحے اپنی بادشاہت کا اعلان کرنا تھا۔ بظاہر یہ منصوبہ نامکمل ہی محسوس ہوتا تھا لیکن ہر مکمل کی تکمیل کبھی نہ کبھی ہو ہی جاتی ہے۔ اب یہ جزیرہ میں نے اپنی مملکت قرار دیا ہے اور آپ لوگ میری قلم رو کے معزز باشندے قرار پائے ہیں..... میں اپنی بادشاہت کا اعلان کرتے ہوئے آپ لوگوں کے لئے یہ حکم صادر کرتا ہوں کہ اس بادشاہت کو خلوص دل سے قبول کریں۔ میں اور میرے ساتھی آپ کے لئے منصوبہ بندی کریں گے آپ کو ایک بہتر زندگی دی جائے گی۔ آپ نے دیکھا کہ ڈی پارلو میں آپ کے ساتھ میرا جو رویہ رہا وہ درحقیقت ایک بادشاہ ہی کا رویہ ہے۔ میں رحم اور معاف کرنا جانتا ہوں..... مجھے حکمرانی کرنا آتی ہے اور میری قلم رو میں رہنے والے معزز باشندوں کو بہت سے مشکل مسائل سے دوچار نہیں ہونا پڑے گا۔ شرط وفاداری ہے' آپ لوگ میری اس نئی مملکت کو خلوص دل سے اپنی زمین تسلیم کریں اور مجھے اپنا بادشاہ..... باقی منصوبے اس کے بعد منظر عام پر لاؤں گا۔ تو اب پہلا سوال میں آپ سے یہ کرنا چاہتا ہوں کہ میرے اس منصوبے پر یا میری بادشاہت پر کسی کو کوئی اعتراض ہے؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایک سمت سے کوئی چیخا۔ "اس کا مطلب ہے ڈان اوٹرویلبی سیگارو کہ درحقیقت تم پاگل ہو' احمق اور دیوانے ہو' ہم اپنے گھر واپس جانا چاہتے ہیں ہم نے تمہیں ایک کپتان کی حیثیت دی تھی کیونکہ تم جہاز چلانا جانتے ہو اور اس کے بعد ہم نے تم سے صرف اس لئے تعاون کیا کہ ظاہر ہے سمندر کی وسعتوں میں کوئی حتمی بات نہیں کہی جاسکتی لیکن تم نے جو احمقانہ اعلان کیا ہے وہ تمہارے پاگل پن کی دلیل ہے۔ فضول باتوں سے گریز کرو اور اب جس قدر جلد ممکن ہو یہاں سے نکلنے کی منصوبہ بندی کرو اور اگر تم دیوانے ہو تو بے فکر رہو ہم تمہاری دیوانگی کو درست کردیں گے۔ تم سمجھے کیا ہو۔" بولنے والا کوئی پُرجوش نوجوان تھا..... اوٹرویلبی سیگارو کے چہرے پر کسی قسم کا غصہ نمودار نہیں ہوا تھا جبکہ لوگ سنسنی خیز نگاہوں سے اس کے چہرے کا جائزہ لے رہے تھے۔ ویسے تمام ہی دلوں میں تشویش کے آثار نمودار ہوگئے تھے سیگارو پر تو وہ بے حد بھروسہ کرنے لگے تھے اور اتنے دن کے قیام اور انتظامی امور کو انہوں نے ایک کپتان کی دانش مندی اور ضروری کارروائی ہی سمجھا تھا لیکن سیگارو کے ذہن میں کوئی دیوانگی پل رہی ہے' اس کا کسی کو احساس نہیں تھا سب ہی ابتدائی جھٹکے سے سکتے کے عالم میں رہ گئے تھے اور اوٹرویلبی سیگارو نے مسکرا کر گردن ہلائی اور بولا۔

"ہاں میں جانتا ہوں کہ جہاز کے مسافروں میں سے کوئی ایسا نہیں ہوگا جس نے زندگی میں کبھی کسی کی قلمرو میں آباد ہونے کے بارے میں سوچا ہوگا۔ آپ لوگوں کے گھر ہوں گے عزیز واقارب ہوں گے زمین جائیداد ہوگی کاروبار ہوں گے لیکن ڈی پارلو کا سمندری سفر آپ میں سے کسی نے میرے ایما پر میری کسی سازش کے نتیجے میں نہیں کیا تھا۔"

"اس بات سے تمہارا کیا مطلب ہے؟" ایک اور گوشے سے کسی کی آواز آئی۔

"آپ سب سمندری طوفان کی نذر ہوگئے ہیں۔ آپ سب مرچکے ہیں ڈی پارلو ناکارہ انجنوں والا ایک لوہے اور لکڑی کا گھر ہے جو سمندر پر کھیل رہا ہے۔ اس پر آہستہ آہستہ غذائی ذخیرے ختم ہوچکے ہیں پانی موجود نہیں ہے۔ دھوپ اور نمی اسے زنگ آلود کررہی ہے اور مسافر مرنا شروع ہوچکے ہیں۔ آپ ان کی لاشیں سمندر میں پھینک رہے ہیں اور پھر آپ بھی مرجاتے ہیں۔ بتایئے آپ میں سے کوئی زندہ ہے؟"

"کیا تم یہ ہوش مندانہ باتیں کررہے ہو؟"

"یہ ساری ٹھوس حقیقتیں ہیں جو آپ کو تسلیم کرلینی چاہئیں یہ زندگی میں نے آپ کو دی ہے اور یہ سمندر کا قانون ہے میں نے اس قانون کا تذکرہ پہلے ہی کردیا تھا سمندری جہاز جب تباہ شدہ تسلیم کرلیا جاتا ہے تو اسے بچانے والا اس کا مالک ہوتا ہے۔ میں آپ سب کا مالک ہوں۔ میں آپ سب کا مالک ہوں میں آپ کا آقا ہوں۔"

"یہ قانون انسانوں پر لاگو نہیں ہوتا۔" پولڈ گراہم نے کہا۔

"اس کا ساز و سامان تو میرا ہے۔" سیگارو مسکرا کر بولا۔

"ہاں بے شک۔"

"اور یہ بحری قانون ہے۔"

"اس کا اعتراف کیا جاچکا ہے۔"

"تھوڑی سی ترامیم میں بھی تو کرسکتا ہوں اور اس قانون میں یہ اضافہ میں نے کرلیا ہے۔ میرے پاس آئندہ زندگی کا مکمل منصوبہ موجود ہے۔ ہمارے اعداد و شمار میں جہاز پر چھ سو چالیس مرد ہیں جن میں پانچ سو اٹھارہ نوجوان ہیں باقی بوڑھے۔ چار سو تیس خواتین ہیں جن لوگوں کی بیگمات ان کے ساتھ سفر کررہی ہیں وہ ان کے سند یافتہ شوہر ہیں۔ اس کے علاوہ کسی کا کوئی رشتہ قابل قبول نہیں۔ ہر بالغ لڑکی کسی سے منسوب کردی جائے گی۔ اس طرح میری مملکت میں نسلوں کا اضافہ ہوگا۔ ہم اس جزیرے کو دنیا کی ہر کثافت سے پاک ایک مثالی مملکت بنائیں گے۔ یہاں زندگی کی ہر آسائش مہیا کی جائے گی اور آپ اور آپ کی نسلیں یہاں ایک حسین زندگی گزاریں گی۔"

"تم احمق ہو سیگارو۔" ایک بوڑھے شخص نے شدید غصے سے کہا۔ وہ اپنی چار نوجوان بیٹیوں کے ساتھ جہاز میں سفر کررہا تھا۔

"آنے والے وقت میں یہ ثابت کروں گا کہ میں احمق نہیں ہوں۔ مجھ سے تعاون کریں۔ تو دوستو۔ میرے پاس اس نئی مملکت کا مکمل منصوبہ موجود ہے۔ آپ لوگ یہاں اپنے گھروں میں رہیں گے ہمارے پاس کھلا سمندر ہے جو مچھلیوں سے لبریز ہے کوکونٹ کے جنگل ہیں اور یہ نہایت کارآمد شے ہے۔ یہ جنگلی پھل ہیں جن کی افزائش کی جاسکتی ہے۔ آپ خود سوچیں یہاں ہمیں کیسی حسین زندگی حاصل ہوگی۔"

"لعنت ہے تمہاری اس بکواس پر۔"

"پیارے دوستو..... یہ تمہاری تقدیر ہے اسے قبول کرلو اس میں بہتری

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے۔ فرض کریں آپ لوگوں نے میری اس گزارش کو قبول نہ کرکے مجھے ہلاک کردیا پھر آپ کیا کریں گے۔"

"ہم انتظار کریں گے تقدیر کے فیصلے کا۔"

"فیصلہ تو ہوچکا ہے۔ اب میں خصوصاً اپنے نوجوان دوستوں سے مخاطب ہوں۔ دوستو کیا آپ کو یہ دلکش زندگی قبول نہیں ہے۔"

چاروں طرف سکوت طاری رہا تھا پھر مخالفین نے کہا۔ "کوئی تمہاری اس بکواس کو قابلِ اعتناء نہیں سمجھتا۔"

"نہیں میرے بزرگو..... نوجوانوں نے ابھی اس دلکش منصوبے پر غور نہیں کیا ہے۔ اچھا یوں کریں جو میرے شدید مخالف ہیں وہ اس طرف آکر جمع ہوجائیں۔ اس طرف اس سیاہ چٹان کے سائے میں... ..... جو مجھے سمجھانا چاہتا ہے وہ اس جگہ جہاں نمبر دو کا ہندسہ لکھا ہوا ہے۔ جو سوچنا چاہتے ہیں وہ اس تیسرے پوائنٹ پر اور جنہوں نے مجھ سے اتفاق کرلیا ہے وہ چوتھی جگہ۔ ہاں تعمیل چاہتا ہوں ورنہ مجھے غصہ آجائے گا۔"

کوئی تیس پینتیس آدمی شدید مخالفوں کے پوائنٹ پر جاکھڑے ہوئے تھے باقی سب اپنی جگہ کھڑے رہے۔ "تعمیل چاہتا ہوں۔" سیگارو درشت لہجے میں بولا۔

اچانک زاغ میرے پاس پہنچا اور اس نے میرا بازو پکڑا اور پوائنٹ نمبر چار پر گھسیٹ لے گیا۔ اور بھی بہت سے لوگ وہاں آگئے جن میں خالد خلازی سسٹرز مرد وغیرہ تھے۔

ڈان سیگارو نے محبت بھری نگاہوں سے پوائنٹ نمبر چار پر کھڑے ہوئے لوگوں کو دیکھا' پھر باقی لوگوں کو..... اور اس کے بعد ان لوگوں کی جانب متوجہ ہوگیا جو اس کے مخالفین کے طور پر کھڑے ہوئے تھے اور آپس میں چہ میگوئیاں کررہے تھے۔ اس نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور نرم لہجے میں بولا.....

"جو منصوبہ میں نے بنایا ہے دوستو آپ لوگ یقین کریں کہ وہ ہر لحاظ سے مکمل اور ناقابل تنسیخ ہے۔ اصل میں ہم جو فاصلہ طے کرکے یہاں پہنچے ہیں اول تو اس کی واپسی ہی ممکن نہیں ہے بھٹکنے لگیں تو آپ میں سے ہر ایک جانتا ہے کہ سمندر کی وسعتیں دنیا سے اور زمین سے تین گنا زیادہ ہیں کتنے عرصے بھٹک سکتے ہیں ہم..... کتنا رسک لے سکتے ہیں۔ بالآخر ایک بے کسی کی موت سے دوچار ہونا پڑے گا۔

ہمارے پاس راستوں کا تعین نہیں ہے یہ وہ بات ہے جو ایک ٹھوس حقیقت کی حیثیت رکھتی ہے اور اس میں آپ کو احمق بنانے کا کوئی عنصر شامل نہیں ہے بجائے اس کے کہ ہم سمندر میں ایک ایک کرکے بے بسی کی موت کا شکار ہوجائیں کیا میرا منصوبہ زیادہ مؤثر نہیں ہے؟ آپ لوگ مخالفت برائے مخالفت کررہے ہیں ایسا نہ کریں میں آپ کا شکر گزار رہوں گا۔"

"سیگارو اس میں کوئی شک نہیں کہ تمہارے بارے میں فرانسیسی افسر نے جو کچھ کہا تھا درست تھا دوران سفر تم نے بہتر اخلاق کا مظاہرہ کرکے ہم کو احمق بنایا۔ جبکہ حقیقت یہ تھی کہ اس وقت بھی تمہارے ذہن میں دیوانگی پل رہی تھی تم بحری قزاق ہو' جان بوجھ کر تم نے ایسے ویران سمندروں کا رخ کیا' جہاں زندگی نہ ہو..... لیکن تمہاری اس بے ایمانی کو ہم قبول نہیں کرتے۔ کیا کرلو گے تم ہمارا..... کتنے ہو تم لوگ اگر ہم سب تم پر یلغار کردیں تو تم اور تمہارے ساتھی ہمارے ہاتھوں مارے جائیں گے۔ ہمیں اس کے لئے مجبور نہ کرو بلکہ ایک بہتر جہاز راں کی حیثیت سے یہاں سے نکلنے کی منصوبہ بندی کرو۔"

"میرے معزز بزرگ میری دلی آرزو ہے کہ آپ ہمارے درمیان زندہ رہیں آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ اب ممکن نہیں رہا اپنے ساتھیوں کو بھی سمجھایئے میں یہاں زندگی چاہتا ہوں کسی قسم کی چپقلش نہیں۔"

"اگر تم دو منٹ کے اندر اندر اپنے منصوبے کو ترک نہیں کردیتے تو پھر بات ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گی۔"

"دو منٹ ٹھیک ہے معزز بزرگ کاش آپ اور آپ کے ساتھی مجھ سے تعاون کرلیتے' مجھے دلی خوشی ہوتی لیکن افسوس' افسوس' افسوس۔"

سیگارو نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کئے اور دفعتاً ہی جزیرے کی خاموش فضا میں مشین گنوں کی آوازیں ابھریں اور اس کے ساتھ ہی بے شمار دلخراش چیخیں' جو افراد پوائنٹ نمبر ایک پر کھڑے ہوئے تھے ان کے جسم مشین گنوں سے چھلنی ہوگئے اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ خاک و خون میں لوٹنے لگے۔ بے شمار چیخیں بلند ہوئیں اور لوگ دہشت سے کانپ اٹھے۔ بہت سے زمین پر گر پڑے بہت سوں نے راہِ فرار اختیار کرنے کی کوشش کی لیکن مشین گنوں کی گرج پر سیگارو کی میگا فون سے ابھرنے والی آواز حاوی ہوگئی اس نے کہا.....

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"نہیں' جس نے راہِ فرار اختیار کی وہ بھی گولیوں کا نشانہ بن جائے گا ایک بھی فرد یہاں سے فرار نہ ہو ایک بھی فرد یہاں سے آگے نہ بڑھے مخالفین کو' بغاوت کرنے والوں کو موت کی سزا بھگتنا ہوتی ہے انہوں نے یہ سزا خود ہی اپنے لئے تجویز کی تھی میرا قصور نہیں ہے۔"

دوڑنے والے رک گئے چاروں طرف سے رونے پیٹنے کی آوازیں ابھر رہی تھیں۔ مخالفت کرنے والوں میں بہت سوں کے عزیز و اقارب بھی شامل تھے۔ سونت گال نے اپنے ساتھ کھڑے ہوئے آدمی سے کہا۔

"حقیقت یہ ہے کہ میں بہت دلبرداشتہ تھا بہت افسوس تھا مجھے کہ سیگارو اپنی فطرت سے ہٹ گیا ہے سب نے میری مخالفت کی تھی سب نے اس کا ساتھ دیا تھا آہ اس وقت میں سب سے زیادہ خوش ہوں کہ ان لوگوں کو اپنے کئے کی سزا بھگتنی پڑی۔"

مرنے والے مرگئے ان کے جسم زمین پر بے حس و حرکت پڑے ہوئے تھے۔ سیگارو نے کہا۔

"میرے پیارے دوستو میں چاہتا ہوں کہ اب وہ پوائنٹ نمبرون پر آجائیں جنہیں اپنے ساتھیوں کی موت پر افسوس ہوا ہے اور وہ جوش و غضب میں ڈوب کر میرے خلاف عمل کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ آئیں اور مجھ سے اپنے ساتھیوں کا انتقام لیں۔ کیا خیال ہے آپ لوگوں کا؟ اصل میں' میں نے جب ڈی پارلو کا نظام سنبھالا تھا تو سب سے پہلے عمل یہی کیا تھا کہ اسلحہ اپنے قبضے میں کرلیا۔ اسلحہ اگر مختلف ہاتھوں میں ہوتا تو پھر مقابلہ کیا جاتا پہلے تو میں نے اپنے ہر مقابل کو شکست دے دی اس کے بعد میں نے دوسرے معاملات پر توجہ دی۔ مائی ڈیئر سونت گال اس وقت آپ کو سب سے زیادہ مایوسی کا سامنا کرنا پڑا ہوگا آپ اس بات کی توقع رکھتے ہوں گے کہ میں کہیں غلطی کروں گا اور آپ حالات کا پانسہ پلٹ دیں گے لیکن غلطیاں ایک دو ہی ہوا کرتی ہیں زندگی میں۔ میں کسی بھی ایسے شخص کو ہلاک کرنے کی کوشش نہیں کروں گا جس سے میری ذاتی مخالفت ہو لیکن اس نظام کی مخالفت کرنے والے کسی بھی شخص کو زندہ چھوڑنا میرے لئے کبھی بھی ممکن نہیں ہوگا۔ ہر شخص کو میری ہدایت پر عمل کرنا ہوگا اور میں دعویٰ کرتا ہوں کہ جب میری یہ جنت مکمل ہو جائے گی تو آپ لوگ دنیا کے مسرور ترین انسان ہوں گے۔ کچھ عرصے کے بعد میں ڈی پارلو کے وجود کو

کردوں گا اس کا لوہا اور لکڑی اور دیگر اشیاء ہمارے مستقبل کی تعمیر میں کام آئیں ۔ میں ایک مکمل حکمراں ہوں۔ اب آخری بات سن لیں۔ کوئی سازش نہ کی جائے ئی مخالفت نہ کی جائے کوئی تنظیم نہ بنائی جائے ورنہ آپ زندگی کھونے کے سوا کچھ یں کرپائیں گے۔ میں یہ کام مرحلے وار کروں گا آپ سب کو مطمئن کرنا میرا کام گا۔ ان لاشوں کو سمندر میں پھینک دیا جائے میرے دوست یہ کام کریں۔ اور سنیں اب جگہ چٹانوں پر مشین گنیں دوربینوں کے ساتھ نصب ہیں۔ ہر شخص کو دور دور ں نشانہ بنایا جاسکتا ہے اب سب منتشر ہو جائیں۔"

☆======☆======☆

لوگ بادلِ ناخواستہ منتشر ہوگئے تھے ہاں وہ لوگ جن کے عزیز و اقارب مارے ئے تھے وہ لاشوں سے لپٹ کر رونے لگے۔ رقت آمیز مناظر پھیل گئے پروفیسر زاغ نے ہستہ سے کہا۔

"آؤ بے بی درندوں سے احتیاط رکھنا ضروری ہوتا ہے۔" میں خاموشی سے اس ے ساتھ چل پڑی اتنے سارے لوگوں کی موت نے میرے اعصاب پر بھی برا اثر ڈالا ور میری چال میں لڑکھڑاہٹ تھی بمشکل میرے منہ سے نکلا۔ "مسٹر زاغ اب کیا وگا؟"

"کچھ نہیں یہ جو کچھ ہو رہا ہے اس کا تم سے کوئی تعلق نہیں ہے تمہارا کوئی مسئلہ یں ہے تمہارے مسائل ان سب کے مسائل سے الگ ہیں۔ یہ گزرنے والے حالات کا کھیل ہے۔ تمہیں اس پر توجہ دینی چاہئے نہ اس سے خوف زدہ ہونا چاہئے۔"

"آپ کی کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آرہی۔"

"اس سے قبل بھی بہت سی باتیں تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں بس تھوڑا سا قت اور میری بچی تھوڑا سا وقت اور!" میں ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہوگئی۔ ہر خص سہم گیا تھا ہر شخص سحر زدہ تھا لوگ سست نظر آرہے تھے اور جگہ جگہ ٹولیاں نائے بیٹھے تھے۔ اسی طرح رات ہوگئی کھانا تقسیم ہوا اور لوگوں نے پیٹ کا دوزخ بھرا۔ دوسرے دن سیگارو کی تاج پوشی کی رسم کا اعلان ہوا اور جہاز کے مسافروں سے کہا گیا کہ وہ عمدہ لباس پہنیں۔ انہیں ان کا سامان دے دیا گیا تھا۔ چاروں طرف مصنوعی خوشیاں پھیل گئیں۔ سب زندگی بچانے کا سامان کر رہے تھے سونت گال نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سیگارو کے بارے میں جو کچھ کہا تھا وہ ایک جھلک کی شکل میں سامنے آیا تھا مگر یہ جھلک ہی مکمل تھی اور اس سے سیگارو کی شخصیت کا بھرپور اندازہ ہو جاتا تھا۔ پانچ بجے تاجپوشی کی احمقانہ رسم ادا ہوئی اور ڈان سیگارو کو اس مملکت کا حکمراں قرار دیا گیا۔ مملکت کو "گرین ہیون" کا نام دیا گیا تھا۔ اس دن ڈی پارلو کے کچن پر بھی کام ہوا تھا اور سیگارو کی رعایا کو عمدہ کھانا پیش کیا گیا تھا۔ پھر اس رات جشن برپا ہوا اور نوجوانوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ نوجوان لڑکیوں سے اپنی پسند کا اظہار کریں اور اگر وہ انہیں قبول کرلیں تو کسی بھی وقت ان کی مذہبی رسومات کے مطابق انہیں اپنی زندگی میں شامل کرلیں۔ لڑکیوں سے صرف اتنا کہا گیا کہ وہ کسی سے بھی اپنی ناپسندی کا اظہار کرسکتی ہیں لیکن کسی نہ کسی کا انتخاب ضرور کرنا ہوگا انہیں تاکہ سیگارو کا منصوبہ آگے بڑھے۔

یہ مرحلہ نہایت بیہودہ تھا اس وقت میں سخت خوف میں مبتلا ہوگئی جب خالد میرے قریب آگیا۔ "میں تمہیں اپنانے کا خواہش مند ہوں۔" اس نے پھیکے سے لہجے میں کہا۔

"میں تمہاری آنکھوں میں انگلیاں چبھو کر تمہیں اندھا کردوں گی۔" میں نے طیش سے کہا۔

"روشنی یہ ضروری ہے کہ اس وقت جذبات سے کام نہ لو..... تم اس کا اعلان سن چکی ہو۔"

"تمہاری جگہ میں کسی خارش زدہ کتے کو قبول کرلوں گی لیکن میں....." مگر عقب سے زاغ کی آواز سنائی دی۔

"نہیں بے بی..... نہیں یہ شخص خارش زدہ کتے سے بہتر ہے تم آمادگی کا اظہار کردو یہ ضروری ہے ازحد ضروری۔" یہ سن کر میرے بدن میں آگ لگ گئی تھی۔

میں نے خونی نظروں سے زاغ کو دیکھا پھر درشت لہجے میں بولی۔ "میں نے آپ سے مشورہ نہیں مانگا مسٹر زاغ..... نہ ہی آپ میرے لئے ایسی کسی حیثیت کے حامل ہیں کہ میں آپ کی ہر بات آنکھیں بند کرکے قبول کرلوں۔" زاغ نے سنجیدگی سے کہا۔

"مگر یہ ضروری ہے بے بی..... یہ شخص خود تمہارے پاس نہیں آیا بلکہ میں

نے اسے یہ مشورہ دے کر تمہارے پاس بھیجا ہے۔"

"آپ ایسا کوئی مشورہ دینے والے کون ہوتے ہیں مسٹر زاغ.....؟"

"تحمل سے کام لو بے بی..... پوری بات سن لو' سیگارو کے پاس طاقت ہے کھل کر سامنے آگیا ہے اب لوگوں کو وہی کرنا ہوگا جو اس نے کہا ہے اور جو کوئی اس کے احکامات سے روگردانی کرے گا وہ سزا پائے گا۔ نوجوانوں کو تم جانتی ہو کوئی بھی جوان تم سے رجوع کرسکتا ہے اگر تم نے اسے دھتکار دیا تو وہ سیگارو کی مدد حاصل کرلے گا اور تمہیں ماننا پڑے گا جبکہ یہ شخص اس بات پر آمادہ ہے کہ اس عارضی کھیل میں مصنوعی حیثیت سے شریک ہوجائے۔"

"کیا مطلب.....؟" میں نے سوال کیا۔

"یہ تمہارا نام نہاد ساتھی ہوگا بس..... اس سے زیادہ کچھ نہیں اس طرح دوسروں سے محفوظ ہوجاؤ گی۔" میں نے خالد کی طرف دیکھا تو وہ اداسی سے بولا۔

"ہاں روشنی..... یہ عمل صرف تمہیں دوسروں سے محفوظ رکھنے کے لئے ہوگا تمہیں میری ذات سے کوئی الجھن نہیں ہوگی۔"

بات سمجھ میں آنے والی تھی اور بڑی سنسنی خیز تھی واقعی کوئی اور مجھ پر نازل ہوگا تو مشکل میں پھنس جاؤں گی سامنے بکھرے ہوئے بدمست نوجوانوں کو دیکھ رہی تھی جو بے نتھے بیل ہو رہے تھے۔

"ٹھیک ہے خالد..... لیکن خیال رکھنا میرے ساتھ اگر کوئی بدتمیزی ہوئی تو میں صرف خودکشی نہیں کروں گی بلکہ تمہیں بھی قتل کردوں گی۔"

"میں تصور بھی نہیں کرسکتا روشنی کہ..... کہ....."

"میرا خیال ہے اب تمہارے درمیان میری ضرورت نہیں ہے۔" زاغ نے کہا اور وہاں سے چلا گیا میں خاموشی سے ایک سمت دیکھتی رہی۔ خالد بولا۔

"روشنی میں نے خود یہ جرأت نہیں کی تھی بلکہ زاغ نے ہی فوراً میرے پاس آکر کہا تھا کہ میں تمہیں سنبھال لوں ورنہ تم الجھن میں پھنس جاؤ گی اسی کے کہنے سے میں نے تمہیں دوبارہ تکلیف دی ہے ورنہ جو وعدہ میں نے تم سے کیا تھا وہ نبھاتا۔"

"ٹھیک ہے میں نے یہ بات تسلیم کرلی ہے۔"

"میرے ساتھ اپنا رویہ بالکل تبدیل کرلو ابھی یہ دیوانے بھٹکتے پھر رہے ہیں کوئی بھی تمہارے لئے الجھن بن سکتا ہے۔" میں خاموش رہی پھر ہم دونوں ساتھ ساتھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ بڑے عجیب ہنگامے ہو رہے تھے۔ کچھ سنسنی خیز واقعات بھی ہوئے تھے جن کا تذکرہ غیر مناسب ہے لیکن اس سے میں محتاط ہو گئی تھی خالد سے بھی میں نے اپنا رویہ نرم کر لیا تھا یہ وقت کی ضرورت تھی' سسٹر زمرد' ڈاکٹر الیاس کے ساتھ دیکھی جاتی تھیں' ان کے رویے میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی حالانکہ اب مجھ سے برگشتگی کا کوئی جواز نہیں تھا لیکن ان کے دل میں میرے لئے نفرت بیٹھ گئی تھی میں نے انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا۔ سیگارو مست آدمی تھا نت نئے احکامات صادر کرتا تھا بعض اوقات ماحول بے حد عجیب ہو جاتا تھا ویسے بقول اس کے اس کی رعایا کو جزیرے کے ہر گوشے میں جانے کی آزادی تھی جس کا جہاں دل چاہتا نکل جاتا میں نے خالد سے کہا۔ "کیوں نہ یہاں سے کچھ دور نکلیں۔"

ضرور چلو کیا زیادہ دور نکلنے کا ارادہ ہے.....؟"

"ہاں بہت دور کئی دن کے لئے....."

"تب چند چیزوں کا بندوبست ضروری ہے میں انتظام کئے لیتا ہوں۔" خالد نے کہا۔ بالآخر ہم نے سفر شروع کر دیا ناریل کے جھنڈ اجنبی زمین پر ہر جگہ موجود تھے ہماری طرح دوسرے لوگ بھی جزیرے کے مختلف گوشوں میں نظر آ رہے تھے۔ اس تبدیلی سے کچھ لوگ عارضی طور پر خوش نظر آ رہے تھے زیادہ تر متفکر تھے۔ میں چلتی رہی اور ہم اتنی دور نکل آئے کہ اب نگاہوں کی حد تک کوئی انسانی وجود نہیں تھا وقت بھی کافی ہو گیا تھا چلتے چلتے یہاں تک کہ خالد نے مجھے آواز دے کر روکا میں اس کی آواز پر رک گئی تھی۔

"اور دور جاؤ گی.....؟" اس نے کہا۔

"ہاں! تھک گئے کیا.....؟"

"نہیں..... تمہاری وجہ سے کہہ رہا ہوں اتنا ہی سفر واپسی کا طے کرو گی تو تھک کر چور ہو جاؤ گی۔"

"واپسی.....!" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ "واپسی ضروری ہے خالد.....؟"

"کیا مطلب.....؟"

"آہ کاش..... اب وہاں واپس نہ جانا پڑے۔"

"ضروری بھی نہیں ہے تم اگر چاہو تو رک سکتی ہو کوئی پابندی نہیں ہے اور پھر

یہاں درندے بھی نہیں ہیں آرام سے جب تک دل چاہے قیام کرو میں موجود ہوں۔"

"تم موجود ہو؟" میں نے طنزیہ کہا۔

"ہاں روشنی میں موجود ہوں۔" خالد عجیب سے لہجے میں بولا۔ وہ کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا لیکن میں نے قدم آگے بڑھا دیئے اس کے بعد وہ اس وقت تک میرے ساتھ چلتا رہا جب تک میرے اندر چلنے کی سکت رہی۔ سامنے سمندر نظر آ رہا تھا ٹیڑھے میڑھے راستوں سے گزرتے ہوئے غیر محسوس طور سے ساحل تک آ گئے تھے لیکن یہ اجنبی کنارہ تھا یہاں انتہائی بلند و بالا چٹانیں سینہ تانے کھڑی تھیں جن کے درمیانی رخنوں سے پانی کی پھواریں فوارے کی شکل میں بلند ہو رہی تھیں اور اندرونی سمت جھیل سی بن گئی تھی۔ اس کے کنارے ناریل کے جھنڈ بھی موجود تھے اور نرم ریت بھی..... اب تک کے سفر کے دوران یہ سب سے خوبصورت جگہ نظر آئی تھی میرے قدم اس طرف بڑھ گئے اور پھر میں جھیل کے کنارے ریت پر سیدھی لیٹ گئی خالد مجھ سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گیا۔ چٹانوں سے ٹکرانے والی موجوں کا شور اور پھر چٹانوں کی بلندی سے اڑتی ہوئی پانی کی پھواریں بڑی فرحت بخش لگ رہی تھیں۔

"میرے خیال میں یہاں تک کوئی اور نہیں آیا ورنہ اس جگہ سب سے زیادہ آبادی ہوتی۔" میں نے کہا اور خالد چونک کر مجھے دیکھنے لگا پھر زور سے بولا۔

"مجھ سے کچھ کہا روشنی.....؟" میں نے ہاتھ کے اشارے سے اسے قریب بلایا اور وہ اٹھ کر میرے پاس آ بیٹھا۔ "وہاں آواز نہیں آ رہی تھی۔" اس نے کہا میں نے پھر اپنے الفاظ دہرائے اور اس نے میری بات کی تائید کر دی۔ "ہاں بڑی پُراسرار جگہ ہے۔"

"اس جزیرے کی وسعتیں کتنی ہوں گی.....؟"

"خدا جانے....."

"ہم واپس نہیں جائیں گے دیکھیں گے یہ جزیرہ کتنا وسیع ہے۔"

"تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں روشنی۔"

"وہی پرانی باتیں کرو گے میں وہ دروازہ بند کر چکی ہوں خالد..... اس کے علاوہ کچھ کہنا چاہتے ہو تو کہو۔"

"ہاں کہنا چاہتا ہوں' میں زاغ کا ملازم یا غلام نہیں ہوں کہ اس کے ایما پر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تمہاری رکھوالی کرتا رہوں۔ کون مجھے میری مرضی کے خلاف آمادہ کر سکتا ہے۔ میں نے اب بھی صرف تمہاری وجہ سے یہ احمقانہ عمل قبول کیا ہے۔ آخری بار..... آخری بار تم سے کہہ رہا ہوں روشنی..... میں تم سے محبت کرتا ہوں، تمہیں اپنا بنانا چاہتا ہوں یہ انسان کے اپنے بس کی بات نہیں ہے روشنی نینا صرف ایک فرض تھی میرے لئے جب تک کوئی اور نہیں تھا میری نگاہوں میں تو اپنا فرض پورا کر رہا تھا میں..... فرض اور محبت میں فرق ہوتا ہے۔"

"دھمکی دے رہے ہو مجھے....."

"میں تمہیں چاہتا ہوں روشنی..... تمہاری چاہت میں دربدر ہوا ہوں اور اب زندگی کتنی عجیب ہو گئی ہے ہر لمحہ بے معنی ہے نہ موت کا پتہ نہ زندگی کا..... سمجھ میں نہیں آتا کہ کیسے جیا جائے، کیوں جیا جائے اس سے بہتر ہے خودکشی کر لوں۔" وہ جنونی لہجے میں بولا اور میں زور سے ہنس پڑی۔

"خودکشی کر سکتے ہو تم.....؟" میں نے کہا۔

"ہاں کر سکتا ہوں۔"

"طریقہ میں بتاؤں وہ سامنے والی چٹان دیکھ رہے ہو اوپر پہنچنا مشکل نہیں ہوگا وہاں سے ان پتھروں پر کود پڑو بھیجہ پاش پاش ہو جائے گا بس کھیل ختم.....؟"

"تم خوش ہو جاؤ گی.....؟"

"ہاں....."

"ٹھیک..... خدا تمہیں خوش رکھے لیکن..... خیر..... اس کے بعد..... اوکے۔ روشنی تم درحقیقت اتنی حسین ہو، اتنی دلکش ہو کہ تم پر جان دی جا سکتی ہے، خوشی سے دی جا سکتی ہے اوکے۔" وہ سچ مچ اٹھ کر اس چٹان کی طرف بڑھ گیا مجھے ایک دم خدشہ پیدا ہو گیا کہ کہیں وہ سچ مچ ایسا نہ کر لے اس خدشے میں اس کی محبت کا احساس نہیں تھا بلکہ یہ خوف تھا کہ میں تنہا رہ جاؤں گی، واپسی کا راستہ بھی بھول سکتی تھی لیکن ایک دلچسپ احساس بھی تھا کیا وہ واقعی میرے لئے خودکشی کر لے گا، کیا واقعی کوئی کسی کے لئے مر سکتا ہے.....؟

وہ چٹان پر چڑھنے لگا چڑھائی زیادہ مشکل نہ تھی جوں جوں وہ اوپر جا رہا تھا میرا خوف بڑھتا جا رہا تھا اب کیا کروں..... اسے روکا تو وہ سمجھے گا کہ میں اس کی محبت کا اعتراف کرنا چاہتی ہوں۔ بڑی کشمکش میں پڑ گئی وہ بلندی پر پہنچ گیا اور میں پھٹی پھٹی

نظروں سے اسے دیکھتی رہ گئی اب وہ چٹان کے اوپری سرے پر تھا اور یقیناً نیچے کودنے کے لئے تیار تھا۔ اس کا رخ میری جانب نہیں تھا اور وہ سکتے کی سی کیفیت میں دوسری طرف دیکھ رہا تھا دس سیکنڈ، بیس سیکنڈ، پچاس سیکنڈ..... میرا چڑھا ہوا سانس اعتدال پر آنے لگا دفعتاً وہ میری طرف گھوما اور پھر اس نے مجھے ہاتھ سے اشارہ کیا وہ مجھے چٹان پر بلا رہا تھا میرے حلق سے ہذیانی سا قہقہہ نکل گیا۔

"کیا مجھے ساتھ لے کر مرنا چاہتے ہو.....؟" میں نے تمسخرانہ انداز میں پوچھا۔ پتہ نہیں میری آواز اس تک پہنچی تھی یا نہیں مگر وہ منہ سے کچھ بولے بغیر زور زور سے مجھے اشارہ کرنے لگا۔ اس کا انداز عجیب سا تھا کوئی اور بات ہے دیکھنا چاہئے وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔ میں آگے بڑھی اور چٹانی سفر طے کر کے اوپر پہنچ گئی۔

"روشنی..... وہ دیکھو وہ کیا ہے۔" اس نے اشارہ کیا اور میری نظریں اس کے اشارے کی سمت اٹھ گئیں واقعی حیران کن منظر تھا وہ ایک اجنبی سمندری جہاز تھا جو عظیم الشان پہاڑیوں کے درمیان پھنسا ہوا تھا فاصلہ زیادہ نہ تھا اور وہاں سے اس کی بوسیدہ حالی دیکھی جا سکتی تھی بری طرح شکستہ جہاز تھا قطعی ناقابلِ استعمال، ڈیک پر کاہی جمی ہوئی تھی ہر شے ٹوٹی پھوٹی نظر آ رہی تھی لازمی کسی طوفان کا شکار ہو کر ادھر آ پھنسا تھا سمندر کی سمت سے اس کی ڈائریکشن کچھ ایسی تھی کہ اسے سمندر سے نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔

"تباہ شدہ جہاز....." میں نے آہستہ سے کہا۔

"کیا اس کے مسافروں میں کوئی زندہ نہ بچا ہوگا۔" خالد بولا۔

"خدا جانے....."

"قریب سے دیکھو گی اسے.....؟"

"کیا حرج ہے۔"

"ہاں آسان راستہ ہے یہاں سے اتر کر ہم ان چھوٹی چٹانوں کے پیچھے سے گھوم کر اس پر بآسانی چڑھ سکتے ہیں وہ سامنے ہی بڑے شہتیر نظر آ رہے ہیں عرشے پر چڑھنا مشکل نہیں ہوگا۔" خالد نے کہا۔

"آؤ پھر دیکھیں۔" میرے ذہن میں بھی تجسس بیدار ہو گیا تھا ہم دونوں نیچے اتر آئے پھر احتیاط سے جہاز کی طرف بڑھنے لگے۔ خالد نے کہا۔

"تم سوچ رہی ہو گی کہ میں نے موت سے بچنے کا کیسا اچھا بہانہ نکالا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"یہ سب کچھ حماقت ہے خالد..... تم نے جو کچھ کیا ہے اپنی مرضی سے کیا ہے میرا کوئی قصور نہیں تھا۔ تھوڑی سی ناسمجھی کا شکار ضرور ہوئی تھی میں، تمہیں اندازہ ہے کہ میری زندگی کتنی پیچیدہ ہے میرا ماضی کیا ہے۔ خود مجھے نہیں معلوم اور میرا مستقبل کیا ہوگا کوئی نہیں جانتا۔ بھلا اپنے بارے میں کوئی فیصلہ کیسے کر سکتی ہوں میں ایک درخواست کرنا چاہتی ہوں تم سے، خلوص دل سے مان لو۔"

"کہو روشنی....." وہ بولا۔

"ہو سکے تو ایک اچھے دوست کی حیثیت سے میرا ساتھ دو سسٹرز مردان حالات سے اکتا کر مجھ سے برگشتہ ہو گئی ہیں اب شاید انہیں میری صورت سے بھی نفرت ہو گئی ہے، انکل ایرن بھی بیگانے ہو گئے ہیں۔ زاغ اپنا کھیل کھیل رہا ہے میں اس وقت کس کیفیت میں ہوں۔ شاید اس کے لئے الفاظ بھی نہیں تراشے جا سکتے ایسے حالات میں کوئی بے لوث ساتھی مل جائے تو میرے لئے بے حد قیمتی ہوگا لیکن بے لوث معاوضے کے طور پر اگر جبری محبت طلب کی جائے تو وہ مجھے قبول نہیں ہوگی چاہے میرا کچھ بھی بنے۔" یہ گفتگو کرتے ہوئے ہم جہاز تک پہنچ گئے بہت عمدہ جہاز تھا ڈی پارلو کی نسبت بہت چھوٹا تھا اور کارگو تھا قریب سے اسے دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ اسے حادثے کا شکار ہوئے چند ماہ سے زیادہ نہیں گزرے۔ کائی آہستہ آہستہ اس پر جم رہی تھی اور پوری طرح نہ جم پائی تھی۔ جو شہتیر اس کے جھکے ہوئے حصے پر رکھے تھے ان پر کائی بھی نہیں جمی تھی بلکہ انداز سے لگتا تھا جیسے انہیں باقاعدہ اوپر آنے جانے کے لئے رکھا ہو اس بات سے شبہ ہوتا تھا کہ شاید یہاں کوئی موجود ہے خالد دور دور تک قدموں کے نشانات تلاش کرنے لگا میں اس کا ساتھ دے رہی تھی لیکن یہاں ریت پر پانی آجاتا تھا اور ریت کی سطح ایک لمحے میں ہموار ہو جاتی تھی اس لئے کوئی نشان نہ ملا۔

"اوپر چلیں؟" خالد نے پوچھا۔

"ہاں دیکھیں تو سہی.....!" ہم دونوں احتیاط سے شہتیروں پر چڑھنے لگے جہاز کا ایک حصہ ٹیڑھا ہو کر ریت میں دھنس گیا تھا ہم اوپر پہنچ گئے عرشہ ویران پڑا ہوا تھا ہر شے ٹوٹی پھوٹی نظر آرہی تھی شاید طوفانی لہروں نے جہاز کو اٹھا کر ان پہاڑیوں کے بیچ دے مارا تھا اور انہی لہروں کی طاقت سے وہ اس درہ نما جگہ میں داخل ہو کر ٹیڑھا ہو گیا تھا اس عالم میں تو جہاز کے لوگوں کا بچنا مشکل ہی تھا لیکن عرشے پر لاشوں کے پنجر بھی نہیں نظر آرہے تھے۔ ہم کائی پر پھسلن کی جگہوں سے بچتے بچاتے آگے بڑھے اور

نیچے جانے والے راستے پر چل پڑے۔ نیچے آکر ہماری آنکھیں پھیل گئیں ٹوٹ نیچے بھی ہوئی تھی لیکن یوں لگتا تھا جیسے کارگو شپ کے رہائشی حصے کو درست کیا ہو متضاد کیفیتیں مل رہی تھیں کبھی یہاں زندگی کا احساس ہوگا کبھی ویرانی ..... سازو سامان بھی زیادہ نہیں تھا ہم دیر تک جہاز کے مختلف حصوں میں رہے دفعتاً ایک آواز سنائی دی اور ہم دونوں چونک پڑے کچھ دیر خاموش رہ ہم اس آواز کو دوبارہ سننے کی کوشش کرتے رہے لیکن آواز دوبارہ نہ ابھری۔

"کیسی آواز تھی.....؟"

"جیسے کوئی بچہ رویا ہو۔" میں نے کہا۔

"ہو سکتا ہے کوئی آبی پرندہ چیخا ہو۔"

"شاید..... لیکن انداز کسی بچے کے رونے جیسا تھا۔"

"ہاں ایسا ہی لگا تھا۔"

"جہاز پر کوئی زندہ نہیں بچا۔" میں نے کہا اور خالد بے اختیار مسکرا پڑا۔ میں نے الیہ نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ بولا۔ "اور تمام مُردے مرنے کے بعد جہاز سے باہر لے گئے۔"

"کیا مطلب.....؟"

"یہاں لاشیں تو ہونی چاہئے تھیں آخر مرنے والوں کی لاشیں کہاں گئیں۔"

"تو کیا تمہارے خیال میں....."

"ہو سکتا ہے۔" خالد نے کہا۔

"لیکن آج تک جزیرے پر کسی اور انسان کو نہیں دیکھا گیا۔"

"خدا جانے کیا اسرار ہے چلیں.....؟"

"ہاں عجیب سی فضا ہے۔"

"ویسے ابھی تک کوئی اس طرف نہیں پہنچ سکا میرا مطلب ہے جہاز کے مسافروں سے۔"

"یقیناً ورنہ اس کے چرچے ہو چکے ہوتے اور اس وقت یہ اس طرح سنسان نہ ا۔" ہم نے واپسی کے لئے قدم اٹھا دیئے اور اسی احتیاط سے اوپر آگئے عرشے پر پہنچ رخالد نے کہا۔ "واپس چلیں.....؟"

"نہایت پُرسکون اور انوکھی جگہ ہے یہاں کچھ وقت گزارا جا سکتا ہے لیکن خوف

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

محسوس ہوتا ہے۔"

"آؤ....." خالد نے کہا اور ہم اسی احتیاط سے واپسی کا سفر طے کرنے لگے کاہی پر ہر لمحہ پھسل جانے کا خطرہ تھا ہم اپنا توازن قائم کر کے چل رہے تھے۔ دفعتاً کچھ ایسا محسوس ہوا جیسے کسی دیو ہیکل پرندے نے ہمارے سروں سے پرواز کی ہو بس سروں پر سایہ سا محسوس ہوا تھا دوسرے لمحے آنکھیں اوپر اٹھ گئیں لیکن جو ہونا تھا' ہو چکا تھا موٹی رسیوں سے بنا ہوا بڑا سا جال ہم پر آپڑا۔ رسیاں کافی زور سے سروں پر لگی تھیں ہماری بے اختیار آوازیں نکل گئیں دوسرے لمحے ہم جال میں پھنس گئے توازن قائم کرنے کے لئے پاؤں اٹھے تو خاص طریقے سے بنایا ہوا جال پیروں کے نیچے بھی آگیا اور پھر ہم دھڑام دھڑام کر کے نیچے گر پڑے۔ چوٹ اس لئے نہیں لگی کہ جال کو اوپر سے کھینچ لیا گیا تھا اور ہم عرشے کے فرش سے کوئی تین فٹ اوپر اٹھ گئے تھے پھر یہ فاصلہ بڑھتا چلا گیا اور ہم جال میں لپٹے اوپر اٹھنے لگے چونکہ اب ہم جال میں چت پڑے ہوئے تھے اس لئے اوپر دیکھ سکتے تھے۔ یہ کارروائی دونوں سمت بلند ہونے والے پہاڑوں میں سے ایک کے درمیان سے ہوئی تھی اس کے درمیانی حصے میں شاید کسی غار کا دہانہ تھا وہاں سے ایک خاص قسم کی اسٹیل راڈ باہر نکلی ہوئی تھی جس کے سرے پر چرخی لگی ہوئی تھی اسی چرخی کے ذریعہ جال کو اوپر کھینچا جا رہا تھا خالد بھی سکتے کی سی کیفیت میں تھا اس لئے ہم دونوں اس ناقابلِ یقین بات پر کوئی تبصرہ نہ کر سکے اور چرخی کی بلندی تک پہنچ گئے۔ ہمارا اندازہ درست تھا غار کا دہانہ بہت وسیع تھا اور وہاں بہت سے لوگ نظر آرہے تھے ایک آنکڑا ڈال کر جال کو دہانے میں کھینچ لیا گیا اور ہم سطح زمین پر لٹ گئے۔

☆------☆------☆

سات آٹھ آدمی یہاں موجود تھے ان میں سے ایک نے ہمارے قریب آکر نرم لہجے میں پوچھا۔ "کوئی ہتھیار ہے تمہارے پاس.....؟" سوال شستہ انگریزی میں کیا گیا تھا۔

"نہیں۔" خالد نے جواب دیا۔

"سچ بول رہے ہو.....؟"

"ہاں.....!"

"دیکھو ہم تمہارے دشمن نہیں ہیں بس یہ جو کارروائی کی ہے اس کے لئے ہمیں

معاف کر دینا یہ مجبوری تھی اس کے بعد اگر ہماری طرف سے تمہیں کوئی نقصان پہنچے تو بے شک تم بھی ہمیں نقصان پہنچانے کے حقدار ہو ورنہ ایسا کوئی عمل نہ کرنا....." اس شخص نے بدستور نرمی سے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" خالد نے جواب دیا۔

"ہم اس اعتماد کے ساتھ جال کھول دیں.....؟"

"اطمینان رکھو ہم کوئی جدوجہد نہیں کریں گے۔" خالد ہی سوال جواب کر رہا تھا اس شخص نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور وہ جال کھولنے لگے چند لمحات کے بعد ہم آزاد ہو کر کھڑے ہو گئے۔ ہماری نظریں اس غار کا جائزہ لے رہی تھیں بے حد وسیع اور بلند تھا' روشن ہوا دار آخری سرے پر شاید اس کے ذیلی غار کا دہانہ تھا ہمیں اسی طرف لے جایا گیا۔ کمال کی جگہ تھی پہاڑوں میں یہ قدرتی تراش اس قدر دلکش تھی کہ ناقابل بیان ہے۔ ذیلی دہانہ کوئی تین فٹ ڈھلان میں اترتا تھا اس کے بعد ایک عظیم الشان پلیٹ فارم جیسی جگہ تھی جس کے کناروں میں کٹاؤ تھے یہاں کافی سازو سامان پڑا ہوا تھا چند اور دہانے بھی نظر آرہے تھے پلیٹ فارم کھلا ہوا تھا اور اس لئے تاحدِ نگاہ پھیلا ہوا جزیرہ نظر آرہا تھا۔ کچھ فاصلے پر چند کرسیاں رکھی ہوئی تھیں ہمیں ان کے قریب لایا گیا اور پھر اس شخص نے کہا۔ "بیٹھو!"

ہم دونوں شکریہ ادا کر کے بیٹھ گئے۔ "یہاں ہم تمہاری تواضع ناریل کے تازہ پانی' بھنی ہوئی مچھلیوں یا زیادہ سے زیادہ اس جنگلی پھل سے کر سکتے ہیں جسے ہم نے "ڈیٹ" کا نام دیا ہے اس کے علاوہ ہمارے پاس کچھ نہیں ہے نہ چائے نہ کافی نہ کوئی اور مشروب....."

"آپ لوگ کون ہیں اور یہاں کیا کر رہے ہیں.....؟" خالد نے پھر سوال کیا۔

"اس کا جواب مسٹر مارکو دیں گے۔" اس شخص نے کہا اور ایک سمت اشارہ کر دیا پلیٹ فارم کی دیواروں کے کٹاؤ سے ایک شخص آتا ہوا نظر آیا ادھیڑ عمر دبلی پتلی جسامت کا مالک تھا اور چہرے سے کافی سنجیدہ اور بردبار نظر آتا تھا قریب پہنچ کر اس نے بھاری آواز میں ہیلو کہا اور ایک کرسی گھسیٹ کر ہمارے سامنے بیٹھ گیا۔

"میرا نام ایڈن مارکو ہے اور تم لوگ کون ہو؟" وہ سوالیہ لہجے میں بولا۔

"خالد۔ روشن۔" خالد نے ہم دونوں کا تعارف کرایا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ڈی پارلو سے؟" وہ بولا۔

"آپ اس کے بارے میں جانتے ہیں؟"

"اچھی طرح۔" وہ مدہم سی مسکراہٹ سے بولا۔

"آپ کون ہیں مسٹر مارکو؟" خالد نے سوال کیا۔

"اس تباہ شدہ جہاز کا کپتان جس پر تم ابھی چہل قدمی کر رہے تھے اس جہاز کا نام کنگ آرکو سا تھا۔

"یہ تباہ کیسے ہوا؟"

"ایک غیر موسمی سمندری طوفان سے۔ سمندر میں اگر غیر موسمی طوفان آجائے تو سب کچھ خدا کی مرضی پر ہوتا ہے۔"

"جہاز آپ کے کنٹرول سے باہر ہو گیا۔"

"ہاں۔ اسے سنبھالنے کا کوئی ذریعہ نہ رہا۔ طوفان نے اسے اس کے راستے سے ہٹا کر ہزاروں میل دور اس جزیرے کے پہاڑوں سے لا ٹکرایا۔"

"بڑی ہلاکت ہوئی ہوگی؟"

"خدا کا شکر ہے نہیں۔ ہم نے بچاؤ کے انتظامات کر لئے تھے۔ ہمارے صرف چھ ساتھی ہلاک ہوئے۔ ویسے یہ کارگو جہاز تھا اگر پسنجر ہوتا تو شاید ہم لوگوں کو نہ بچا سکتے۔"

"اس حادثے کو کتنا عرصہ گزر گیا؟"

"انیس ماہ پورے انیس ماہ ہو گئے۔"

"آپ کے کتنے ساتھی حیات ہیں؟"

"سترہ افراد موجود ہیں۔"

"ظاہر ہے جہاز مرمت کے قابل نہ رہا ہوگا۔"

"وہ اب صرف لکڑی اور لوہے کا گھر ہے اور کچھ نہیں ہے اس میں۔"

"آپ کا تعلق کہاں سے ہے مسٹر مارکو؟"

"آئرلینڈ سے۔ یہ برٹش نیویگیشن کمپنی کا جہاز تھا۔ ہم لوگ ایک پُرسکون سفر کرتے ہوئے مصر جا رہے تھے لیکن۔"

"انیس ماہ سے آپ یہاں زندگی گزار رہے ہیں۔"

"ہاں! انتہائی مجبوری اور بے کسی کی زندگی۔ ہمارے پاس خوراک کے ذخائر

ختم ہو چکے ہیں۔ دوائیاں ایکسپائر ہو گئی ہیں لباس بوسیدہ ہو چکے ہیں۔ ان غاروں میں اور جہاز پر زندگی گزارتے ہوئے بیزار ہو گئے ہیں لیکن مجبوری۔"

"ایک سوال میں بھی کرنا چاہتی ہوں مسٹر مارکو!" اچانک میں نے کسی خیال کے تحت کہا۔

"ضرور بے بی!" وہ بدستور نرمی سے بولا۔

"میں نے کسی بچے کے رونے کی آواز سنی تھی۔" میں نے کہا اور وہ مسکرا پڑا۔

"ہاں۔ وہ ایلسی ہے۔ میری نواسی۔ میری بیٹی جولیس میرے ساتھ مصر جا رہی تھی وہاں اس کا شوہر آرگنس ایلڈر ایک مصری کمپنی میں ملازم ہے۔ جولیس اس کے پاس جا رہی تھی۔"

"تھی سے کیا مراد ہے؟" میں نے سہم کر پوچھا۔

"نہیں۔ نہیں۔ خدا کا شکر ہے جولیس حیات ہے۔ ایلسی اس کے پاس ہے۔ جب ہم تمہارا جائزہ لے رہے تھے تو وہ اچانک رو پڑی تھی۔"

"جولیس کے علاوہ یہاں اور بھی عورتیں ہیں۔"

"نہیں۔ میں بتا چکا ہوں یہ صرف کارگو شپ ہے۔"

"آپ نے ڈی پارلو کے بارے میں کیسے جانا۔" میں نے سوال کیا اور وہ مسکرانے لگا پھر بولا۔ "اس لئے کہ وہ یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟ ہم تو بے حد طویل فاصلہ طے کر کے یہاں تک آئے ہیں۔"

"پیدل سفر سے وہ واقعی دور ہے لیکن' اس کے بارے میں تمہیں بتاؤں گا۔"

"آپ نے ہمیں اس طرح یہاں اس غار میں کیوں بلایا ہے مسٹر مارکو؟" مارکو نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلائی پھر بولا۔

"پچھلے تمام دنوں میں ہم ڈی پارلو کا جائزہ لیتے رہے ہیں۔ اصل میں کسی بھی مسئلے پر جلد بازی سے کام لینا مناسب نہیں ہوتا۔ بارہا دل چاہا کہ ہم تم تک پہنچیں تم سے تمہارے بارے میں سوالات کریں۔ تمہیں اپنے بارے میں بتائیں لیکن اس میں خطرات بھی ہو سکتے تھے۔ ہم یہ ہمت نہیں کر سکے اور اس بات کے منتظر رہے کہ ڈی پارلو کے مسافروں میں سے کوئی اس سمت نکل آئے اور ہم پہلے اس سے ڈی پارلو کے بارے میں تفصیلات معلوم کریں حالانکہ ہمیں یہ اندازہ ہو چکا ہے کہ وہ ایک مسافر بردار جہاز ہے لیکن اس کے حالات کیا ہیں کس حادثے کا شکار ہو کر وہ یہاں تک پہنچا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے' اصل میں ہمیں یہ اندازہ تو ہو گیا تھا کہ وہ کسی بڑے سمندری طوفان کا شکار ہو کر اِدھر نہیں آیا۔ راستہ بھٹک کر آیا ہے' یا اسے کسی خاص مقصد کے تحت یہاں لایا گیا ہے۔ یہ تمام چیزیں ایسی تھیں کہ منہ اٹھا کر وہاں نہیں جا سکے اور بس انتظار کرتے رہے۔ بالآخر وہی ہوا جس کی امید ہم لوگ کر رہے تھے اور جس کے لئے ہم نے صبر وسکون سے کام لیا تھا۔ یعنی یہ کہ تم دونوں ادھر نکل آئے اور ہمیں تم سے گفتگو کرنے کا موقع مل گیا۔ یہ طریقہ کار جس کے ذریعے تم لوگ یہاں بیٹھے ہو ہم نے کسی اور مقصد کے تحت اختیار کیا تھا لیکن یہ تم دونوں کو یہاں تک لانے میں بھی کار آمد رہا۔ اس کے لئے نہایت معذرت خواہ ہیں۔ یہ بس ایک احتیاطی قدم تھا ہو سکتا تھا کہ تم لوگ ہمیں دیکھتے ہی ہتھیاروں کا استعمال کر دیتے کسی غلط فہمی کا شکار ہو جاتے اس لئے یہ خطرہ مول نہیں لیا گیا تھا۔"

"یہاں آنے کے بعد ان غاروں کی دریافت کیسے ہوئی مسٹر پارلو؟" خالد نے سوال کیا۔

"جزیرہ ایسے عجائبات سے بھرا پڑا ہے اور پھر ہم تو ابتدا ہی سے اس جگہ سے واقف ہو گئے تھے کیونکہ بے قابو جہاز سمندری لہروں کے دوش پر انہی پہاڑوں کے درمیان آپھنسا تھا یہ بڑی دلچسپ جگہ ہے' میں تمہیں اطمینان سے اس کا تفصیلی معائنہ کرواؤں گا مائی ڈیئر مسٹر خالد اور ڈیئر روشن! لیکن اب مجھے اجازت دو کہ میں تم سے ڈی پارلو کے بارے میں سوالات کر سکوں۔"

"ہم حاضر ہیں مسٹر ایڈن مارکو؟" خالد نے جواب دیا۔

"ڈی پارلو کی کہانی کیا ہے۔"

"ڈی پارلو پرتگال سے روانہ ہوا تھا اور اسے الجزائر اور ماریطانیہ ہوتے ہوئے کہیں اور آگے روانہ ہونا تھا۔ پھر وہی ہوا' سمندری طوفان نے ڈی پارلو کو گھیر لیا اور اس پر شدید ٹوٹ پھوٹ ہوئی اور وہ اپنے راستے سے ہٹ گیا اس کے ساتھ ساتھ ہی اس پر ایک انوکھی کہانی کا آغاز ہو گیا تھا اور اس کہانی کے تحت بالآخر ہم یہاں تک پہنچ گئے۔"

"وہ کہانی میں سن سکتا ہوں۔"

"ہاں اب تو سب کچھ آپ کو بتانا بے حد ضروری ہو گیا ہے کہانی بے حد عجیب ہے۔ سمندری طوفان نے جہاں ڈی پارلو کے انجن کو نقصان پہنچایا وہیں اس کا کپتان

اولیارو بھی حادثے کا شکار ہو کر مارا گیا جہاز پر ایک بحری قزاق اور ایک جرائم پیشہ شخص ڈان اوٹرو لیبی سیگارو قیدی کی حیثیت سے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ الجزائر لے جایا جا رہا تھا۔ فرانسیسی پولیس کا سربراہ سونت گال جانتا تھا کہ سیگارو ایک بہترین جہاز راں ہے آزادی اور پورے جہاز کی ملکیت کا سودا کرنے کے بعد سیگارو نے اس جہاز کے کپتان کے فرائض سنبھال لئے اور پھر وہ سمندر میں نامعلوم سمت پر روانہ ہو گیا کیونکہ جہاز کے کمپاس ٹوٹ چکے تھے اور سمت کا تعین کوئی نہیں کر سکتا تھا اور پھر کوئی بھی ایسا باقی نہیں رہا تھا جو سمندری سفر کے رموز سے واقف ہو۔ سیگارو ڈی پارلو کو یہاں لے آیا اور یہاں آکر اس نے اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔"

"کیا؟" ایڈن مارکو چونک پڑا۔

"جیسا کہ میں نے آپ کو بتایا یا شاید آپ بھی اس بات کو جانتے ہوں کہ سیگارو بدترین جرائم پیشہ اور خوفناک قاتل ہے۔ وہ اپنے آپ کو پرتگال کی شاہی نسل کا فرد بتاتا ہے۔ یہاں اس نے جنونی انداز میں اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔" خالد نے ایڈن مارکو سے پوری تفصیل بیان کی اور ایڈن مارکو کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے وہ دیر تک خیالات میں ڈوبا رہا پھر اس نے کہا۔ "جہاز کے بیشتر مسافر اس سے برگشتہ ہوں گے۔"

"ہاں! یقیناً!"

"کچھ اس کے جاں نثار بھی ہوں گے؟"

"میرے خیال میں صرف مجبوراً ورنہ کون دنیا چھوڑ کر ان ویرانوں کو اپنانا پسند کرے گا۔"

"کیا وہ سیگارو کے خلاف کسی عمل کے لئے تیار ہو جائیں گے؟"

"وہ عام لوگ ہیں۔ لڑائی بھڑائی سے ناواقف اور پھر ہتھیار سیگارو کے قبضے میں ہیں۔ بے مقصد جان دینا کون پسند کرے گا۔"

"ڈی پارلو پر ایندھن کتنا ہے؟"

"میرے خیال میں کافی ہے مگر سیگارو کہتا ہے کہ کچھ عرصے کے بعد وہ اس جہاز کو تباہ کر دے گا۔"

"آہ۔ ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ ایسا بالکل نہیں ہونا چاہئے۔ یہ غیر انسانی عمل ہو گا۔ ہم سے پوچھو ہم یہاں کیسے زندگی گزار رہے ہیں۔ کوئی زندہ نہیں رہ سکے گا یہاں کچھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نہیں ہو سکے گا سوائے ہلاکت اور خونریزی کے۔ میرے دوست پہلے تم مجھے اپنے بارے میں بتاؤ۔"

"کیا؟"

"تم دونوں یہاں زندگی گزارنا پسند کرو گے؟"

"ہرگز نہیں مسٹر مارکو!" میں نے کہا۔

"تم یہاں سے نکلنے کی جدوجہد کرنا پسند کرو گے؟"

"پورے اعتماد سے۔"

"ہوں۔ تمہارا کچھ وقت وہاں سے دور رہنا شک کا باعث تو نہ بنے گا؟"

"نہیں۔"

"کیا وہ۔ میری مراد سیگارو سے ہے۔ مسافروں پر نگاہ نہیں رکھتا۔"

"وہ ہتھیار قبضے میں کرنے کے بعد مطمئن ہے اور اس نے اس جزیرے کو قطعی غیر آباد تصور کر لیا ہے۔ اس لئے اس نے سب کو آزادی دے دی ہے ظاہر ہے کوئی کہاں جا سکتا ہے۔"

"یہ بات ہمارے حق میں جاتی ہے۔ تو پھر میں تم پر اعتماد کر سکتا ہوں۔"

"یہ آپ پر منحصر ہے مسٹر مارکو۔"

"سنو۔ میں جہاز راں ہوں۔ میرا مطمع نگاہ بھی یہاں سے نکل جانا ہے۔ کنگ آرکو سا پر کمپاس موجود ہیں جو ہم ڈی پارلو پر استعمال کر سکتے ہیں۔ میں تم سب کو ضرور کسی آبادی میں پہنچا دوں گا ہم بھی بچ جائیں گے اور تم بھی۔ تم سب کو اس کے لئے جدوجہد کرنی چاہئے۔"

"ہم دل سے تیار ہیں مسٹر مارکو لیکن یہ کیسے ممکن ہے؟" میں نے کہا۔

"کوشش۔ اعتماد اور ذہانت کے ساتھ کوشش' میرے خیال میں اس سلسلے میں سب سے زیادہ ایک شخصیت کارآمد ہو سکتی ہے۔"

"کون؟" خالد نے پوچھا۔

"سونت گال! فرانسیسی افسر سونت گال۔" ڈان مارکو نے کہا اور ہم حیرت سے اسے دیکھنے لگے۔ خالد نے پُرجوش لہجے میں کہا۔ "اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ وہ ایک فرش شناس انسان ہے۔"

"جس طرح بھی ممکن ہو سکے سونت گال کو یہاں لے آؤ میں اس سے ملاقات

کر کے منصوبہ بندی کروں گا؟"

"یہ مشکل نہیں ہو گا! میں یہ کام کروں گا۔" خالد نے کہا۔

"آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ ڈی پارلو ہم سے کتنا قریب ہے۔" ایڈن مارکو نے کہا اور ہم وہاں سے اٹھ گئے۔ مارکو ہمیں ایک کٹاؤ سے اندر لے گیا۔ سب کچھ قدرتی تھا لیکن نہایت کارآمد۔ ہمیں کچھ راستہ بلندیوں کی طرف طے کرنا پڑا لیکن آسان تھا البتہ مجھے اوپر چڑھنے کے لئے خالد کے ہاتھ کا سہارا لینا پڑا۔ واقعات ایک دم نیا رخ اختیار کر گئے تھے۔ تمام تبدیلیاں برق رفتاری سے ہوئی تھیں۔ وہ خودکشی کرنے نکلا تھا کہ اسے کنگ آرکو سا نظر آ گیا۔ پھر میں نے اسے دوستی کی پیشکش کی۔ پتہ نہیں اب اس کے دل میں کیا تھا لیکن میرے لئے وہ اب بھی مستعد نظر آ رہا تھا۔ پہاڑ کی بلندی پر ایک اور ایسی چٹان موجود تھی جو کافی چوڑی اور مسطح تھی۔ وہاں سے تقریباً پورا جزیرہ نظر آتا تھا۔ مارکو نے یہاں جہاز میں استعمال ہونے والی طاقتور دوربینیں اسٹینڈ پر نصب کر رکھی تھیں میں اور خالد حیرانی سے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ ڈی پارلو دوربین کے بغیر بھی نظر آ رہا تھا لیکن مارکو کے کہنے پر ہم نے دوربینوں کے رخ بدل کر ادھر دیکھا تو وہ سب ہمیں بالکل قریب نظر آئے۔ وہاں سے ہمیں سیگارو کے مورچے بھی نظر آ رہے تھے اور جہاز کے مسافروں کے پڑاؤ بھی۔ دوربینیں اتنی طاقتور تھیں کہ ان کی مدد سے وہاں موجود لوگوں تک پہنچا جا سکتا تھا۔ ہم ان کی کارروائیوں کو دیکھ رہے تھے۔ زاغ بھی نظر آیا' مسٹر خلازی بھی تمام ہی لوگوں کو دیکھا جا سکتا تھا سوائے ان کے جو کہیں چٹانوں کی آڑ میں موجود تھے۔ ایڈن مارکو کا یہ کہنا درست تھا کہ اتنا فاصلہ ہونے کے باوجود وہ ڈی پارلو سے بالکل قریب ہے۔ ہم نے ان طاقتور دوربینوں کی مدد سے وہاں کے تمام حالات دیکھے اور ہمیں یہ سب کچھ کافی دلچسپ محسوس ہوا۔ میں اور خالد یہ سب کچھ دیکھتے رہے۔ پھر میں نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"اس طرح تو مسٹر مارکو آپ ڈی پارلو پر ہونے والی تمام کارروائیوں کا جائزہ لیتے رہے ہوں گے؟"

"ہاں بآسانی..... میں نے تو ڈی پارلو کو اس وقت دیکھ لیا تھا جب وہ سمندر میں کافی دور تھا اور میں نے اس بات کی آرزو کی تھی کہ کاش وہ بھٹک کر ہی سہی ادھر آ جائے۔ بعد کی باتیں تو میں تمہیں تفصیل سے بتا چکا ہوں۔ میرے دوستو' میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ بغیر کسی شک و شبہ کے میرے خلوص پر یقین کر لو۔ میرا اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کوئی مقصد نہیں ہے۔ ہم لوگ تو خود زندگی کے عذاب میں گرفتار ہیں۔ میری بچی جولیس انیس ماہ سے اس جزیرے کی قیدی ہے' ایلیسی نے ہوش بھی نہیں سنبھالا کہ یہاں قید ہوگئی۔ اس وقت وہ چھ ماہ کی تھی اور اب تقریباً دو سال کی ہو چکی ہے۔ اپنے باپ سے محروم' زندگی کی خوشیوں سے دور..... آؤ میں تمہیں جولیس سے ملاؤں..... یہاں سے کچھ اور دیکھنا چاہتے ہو؟"

ایڈن مارکو جذباتی ہوگیا تھا۔ ظاہر ہے ہمیں اس کے علاوہ اور کیا دیکھنا تھا' چنانچہ ہم وہاں سے واپس چل پڑے اسی پلیٹ فارم نما جگہ پر جولیس نے ہم سے ملاقات کی ایک نوجوان اور خوبصورت عورت تھی لیکن بے حد لاغر ہوگئی تھی۔ بجھے ہوئے چہرے کے ساتھ اس نے ہم سے ملاقات کی اور جب ایڈن مارکو نے اسے بتایا کہ ہمارے ذریعے زندگی کے کچھ امکانات پیدا ہوگئے ہیں تو اس کی آنکھوں کے بجھے ہوئے چراغ جل اٹھے۔ اس نے جذباتی لہجے میں کہا۔

"تم لوگ' تم لوگ میری مدد کرو میں اپنے شوہر سے ملنا چاہتی ہوں' میں اپنی بچی کو زندگی کی وہ تمام خوشیاں دینا چاہتی ہوں جو اس کا حق ہیں اور جو بدقسمتی نے ہم سے چھین لی ہیں۔"

"تم بالکل فکر مت کرو ڈیئر جولیس جس طرح مسٹر ایڈن مارکو نے کہا ہے ہم اس عمل کے لئے اپنی زندگی کی بازی بھی لگادیں گے۔ تم لوگ بالکل مطمئن رہو۔" پھر ایڈن مارکو نے ہمیں اسی طرح رخصت کیا جس طرح یہاں تک لایا گیا تھا اسی جال نے ہمیں خود مسٹر مارکو کے ساتھ نیچے جہاز کے عرشے پر پہنچا دیا۔ یہ طریقۂ کار انہوں نے خود اپنے لئے بھی استعمال کیا تھا اور یہ جہاز ایک طرح سے ان کی پناہ گاہ کی سیڑھی بنا ہوا تھا۔ بہرطور مسٹر ایڈن مارکو اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ بڑے محتاط طریقے سے ہمیں ایک مخصوص مقام تک چھوڑنے کے لئے آئے اور اس کے بعد ہمیں خدا حافظ کہہ کر واپس چلے گئے۔

☆======☆======☆

خالد اور میں عجیب سی کیفیات کا شکار تھے واپسی کے راستے پر بہت دیر تک ہم دونوں نے ایک دوسرے سے گفتگو نہیں کی۔ پھر جب اس خاموشی سے بھی اکتا گئے تو میں نے آہستہ سے کہا۔ "کیا ہم سورج چھپنے سے پہلے ساحل تک پہنچ جائیں گے۔"

"اگر تم تھکی ہوئی نہیں ہو روشن جمال تو رفتار تیز کردو ہمیں ہر قیمت پر روشنی

ختم ہونے سے پہلے ڈی پارلو کے قریب پہنچ جانا چاہئے۔"

میں نے آنکھیں بند کرکے گردن ہلائی اور ہم لوگوں نے اپنی رفتار تیز کردی۔ اس کے باوجود جب ہم ساحل پر پہنچے تو اندھیرا پوری طرح چھا چکا تھا۔ جہاز کے مسافروں میں خاموشی چھائی ہوئی تھی خالد نے کہا۔

"کھانے کا بندوبست کرکے آتا ہوں روشن۔ اس دوران سونت گال کا پتہ بھی چلالوں گا۔"

"فوراً بات کروگے اس سے؟"

"ہاں جیسے ہی آسانی ہوئی۔ یہ کام احتیاط سے کرنا ہوگا۔"

"یہی میں کہنا چاہتی تھی۔" میں نے کہا اور خالد نے گردن ہلادی۔ وہ چلا گیا۔ مجھے بھی بھوک لگی تھی۔ چنانچہ سب کچھ بھول کر خالد کی واپسی کا انتظار کرنے لگی۔ خالد کچھ دیر کے بعد واپس آگیا۔ کھانا لے کر آیا تھا اس نے کہا۔ "کچھ دیر کے بعد سونت گال کے پاس جاؤں گا۔ میں اس سے بات کرکے آیا ہوں۔ میں نے اس سے کہا کہ میں اس سے ایک اہم بات کرنا چاہتا ہوں وہ تیار ہوگیا ہے۔"

"بہت احتیاط رکھنا ہوگی مسٹر خالد۔"

"بے فکر رہو۔" خالد نے کہا پھر کچھ دیر کے بعد وہ چلا گیا۔ میرا دل بھی چاہتا تھا کہ میں خالد اور سونت گال کی باتیں سنوں مگر مصلحتاً یہ مناسب نہیں تھا۔ میں ایک چٹان سے ٹکی بیٹھی رہی۔ بہت سی باتیں یاد آرہی تھیں۔ دفعتاً چٹان کے عقب میں سرسراہٹ سی ہوئی۔ پھر کسی نے مجھے آواز دے کر پکارا۔ میں اچھل کر کھڑی ہوگئی۔ چٹان کے دوسری طرف منوچہر خلازی اور نادر ہاشمی موجود تھے۔ انہیں دیکھ کر میرے ذہن میں نفرت ابھر آئی۔ نادر ہاشمی نے کہا۔

"روشن۔ ہم تم سے کچھ بات کرنا چاہتے ہیں۔"

"شرم نام کی کسی چیز سے واقفیت رکھتے ہیں آپ؟" میں نے نفرت سے کہا۔

"حالات ایسے ہی ہیں روشن جمال کہ ہم ان چیزوں سے ناآشنا ہوگئے ہیں لیکن اس وقت تمہارے لئے ایک اہم پیغام ہے۔ جانتی ہو کس کا۔"

"نہ جانتی ہوں اور نہ جاننا چاہتی ہوں۔"

"تمہارے لئے تمہارے باپ احمد کمال سعدی کا پیغام ہے روشن۔ جو ابھی کچھ دیر قبل انہوں نے ہمیں دیا ہے۔ نادیدہ شکل میں ہوا کے ایک جھونکے کی مانند۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

منوچہر خلازی نے کہا۔

میں چونک پڑی رات کی تاریکی میں منوچہر خلازی کا چہرہ نہیں نظر آرہا تھا ورنہ شاید جھوٹ سچ کا کوئی اندازہ ہو سکتا لیکن اس کے الفاظ نے مجھے خاموش کردیا تھا خلازی نے پھر کہا۔ "واقعات کا ایک طویل سلسلہ ہے اس دوران جو کچھ ہوا ہے اس میں کچھ تصحیح کچھ فیصلے ہوئے' انہی فیصلوں کے تحت اقدامات کئے گئے لیکن یہ مسئلہ ایسا ہے روشن جمال کہ تمہیں ماضی کے واقعات بھلا دینے چاہئیں۔"

"میرے باپ سے تمہاری ملاقات ہوئی ہے؟" میں نے پتھریلے لہجے میں کہا۔

"اسے ملاقات ہی کہا جاسکتا ہے لیکن انوکھی ملاقات' مسٹر ہاشمی اس کی گواہی دے سکتے ہیں۔" خلازی نے کہا اور میں طنزیہ مسکرا دی۔

"دو نیک نفس اور سچے انسان ایک دوسرے کے سچ کی گواہی دینے والے' خوب بہت خوب..... اس ملاقات کی تفصیل مجھے بتائی جاسکتی ہے مسٹر خلازی!"

"ہم دونوں آرام کر رہے تھے ایک سنسان سی جگہ تھی ہوا بند تھی اچانک سرد ہوا کے ایک جھونکے نے ہمیں چھوا اور پھر ایک آواز ابھری' خلازی یہ میں ہوں احمد کمال..... جس کے لئے تم لوگ پاگلوں کی طرح سرگرداں ہو۔ ہم ششدر رہ گئے سعدی نے کہا کہ تم جو کچھ کرنا چاہتے ہو' میں اس میں تمہاری مدد کرسکتا ہوں لیکن اس کے لئے تمہیں میری مدد کرنا ہوگی۔ سعدی نے کہا کہ جو کچھ ہم یعنی میں اور نادر ہاشمی چاہتے ہیں' اس کے لئے وقت اور طویل جدوجہد درکار ہے اگر ہم تھک گئے ہوں تو کوئی بہتر جگہ پانے کے بعد اپنے مقصد میں ناکام ہو کر واپس چلے جائیں اور اگر ہم مسلسل جدوجہد کے خواہش مند ہوں تو سعدی ہماری مدد کرسکتے ہیں۔"

"خوب پھر کیا ہوا مسٹر خلازی....."

"استہزائیہ انداز اختیار نہ کرو لڑکی یہ صرف ایک کوشش ہے سعدی کا پیغام سننے کے بعد تمہیں فیصلہ کرنے میں آسانی ہوگی اگر تمہارا فیصلہ عدم تعاون کی شکل میں ہوگا تو ہم اس ملاقات کو بھول جائیں گے اور جو کچھ ہمیں کرنا ہے اپنے طور پر کریں گے۔"

"نہیں میرا انداز استہزائیہ نہیں ہے آپ لوگ میرے بزرگ ہیں آج کل بہت سے بزرگ مجھ پر مہربان ہیں۔ خیر تو ہوا کے اس جھونکے نے اور کیا کہا مسٹر خلازی.....؟"

"پوری باتیں سن لو اس کے بعد جولانی طبع کا مظاہرہ کرلینا' تم نے جن لوگوں پر

ظن کیا ہے وہ تمہارے لئے بے مقصد ہیں کیونکہ ان کے اپنے اندر صلاحیتوں کا فقدان ہے۔"

"مثلاً.....؟"

"خصوصاً ڈان ایرن کی بات کرتا ہوں وہ بے صلاحیت انسان تو موجودہ مصر کے بارے میں بھی کچھ نہیں جانتا قدیم مصر کے اسرار وہ کیا جانے۔ کمال سعدی نے اس شخص کا انتخاب اس لئے کیا تھا کہ وہ اپنی عقل نہیں رکھتا مگر وہ اتنا احمق ہے اس کا سعدی کو اندازہ نہیں تھا۔ سعدی نے اسے ثالث ظاہری کے پاس الجزائر بھیجا تھا یہ شخص بلاشبہ کام کا آدمی ہے۔"

مجھے سنبھلنا پڑا وہ جملے قابل غور تھے ڈان ایرن کے انتخاب کا تذکرہ اور پھر ثالث ظاہری کا نام..... یہ اسے کیسے معلوم ہوا چنانچہ میں سنبھل گئی میں نے کہا۔

"آپ اپنے بارے میں خود فیصلہ کریں مسٹر خلازی آپ نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا۔"

"جو کچھ اب تک ہوا' اس کی شکل بڑی محنت سے بدل دی گئی ہے حالانکہ وہ حقیقت نہیں تھی جو دیکھی گئی یا سوچی گئی؟"

"کہاں سے شروع کروں مسٹر خلازی۔"

"کہیں سے بھی شروع کرلو بے بی..... اس دن سے جب میں نے اور زاغ نے تمہیں اس مکان میں بھیجا تھا..... یا....."

"نہیں آپ بہت پیچھے چلے گئے مسٹر خلازی میں اپنے والد کی خواب گاہ سے بات شروع کرتی ہوں جہاں آپ چوری کی نیت سے گھسے تھے۔"

"تم نے مجبور کردیا تھا مجھے روشن جمال تم نے....."

"وہ کیسے مسٹر خلازی.....؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

منوچہر خلازی مجھے گھورنے لگا تھا میرے گفتگو کرنے کا انداز اسے بہت برا لگ رہا تھا ویسے بھی اب ان حالات کا شکار ہونے کے بعد تقریباً تمام ہی لوگ جھنجلاہٹوں میں مبتلا تھے اور سب ہی کے انداز میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہوگئی تھی۔ وہ کہنے لگا۔

"میں نے تم سے کہا تھا کہ مجھ سے تعاون کرو میں بہت سے رازوں کی عقدہ کشائی کردوں گا مگر تم نے مجھ پر اعتبار نہیں کیا بلکہ مجھے منع کردیا جبکہ دوسری جانب زاغ اپنی شیطانی قوتوں سے کام لے کر برق رفتاری سے آگے بڑھ رہا تھا۔ میں اتنا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

احمق نہیں ہوں روشن جمال کہ ہاتھ پر ہاتھ رک کر بیٹھا رہتا اب یہ دوسری بات ہے کہ میں تم سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں زاغ اپنے ساتھ شیطانی قوتوں کے علاوہ افراد قوت بھی رکھتا تھا۔ وہ شخص جس کا نام خالد شیخ ہے' زاغ کا ساتھی تھا اور وہ اکیلا ہی نہ جانے کون کون اس کے لئے کام کرتا ہے چنانچہ جب میں نے دیکھا کہ زاغ تمہارے والد کی خواب گاہ میں داخل ہو کر وہ سارا ریکارڈ اپنے قبضے میں کرلینا چاہتا ہے جو اس کے لئے کارآمد ہو تو میں نے بھی یہی کوشش کی اور وہاں زخمی ہوگیا۔ اگر تم مجھ سے تعاون کرلیتیں روشن جمال تو زاغ سے پہلے میں ان اشیاء کا جائزہ لے لیتا جو ہماری رہنمائی کرسکتی تھیں' بہرطور اس کے بعد میں بھی ان لوگوں کے ساتھ ہی پیچھے لگا رہا کچھ زاغ نے کیا وہ میں نے بھی کرڈالا۔ تم لوگ ڈی پارلو تک پہنچے میں بھی پہنچ گیا نے اپنا طریقۂ کار مختلف رکھا تھا احمد کمال سعدی کے بارے میں بہرحال مجھے زیا واقفیت نہیں تھی مجھے پوری تفصیل احمد کمال سعدی نے ہی بتائی ہے مثلاً تمہارا ڈ کاٹیجز کے ایک کاٹیج میں داخل ہو کر ان تابوتوں کو دیکھنا جن میں خود احمد کمال سعد موجود تھے اور اس کے ساتھ ہی مصر کی قدیم تاریخ کی ایک محافظ روح انطاریہ کے سے اس کی نگرانی کے لئے موجود تھی۔ احمد کمال سعدی نے تم لوگوں کو ڈان ایرن پاس بھیجا اس نے ڈان ایرن کے ذریعے ثالث ظاہری سے کام لینا چاہا تھا ڈان ایر نے کوشش کرکے ابو الفرزان نامی ایک شخص کے ہاتھوں وہ دونوں تابوت ڈچ کا سے منگوائے جنہیں وہ الجزائر لے جانا چاہتا تھا تاکہ ثالث ظاہری کی لیبارٹری میں ان کچھ عمل کیا جاسکے۔ یہ ساری باتیں مجھے احمد کمال سعدی نے بتائیں اور یہ بھی بتایا ان حالات کا شکار ہو کر ڈان ایرن بد دل ہوچکا ہے اور وہ یہ سوچنے لگا ہے کہ یہ اس کے بس کا نہیں ہے اس نے اپنے آپ کو ایک روگ لگالیا ہے اور کیا کیا پوچھو مجھ سے روشن جمال' ان تمام چیزوں سے مایوس ہونے کے بعد احمد کمال نے مجھ رجوع کیا ہے اور کہا ہے کہ ایک بار پھر میں تمہیں اپنے ساتھ شامل کرنے کی کوشش کروں حالانکہ اس وقت جب میں نے تمہیں ڈی پارلو سے اغوا کرنے کی کوشش تھی' میرا یہی مقصد تھا کہ تمہیں اس مصیبت سے نکال لے جاؤں جہاز نامعلوم کے لئے سمندر میں لنگرانداز ہوگیا تھا اور سیگارو کی ذہنی کیفیت کا تجزیہ میں نے پہلے کرلیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ کوئی بہتر صورت حال نکلنے کی امید نہیں ہے ان حالات اگر تم سے بات کرتا تو تم تیار نہ ہوتیں چنانچہ میں نے یہ عمل کیا بعد میں تم جو کچھ

سوچنا چاہو میرے بارے میں سوچ لینا میں اپنی طرف سے تمہیں ایک پیشکش کئے دیتا ہوں کہ سارے معاملات میں مجھ سے تعاون کرو میں تاریخ کا عقدہ کشا بننا چاہتا ہوں اور اب مجھے احمد کمال سعدی کا سہارا حاصل ہے۔"

"چلئے آپ نے خود ہی ان تمام باتوں کی وضاحت کردی مسٹر منوچہر خلازی بس صرف ایک آخری بات اور بتا دیجئے۔"

"ہاں پوچھو....."

"سالک جلال کو کس نے زندہ درگور کیا ہے؟"

"تمہارا کیا خیال ہے.....؟"

"آپ نے مسٹر خلازی' آپ نے....."

"کس نے یہ بکواس کی ہے تم سے..... کیا میں تمہیں جرائم پیشہ انسان نظر آتا ہوں کیا میں ایسا کوئی عمل کرسکتا ہوں؟ یہ صرف زاغ کا کمینہ پن ہے زاغ کے بارے میں تم آج نہیں سوچو گی بے بی تو کل سوچنا پڑے گا تمہیں کیونکہ میں بھی حالات سے اس قدر لاعلم نہیں ہوں زاغ بالکل فراڈ ہے۔ وہ ایک پُراسرار کردار ہے آہ..... جس کی تاریخ نہیں ملتی' جس کی کوئی تاریخ نہیں ملتی میں اسے تاریخ میں بھی تلاش کرنے میں ناکام رہا ہوں اور اس وقت کا بھی کوئی کردار میری سمجھ میں نہیں آتا۔"

"میری تاریخ کیا ہے مسٹر خلازی' کیا آپ مجھے بتاسکیں گے۔" میں کوشش کے باوجود اپنے طنزیہ لہجے پر قابو نہیں پاسکی تھی۔ خلازی مجھے دیکھنے لگا پھر اس نے نادر ہاشمی کی طرف رخ کرکے کہا۔

"نہیں نادر' میں نے پہلے ہی تم سے یہ بات کہی تھی کہ انسان کی تقدیر میں جو کچھ لکھا ہوتا ہے اس کی تکمیل کے بغیر وہ اپنے عمل میں مکمل نہیں ہوتا اس لڑکی کو کچھ سمجھانا بے کار ہی ہے۔ تم نے ہی ضد کی تھی حالانکہ میں نے سعدی سے بھی انکار کیا تھا۔" نادر ہاشمی نے کہا۔

"لڑکی! جو کچھ کہا جارہا ہے' وہ بالکل درست ہے تم انتہا پسند ہو اور انتہا پسندی کی ہی تم نے اتنی تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ اگر شروع میں ہی تم ہم سے تعاون کرلیتیں تو نہ سالک جلال زخمی ہوتا اور نہ احمد کمال سعدی کو اس قدر الٹ پھیر کرنے کی ضرورت پڑتی آتی وہ ہماری مدد کرتا کیونکہ جیسا کہ اب دیکھا گیا کہ وہ ہوا میں شامل ہے اور یقینی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

طور پر اس کی کوئی اہم وجہ ہوگی جس پر ہم ابھی تک غور نہیں کرسکے ہیں۔ وہ اگر چاہ
تو ہمارے شانوں پر سفر کرسکتا تھا لیکن یہ اسی شکل میں ممکن ہوتا جب احمد کمال سعدی
تم ہم سے تعاون کرتے۔"

"مسٹر منوچہر خلازی' اُس وقت میں نے آپ سے تعاون نہیں کیا تھا اور آج بھ
شاید میں یہ نہ کرسکوں میں نہیں جانتی کہ میرا مصرف کیا ہے' میرا مقصد کیا ہے لیکن یہ
چاروں طرف دوڑ بھی تو نہیں سکتی بہت سے لوگ مجھ سے تعاون کرنے کی درخواس
کر رہے ہیں لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں آہ..... کاش کوئی مجھ
میری تفصیل بتادے جو شخص بھی یہ کام کرے گا یوں سمجھ لیا جائے کہ میں کچھ سو
سمجھے بغیر اس کی غلامی کروں گی۔"

"تمہاری تفصیل' تمہاری تاریخ اگر سامنے آجاتی تو بات ہی کیا تھی ڈیئر روش
جمال..... لیکن اس میں زیادہ وقت نہیں لگے گا تم اگر تعاون کرو اور ہر طر
ساتھ دو تو یہ سب کچھ ہوجائے گا۔" خلازی کا لہجہ کسی قدر نرم ہوگیا۔

"میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ کون سے تعاون کی بات کر رہے ہیں آپ مس
خلازی؟"

"آنکھیں بند کرکے خلوص دل کے ساتھ ہماری ہر ہدایت پر عمل کرو۔"

"آج تک میری آنکھیں بند ہی رہی ہیں جب بھی آنکھیں کھولیں کوئی نہ کو
نقصان اٹھالیا۔"

"اس کی وجہ جانتی ہو.....؟"

"نہیں جانتی۔"

"ابھی تمہارے آنکھیں کھولنے کا وقت نہیں آیا بے بی' جب تمہاری آنکھ
کھلیں گی تو تمہاری نگاہوں کے سامنے اتنا کچھ ہوگا کہ یقین نہ کرپاؤ گی۔"

"شاید اسی وقت مسٹر خلازی..... شاید اسی وقت میں لوگوں کے سا
تعاون پر آمادہ ہوسکوں۔ میں کہتی ہوں میری زندگی پر اتنے سارے لوگوں کی اجا
داری کیوں کر ہوگئی ہے' کیا سمجھتے ہیں وہ اپنے آپ کو..... اگر باپ کی بات کر
ہیں' آپ اگر احمد کمال سعدی کی بات کرتے ہیں آپ تو آپ یقین کیجئے مجھے ان
بھی کوئی دلچسپی نہیں رہی ہے وہ آپ سے تو رابطہ قائم کرسکتے ہیں لیکن ان خوفنا
حالات میں مجھے تسلی دینے کے لئے وہ مجھ تک کبھی نہیں پہنچے۔"

"اس کی بھی ایک وجہ ہوسکتی ہے روشن جمال....." منوچہر خلازی نے کہا۔

"کیا.....؟ بھلا کیا.....؟"

"ہوسکتا ہے وہ نمایاں نہ ہونا چاہتا ہو..... ہوسکتا ہے زاغ جیسا کوئی اور بھی
اس کی تاک میں ہو..... ہوسکتا ہے یہ تاریخ کا حصہ نہ ہو۔"

"تاریخ' تاریخ' تاریخ..... کون سی تاریخ کی بات کرتے ہیں آپ؟ اس
تاریخ نے تو مجھے ذہنی طور پر دیوالیہ کردیا ہے' پاگل ہوگئی ہوں میں آخر کون سی تاریخ
اور کیسی تاریخ....."

منوچہر خلازی نے نادر ہاشمی کا چہرہ دیکھا اور نادر ہاشمی نے کہا۔

"میرا خیال ہے یہاں پر اختتام کردو منوچہر..... ہاں یہ پیش کش کرتے جاؤ
کہ جب بھی اس کی سمجھ میں کوئی بات آجائے تو یہ ہم سے رجوع کرلے' میں تمہارا
انتظار کروں گا میں اور منوچہر خلازی تمہارا انتظار کریں گے روشن جمال..... جب
بھی کبھی ہماری ضرورت پیش آئے' ہم تمہارے منتظر رہیں گے۔"

وہ دونوں اپنی جگہ سے اٹھ کر وہاں سے آگے بڑھ گئے میں ساکت نگاہوں سے
انہیں دیکھتی رہی تھی۔ بہت دیر تک میں ان کی باتوں پر غور کرتی رہی میرا دل ڈانواں
ڈول ہو رہا تھا اور میں سوچ رہی تھی کہ جو انکشافات انہوں نے کئے ہیں ان سے یہ
ظاہر تو ہوتا ہے کہ احمد کمال سعدی ان تک پہنچے ہیں لیکن میں..... میں کیا
کروں..... میں تو کچھ بھی نہیں کرسکتی' وقت جو فیصلے کر رہا ہے میں انہی کے تحت
عمل کروں گی' میں کسی کی ہدایت پر عمل نہیں کروں گی ڈان ایرن کے پاس بھیجا تھا اتنی
ساری مشکلات اٹھا کر جب میرا باپ ہی کوئی صحیح فیصلہ نہیں کرپاتا تو میں جو دنیا سے اس
قدر دور اس قدر ناتجربے کار ہوں' میں کیا فیصلے کرسکتی ہوں جو کچھ بھی ہوگا دیکھا جائے
گا۔

☆======☆======☆

میں پلٹی ہی تھی کہ خالد نظر آیا میری طرف آرہا تھا چونکہ ڈان سیگارو کے
احکامات کے مطابق ہر اس شخص کو اپنی عورت کے ساتھ رہنا تھا جس نے کسی عورت کا
انتخاب کرلیا تھا ابھی تک کوئی ایسا واقعہ تو نہیں ہوا تھا جو کسی بھی شکل میں تکلیف دہ یا
مشکل ہوتا لیکن اس بات کے امکانات تھے کہ کسی بھی وقت کوئی بری بات یہاں ہوسکتی
تھی۔ بہت سے ایسے نوجوان جن کا تعلق کسی سے نہ ہوپایا تھا کینہ توزی کا شکار نظر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آتے تھے اس طرح خالد کا میرے پاس ہونا میری بھی ایک مجبوری بن گیا تھا ویسے اس وقت مجھے بھی اس کا انتظار تھا زیادہ دلچسپی مجھے اس واقعہ سے ہو رہی تھی جس کا تعلق ایڈن مارکو سے تھا۔ جولیس کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور اس ننھی سی خوبصورت بچی کو بھی جسے اپنے باپ کی آمد کا انتظار تھا اور مصر میں رہنے والا وہ شخص نہ جانے کس کس طرح اپنی بیٹی اور بیوی کی آرزو کرتا ہوگا چنانچہ میں نے فوراً ہی اپنا موڈ درست کرلیا۔ خالد میرے قریب آکر بیٹھ گیا تھا وہ گہری گہری سانسیں لینے لگا۔

"کیا بات ہے ماحول کو کچھ پُراسرار بنانے کی کوشش کر رہے ہو۔" میں نے کہا اور وہ عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھنے لگا کچھ اندازہ تو نہیں ہو پا رہا تھا کیونکہ اتنے قریب ہونے کے باوجود چہرے اور آنکھوں کے تاثرات رات کی تاریکی میں نہیں دیکھے جاسکتے تھے لیکن بس یہ احساس ہوا تھا کہ اس وقت اس کی آنکھوں میں غم کے تاثرات ہیں۔ کہنے لگا۔

"میں سونت گال سے بات کرچکا ہوں۔"

"کیا گفتگو ہوئی اس سے..... براہ کرم مجھے تفصیل سے بتاؤ۔"

"پہلے میں نے سونت گال کو ٹٹولنا چاہا میں نے اس سے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ میں بھی جہاز کے ان مسافروں میں سے ایک ہوں جو سیگارو کے خلاف تھے اور اس کے بعد میں اس لئے مسٹر سونت گال کی بے پناہ عزت کرنے لگا ہوں کہ انہوں نے جو پیش گوئی کی تھی لوگوں نے اسے تسلیم نہیں کیا تھا جبکہ ان کا کہنا بالکل درست ہے میرے ان الفاظ نے سونت گال کو خاصا نرم کردیا تھا اور وہ دلچسپی سے مجھ سے گفتگو کرنے پر آمادہ ہوگیا۔ میں نے اس سے کہا کہ مسٹر سونت گال میں آپ کے پاس ایک اہم مقصد لے کر آیا ہوں اور اس کے لئے میں نے خاص طور پر آپ کا انتخاب کیا ہے وہ اس مقصد کو سننے کے لئے بے چین تھا کہنے لگا۔ "ہوں' بولو خالد کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"مسٹر سونت گال انتہائی عجیب طریقے سے مجھے یہاں اس جزیرے میں کچھ ایسے لوگ دستیاب ہوگئے ہیں جن کا تعلق ڈی پارلو سے نہیں ہے میں نے کہا اور یقین کرو وہ مجھے اس انداز میں گھورنے لگا جیسے پاگل سمجھ رہا ہو پھر آہستہ سے بولا۔

"آپ نے ایسی ہی بات کہی ہے مسٹر خالد کہ کسی کو یقین نہ آئے وہ کون لوگ ہوسکتے ہیں اور پورا جزیرہ چھان مارنے والوں کو کیوں نہیں نظر آئے۔"

"یہ سارے کولمبس احمق ہیں احمق اور بزدل..... کیونکہ یہ جزیرے کے

ر دور تک جانے کی ہمت نہیں کرسکتے۔"

"میرے ذہن میں یہ خیال آیا تھا مگر افسوس میں معذور ہوچکا ہوں مگر آپ کیا سٹر خالد آپ واقعی سچ کہہ رہے ہیں آخر کون لوگ ہیں وہ....."

تب میں نے اسے پوری کہانی سنا دی جسے سن کر وہ شوقِ جوش سے پاگل ہوگیا مجھ ے کہنے لگا کہ کیوں نہ اسی وقت اس سمت روانہ ہوجائیں یہاں کون کسی کی نگرانی کرتا ہے میں نے بمشکل سمجھایا کہ اس وقت راستوں کی تلاش بھی مشکل ہوگی اور سفر بھی یں کیا جاسکتا کل کے لئے میں نے اس سے پروگرام طے کرلیا ہے میں نے اسے انیاں بتادی ہیں ایک مخصوص جگہ وہ ہمیں مل جائے گا اور وہاں سے ہم اسے مطلوبہ لہ لے جائیں گے۔"

"تنہا ہوگا.....؟"

"بالکل تنہا....."

"مجھے بھی ساتھ جانا ہے نا.....؟"

"ضروری ہے میں تمہیں تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔" خالد نے بے اختیار کہا پھر رک کر ہنس پڑا اور بولا۔ "میرا مطلب ہے سیگارو کے قوانین کے مطابق۔"

"ہنسے کیوں تھے.....؟"

"اپنی چالاکی پر' میں نے کس طرح جہاز' میرا مطلب ہے کنگ آرکوسا کا چکر چلا کر پنی جان بچالی اگر وہ جہاز نہ نظر آتا تو مجھے اپنی مردانگی ظاہر کرنے کے لئے مرنا پڑتا خدا کا شکر ہے وہ جہاز نظر آگیا۔"

"رات بہت ہوچکی ہے سوجاؤ۔"

"اوکے۔" اس نے کہا اور مجھ سے چند گز کے فاصلے پر زمین پر دراز ہوگیا اس نے میری طرف سے کروٹ بدل لی تھی میں بھی زمین پر لیٹ گئی تھی میں نے اسے ملازی سے ملاقات کے بارے میں کچھ نہیں بتایا..... بتانا ضروری بھی نہیں تھا مگر یں اس بارے میں سوچ رہی تھی۔ دماغ فیصلہ کرنے سے قاصر تھا اچانک مجھے ایک خیال آیا اور میں نے خالد کو آواز دی وہ ایک دم اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"خیریت.....!"

"ہاں ایک سوال کرنا ہے کیا کنگ آرکوسا کے بارے میں زاغ کو بتاؤ گے.....؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کیوں.....؟" وہ تعجب سے بولا۔

"میرا مطلب ہے ہر نئی بات اسے بتانے کی ذمہ داری تو نہیں ہے تم پر.....؟" میں نے سادگی سے کہا مگر وہ تلملا گیا سفید سفید دیدوں سے مجھے گھورتا رہا پھر دوبارہ لیٹ گیا اور کروٹ بدل لی اس وقت میں نے اس پر طنز نہیں کیا تھا بس اپنے خیال کے تحت یہ بات پوچھ لی تھی لیکن وہ برا مان گیا تھا۔

پھر نہ جانے کیا کیا سوچتے سوچتے میں بھی سو گئی اس وقت نہ جانے کیا بجا تھا جب ایک بھیانک چیخ نے میری آنکھ کھول دی۔ دلدوز چیخیں مسلسل ابھر رہی تھیں دن کا اجالا پھوٹ پڑا تھا اور چاروں طرف سہانی صبح پھیل گئی تھی لیکن ہولناک چیخیں فضا میں دہشت پیدا کر رہی تھیں ان چیخوں کے ساتھ دوسری چیخیں بھی ابھرنے لگیں سوتے ہوئے لوگ سہم سہم کر جاگ رہے تھے۔ خالد بھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا ہم دونوں ہی نے وہ بھیانک منظر دیکھ لیا کیونکہ ہم کسی قدر بلند جگہ پر سوئے ہوئے تھے اور کوئی چالیس گز کے فاصلے پر وہ خونی کھیل ہو رہا تھا اور خلازی زمین پر لوٹیں لگا رہا تھا اس کے دونوں ہاتھ تشنجی انداز میں باز کو خود پر سے ہٹانے میں مصروف تھے لیکن اسے اس وحشی پرندے سے نجات نہیں مل رہی تھی۔ پھر بہت سے لوگ اس طرف دوڑ پڑے اس کے ساتھ ہی نادر ہاشمی نے اپنی بیساکھی سے باز پر کئی ضربیں لگائیں ایک ضرب نے خلازی کو چت گرا دیا لیکن پرندہ آہنی بدن کا مالک تھا وہ اپنا کام کر کے ہی پلٹا جونہی بہت سے لوگ قریب پہنچے وہ فضا میں بلند ہو گیا لیکن اس کی چونچ میں کوئی لمبی سی چیز دبی ہوئی تھی جس سے خون ٹپک رہا تھا لاتعداد نسوانی چیخیں بلند ہوئیں منوچہر خلازی کا بدن فضا میں کئی کئی فٹ اونچا اچھلا اور لوگ دہشت زدہ ہو کر دور ہٹ گئے۔

میرے تو پاؤں منجمد ہو گئے تھے لیکن خالد سنبھل کر اس طرف دوڑ گیا پھر خلازی لوگوں کی بھیڑ میں گم ہو گیا میرا پورا بدن کانپ رہا تھا آہ یہ منحوس شیطان کی طرح دہشت پھیلائے ہوئے ہے۔ زاغ کو اس کی وحشت ناکی سے روکنے والا کوئی نہیں ہے کالا پرندہ بے حد چالاک تھا اس نے جزیرے کی مخالف سمت اختیار کی تھی اور سمندر کی طرف پرواز کی تھی دیکھتے ہی دیکھتے وہ نگاہوں کی حد سے نکل گیا مجھ سے کھڑا نہیں ہوا جا رہا تھا۔ میں وہیں زمین پر بیٹھ گئی خلازی نے رات کو مجھ سے رجوع کیا تھا کیا اسے اس حرکت کی سزا دی گئی ہے ہو سکتا ہے زاغ کو ان باتوں کے بارے میں معلوم ہو گیا ہو جو خلازی نے مجھ سے کی تھیں ہو سکتا ہے زاغ کو یہ خطرہ ہو گیا ہو کہ خلازی اور میں

ساتھی نہ بن جائیں ایسا ہی لگتا ہے یہی معلوم ہوتا ہے نہ جانے بے چارے خلازی کا کیا حشر ہوا ہو' لگتا ہے وہ بھی سونت گال کی طرح آنکھ سے محروم ہو گیا۔

لوگ خلازی کے گرد جمع تھے پھر اسے اٹھا کر ایک اور جگہ لے جایا گیا درندہ صفت زاغ نے بہت برا کیا وہ جھوٹا بھی ہے اور چالاک بھی۔ سالک جلال کی اس حالت کا ذمہ دار اس نے خلازی کو قرار دیا مگر خلازی نے اس کی پُرزور تردید کر دی تھی خود میں بھی یقین نہیں کر پائی تھی خلازی اتنا درندہ صفت انسان نہیں تھا کچھ دیر کے بعد خالد میرے پاس آ گیا۔

"خلازی کو قتل کر دیا گیا۔" اس نے کہا اور میں اچھل پڑی میرا منہ حیرت سے کھل گیا میں نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔ "قتل....."

"ہاں خونخوار پرندے نے مسٹر خلازی کے نرخرے کو نشانہ بنایا تھا اور ایسے وحشت ناک طریقے سے اس نے ان کے نرخرے کو زخمی کیا کہ باقاعدہ خوراک کی نالی ہی کاٹ کر لے گیا۔"

"اوہ میرے خدا..... میرے خدا..... گویا' گویا زاغ اس پرندے سے انسانوں کی ہلاکت کا کام بھی لے لیتا ہے۔"

"سونت گال کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے اسے تو زاغ ہلاک نہیں کرنا چاہتا تھا بلکہ صرف مجبور کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن سونت گال بے چارہ ایک آنکھ سے محروم ہو گیا ہے۔"

میں خوف زدہ انداز میں زاغ کے بارے میں سوچنے لگی میرے اس سے براہ راست تعلقات ہو گئے تھے۔ اس کمینہ صفت انسان کی بات نہ ماننے کا مطلب یہ تھا کہ زندگی ہلاکت میں بھی پڑ سکتی تھی اس کے باوجود میں نے خالد کو یہ نہیں بتایا کہ میری خلازی سے کیا گفتگو ہو چکی تھی چند لمحات کے بعد میں نے کہا۔ "تو پھر اب کیا ہو گا.....؟"

"کیا مطلب.....؟"

"میرا مطلب ہے' اوہ میرا دماغ بہتر کیفیت میں نہیں ہے۔"

"اتنا زیادہ اثر نہ لو روشنی' ہم جن حالات سے دوچار ہیں' اس میں کوئی بھی حادثہ کسی بھی وقت پیش آ سکتا ہے۔"

"کیا سونت گال سے دوبارہ بات چیت ہوئی.....؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہاں ابھی ابھی اور پروگرام میں تھوڑی سی تبدیلی کی ہے ہم نے.....؟"

"کیا.....؟"

"سونت گال نے خود مجھ سے رجوع کرکے کہا کہ اس حادثے کے بعد ہمارا ان کے درمیان سے غائب ہوجانا مناسب نہیں ہوگا یہ پروگرم اس وقت تک کے لئے ملتوی کردیا جائے جب تک یہاں ہنگامہ آرائی رہے حالانکہ وہ خود اس کام کو سرانجام دینے کے لئے بے چین ہے۔" میں گہری گہری سانسیں لینے لگی لوگ ٹولیاں بنا بنا کر اس سلسلے میں چہ میگوئیاں کر رہے تھے پھر سیگارو بھی سب کے درمیان آگیا تھا لوگوں کی باتیں سن رہا تھا خالد نے کہا۔ "آؤ یہاں اکیلے کھڑے رہنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے ان کے درمیان ہی چلتے ہیں۔"

"میں مسٹر خلازی کی لاش نہیں دیکھ سکوں گی۔" میں نے متاثرہ لہجے میں کہا۔

"نہ دیکھنا اب دیکھنے یا نہ دیکھنے سے کیا ہوتا ہے کم از کم ہمیں صورتِ حال سے واقف رہنا چاہئے۔" ہم لوگوں کے درمیان پہنچ گئے نادر ہاشمی ایک سنجیدہ آدمی تھا لیکن میں نے اسے بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے دیکھا اس نے سیگارو سے کہا۔

"آپ نے اس جزیرے پر اپنی بادشاہت کا اعلان کردیا ہے لیکن ہمارے ساتھ انصاف کون کرے گا یہ آپ کا فرض نہیں ہے کہ میرے دوست کی داد رسی کریں اسے قتل کردیا گیا ہے اس کے قاتل کو سزا ملنی چاہئے اس کے قاتل کو ہر قیمت پر سزا ملنی چاہئے مسٹر سیگارو....." سیگارو نے نادر ہاشمی کو دیکھا اور بولا۔

"لیکن اسے تو ایک پرندے نے قتل کیا ہے؟"

"آپ جانتے ہیں مسٹر سیگارو کہ اس پرندے کا مالک کون ہے وہ اس کی موت کا ذمہ دار ہے وہ..... وہ....." نادر ہاشمی شاید شدتِ جذبات میں کچھ کہنا چاہ رہا تھا لیکن پھر اس نے اپنے آپ پر قابو پالیا تھا سیگارو البتہ پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا تھا پھر اس نے کہا۔

"ہاں ایک حد تک یہ بات درست ہے کالا پرندہ بہرطور اپنے مالک کے ساتھ سفر کر رہا ہے اس شخص پر اس خونی پرندے کو سنبھالنے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے بلاؤ اس شخص کو بلاؤ میں بادشاہ ہوں انصاف کروں گا۔"

سیگارو انصاف کرنے پر تُل گیا اور کچھ دیر کے بعد زاغ اس کے سامنے پیش

ہوگیا۔ "بھتیجے..... چچا کی کیا ضرورت پیش آگئی۔"

"ڈی پارلو کا سفر ختم ہوچکا ہے اور اب تم سیگارو کی مملکت میں ہو اس لئے ہر پرانی بات کو بھول جاؤ..... کیا نام ہے تمہارا.....؟" سیگارو نے کہا۔

"تاریخ کبھی فنا نہیں ہوتی بھتیجے وقت کی کتاب میں جو تحریر ہوگیا' سو ہوگیا بہرحال یہ بھی وقت کا ایک حصہ ہے اس جزیرے کی بھی تو کوئی تاریخ ہونی چاہئے۔ حاتم جلیبی ہے میرا نام....."

"کالا پرندہ تمہاری ملکیت ہے.....؟"

"دوست ہے میرا' دوست' دوست ہوتے ہیں ملکیت نہیں ہوتے اور جب دوستوں کو ملکیت سمجھ لیا جاتا ہے تو تباہیوں کو آواز دی جاتی ہے۔"

"میں صرف اپنی بات کا جواب سننا پسند کرتا ہوں وہ پرندہ تمہاری ملکیت ہے.....؟" سیگارو نے کہا۔

"نہیں دوست ہے میرا' وہ مقدس پرندہ ہے ایک بہت بڑے قبیلے کا روحانی دیوتا اسے بہت سے فیصلے کرنے ہوتے ہیں۔"

"اس پرندے نے میری رعایا کے ایک شخص کو قتل کردیا ہے۔"

"ضروری ہوگا وہ کوئی غیر ضروری کام نہیں کرتا۔" زاغ نے مطمئن لہجے میں کہا۔

"اس شخص کو رسیوں سے باندھ کر میرے سامنے لاؤ یہ خود کو بہت بڑا انسان سمجھتا ہے اسے بادشاہوں سے گفتگو کا سلیقہ نہیں آتا۔" زاغ کے طریق گفتگو سے سیگارو مشتعل ہوگیا سیگارو کے اپنے آدمیوں نے یہ کام سرانجام دیا تھا زاغ نے ذرا بھی مزاحمت نہیں کی تھی اسے سیگارو کے سامنے لایا گیا تب سیگارو نے کہا۔ "ایک پرندہ انسان کا دوست نہیں ہوسکتا وہ تمہارا پالتو پرندہ ہے اس نے جو کچھ کیا ہے اس کے ذمہ دار تم ہو تمہیں اس کے عمل کی سزا بھگتنا ہوگی۔"

زاغ نے اپنے مخصوص انداز میں مکاری سے گردن جھکائی اور بولا۔ "عظیم ڈان اوٹرویلبی سیگارو کنگ آف کوکونٹ آئی لینڈ کے کسی حکم سے سرتابی کی مجال تو کسی کو نہیں ہوسکتی لیکن ایک بادشاہ ساری رعایا کو ایک جیسا سمجھتا ہے پھر میرے ساتھ یہ ناانصافی کیوں ہو رہی ہے۔"

"تمہارے پالتو پرندے نے ایک انسان کو ہلاک کیا ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"وہ میرا پالتو نہیں صرف دوست ہے سزا اسے ملے تو انصاف ہو گا میں نے مرنے والے کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔"

"پرندہ کہاں ہے.....؟"

"وہ تو بھاگ گیا۔"

"اسے جب علم ہو گا کہ اس کے جبر کی سزا اس کا دوست بھگت رہا ہے تو وہ اپنے جرم کی سزا پانے کے لئے آجائے گا۔"

"سزا اسے ہی ملنی چاہئے۔" زاغ نے کہا۔

"اسے بلاؤ اس خونی پرندے کو زندہ نہیں رہنا چاہئے میں اسے اس قتل کے الزام میں گولیوں سے چھلنی کردوں گا۔" سیگارو مکمل انصاف کرنا چاہتا تھا اس نے زاغ کی ناک سے انگلی چھلا کر کہا۔ "مگر اسے یہاں آنا چاہئے میرے سامنے پیش ہونا چاہئے اگر وہ نہ آیا تو اس کی سزا تمہیں بھگتنا ہو گی۔"

"وہ بہت اچھا دوست ہے لیکن عظیم سیگارو سے کچھ اور بھی کہنا چاہتا ہوں میں....."

"کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"وہ شلاشلائی ہے ایک مقدس روح' اس کی بے حرمتی کرنے والے مشکلات میں گرفتار ہو جاتے ہیں اور میری آرزو ہے کہ کوکونٹ آئی لینڈ کا شہنشاہ پُرسکون طریقے سے اپنی اس نئی مملکت پر حکومت کرے کیونکہ اسے یہاں تک لانے میں بھی شلاشلائی نے ایک اہم کردار ادا کیا ہے کہیں یوں نہ ہو کہ مقدس دیوتا اپنی بے حرمتی سے ناراض ہو جائے اور..... اور..... عظیم سیگارو کو کوئی نقصان پہنچ جائے۔"

"احمق آدمی..... تیرا کیا خیال ہے ایک پرندہ ہمیں نقصان پہنچا سکتا ہے اگر تُو سوچتا ہے کہ وہ سونت گال کی طرح ہم پر بھی حملہ آور ہو سکتا ہے تو اپنی سوچ کا انداز بدل لے کیونکہ واسطہ تیرا سیگارو سے ہے۔"

"میں صرف عظیم سیگارو کی زندگی کی دعائیں کرتا ہوں شلاشلائی کو واپس آنا ہو گا اگر وہ واپس نہ آیا تو اس کا مطلب ہو گا کہ اس کی دوستی میں سچائی نہیں تھی۔" زاغ نے رسیاں بندھے ہوئے ہاتھ اوپر اٹھائے' آنکھیں بند کیں' چہرہ اوپر کیا اور دونوں ہاتھ کنپٹیوں پر رکھ لئے وہ ایک لمحے تک خاموش رہا اور اس کے بعد اس نے آنکھیں

کھول دیں کچھ دیر تک خاموش کھڑا رہا ڈان اوٹرویلبی سیگارو اور دوسرے تمام لوگ حیرت و دلچسپی سے اس کا یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ پھر وہ انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

"میں نے کہا تھا نا کہ وہ سچا دوست ہے اس نے کبھی دوستی کو داغدار نہیں کیا دیکھو وہ آرہا ہے۔"

تمام ہی گردنیں سمندر کی جانب گھوم گئیں فضا میں کالے پرندے کا دھبہ نظر آرہا تھا یہ دلچسپ تماشا بالکل بچوں جیسا تھا لیکن نہایت پُراسرار بڑا ہی سنسنی کا شکار' اس وقت کون تھا جو اس دلچسپ منظر سے لطف اندوز نہیں ہو رہا تھا یا سنسنی خیز نہیں تھا حالانکہ ایک انسان ہلاک ہو گیا تھا اور اس کی ہلاکت کا سب ہی کو افسوس تھا لیکن اب جو کچھ ہو رہا تھا' وہ بہت دلچسپ اور انوکھا تھا۔ خود سیگارو بھی دلچسپ نگاہوں سے اُدھر دیکھ رہا تھا پھر اس نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا اور ان سے کچھ کہا اور دونوں دوڑ گئے اور چند ہی لمحات کے بعد بھری ہوئی آٹومیٹک رائفلیں لے آئے ان میں سے ایک رائفل سیگارو کو پیش کردی گئی اور اس نے اسے چیک کرکے سنبھال لیا۔

میں نے زاغ کے چہرے کی جانب دیکھا کم بخت پتھرایا ہوا کھڑا تھا اتنا مطمئن اور اتنا پُرسکون جیسے اسے کسی بات کی پرواہ نہ ہو میرے نزدیک کھڑا خالد سرگوشی میں بولا۔

"وہ مطمئن ہے اور..... اور اندازہ ہوتا ہے کہ سیگارو اس پرندے کو ہلاک نہ کرسکے گا۔" میں نے خالد کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا خود میرے بدن میں لہریں اٹھ رہی تھیں اس شیطانی پرندے کی ناقابلِ یقین سرگرمیوں کی میں خود گواہ تھی نہ جانے کیوں یہ احساس ہو رہا تھا مجھے کہ ڈان سیگارو اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا سیگارو بھی مسخرہ ہی تھا ورنہ ایک پرندے کی ہلاکت کیا حیثیت رکھتی تھی مگر یہ عام آدمیوں کے سوچنے کی بات تھی زاغ اس انوکھے دوست سے جو جو کام لیتا تھا ہم اسے جانتے تھے کالا پرندہ برق رفتاری سے قریب آیا اور پھر پر پھیلا کر ایک چٹان کی نوک پر بیٹھ گیا۔ سیگارو نے کہا۔

"یہ دوستی بڑی دلچسپ ہے لیکن مسٹر حاتم جلیبی اس پرندے کو سزا ملنا ضروری ہے کیونکہ مستقبل میں وہ کسی اور کو بھی نقصان پہنچا سکتا ہے اس لئے اسے ہلاک کیا جاتا ہے۔"

"مقدس دیوتا کسی غیر ضروری انسان کو نقصان نہیں پہنچاتا وہ صرف انسان کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بہتری کا عمل کرتا ہے اگر فرانسیسی سپاہی پر حملہ نہ ہوتا تو سیگارو کو آزادی ملنا مشکل ہو جاتی اور اگر سیگارو کو آزادی نہ ملتی تو اب تک سمندر میں کھڑے جہاز پر بے شمار افراد ہلاک ہو جاتے تاہم یہ شہنشاہ کا عمل ہے اسے روکا نہیں جا سکتا۔"

سیگارو نے اس گفتگو پر بھی کان نہ دھرا اس نے اپنے سامنے کھڑے لوگوں سے کہا۔ "تمہارا شہنشاہ جزیرے پر ہونے والے پہلے جرم کے مجرم کو سزائے موت دیتا ہے اور اس کے بعد ہر ذی روح کے جرم کی یہی سزا ہوگی اسے یاد رکھا جائے۔"

سیگارو نے پرندے کا نشانہ لیا اور گولی چلنے کی آواز گونج اٹھی باز اپنی جگہ سے اوپر اچھلا اور اس نے فضا میں پر پھیلا دیئے۔ سیگارو کا نشانہ خطا ہو گیا اس نے پرندے پر گولیوں کی بارش کر دی لیکن دیکھنے والے دیکھ رہے تھے کہ پرندہ خلاء میں قلابازیاں کھا کر ان گولیوں سے بچ رہا تھا۔ سیگارو کو ناکام دیکھ کر اس کے دوسرے ساتھی نے جو دوسری رائفل سنبھالے ہوئے تھا' فائرنگ شروع کر دی پرندے کے لئے آسان تھا کہ وہ چٹان کے عقب میں پناہ لے لے لیکن وہ مردانہ وار فضا میں اڑ کر خود کو گولیوں سے بچاتا رہا یہاں تک کہ دونوں رائفلوں کا میگزین ختم ہو گیا اور سیگارو منہ دیکھتا رہ گیا پرندہ پھر چٹان کی نوک پر بیٹھ گیا لوگوں کے حلق سے طرح طرح کی بے معنی آوازیں نکل رہی تھیں پھر ان کی آوازوں پر منحوس پرندے کی کریہہ چیخ غالب ہو گئی اور پھر یوں لگا جیسے اس نے حقارت سے سب پر تھوک دیا ہو بڑے اطمینان سے وہ فضا میں بلند ہوا اور پھر ایک غوطہ لگا کر دوسری سمت جانے کی بجائے خود سیگارو کے سر پر سے ہوتا ہوا سمندر ہی کی جانب نکل گیا۔ سیگارو نے فوراً ہی اپنے چہرے پر ہاتھ رکھ لئے تھے اور زاغ کے چہرے پر مکروہ مسکراہٹ پھیل گئی تھی جب پرندہ فضا میں خاصی دور نکل گیا تو سیگارو نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"اسے ایک مفرور مجرم قرار دیا جاتا ہے اور اب کسی بھی وقت وہ جزیرے کی فضا میں نظر آئے تو اسے ہلاک کر دیا جائے۔" یہ کہہ کر اس نے دونوں ہاتھ فضا میں لہرائے اور جیسے دربار برخاست کر دیا البتہ زاغ نے آگے بڑھ کر کہا۔ "معزز شہنشاہ میرے لئے کیا حکم دیتا ہے.....؟"

"اس شخص کو آزاد کر دو۔" سیگارو کسی قدر خجل نظر آ رہا تھا زاغ کے ہاتھ کھول دیئے گئے خالد نے مجھے اشارہ کیا اور بولا۔ "آؤ واپس چلیں اب یہاں رکنا بے مقصد ہی ہوگا۔"

میں نے کسی قدر جھنجلائی ہوئی نگاہوں سے خالد کو دیکھا اور بولی۔ "میں ابھی یہیں رہنا چاہتی ہوں۔" نہ جانے یہ جھنجلاہٹ کیوں ذہن میں پیدا ہو گئی تھی غالباً خالد کا یہ اندازہ پسند نہیں آیا تھا۔ وہ شانے ہلا کر خاموش ہو گیا۔

خلازی کی لاش سامنے پڑی ہوئی تھی اور مجھے اس کے تمام الفاظ یاد آ رہے تھے کہ سچ مچ احمد کمال سعدی نے خلازی پر اعتماد کیا تھا تو اس کا خاتمہ میرے راستے روکنے کے مترادف تھا اور یہ بات میں اچھی طرح جانتی تھی کہ زاغ کے علاوہ اور کوئی اس کا شریک نہیں ہو سکتا لیکن اس کے باوجود میری عقل کہتی تھی کہ مجھے زاغ کے سلسلے میں گرم ہی رہنا چاہئے میں اب کوئی اور نقصان اٹھانے کے حق میں نہیں تھی شیطان کو قابو میں رکھنا ضروری تھا۔

نادر ہاشمی غمزدہ انداز میں ایک چٹان سے ٹکا بیٹھا تھا غالباً خلازی کے لئے سیگارو نے ہی حکم دیا تھا کیونکہ تھوڑی دیر کے بعد اس کی لاش سمندر میں پھینک دی گئی تھی۔

سورج سروں سے گزر رہا تھا لوگ پھر اپنے معمولات میں مصروف ہو گئے تھے میں نے خالد سے کہا۔ "کیا اب بھی اتنا وقت نہیں ہے کہ ہم اپنے مشن پر روانہ ہو جائیں۔"

"اب.....؟" خالد کسی قدر ہچکچاہٹ سے بولا۔

"تم گریز کر رہے ہو خالد.....؟"

"بالکل نہیں البتہ ایک دلچسپ بات ضرور سوچ رہا ہوں۔"

"کیا.....؟"

"سیگارو نے زاغ سے دشمنی مول لے لی تم نے محسوس کیا ہے روشنی کہ وہ نہایت پُراسرار انسان ہے اس کا ہر عمل ناقابلِ یقین ہوتا ہے اس نے ڈھکے چھپے الفاظ میں سیگارو کے لئے تباہی کی پیش گوئی کر دی ہے اور اگر کپتان ایڈن مارکو اپنے مشن میں کامیاب ہو جاتا ہے تو یہ پیش گوئی درست ہو جائے گی۔"

"ایں.....ہاں!" میں حیرت سے بولی واقعی ایک دلچسپ نکتہ تھا۔

"میں خوف زدہ تو نہیں ہوں روشنی کیونکہ خوف زندگی کا ہوتا ہے اور مجھے زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے لیکن یہ سوچتا ہوں کہ اس شیطان کو ہمارے عمل کے بارے میں نہ معلوم ہو جائے۔"

"میں اس خیال سے منحرف نہیں ہوں خالد لیکن اس کے باوجود ہمیں یہ کرنا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے۔"

"ہاں اب تو اس سے گریز ہی نہیں کیا جاسکتا میں ایک بار پھر سونت گال سے مل لوں۔" میں نے اسے اجازت دے دی وہ چلا گیا اور میں کوئی سنسان گوشہ تلاش کرنے لگی دماغ پھٹا جارہا تھا اور میں سکون چاہتی تھی کافی دور ایک جگہ منتخب کرکے میں ایک چٹان سے ٹک کر بیٹھ گئی یہاں سے سمندر نظر آرہا تھا اور اس پر آہستہ آہستہ ہچکولے لیتا ہوا جہاز ڈی پارلو..... دل اوبھ رہا تھا..... آخر اب کیا ہوگا؟ وقت اس کہانی کو کیسے آگے بڑھائے گا! اچانک قریب ہی آہٹ ہوئی اور میں نے چونک کر دیکھا زاغ تھا اور میری طرف آرہا تھا' ایک بار بدن میں سرد لہریں دوڑنے لگیں خدا خیر کرے یہ منحوس کسی خاص ہی مقصد سے میرے پاس آتا تھا۔

☆------☆------☆

میں نے سہمی ہوئی نظروں سے زاغ کو دیکھا اس کی مسکراہٹ بھی رگوں میں خون منجمد کرتی تھی۔ میرے قریب پہنچ کر اس نے مہذب لہجے میں کہا۔

"میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں معزز سلاطیہ؟ اگر تُو اجازت دے۔" میں نے بولنا چاہا مگر میرے منہ سے آواز نہ نکل سکی البتہ میری گردن اثبات میں ہل گئی تھی۔ وہ اپنا ڈھیلا ڈھالا لباس سمیٹ کر بیٹھ گیا۔ پھر میری طرف رخ کرکے دوبارہ بولا۔ "تجھے اندازہ ہوگا کہ وقت کس طرح دلچسپ کہانیوں کے ساتھ اپنا سفر جاری رکھے ہوئے ہے۔ کیا اب بھی تُو ان واقعات سے متاثر ہوتی ہے۔"

"مسٹر زاغ۔ میں مسٹر زاغ!" میں نے حلق میں پھنسی آواز کو بمشکل حلق سے آزاد کیا۔

"آہ۔ کتنا عجیب لگتا ہے مجھے تیرا اس طرح گفتگو کرنا۔ مگر ٹھیک بھی ہے تجھے اپنے بارے میں کیا معلوم۔ ہاں تُو جب خود سے آشنا ہوگی تو تیری اس آواز میں قہر و غضب کی بجلیاں کوندیں گی اور لوگ تیرے منہ سے نکلنے والے ہر لفظ سے خوفزدہ ہوں گے۔ اور جو تُو کہے گی وہ قانون ہوگا ٹھوس اور اٹل۔"

میں نے بمشکل خود کو سنبھالا۔ پُراسرار زاغ کی باتوں کا ایک لفظ بھی میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا اس نے مجھے ایک نئے نام سے پکارا تھا۔ وہ ایسی باتیں اکثر کرتا تھا ایک بار اس نے خود کو زعورس کہا تھا۔ اس وقت جب جزیرے کے ویرانے میں مجھے وہ پُراسرار عورت نظر آئی تھی تو سجدہ ریزی کے عالم میں اس نے کچھ ناقابلِ فہم الفاظ

کہے تھے۔

"آپ..... آپ ٹھیک ہیں مسٹر زاغ؟" بالآخر میں خود پر قابو پانے میں کامیاب ہوگئی۔

"ہاں میرا کیا بگڑے گا۔ بس کج فہم خود ہی اپنا جہنم تیار کرتے ہیں۔ اس عقل کے اندھے کو دیکھو میرا احسان بھول گیا اور بادشاہی کے زعم میں مبتلا ہوگیا مگر برا کیا اس نے میں تو اسے معاف بھی کردیتا مگر شلاشلائی کی توہین کرنے والے تین لاکھ اڑتالیس ہزار چھ سو تیرہ افراد کے مجرم ہوتے ہیں بھلا اب اسے معافی کہاں ملے گی۔ تمہیں ڈی پارلو کے اصل کپتان کا حشر یاد ہوگا؟"

"اولیارو کا.....؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں۔ اس نے بھی کسی کے ایما پر شلاشلائی پر گولیاں چلوائی تھیں۔" زاغ نے کہا اور میرے بدن میں جھرجھری سی دوڑ گئی۔ کیا اولیارو بھی قتل ہوا۔ کون جانے ایسا ہی ہوا ہو۔ کسے معلوم کہ طوفان کے دوران اس کی ہلاکت کیسے ہوئی۔ میں کچھ دیر اسی کیفیت میں رہی پھر میں نے کہا۔

"شلاشلائی نے خلازی کو کیوں قتل کیا مسٹر زاغ.....؟"

"اس نے قدیم مصر کے ماضی میں قدم رکھ دیا تھا۔ تاریخ نے اس کا پاؤں الٹ کر اس کے منہ پر دے مارا۔ قصور سعدی کا ہے مسلسل کمزور سہارے تلاش کررہا ہے حالانکہ خود بھی جانتا ہے کہ بالآخر اسے ان کا سامنا کرنا ہوگا جن سے وہ گریز کررہا ہے۔"

"آپ جانتے ہیں کہ آپ کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔" میں نے الجھ کر کہا۔

"آہ' نہیں بے بی۔ تیری ناسمجھی ختم ہوگئی ہے۔ بہت کچھ جاننے لگی ہے تُو۔ چالاک ہوگئی ہے مجھ سے وعدے کرتی ہے اور پھر سب کچھ چھپالیتی ہے۔"

"کیا چھپایا ہے میں نے تم سے؟"

"خلازی کا نیا منصب۔ اس نے جو کچھ کہا تھا ٹھیک کہا تھا سعدی نے ایرن سے مایوس ہوکر اسے بہت بڑا مقام دینے کی کوشش کی تھی مگر وہ اس کا اہل نہیں تھا۔"

"اس لئے تم نے اسے قتل کردیا؟"

"میں نے..... نہیں میں نے نہیں۔ اس کے قتل کے احکامات کہیں اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے صادر ہوئے تھے۔"

"آپ کی کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آتی مسٹر زاغ۔ اور پھر خلازی نے جو کچھ مجھ سے کہا تھا۔ اسے بتانے کے لئے میں فوراً آپ کی طرف دوڑ پڑتی جو کچھ اس نے مجھ سے کہا وہ میرے لئے ناقابلِ فہم تھا۔ پھر بھی میں نے اس سے کوئی تعاون نہیں کیا یہ آپ کی ہدایت پر عمل تھا ورنہ اپنے باپ کا نام سن کر مجھے فوراً اس کی باتوں پر ایمان لے آنا چاہئے تھا' جب کہ اس نے کچھ ایسی باتیں بھی بتائی تھیں جو حقیقت سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس نے یہ بھی اعتراف کیا تھا مسٹر زاغ کہ سالک جلال پر قاتلانہ حملے میں اس کا ہاتھ نہیں ہے۔"

"جو لوگ دنیا سے چلے جاتے ہیں ان کے بارے میں تبصرہ آرائی بے کار ہے ہاں حقیقتاً احمد کمال سعدی ہی اس کی موت کا باعث بنا' ورنہ وہ تو صرف ایک ہم سفر جو ساتھ دے رہا تھا اور سمجھ رہا تھا کہ وہ زیرک ہے' دانا ہے مگر آہ میں تمہارے باپ کو کس طرح سمجھاؤں کہ جو کچھ وہ کر رہا ہے اپنے راستے میں مزید کانٹے پھیلانے کے مترادف ہے' اسے ان تمام باتوں سے کچھ نہیں ملے گا' تاریخ کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں ہو گا وہی جو تاریخ میں لکھا ہے۔"

"میں لعنت بھیجتی ہوں اس تاریخ پر جس نے مجھے ذہنی طور پر معطل کر کے رکھ دیا ہے۔ آپ کیا ہیں مسٹر زاغ' وہ کیا تھا' آنے والے وقت میں کیا ہو گا۔ اب مجھے کسی بات کی پرواہ نہیں ہے۔ نہ ہی میں کسی سے خوفزدہ ہوں اور نہ ہی اپنے ساتھ گزرنے والے ان واقعات سے پریشان' سب کچھ جہنم میں جائے' زندگی کی انتہا موت ہی ہوتی ہے نا۔ میں اب موت سے بھی نہیں ڈرتی اور ڈرنے سے فائدہ بھی کیا۔ سمندر میں طوفان کا شکار ہو جانے والا جہاز یا اس جزیرے پر پیش آنے والا کوئی حادثہ آخری کام یہی کر سکتا ہے کہ موت کو میرے نزدیک لے آئے' میں اس کے لئے آمادہ ہوں۔ بس مسٹر زاغ اب مجھے کسی بات کی پرواہ نہیں ہے۔"

زاغ آنکھیں بند کر کے عجیب سے انداز میں ہنسنے لگا' پھر کچھ دیر خاموش رہا' اس کے بعد بولا۔

"نہیں۔ بالکل نہیں اگر تیری یہ سوچ ان لمحات کا عطیہ ہے تو کوئی حرج بھی نہیں ہے' وقت کی صورت تو لحہ لحہ بدلتی ہے اور سوچیں بھی لمحات کے دائرے میں آتی ہیں۔ وقت جن ہواؤں کو منتشر کرے گا' وہی ہوائیں پاگل بن کر سوچ کے دروازے

کھولتی ہیں' میں پھر تجھ سے یہی کہنا چاہتا ہوں روشن جمال کہ مجھ سے تعاون کر۔ عدم تعاون کی شکایت یوں ہے کہ خلازی نے وہ کہا تجھ سے جو تیرے باپ نے اسے بتایا تھا' لیکن تُو نے مجھے جو کچھ بتایا یہ وہ نہیں تھا جو گزر چکا۔ تُو نے بہت سے پہلو مجھ سے چھپائے' اور اب جب میں غور کرتا ہوں تو مجھے اندازہ ہوتا ہے کہ جو پہلو تُو نے پوشیدہ رکھے وہ تیرے لئے تیری سوچ کے مطابق کار آمد تھے۔ ہاں مجھے بھٹکنا پڑا لیکن یہ وقتی تبدیلی ہوتی ہے۔ بالآخر میرے قدم صحیح راستے پر آجاتے ہیں۔ میں تجھ سے صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں مجھ پر آنکھیں بند کر کے بھروسہ کر۔ اب تیرے سامنے کوئی بھی نہیں رہ گیا۔ ڈان ایرن ہے اسے تیرا باپ خود ایک ناکارہ عضو قرار دے چکا ہے۔ الجزائر تک پہنچنا شاید ممکن نہ ہو یا اگر ہو بھی جائے تو ثالث ظاہری بھی بس ایک عارضی ہی ہم سفر ہو گا۔ خلازی کا سفر ایران سے چل کر تیرے وطن اور اس کے بعد سے اس ویران جزیرے تک تھا' ہو سکتا ہے ثالث ظاہری مصر تک ڈان ایرن کا ساتھ دے دے۔ اس کے بعد نہ ڈان ایرن اس بند دروازے کو کھول سکے گا اور نہ ثالث ظاہری۔ دروازے کے دوسری طرف کیا ہے یہ تو ایک مقدس راز ہے' جسے عام نگاہوں کی زد میں نہیں لایا جا سکتا؟"

میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ حقیقت یہ تھی کہ اس منحوس انسان کا ایک بھی لفظ میرے پلے نہیں پڑتا تھا۔ میں نے جھنجلا کر اس سے پوچھ ہی ڈالا۔

"یہ آپ ایسی ناقابلِ فہم باتیں کیوں کرنے لگتے ہیں مسٹر زاغ جن سے میرا ذہن اور الجھ جائے۔ اس دن آپ نے اپنے آپ کو زعورس کہا تھا اور آج مجھے آپ نے سلاطیہ کے نام سے مخاطب کیا ہے۔ میں کہتی ہوں کہ آپ وہ باتیں کیوں کرتے ہیں جو میرے ذہن کو الجھا دیں اور اس کے بعد آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ سے تعاون کروں۔"

زاغ جیسے چونک پڑا۔ اس نے حیرانی سے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔ "میں نے تجھے سلاطیہ کہا۔ کب.....؟"

"ابھی تم نے مجھے اسی نام سے مخاطب کیا تھا.....؟"

"آہ۔ میں بھی اپنی ہواؤں میں جی رہا ہوں اور یہ ہوائیں انسانی ذہن کو تھوڑا بہت احمق ضرور بناتی ہیں کبھی کبھی یہ حماقتیں مجھ پر بھی طاری ہو جاتی ہیں اور میں فضول گو بن جاتا ہوں۔ تم ایسی باتوں کو اپنے ذہن میں جگہ نہ دیا کرو' شاید میں زمانہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قدیم کا کوئی نام لے کر پکار بیٹھا تھا تمہیں' محسوس نہ کرنا' بالکل محسوس نہ کرنا۔"

صاف ظاہر تھا کہ زاغ جھوٹ بول رہا ہے لیکن میں نے بھی اس بات پر ضد نہیں کی۔ میں نے اس سے کہا۔

"اب میرے لئے آپ کا کوئی نیا حکم تو نہیں ہے مسٹر زاغ.....؟"

"حکم نہیں دوستانہ مشورہ' درخواست سمجھ لو' کیونکہ یہ سب کچھ تمہارے حق میں بہتر رہے گا' نہ صرف تمہارے بلکہ احمد کمال سعدی کے حق میں بھی۔ سنو اگر تمہیں انظاریہ مل جائے تو اس بار اسے ایک پیغام دینا۔ مگر نہیں' یہ وقت سے پہلے ہو جائے گا اور وہ انہیں تمہارے الفاظ نہیں سمجھے گی۔ مقدس انظاریہ بے حد زیرک ہے اور..... اور..... اوہ میں پھر فضول گوئی پر اتر آیا۔ سنو لڑکی غور سے سنو۔ تمہارا باپ یقیناً تم سے اس دوران کہیں نہ کہیں رجوع کرے گا۔ وہ تم سے منحرف نہیں ہو سکتا۔ کبھی بھی نہیں ہو سکتا' آہ کاش کوئی لمحہ ایسا آئے جب وہ تمہارے قریب ہو اور میں اسے بتا سکوں کہ مجھ سے بہتر وکیل اسے اور کوئی نہیں ملے گا میرا پیغام اسے دے دینا۔ اگر وہ کبھی تنہائی میں تم سے مخاطب ہو۔ اس سے کہنا کہ یہ جو کچھ وہ کر رہا ہے بے مقصد اور بے اثر رہے گا ہمیشہ ہمیشہ' بہتر ہے کہ اپنے گناہوں میں اضافہ نہ کرے' مجھ سے ملاقات کرلے میں اسے اس کے مستقبل کا حل بتاؤں گا' میرے تعاون سے مجھے وکیل بنا کر وہ اپنی مشکلیں حل کر سکتا ہے۔ میرا اگر کوئی مفاد اس میں وابستہ ہے تو اس سے کہہ دینا روشن جمال کہ وہ مفاد اس کے حق میں کسی طور غلط نہیں ہو سکتا' میں اپنا حصہ لے کر آگے بڑھ جاؤں گا اور بس اتنا ہی کہہ دینا اس سے میں اس سے زیادہ تفصیل نہیں بتا سکتا کیونکہ وہ تم ابھی نہ سمجھ پاؤ گی۔ اچھا میں چلتا ہوں۔" وہ بڑی تیزی سے اٹھا اور مجنونوں کی طرح لڑکھڑاتا ہوا اسی برق رفتاری سے آگے بڑھ گیا میں ششدر نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

آہ' اس وقت بھی میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا کیا سمجھتی کیا غور کرتی سوائے اس کے کہ اس نے خلازی کو قتل کر دیا تھا۔ میری جگہ اگر کوئی اور ہوتا تو اب تک شدید اعصابی بیماریوں کا شکار ہو جاتا۔ پے در پے ہتھوڑے پڑ رہے تھے میرے اعصاب پر' کتنے مختصر سے وقت کی بات تھی' جب ان واقعات کا آغاز ہوا تھا اور اس مختصر ترین وقت میں جو ہنگامہ خیزیاں ہو گئی تھیں ان پر خود غور کرنے بیٹھتی تو یقین نہ آتا لیکن غور کرنے کا وقت ہی کب مل رہا تھا۔ ایک کے بعد دوسرا واقعہ' اور ہر واقعہ

ل واقعے سے زیادہ سنگین' ایک عجیب طلسم خانہ تھا ایک انوکھا نادیدہ جال تھا جس میں ہ گئی تھی۔ جدھر بھی پاؤں رکھتی' توازن قائم نہیں ہوتا تھا ہر بات اپنی جگہ انوکھی' حال یہ بھی شاید میری کوئی اندرونی قوت ہی تھی' کوئی ایسی قوت' جسے میں خود بھی ں جانتی تھی۔ جس کی وجہ سے میں اعصابی مریضہ نہیں بنی تھی بلکہ نہایت پامردی ے تمام حالات کا مقابلہ کر رہی تھی' اور ابھی نہ جانے کیسے کیسے حالات سے گزرنا تھا نکہ معاملہ درمیان ہی میں اٹکا ہوا تھا۔ بہت دیر ہو گئی تھی یہاں بیٹھے بیٹھے تھک گئی ں' اٹھی اور آگے بڑھ گئی۔ یہاں جو بستی آباد تھی ابھی اس کا بسیرا چٹانوں کی اوٹ ا ہی تھا۔ وہ نام نہاد شہنشاہ جو درحقیقت ایک دیوانہ تھا اپنی اس نئی قلم رو کے قیام لئے ابھی تک منصوبہ بندیاں ہی کر رہا تھا' سب سے زیادہ خوفناک تصور ڈی پارلو کی ں کا تھا۔ اس شخص سے کوئی بات بعید نہیں تھی کسی بھی وقت وہ یہ کام کر سکتا تھا۔

☆------☆------☆

میں وہاں سے اٹھ کر چٹانوں کے درمیان آگے بڑھتی رہی خالد نظر نہیں آرہا تھا ڑی ہی دور گئی تھی کہ کسی نے مجھے آواز دے کر پکارا۔

"مس روشن جمال۔" میں رک گئی۔ آواز بائیں سمت سے آئی تھی' پلٹ کر ا تو ڈاکٹر الیاس کھڑا ہوا تھا بہرطور تھوڑا بہت شناسا تھا۔ میں سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگی تو وہ میرے قریب آگیا۔ سسٹر زمرد اس کے ساتھ موجود نہیں تھیں۔

"مس روشن جمال' زمرد آپ سے ملنا چاہتی ہے۔" ڈاکٹر الیاس نے کہا۔

ایک لمحے کے لئے دل کو ایک دھچکا سا لگا لیکن پھر فوراً ہی میں نے خود کو سنبھال سسٹر زمرد کے سلسلے میں ابھی تک میں کسی بددلی کا شکار نہیں ہوئی تھی۔ ایک ہنستی زندگی کی مالک میری وجہ سے اس جنجال میں پھنس گئی تھی اگر وہ جھنجلا کر مجھ سے ا ہو گئی تھی تو بہرطور اس کا بددل ہونا انسانی فطرت کا ایک حصہ ہی ہے۔ میں نے لی سے کہا۔ "کہاں ہے سسٹر' ڈاکٹر الیاس؟"

"وہاں' اس چٹان کے عقب میں۔" ڈاکٹر الیاس نے جواب دیا۔ "دراصل روشن جمال اس نے مجھے آپ کی پوری داستان سنا دی ہے۔ آپ کی عجیب ب کہانی سن کر میں تو دنگ رہ گیا ہوں اور سچی بات یہ ہے کہ میں صرف ایک ڈاکٹر ۔ میڈیکل سے متعلق معلومات کے علاوہ مجھے اس دنیا کے بارے میں اور کچھ ا نہیں ہے' یہ پُراسرار کہانی جو آپ سے وابستہ ہے یا آپ کی زندگی سے متعلق

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے ناقابلِ یقین واقعات پر مشتمل ہے۔ بہرطور زمرد کا کہنا ہے کہ اس نے آپ کے ساتھ کچھ زیادتی کردی ہے وہ خجل ہے اور آپ سے ملاقات کرتے ہوئے جھجکتی ہے۔"

"ارے نہیں۔ اگر آپ کو تھوڑی بہت تفصیلات معلوم ہوگئی ہیں تو آپ کے سامنے بھی یہ اعتراف کرنے سے گریز نہیں کروں گی کہ سسٹر زمرد کو میری وجہ سے اپنی حسین دنیا چھوڑنی پڑی ہے۔" میں نے ڈاکٹر الیاس کے ساتھ قدم ملاتے ہوئے کہا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم اس چٹان کے عقب میں پہنچ گئے سسٹر زمرد ایک پتھر پر بیٹھی ہوئی تھیں اور ان کے چہرے پر ایک عجیب سی کیفیت پھیلی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھ کر ایک لمحے کے لئے ان کے چہرے پر سخت شرمندگی نظر آئی' پھر اٹھیں اور آہستہ آہستہ میرے قریب پہنچ گئیں' مجھے دیکھتی رہیں اور پھر دونوں ہاتھ پھیلا دیئے۔ میں ان کے قریب پہنچی اور انہوں نے مجھے اپنے گلے سے لگا لیا۔ "سوری روشنی سوری۔ ویری سوری۔"

"نہیں سسٹر کوئی بات نہیں۔ میں تو ڈاکٹر الیاس سے یہی کہہ رہی تھی کہ سسٹر زمرد کی مجھ سے ناراضگی بالکل بجا ہے لیکن کاش میں خود اس قدر بے بس نہ ہوتی۔"

"اب اور زیادہ ذلیل نہ کرو روشنی' آخر انسان ہوں جھنجلاہٹ انسانی فطرت کا ایک حصہ ہے لیکن اب میں تم سے شرمندہ ہوں روشنی' پلیز۔ اگر تمہارے دل میں میری اس حرکت سے کوئی کدورت موجود ہے تو تمہیں میری قسم اسے دل سے نکال دو۔ اصل میں ڈاکٹر الیاس سے کچھ باتیں ہوئیں میں نے انہیں تمہارے بارے میں تفصیلات بتائیں تو انہوں نے میرا ذہن روشن کردیا تمام باتیں سننے کے بعد کہنے لگے۔

"تو اس میں روشن جمال کا کیا قصور ہے' وہ خود بھی تو انجانی مشکلات میں گھری ہوئی ہے' کیا خود اس کی اپنی زندگی داؤ پر نہیں لگ گئی ہے' کیا وہ خود اس بے بسی کا شکار نہیں ہے۔ پھر وہ کہنے لگے کہ فرض کرو اگر تم اپنے کسی کام یا بیرسٹر سالک جلال کے سونپے ہوئے کسی کام سے ڈی پارلو پر سفر کررہی ہوتیں اور ڈی پارلو اس حادثے کا شکار ہوجاتا اس طرح جیسے دوسرے بے شمار افراد یہاں موجود ہیں' تو کیا اس کا ذمہ دار تم روشن جمال کو قرار دے سکتی تھیں۔ بات میری سمجھ میں آئی اور اس کے بعد میں تم سے معافی مانگنے کے لئے بے چین ہوگئی۔"

"نہیں سسٹر آپ سالک جلال کے کسی کام سے نہیں نکلی تھیں بلکہ آپ نے

میری وجہ سے اپنی فطری انسانیت کی وجہ سے یہ مصیبت مول لی۔"

"نہیں محترمہ میرا نام مصیبت نہیں بلکہ الیاس ہے۔" ڈاکٹر الیاس نے اس سنجیدہ گفتگو میں مداخلت کی..... میں نے مسکرا کر انہیں دیکھا اور بولی۔ "نہیں ڈاکٹر صاحب میں آپ کو مصیبت نہیں کہہ رہی۔"

"لیکن فی الحال یہ مصیبت آپ کی سسٹر زمرد پر مسلط ہوچکی ہے آپ کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ ہم دونوں نے نکاح کرلیا ہے۔ اصل مسئلہ کسی کا نہیں تھا بات صرف اتنی سی تھی کہ مجھے تقدیر گھسیٹ کر اس جہاز پر اس لئے لائی تھی کہ میں زمرد صاحبہ سے شادی کرلوں۔ دیکھئے نا بزرگوں کے کہنے کے مطابق جوڑے تو آسمان سے اترتے ہیں' ہمارا جوڑا آسمان سے سیدھا ڈی پارلو پر اترا تھا اور اس کے بعد قدرت نے ہمیں ہنی مون منانے کے لئے اس غیر آباد جزیرے پر بھیج دیا۔"

"ارے۔" میرا منہ اچنبھے سے کھل گیا۔ "کیا واقعی سسٹر زمرد کیا واقعی؟"

جواب میں سسٹر زمرد بری طرح شرما گئیں۔ پھر انہوں نے آہستہ سے کہا۔ "ایک بار پھر سوری روشنی مجھے معاف کردو۔"

"بس اب تیسری بار آپ معافی نہیں مانگیں گی' کوئی بات بھی ہو جس کی معافی مانگیں آپ۔ چلیں کم از کم اب میرے ذہن سے یہ تردد دور ہوگیا کہ معاملہ میرا تھا۔ اصل بات سمجھ میں آگئی۔ واقعی آپ دونوں کی یہاں شادی ہونی تھی۔ میں بہت خوش ہوں سسٹر آپ کو مبارک باد پیش کرتی ہوں۔"

"وہ تو سب ٹھیک ہے سالی صاحبہ' اب میں یہ لفظ کہنے میں حق بجانب ہوں البتہ آپ یہ بتائیے کہ ہنی مون کے بعد ہمیں یہاں سے واپسی بھی نصیب ہوگی یا نہیں۔ یا پھر ہمارے بچے اس ویران جزیرے میں ٹارزن کی طرح درختوں پر چھلانگیں لگاتے پھریں گے؟"

"مجھے بے اختیار ہنسی آگئی تھی سسٹر زمرد بھی ہنسنے لگی تھیں۔ اس کے بعد میں دیر تک ان لوگوں کے ساتھ بیٹھی یہاں تک کہ سورج چھپنے لگا۔ جب میں اٹھی تو سسٹر زمرد نے کہا "ایک بات پوچھوں' خلوص دل سے بتاؤ گی روشن جمال۔"

"جی سسٹر ضرور پوچھئے؟"

"کیا تم نے خالد کو قبول کرلیا ہے؟"

"نہیں ہرگز نہیں..... وہ میری منزل نہیں ہے' ایثار کر رہا ہے میرے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ساتھ۔ صرف اس لئے رہ رہا ہے میرے قریب کہ اس پاگل حکمراں کی ہدایت کے مطابق کوئی اور شخص میرا مالک بننے کی کوشش نہ کرے۔ ان حالات میں مجھے قبول کرنا پڑا ہے اسے لیکن وہ ہمیشہ سے میرے لئے اجنبی ہے اور ہمیشہ اجنبی رہے گا۔"

"اوہ بہرحال اس وقت اسے قدرت حاصل ہے۔ وہ اگر چاہے تو کچھ نہ کچھ کرکے سیگارو کی توجہ حاصل کرسکتا ہے اور اس کے بعد تم پر تسلط قائم کرلینا اس کے لئے مشکل نہیں ہوگا۔ بہرحال اس کا تعاون تمہارے لئے ضروری ہے' میرا مشورہ ہے روشنی کہ اپنے انداز میں تھوڑی سی لچک پیدا کرکے اس سے یہ تعاون جاری رکھو۔ کم از کم اس وقت تک جب تک قدرت ہمارے بارے میں کوئی فیصلہ نہ کردے۔ بڑی مشکل کا شکار ہیں ہم' دور دور تک امید کی کوئی کرن نظر نہیں آتی' بس اب اللہ پر بھروسہ ہے' دعائیں مانگتے رہتے ہیں کہ خدا ہمیں اس مشکل سے نکالے اور ہمیں ایک بار پھر اپنی دنیا نصیب ہو۔"

"جی سسٹر میں آپ کی ہدایت کو ذہن میں رکھوں گی۔"

خالد کے نام لینے پر مجھے یاد آیا کہ وہ سونت گال سے ملنے گیا ہوا ہے اسے تلاش کرتی ہوئی اسی جگہ پہنچ گئی جہاں ہمارا قیام تھا' وہ سر کے نیچے ایک پتھر رکھے آرام سے زمین پر دراز تھا' مجھے دیکھ کر اٹھ بیٹھا اور مسکراتا ہوا بولا۔ "کہاں نکل گئیں تھیں؟"

"بس ایسے ہی۔"

"آج کا دن تو گزر گیا' سونت گال کا کہنا ہے کہ کل خواہ دنیا اِدھر سے اُدھر ہو جائے ہمیں اپنے پروگرام کے مطابق اپنا کام سرانجام دینا ہے' کل ٹھیک گیارہ بجے وہ اسی پوائنٹ پر پہنچ جائے گا جہاں ہم اس سے جاکر ملیں گے۔ تنہا ہوگا اور ہمارا ساتھ دے گا۔ ویسے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مسٹر خلازی کی موت اور اس کے بعد زاغ کے ڈرامے نے سب پر اعصابی دباؤ ڈال رکھا ہے سب سے زیادہ بے کسی کا شکار بے چارہ نادر ہاشمی ہے جو اب ڈان ایرن کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ میں ڈان ایرن پر بھی حیران ہوں۔ یہ شخص جو کچھ بھی ہے لیکن کم از کم زاغ سے خوفزدہ نہیں ہے اور مجھے یہ خوف ہے کہ کہیں اب زاغ اسے نشانہ نہ بنائے۔"

میں نے خالد کو دیکھا اور آہستہ سے کہا۔ "ڈان ایرن اس سلسلے میں بہت زیادہ مطمئن ہے۔"

"کیا مطلب.....؟"

"ایک آدھ دفعہ میں نے اس سے اس خدشے کا اظہار کیا تھا لیکن وہ پُراطمینان لہجے میں بولا کہ زاغ اس کا بال بیکا نہیں کرسکے گا کیونکہ اسے بھی بہت سی قوتوں کا تحفظ حاصل ہے۔"

"خدا کرے یہ تمام لوگ زاغ کی شیطنت سے محفوظ رہ سکیں ویسے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ اس دنیا کا انسان معلوم ہی نہیں ہوتا۔"

"میں اس کے بارے میں کوئی گفتگو نہیں کرنا چاہتی خالد بس براہِ کرم یہ موضوع ترک کردو اور سنو سونت گال کا یا ہمارے پروگرام کا تذکرہ ضرورت سے زیادہ نہ کیا کرو' ہم نہیں جانتے کہ کون کون سی آنکھ ہمارا جائزہ لے رہی ہے' خیال رکھنا اس بات کا۔"

میں ایک دم خوفزدہ ہوگئی تھی۔ عموماً زاغ مجھ پر نگاہ رکھتا تھا۔ اگر ہمارا یہ منصوبہ اس کے علم میں آگیا تو پتہ نہیں وہ کیا کرے۔ خالد خاموشی سے خلا میں دیکھنے لگا تھا جہاں آہستہ آہستہ اندھیرا اترتا آرہا تھا اور میں یہ سوچ رہی تھی کہ کہیں زاغ کو ہمارے اس پروگرام کے بارے میں معلوم ہی نہ ہوجائے۔ حالانکہ چند بار میں نے یہ بھی محسوس کیا تھا کہ وہ بہت سی باتوں سے ناواقف ہی رہتا ہے پتہ نہیں کیا ہے یہ سب کچھ' پتہ نہیں.....

پھر میں نے ذہن جھٹک دیا' معمولات وہی تھے خلازی کو سمندر میں پھینکنے کے بعد سارا قصہ ہی ختم ہوگیا تھا زاغ بھی آزاد تھا اور پرندے کی ملکیت ختم ہوچکی تھی چنانچہ اب سیگارو کی نگاہ بھی اس پر نہیں تھی۔ پتہ نہیں کم بخت اس وقت کہاں مرا ہوا ہے' بڑا ہی منحوس اور موذی انسان تھا لیکن یہ احساس بھی تھا مجھے کہ وہ اس سلسلے میں بہت کچھ جانتا ہے۔ نہ جانے اس نے اپنے آپ کو زعورس کیوں کہا تھا۔ نہ جانے اس نے مجھے سلاطیہ کے نام سے مخاطب کیوں کیا تھا۔ وہ الفاظ کیا تھے جو اس نے انطاریہ کو دیکھ کر ادا کئے تھے' کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ رات کو جب خالد کروٹ بدل کر سوگیا تو میں نے اس کی طرف رخ کرلیا میں اس کی پشت دیکھتی رہی یہ بھی عجیب انسان ہے۔ اس نے میری زندگی میں بڑی خوبصورت ابتدا کی تھی لیکن پھر اس کا دوسرا روپ سامنے آیا۔ بس میرے لئے ناقابلِ برداشت ہوگیا۔ بظاہر اس کی بات سچ معلوم ہوتی ہے وہ دل سے زاغ کا پیروکار نہیں ہے۔ ورنہ زاغ ہر پروگرام سے آگاہ ہوتا۔ بے چارے کو نہ مجھ سے کچھ ملے گا اور نہ زاغ سے۔ ٹھیک ہے لالچ کا یہی انجام ہونا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چاہئے۔ بس یہ آخری تصور تھا۔ اس کے بعد میں سو گئی۔ دوسری صبح نہ جانے کیوں اداس اداس تھی یا پھر مجھے ہی لگ رہی تھی خالد البتہ مستعد تھا۔

"سونت گال میرے پاس آیا تھا مجھے بتا کر گیا ہے کہ وہ میری نشان کردہ جگہ جا رہا ہے۔"

"اتنی جلدی؟"

"ہاں اس کا کہنا تھا کہ اس سے قبل کہ کوئی اور واقعہ پیش آجائے اسے چل پڑنا چاہئے۔ تم تیار ہو روشنی؟"

"بالکل!"

"میں تمہارے لئے ناشتہ لاتا ہوں منہ ہاتھ وغیرہ دھولو۔" خالد نے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔ رفتہ رفتہ جزیرے پر خوشیاں منانے والوں کے انداز میں بے زاری پیدا ہوتی جا رہی تھی۔ زندگی بچ جانے کی خوشی اور اس کے بعد سیگارو کے اعلان نے بہت سے نئے واقعات جنم دیئے تھے لیکن انسانی فطرت کچھ پانے کے بعد کچھ اور پانے کی جستجو کرتی ہے یکسانیت بہت جلد اپنا اثر دکھانے لگتی ہے اب ایسا ہی ہو رہا تھا۔ لوگ بجھے بجھے سے نظر آنے لگے تھے۔

ناشتے سے فارغ ہو کر ہم نے ایک چکر تو اس آبادی کا لگایا۔ سیگارو کی منصوبہ بندیاں جاری تھیں۔ ابھی صرف آبادی کی پلاننگ ہو رہی تھی۔ وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ روزانہ ناپ تول میں مصروف رہتا تھا۔ اس نے اعلان کیا تھا کہ منصوبہ مکمل ہوتے ہی ایک دن اچانک کام شروع کر دیا جائے گا۔ ہم اس ساری کارروائی کو دیکھتے ہوئے لاپروائی کے انداز میں آگے بڑھتے رہے اور پھر وہاں سے کافی دور نکل آئے۔ جونہی آخری آدمی ہماری نگاہوں سے اوجھل ہوا ہم نے رفتار بڑھا دی۔ بالآخر اس جگہ پہنچ گئے جہاں سونت گال ہمارا انتظار کر رہا تھا۔ فرانسیسی پولیس آفیسر نے اپنی ضائع شدہ آنکھ پر پیٹ چڑھایا ہوا تھا لیکن وہ اب بھی مستعد اور پھرتیلا نظر آ رہا تھا۔

"یہ میری ساتھی روشن جمال ہے۔" خالد نے کہا۔

"ہیلو....." میں نے کہا۔

"چلیں؟" سونت گال بولا۔

"ہاں۔ اب رکنے کا کیا جواز ہے؟" اس کے بعد سونت گال کچھ نہیں بولا۔ سفر جاری رہا اور پھر ہم مطلوبہ جگہ پہنچ گئے۔ اب ہم ساحل سے زیادہ دور نہیں تھے

سونت گال نے وہ جہاز دیکھ لیا جس کا نام کنگ آرکو سا تھا۔ وہ کسی قدر مسرور لہجے میں بولا "آہ۔ تم نے تو واقعی سچ کہا تھا۔ اصل میں اس جہاز کی پوزیشن کچھ ایسی ہے کہ نہ تو اسے سمندر سے براہ راست دیکھا جا سکتا ہے اور نہ جزیرے سے عام طور سے گزرتے ہوئے، جب تک کوئی اس ساحل کا رخ نہ کرے۔"

"یہی وجہ ہے کہ یہ اب تک نظروں سے اوجھل رہا ہے۔" ہم لوگ باتیں کرتے ہوئے جہاز تک پہنچ گئے۔ تختے کے ذریعے جہاز پر چڑھے پھر عرشہ پر کھڑے ہو کر میں نے زور سے آواز لگائی۔

"مسٹر ایڈن مارکو..... ہم آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ مسٹر....." لیکن مجھے دوبارہ آواز نہ دینا پڑی۔ جہاز کے دوسرے حصے سے ایڈن مارکو دو آدمیوں کے ساتھ برآمد ہوا۔ وہ جہاز پر ہمارا انتظار کر رہا تھا۔ ظاہر ہے طاقتور دوربینوں کے ذریعے ہمیں دیکھ لینا ان کے لئے مشکل نہیں تھا۔ وہ سب قریب آگئے تو اچانک ہی سونت گال کے منہ سے نکلا.....!"

"آہ..... کیپٹن مارکو..... کیا تم مجھے پہچان سکتے ہو۔ شاید نہ پہچانو لیکن میں نے تمہیں پہچان لیا۔"

"تم.....!" مارکو پُرخیال انداز میں بولا۔

"بلیک شائر، اسٹراس برگ، میں آگ لگ گئی تھی اور تم آٹھویں منزل پر پھنس گئے تھے اور اس وقت تمہارے ساتھ ایک شخص بھی وہیں پھنسا ہوا تھا، بعد میں جس نے تمہیں بلیک شائر نامی عمارت سے نکالا تھا اور تم اس کے ساتھ مہمان رہے تھے، ان دنوں میں ایک افسر اعلیٰ کی حیثیت سے اسٹراس برگ ہی میں تعینات تھا اور تم نے....." لیکن ایڈن مارکو نے سونت گال کا جملہ پورا نہیں ہونے دیا وہ آگے بڑھا اور دونوں ہاتھ پھیلا کر سونت گال سے لپٹ گیا، پھر بولا..... "بھلا اپنی جان بچانے والے کسی محسن کو کوئی بھول سکتا ہے، میرے دوست مسٹر گال، وہ تو تمہاری آنکھ پر یہ پیٹ چڑھا ہوا ہے اور تمہارے چہرے میں کچھ تبدیلیاں رونما ہو گئی ہیں جس کی بنا پر تمہیں پہچاننے میں کچھ دقت ہوئی، مجھے سب کچھ یاد آگیا، یقیناً وہ بھولنے والی بات نہیں تھی، آہ تم یہاں ہو، میرے دوست نے فرانسیسی پولیس افسر مسٹر سونت گال کا تذکرہ کیا تھا، لیکن معذرت خواہ ہوں کہ اس وقت مجھے تم نہیں یاد آئے تھے، دیکھو تقدیر کس طرح بعض اوقات شناساؤں کو ملا دیتی ہے، کم از کم تم سے مل کر مجھے اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وقت بے حد مسرت حاصل ہوئی ہے۔"

سونت گال نے کہا..... "ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اب مجھے بھی بڑی ڈھارس ہوئی ہے۔"

"آؤ میں نے بیٹھنے کا انتظام بھی کیا ہے' مسٹر خالد نے تمہیں بتایا ہوگا کہ کنگ آرکوسا یہاں پھنسا ہوا ہے بلکہ تباہ ہوچکا ہے۔ ہم نے اس میں سے تمام کارآمد سامان نکال کر اسے اپنے طور پر استعمال کیا ہے' دوربینوں کی مدد سے تمہیں دور ہی سے دیکھ لیا گیا تھا اور میں نے اپنے معزز دوستوں کے لئے نشست گاہ کا انتظام کیا تھا' آؤ آؤ' افسوس ہم تمہاری کوئی خاطر نہیں کرسکتے۔"

جہاز ہی کے ایک کیبن میں بیٹھنے کا انتظام کیا گیا تھا' ایڈن مارکو' میں' خالد اور سونت گال وہاں جاکر بیٹھ گئے' ایڈن مارکو نے کہا..... "اب مجھے یہ سب کچھ بتانے میں نہایت خوشی ہورہی ہے ورنہ پہلے میں اس تشویش کا شکار رہتا کہ کہیں میرا راز کسی غلط انسان کے پاس نہ پہنچ جائے' غالباً مسٹر خالد نے تمہیں وہ داستان سنادی ہوگی جس کا تعلق کنگ آرکوسا سے ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ہی اس جزیرے سے' یہ صورتِ حال ہے' ڈان سیگارو کے بارے میں بھی مجھے پورا پورا علم ہوچکا ہے اور اس کی شخصیت کا بھی پتہ چل چکا ہے' میں نے اپنی دوربینوں کی مدد سے وہ مورچہ بندی بھی دیکھی ہے جو ڈان سیگارو نے جزیرے پر موجود کسی نامعلوم گروہ کے خلاف نہیں بلکہ جہاز کے مسافروں کے خلاف کی ہے' تقریباً تمام ہی تفصیلات مجھے معلوم ہوچکی ہیں' اب ان حالات میں ڈیئر سونت گال سب سے بڑا خطرہ جو درپیش ہے وہ یہ ہے کہ کہیں بحری قزاق اس جہاز کو تباہ نہ کردے جس پر سفر کرکے تم یہاں تک آئے ہو اور جو ایک بار پھر ہماری زندگی کا ضامن بن سکتا ہے' کنگ آرکوسا پر جو کچھ بچا ہے ڈی پارلو پر اسے استعمال کرکے ہم بالآخر نئی زندگی پاسکتے ہیں' لیکن اس دیوانے سے یہ بعید نہیں ہے کہ وہ جہاز کے مسافروں کے دل سے یہ خیال نکالنے کے لئے کہ اب ان کی واپسی کا کوئی راستہ نہیں ہے اور انہیں ڈان سیگارو کی حکومت تسلیم کرلینی چاہئے' فوری طور پر ڈی پارلو کو تباہ نہ کردے' اگر ڈی پارلو تباہ ہوگیا تو یوں سمجھ لو کہ پھر زندگی کا کوئی امکان نہیں ہوگا' اصل میں ہمارا دوست' میری مراد اس نوجوان دوست سے ہے یہ کہہ کر گیا تھا کہ وہ جلد از جلد تمہیں یہاں لے کر آئے گا' اس نے تمہارا ہی تذکرہ کیا تھا اور اس کا یہ خیال تھا کہ تم چونکہ ایک ذمے دار پولیس افسر ہو اس لئے ذہانت بھی استعمال

کرسکتے ہو اور اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ بھی کرسکتے ہو اس لئے تم ہی اس سلسلے میں زیادہ کارآمد انسان ثابت ہوسکتے ہو' لیکن جب مقررہ وقت پر تم لوگ نہ آئے تو ہم سخت پریشان ہوگئے' لیکن ہمارے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں تھا جس ہم تمہارے پاس پہنچ کر معلومات حاصل کرسکتے.....!"

سونت گال بولا..... "ہاں میرے دوست' درحقیقت ہم ایک شیطان صفت درندے کے چنگل میں پھنسے ہوئے ہیں اور کچھ ایسے انوکھے واقعات پیش آرہے ہیں جنہیں عام حالات میں ایک فکشن کی حیثیت تو دی جاسکتی ہے' زندگی کی حقیقتوں سے اس کا تعلق ذرا مشکل ہی سے قائم کیا جاسکتا ہے' لیکن اس وقت جب ہم خود ان واقعات سے دور ہوں اور آج ہم سب خود ایک فکشن بنے ہوئے ہیں' کیا ڈان سیگارو کے بارے میں تمہیں ساری تفصیلات بتادی ہیں مسٹر خالد نے.....؟"

"مکمل طور پر اور تمہیں یقیناً کنگ آرکوسا کے وسائل' ہمارے طرز رہائش وغیرہ کے بارے میں تفصیلات معلوم ہوچکی ہوں گی۔"

"مختصراً لیکن اب مزید تفصیلات کی ضرورت بھی نہیں ہے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ ایک تجربے کار اور کمرشل کیپٹن نے ایسے حالات میں اپنے تحفظ کے لئے کیا کچھ نہ کیا ہوگا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے ڈیئر ایڈن مارکو کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے؟"

"اس دوران میں اپنے آدمیوں کے ساتھ مختلف تجاویز سوچتا رہا ہوں۔ یہ بہت خوشی کی بات ہے کہ ڈان سیگارو کی نظر کنگ آرکوسا پر نہیں پڑی اور آرکوسا اس کی دست برد سے محفوظ ہے۔ ہمارے پاس بہت مختصر سے ہتھیار ہیں' ظاہر ہے ایک کارگو شپ کو جنگی جہاز میں تبدیل نہیں کیا جاسکتا' میرے اپنے ذہن میں جو تجویز ہے وہ یہی ہے کہ رات کی تاریکی میں تم لوگوں کی مدد سے ہم پہلے ان میں سے کسی ایک مورچے پر قبضہ کریں اور وہاں سے ہتھیار حاصل کرنے کے بعد دوسرے مورچے کے لوگوں کو نشانہ بنائیں اگر تم یہ سمجھتے ہو مائی ڈیئر مسٹر سونت گال کہ بحری قزاق جنگ وجدل کے بغیر اپنے آپ کو ہمارے حوالے کردے گا تو میں سمجھتا ہوں یہ کسی طور ممکن نہیں ہوگا.....!"

سونت گال ہنسا پھر بولا..... "میں اور یہ بات سمجھوں گا' میں جس نے اسے شدید ہنگامہ خیزی کے بعد گرفتار کیا تھا' نہیں میرے دوست ایسی کوئی بات نہیں ہے' البتہ تمہاری اس تجویز سے میں متفق نہیں ہوں چونکہ اس میں ایک بہت بڑی خامی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے۔"

"کیا؟"

"ہمارے پاس کم لوگ ایسے ہیں' جنہیں ہم اس کام کے لئے استعمال کرسکتے ہیں' مثلاً میں اگر اپنے ساتھی فرانسیسی سپاہیوں کو اس ذمے داری پر مامور کروں اور صرف چند ہتھیاروں کے بل پر تو یہ بات میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ اس نے جو مورچہ بندی کی ہے وہ بہت مضبوط اور محفوظ ہے' دوسرے مورچوں سے ہم سے خوفناک جنگ کی جائے گی اور اس بات کے امکانات ہیں کہ ہم اپنی اس کوشش میں ناکام رہیں پھر چونکہ ڈان سیگارو یہ نہیں سمجھ پائے گا کہ اس پر حملہ کرنے والے کون ہیں چنانچہ طیش میں آکر نیچے گہرائیوں میں آباد جہاز کے مسافروں کو نشانہ بنائے گا کیونکہ وہ یہی سمجھے گا کہ جہاز کے مسافروں نے بغاوت کی ہے' اس طرح بے شمار افراد کی زندگیاں ختم ہوسکتی ہیں۔"

سونت گال کے ان الفاظ نے ایڈن مارکو کے ساتھ ساتھ ہم لوگوں کو بھی خوفزدہ کردیا' ایڈن مارکو نے پُرخیال انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ایک پولیس افسر کی سوچ لازمی طور پر عام لوگوں کی سوچ سے مختلف ہوتی ہے چونکہ اس کا واسطہ دن رات انہی چیزوں سے پڑتا رہتا ہے لیکن ڈیئر مسٹر سونت گال کیا اس کے علاوہ بھی کوئی اور ایسا ذریعہ ہے جس سے ہم آسانی کے ساتھ حالات پر قابو پاسکیں۔"

سونت گال پُرخیال انداز میں رخسار کھجانے لگا تھا' بہت دیر تک خاموشی طاری رہی تھی' اس کے بعد سونت گال نے کہا۔ "ہاں ایک اور طریقۂ کار ہوسکتا ہے' بے شک وہ پیچیدہ اور مشکل ہے' لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اگر ایسا ہوجائے تو ہم کم خطرہ مول لے کر زیادہ فائدہ حاصل کرسکتے ہیں۔"

ایڈن مارکو' میں اور خالد سونت گال کا منصوبہ جاننے کے لئے بے چین ہوگئے' سونت گال نے پھر چند لمحات کی خاموشی اختیار کی اور اس کے بعد بولا۔ "ڈان سیگارو فطری طور پر جرائم پیشہ آدمی ہے۔ وہ بحری قزاق بھی رہا ہے۔ لوٹ مار' قتل و غارت گری اس کی فطرت کا حصہ ہے اور یہ سب کچھ دولت کے حصول کے لالچ میں کیا جاتا ہے۔"

"یقیناً.....!" مارکو بولا۔

"دولت کا لالچ ہی اسے عقل و ہوش سے بیگانہ کرسکتا ہے.....!"

"وضاحت کرو سونت گال.....!" مارکو بے چینی سے بولا اور سونت گال مسکرانے لگا پھر اس نے کہا۔

"سمندر کے ایک ویران گوشے میں پہاڑوں کے درمیان..... کنگ آرکو سا ہی ایک جہاز کا ڈھانچہ کھڑا ہوا ہے۔ اس میں زر و جواہر کے انبار ہیں۔ خیال ہے کہ ایک بہت بڑا خزانہ کہیں منتقل کیا جارہا تھا کہ جہاز طوفان کا شکار ہوگیا۔ اس پر انسانی ڈھانچوں اور خزانے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ یہ خبر سیگارو کو عقل و خرد سے عاری کرسکتی ہے۔ بشرطیکہ یہ خبر سنانے والا کوئی ایسا شخص ہو جو بہترین اداکاری کرسکے مگر وہ سونت گال نہ ہو ورنہ سیگارو اس کی نیت پر شک کرے گا.....!"

ایڈن مارکو کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ وہ بدحواسی سے بولا۔ "اور وہ خزانے کے لالچ میں دوڑا آئے گا..... بالکل بالکل ایسا ہی ہوگا۔"

"پھر واپس نہیں جائے گا۔ اس کے جو ساتھی باقی رہ جائیں گے ان کی ذمے داری میں قبول کرتا ہوں۔" سونت گال سینے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

"بہترین' لاجواب' اطلاع دینے والی شخصیت خالد سے بہتر اور کوئی نہیں ہوسکتی۔"

"میں تیار ہوں۔" خالد نے بھی گرمجوشی سے کہا۔

"گویا میری تجویز سب کو قبول ہے۔"

"اس سے عمدہ تجویز ہو ہی نہیں سکتی۔" ایڈن مارکو نے کہا۔ اچانک ہی میری نظر کیبن کی کھڑکی سے باہر کی طرف اٹھ گئی جہاں چٹانیں نظر آرہی تھیں۔ میرا چہرہ فق ہوگیا اور میرے حلق سے ایک سہمی ہوئی سی آواز نکل گئی۔

"خالد..... وہ..... وہ....." میں نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا اور خالد چونک پڑا۔ میرے اشارے پر خالد کے علاوہ سونت گال نے بھی ادھر دیکھا..... اور اس کی اکلوتی آنکھ میں خون اتر آیا۔

ایڈن مارکو ہماری کیفیت سے بے نیاز اپنی باتوں میں مصروف تھا۔ اچانک اس نے ہماری بے چینی کو محسوس کیا اور وہ تعجب سے ہمیں دیکھنے لگا۔

"کیا بات ہے؟" اس نے پوچھا پھر تھوڑا سا جھک کر اس نے بھی کالے پرندے کو دیکھا۔ اسے ڈی پارلو کے حادثے کی تفصیلات معلوم تھیں لیکن زاغ یا میرے بارے میں کچھ نہیں پتہ تھا چنانچہ اس نے حیرانی سے کہا۔ "کیا آپ اس کالے پرندے سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خوفزدہ ہیں؟"

سونت گال نے اکلوتی آنکھ سے ایڈن مارکو کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ ایک پُراسرار پرندہ ہے کیا آپ نے اسے پہلے اس جزیرے میں دیکھا ہے؟"

"نہیں۔ لیکن یہ کوئی خاص بات نہیں دور دراز کے پرندے طویل سفر طے کرکے خشکی پر اتر آتے ہیں ممکن ہے یہ بھی ایسا ہی سمندروں کا مسافر ہو البتہ اس کی جسامت اور رنگ وروپ اجنبی ہے آپ نے اسے پُراسرار پرندہ کیوں کہا مسٹر گال؟"

"رنگ و روپ اور جسامت کی بنا پر۔" سونت گال نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔ پھر ہمیں اس انداز میں دیکھا جیسے کہنا چاہتا ہو کہ ہمیں بھی اس مسئلے میں خاموش رہنا چاہئے۔ پھر اس نے خود ہی سلسلہ گفتگو آگے بڑھایا۔ "تو پھر اس سلسلے میں اور کوئی اہم بات؟"

"گفتگو ابھی جاری ہے۔ یہ ذمہ داری مسٹر خالد کی ہے کہ وہ سیگارو کو یہاں عرشے پر لے آئیں اس کے بعد ہم لوگوں کی ذمہ داری ہوگی کہ ہم اسے کیسے قابو میں کریں گے۔ میرے خیال میں میرے آدمیوں کے لئے یہ مشکل نہیں ہوگا۔ ایک دو افراد ہوتے تو ہم انہیں جال میں بھی جکڑ سکتے تھے لیکن شاید وہ زیادہ تعداد میں ادھر آئیں۔ اس امکان کو نظرانداز نہیں کرنا چاہئے۔"

"بے شک! کوئی بھی غیر متوقع تبدیلی ہو سکتی ہے اس کا بندوبست پہلے سے رکھنا ہوگا۔"

"لازمی امر ہے کہ وہ مسلح ہو کر آئے گا لیکن آپ لوگ پوری طرح مجھ پر اعتماد کرسکتے ہیں یہ میری اور میرے ساتھیوں کی بقا کا معاملہ ہے ہم میں سے کوئی زندگی حاصل ہونے کے اس موقع کو ہاتھ سے نہیں گنوائے گا۔ بس اس کا یہاں آجانا شرط ہے ہاں اس کی تھوڑی سی ریہرسل کرلینا ضروری ہے آپ اسے خزانے کی کہانی سنائیں گے مسٹر خالد آئیے میں آپ کو بتادوں یہ خزانہ کہاں ہے؟"

"آئیے براہ کرم۔" ایڈن مارکو وہاں سے اٹھ گیا پھر وہ کنگ آرکوسا کے نچلے حصے میں لے گیا جہاں لکڑی کے چند کارٹن رکھے ہوئے تھے۔ "میرے خیال میں یہ کارٹن خزانے سے بھرے ہوئے ہیں۔ یہ نیم تاریک جگہ ان پر قابو پانے کے لئے بے حد موزوں ہے۔"

"انتہائی موزوں۔" سونت گال نے تائید کی۔

اور کوئی تجویز ہو تو آپ لوگ دیں۔"

"نہیں کسی بھی سلسلے میں بہت زیادہ تشویش یا سوچنا مسئلے کو الجھا دیتا ہے ہمیں سادگی سے اپنا کام سرانجام دینا چاہئے۔"

"بس یہ موضوع ختم۔"

"میں ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔" خالد بولا۔

"ضرور!"

"ہم لوگ یہاں سے واپس جائیں گے اس میں وقت لگے گا مجھے اور روشنی کو یہ اطلاع سیگارو کو دینا ہوگی۔ ممکن ہے وہ ہم سے صرف یہاں کا پتہ معلوم کرے اور خود اس طرف آئے ممکن ہے وہ زیادہ جذباتی نہ ہو اور اطمینان سے اس بارے میں سوچے۔ ممکن ہے وہ بہت جذباتی ہو کر اسی وقت دوڑ پڑے اصل میں ہمیں ڈرامائی طور پر اسے اطلاع دینا ہوگی وہاں پہنچ کر دیر کرنا مناسب نہ ہوگا ہاں اس کی اِدھر روانگی کا تعین نہیں کیا جاسکتا۔"

"میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں نوجوان تمہیں یوں اطمینان دلایا جاسکتا ہے کہ تمہارے جانے کے بعد ہمارے پاس وقت کا بہترین مصرف یہ ہے کہ ہم سیگارو کے استقبال کی تیاریاں کریں اور اس کے بعد سے اس وقت تک حالت جنگ میں رہیں جب تک دشمن زیر نہ ہوجائے۔ تم بالکل بے فکر ہوجاؤ تمہاری یہاں سے روانگی کے بعد سے اس وقت تک ہم ہر لمحہ مستعد رہیں گے یہاں تک کہ وہ کسی بھی شکل میں کنگ آرکوسا پر آجائے!"

"بس اب میں مطمئن ہوگیا ہوں۔"

مزید کچھ دیر ساتھ رہنے کے بعد ہم لوگ ایڈن مارکو کی نیک خواہشات کے ساتھ وہاں سے واپس چل پڑے کافی دیر کے خاموش سفر کے بعد سونت گال نے کہا۔

"میری تشویش برقرار ہے۔ تم لوگ یہ نہ سمجھنا کہ کالے پرندے کو میں نے نظر انداز کردیا ہے وہ ایک ناقابلِ یقین چیز ہے اور اس بات کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا کہ جب ہم اپنے ٹھکانے پر پہنچیں تو سیگارو کو اس سازش کا علم ہوچکا ہو اور وہ مسکرا کر ہمارا استقبال کرے۔ اصل میں ایڈن مارکو سے میں نے اس خیال کو اس لئے چھپایا کہ وہ بھی ایک ملاح ہے وہ توہمات کا شکار ہو کر مستعدی سے اپنا کام سرانجام نہ دے پاتا اور وسوسوں کا شکار رہتا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اس بارے میں میرا مؤقف یہ ہے مسٹر سونت گال کہ ہمیں بھی وسوسوں سے آزاد ہو کر اپنا کام سرانجام دینا چاہئے۔ ہم تقدیر پر بھروسہ کرتے ہیں اگر تقدیر یہاں ہم سے متفق نہیں ہے تو ٹھیک ہے جو ہو گا دیکھا جائے گا۔"

"اوکے۔ اوکے بالکل درست ہے مگر یہ شخص' خیر ٹھیک ہے۔" سونت گال کچھ دیر خاموش رہا پھر بولا۔ "میرے خیال میں ہمیں اب یہاں سے الگ ہو جانا چاہئے۔"

ہم نے راستے بدل لئے۔ میں خاموشی سے خالد کے ساتھ چل رہی تھی کچھ دیر کے بعد اس نے کہا۔ "تھک گئی ہو گی روشنی۔"

"ہاں تھکی تو ہوں۔"

"کچھ دیر رک جائیں۔"

"اس سے کیا ہو گا؟"

"نہیں میرا مطلب تھا کہ۔ کہ بس تھوڑا سا آرام کرلیں۔"

"چلتے رہو میں ٹھیک ہوں ویسے خالد فرض کرو اگر اس منحوس پرندے کے ذریعے زاغ کو اس سازش کا پتہ چل بھی جائے تو تمہارے خیال میں اس کا کیا ردعمل ہو گا کیا وہ سیگارو کو اس سے باخبر کردے گا؟"

"کیا کہہ سکتا ہوں۔" خالد نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"دو وجوہات کی بنا پر میں یہ کہہ سکتی ہوں کہ زاغ اس کام میں مداخلت نہیں کرے گا۔"

"وہ کیا؟" خالد نے چونک کر پوچھا۔

"اول تو یہ کہ زاغ خود بھی اس جزیرے پر زندگی گزارنا نہ چاہتا ہو گا یہاں رہ کر کسی کو کوئی فائدہ نہیں ہو گا وہ مجھ سے کہتا رہا ہے کہ وقت کی تحریر یہاں منجمد نہیں ہو گی۔ یہ داستان اپنے منطقی انداز میں آگے بڑھے گی دوم یہ کہ اس نے سونت گال کے خلاف ڈان سیگارو کی مدد کی تھی مگر سیگارو نے منوچہر کی موت کے سلسلے میں اس کے ساتھ رعایت نہیں کی تھی اور اسے رسیوں سے بندھوا دیا تھا۔ وہ بھی کینہ پرور انسان ہے اور شاید اب سیگارو کی کوئی مدد نہیں کرے گا۔ پھر وہ پیش گوئی کر چکا ہے کہ سیگارو نے مقدس پرندے کی شان میں گستاخی کی ہے اسے سزا ملے گی۔ اگر ہمارے مشن کی تکمیل ہو جاتی ہے تو واقعی سیگارو کو سزا تو ملی۔"

خالد سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر بولا۔ "تمہارا خیال واقعی جاندار ہے اب وہ سیگارو

کی مدد نہیں کرے گا لیکن روشنی کیا اس کی پیش گوئی درست نہیں ہو رہی؟"

"خدا جانے۔" میں نے بیزاری سے کہا۔ اس موضوع پر اب میں نہیں سوچنا چاہتی تھی۔ ہمارا یہ سفر ختم ہو گیا۔ بری طرح تھک گئی تھی ہم نے اپنا جو مستقل ٹھکانہ بنایا تھا وہ اپنی پسند کے مطابق صاف ستھرا کرلیا گیا میں یہاں دراز ہو گئی اب ہماری یہی اوقات تھی ساری شان و شوکت خاک میں مل گئی تھی۔

"میں ڈان سیگارو کو تلاش کروں گا۔" خالد بولا۔

"میرے ساتھ ہی اس سے ملاقات کرنا۔"

"یقیناً!" خالد نے کہا۔

"اسے بھی دیکھو میری مراد زاغ سے ہے۔"

"ہاں میں زیادہ دور نہیں جاؤں گا۔" خالد نے کہا پھر پھیکے انداز میں مسکرا کر بولا۔ "تاکہ تمہیں کوئی شک نہ ہو سکے۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا بہت دور آ چکی تھی ہر طرح کے مصائب ہر قسم کی مشقت بھگت رہی تھی اس لئے اب زیادہ احساس نہیں ہوتا تھا ورنہ اس سے قبل کبھی ایسے حالات کا تصور بھی نہیں کیا تھا۔ شام جھک آئی تھی موسم خنک تھا۔ ہوائیں آج کچھ زیادہ چل رہی تھیں ڈی پارلو کے متاثرین حسب معمول زندگی سے چمٹے ہوئے تھے۔ ایک انوکھا خیال میرے دل میں آیا اور میں اس پر غور کرنے لگی۔ منحوس سیگارو نے اپنے پاؤں مضبوط کرنے کے لئے ایک مکروہ عمل کیا تھا وہ یہ کہ بہت سے اجنبی مردوں کو اجنبی عورتوں پر مسلط کر دیا تھا۔ اگر ڈی پارلو ان تمام مسافروں کو کسی منزل پر پہنچانے میں کامیاب ہو گیا تو پھر ان کے تعلقات کی نوعیت کیا رہے گی۔ بڑی مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔ اس سلسلے میں خالد نے میرے ساتھ جو تعاون کیا تھا وہ بہرطور قابلِ قدر تھا کم از کم مجھے کسی ایسی ذہنی اذیت کا شکار نہیں ہونے دیا تھا اس نے۔ خالد واپس آ کر میرے پاس بیٹھ گیا۔

"ڈان سیگارو ڈی پارلو پر ہے۔"

"کیوں؟" میں نے بے اختیار پوچھا۔

"یہ تو نہیں معلوم لیکن وہ اکثر اس پر جاتا رہتا ہے۔"

"میرا مطلب ہے کہ وہ اسے نقصان تو نہیں پہنچانا چاہتا۔"

"اوہ نہیں ابھی شاید ایسا نہ ہو اس بارے میں وہ اتنی جلد بازی نہیں کرے گا اس نے کوئی اعلان بھی نہیں کیا نہ ہی ابھی اس پر سے کوئی سامان منتقل ہوا ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"زاغ ملا؟"

"وہ بھی نہیں نظر آیا۔"

"کیا مطلب۔ وہ کہاں گیا؟"

"پتہ نہیں نکل گیا ہوگا کسی طرف۔"

"اوہ خالد کہیں وہ سیگارو کے ساتھ ڈی پارلو پر تو نہیں ہے میرا مطلب ہے کہ کہیں۔ ہمارے بارے میں معلوم تو نہیں ہوگیا۔"

"اگر ایسا ہے تو پھر ہمیں سخت خطرے کا سامنا کرنا ہوگا۔" خالد سرسراتی آواز میں بولا ہم دونوں خصوصی طور پر زاغ کی گمشدگی سے پریشان ہوگئے۔ یہ خطرہ پیدا ہوگیا تھا کہ کہیں کالے منحوس پرندے کی اطلاع پر زاغ سیگارو کو ہوشیار نہ کردے دونوں شیطان تھے اور ان کا ان حالات کے باوجود گٹھ جوڑ ناممکن نہیں تھا خالد نے کہا۔ "مجھے اجازت دو روشنی کہ میں ماحول پر نگاہ رکھوں اگر وہ دونوں ساتھ نظر آتے ہیں تو پھر ہوشیار ہونا پڑے گا۔"

رات ہوگئی سونت گال نظر آگیا تھا موقع دیکھ کر ہم اس کے قریب پہنچے اور اس سے اپنی تشویش کا اظہار کیا۔

"خطرات ہمارے اردگرد بکھرے ہوئے ہیں ہمیں ان سے گھبرانا نہیں چاہئے تم یوں کرو سیگارو کے آدمیوں سے معلوم کرو کہ وہ کہاں سے اور کب آئے گا ان سے کہو کہ تمہیں سیگارو سے انتہائی ضرورت کام ہے تم اس سے فوراً ملنا چاہتے ہو اگر ممکن ہو تو زاغ کے بارے میں بھی معلوم کرلو۔"

"ایسا کئے لیتا ہوں۔" خالد نے کہا پھر وہ وہاں سے چل پڑا سونت گال مجھ سے باتیں کرتا رہا تھا وہ زاغ کے بارے میں باتیں کررہا تھا اور اس نے الجھے ہوئے انداز میں کہا تھا۔

"یہ شخص بہت عجیب ہے میں آج تک اس کی شخصیت کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکا آخر یہ کیا چاہتا ہے کہاں جارہا تھا اور یہاں اتنا مطمئن کیوں ہے۔" میں نے ان باتوں کا کوئی جواب نہیں دیا تھا خالد نے آکر بتایا کہ سیگارو اشیاء کے ذخائر کا جائزہ لینے گیا ہے اور زاغ اس کے ساتھ نہیں ہے یہ لوگ اسے پرندے والا کہتے ہیں۔"

☆------☆------☆

رات خوب گہری ہوگئی خوراک تقسیم ہوگئی لوگ شکم سیر ہوکر آرام کرنے لیٹ گئے۔ میں بھی خالد کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی کہ دو آدمی میرے پاس آگئے یہ سیگارو کے وہی ساتھی تھے جن سے خالد نے سیگارو کے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں ہم دونوں سیگارو کے پاس پہنچ گئے۔

"کیا بات ہے جوان تم اپنے بادشاہ سے کچھ کہنا چاہتے ہو؟"

"ہاں عظیم اوٹر ویلبی سیگارو میرے پاس ایک انوکھی اطلاع ہے لیکن میں یہ اطلاع تنہائی میں دینا چاہتا ہوں۔"

"تنہائی!" سیگارو من موجی تھا اس کے ساتھی وہاں سے ہٹ گئے ڈان سیگارو کے خوشگوار موڈ سے اندازہ ہوتا تھا کہ کوئی خاص بات اس کے کانوں تک نہیں پہنچی ہے خالد نے کہا۔ "کیا عظیم بادشاہ کنگ آرکوسا سے واقف ہے؟"

"یہ کہاں کا بادشاہ ہے؟" سیگارو نے پوچھا۔

"یہ ایک بحری جہاز ہے اگر اوٹرویلبی کو اس کے بارے میں اطلاع نہیں ملی تو میں خوش نصیب ہوں کہ نئی مملکت کے شہنشاہ پر اس کا انکشاف کررہا ہوں۔" خالد چرب زبانی سے کام لے رہا تھا مگر اس کے خوشگوار اثرات مرتب ہورہے تھے جس کا اظہار سیگارو کے چہرے سے ہوتا تھا۔

"تو اس بحری جہاز کے بارے میں کیا کہنا چاہتا ہے؟" سیگارو کسی قدر سنجیدہ ہوگیا۔

"یہ جہاز بوسیدہ حالت میں اس جزیرے پر موجود ہے اس پر جابجا انسانی ڈھانچے بکھرے ہوئے ہیں اور اس کے ایک اسٹور میں چند کارٹن محفوظ ہیں جن میں ایک عظیم الشان خزانہ بھرا ہوا ہے آہ سونے چاندی کے زیورات بدھ مت کے پیروکاروں کے عقائد کے مطابق سونے کے مجسمے جن میں جواہر جڑے ہوئے ہیں۔"

اچانک سیگارو نے آگے بڑھ کر خالد کا گریبان پکڑ لیا اور اسے جھنجھوڑتے ہوئے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بولا۔ "کہاں ہے یہ سب کچھ کہاں ہے وہ جہاز تجھے اس کے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟"

"میں اور میری ساتھی لڑکی جزیرے کی بھول بھلیوں سے گزرتے ہوئے ایک ساحل پر جا نکلے۔ وہاں یہ جہاز لہروں کے دوش پر ایک ایسے پہاڑی سلسلے میں جا پھنسا ہے جو دو لخت ہے مگر سمندر سے وہ نظر نہیں آتا۔ شاید اسی لئے سمندر کی سمت سے وہ نگاہوں سے محفوظ ہے جبکہ جزیرے کی سمت سے بھی وہ بمشکل نظر آتا ہے۔"

"اور تُو نے اپنی آنکھوں سے اس میں جواہرات کے انبار دیکھے ہیں؟"

"اس کی گواہ میرے ساتھ ہے؟"

"تُو اس میں سے کوئی نمونہ ساتھ نہیں لایا؟"

"نہیں اس کے لئے میری ساتھی لڑکی نے منع کیا اس نے کہا کہ اس طرح ہم لوگ سیگارو کے عتاب کا شکار ہو جائیں گے یہ شہنشاہ کے اختیارات میں مداخلت کے مترادف ہو گا۔ پہلی بار اس خزانے کو چھونے کا حق اسے ہی حاصل ہے۔ پھر یہ سچ بھی ہے تیری اس قلمرو میں ہمیں تیرے احکامات کے مطابق جینا ہے جو کسی لالچ میں آ کر تجھ سے منحرف ہوا ہے اپنے لئے عذاب خریدنے کے سوا اور کچھ نہیں حاصل ہو گا وہ یہاں سے جا کہاں سکتا ہے۔"

سیگارو باری باری ہمارا چہرہ دیکھنے لگا پھر بولا۔ "دیکھو نہ میں پاگل ہوں نہ ایب نارمل یہ میرا نسلی معاملہ ہے میرے خاندان سے بادشاہت چھن گئی جبکہ میں بچپن سے بادشاہ بننے کے خواب دیکھتا رہا ہوں یہاں مجھے ان خوابوں کی تعبیر ملی ہے تو میں اپنے دبے ہوئے جذبوں کی تکمیل کر رہا ہوں اور اس کے لئے میں سب کچھ کر گزروں گا۔ یہاں کچھ لوگوں کے ذہنوں میں ابھی تک سرکشی پل رہی ہو گی تم دیکھ لینا ان میں سے کچھ ڈی پارلو کے اسٹیمر لے کر فرار ہونے کی کوشش بھی کریں گے مگر میں نے اس کا انتظام بھی کر لیا ہے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ واقعی یہاں سے کوئی کبھی نہیں نکل سکے گا۔ ان حالات میں اگر کوئی اس طرح مجھ سے تعاون کرے جس کا اظہار تم نے مجھ سے کیا ہے تو وہ میری آنکھوں کا تارا ہو گا اب بتاؤ تم نے جو کچھ کہا سچ ہے۔"

"بالکل سچ وہ ایسا ہی خزانہ ہے کہ انسان پاگل ہو جائے ہمیں اس کے عوض صرف آپ کی محبت چاہئے مسٹر سیگارو۔"

"ایسا کوئی جہاز میرے آدمیوں کی نگاہوں سے کیسے محفوظ رہا تعجب ہے ذرا مجھے

اس جگہ کی تفصیل بتاؤ۔"

"جزیرے پر میں کسی خاص نقطے کا حوالہ بھی تو نہیں دے سکتا اگر ہم یہاں سے سیدھے چلیں تو ایک مخصوص جگہ پہنچ کر ناریل کے ان درختوں کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اس کے بعد ایک ناہموار میدان....." خالد نے تفصیل غلط نہیں بتائی تھی مگر وہ سمجھ میں نہ آنے والی تھی۔

سیگارو کھو گیا تھا کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد وہ بولا۔ "پھر مجھے بتاؤ میں کیا کروں؟"

"وہاں سے واپسی کے بعد میں سیدھا آپ کی تلاش میں نکلا مگر آپ یہاں موجود نہ تھے اب جس طرح بھی آپ پسند کریں میں آپ کو وہاں تک لے جانے کے لئے تیار ہوں۔"

"رات میں وہ جگہ تلاش کر لو گے؟"

"دن کی روشنی زیادہ بہتر رہتی ہے۔" خالد نے کہا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے انتظامات بھی کرنے ہوں گے تُو نے اس بارے میں کسی اور کو بھی بتایا ہے۔"

"اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ڈان سیگارو۔" خالد نے کہا اور سیگارو سوچ میں ڈوب گیا پھر بولا۔

"ٹھیک ہے اپنی عورت کے ساتھ آرام کر صبح تجھے جلدی جاگنا ہو گا جاؤ۔" ہم وہاں سے اٹھ گئے اور اپنی جگہ آ گئے۔ خالد نے ٹھنڈی سانس لے کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"اب ساری رات نہ اسے نیند آئے گی نہ مجھے وہ خزانے کے لئے جاگتا رہے گا اور میں اس پروگرام کی کامیابی کے لئے۔ ویسے تمہارے خیال میں اس سے ہونے والی گفتگو مناسب رہی....."

"ہاں بہت مناسب' لفاظی میں تو تم یکتا ہو خالد تمہاری باتوں میں کون نہیں آ سکتا۔" میں نے کہا اور خالد ہنسنے لگا پھر بولا۔ "میرے دل کا وہ حصہ جہاں تمہاری باتوں کے زخم لگتے ہیں اب بے حس ہو گیا ہے۔ نئی ضربیں اسے کوئی خاص نقصان نہیں پہنچاتیں بس ایک ہلکی سی کسک کے سوا' شب۔ بخیر۔" اس نے میری طرف سے کروٹ بدل لی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

☆------☆------☆

دوسری صبح سورج نے سر بھی نہ ابھارا تھا کہ ڈان سیگارو کے آدمی آگئے انہوں نے مجھے اور خالد کو جگا دیا تھا۔ ہمیں ان کے ساتھ ساحل پر جانا پڑا ساحل پر ایک بڑا اسٹیمر لہروں پر ہچکولے لے رہا تھا۔ سیگارو چھ مسلح افراد کے ساتھ اسٹیمر میں موجود تھا انہوں نے خوشگوار موڈ میں ہمارا استقبال کیا تھا۔

"میں نے تمہارے لئے ناشتے کا بندوبست اسٹیمر پر ہی کرلیا ہے کافی اور سینڈوچ تمہیں تازہ دم کردیں گے کیا یہاں سے اسٹیمر اسٹارٹ کردیں۔"

"پروگرام بدل دیا ہے ڈان سیگارو؟" خالد نے پوچھا۔

"بالکل نہیں ایک سمندری جہاز پانی میں ہی سفر کرتا ہوا چٹانوں یا پہاڑوں تک پہنچا ہوگا اور یقیناً ساحل سے دور نہ ہوگا خشکی کا مشکل راستہ عبور کرنے کے بجائے ہم سمندری سفر کیوں نہ کریں زیادہ سے زیادہ ہمیں تلاش میں دیر لگ جائے گی۔"

"ہاں کوئی حرج تو نہیں ہے۔" خالد نے کہا ایک لمحے کے لئے اس کے چہرے پر تشویش کے آثار نظر آئے تھے لیکن ڈان سیگارو خود بھی احمق تو نہیں تھا اس کا کہنا کافی حد تک درست تھا۔ میرے اپنے خیال کے مطابق اس طرح سفر میں آسانی بھی ہوجاتی اور ہمارا کوئی نقصان بھی نہیں تھا کیونکہ بہرطور ڈان سیگارو کو کنگ آرکو سا پر ہی پہنچنا تھا۔ چنانچہ خالد نے بھی فوری طور پر یہی فیصلہ کیا اور اسی فیصلے کے تحت اس نے آمادگی کا اظہار کردیا سٹیمر اسٹارٹ ہوکر رخ تبدیل کرنے لگا اور ہمارے لئے منہ ہاتھ دھونے کو پانی وغیرہ مہیا کردیا گیا منہ ہاتھ دھو کر ہم نے بہترین قسم کی کافی اور تازہ سینڈوچ لئے پہلی بار اس بات کا علم ہوا تھا کہ جہاز پر موجود اشیاء ڈان سیگارو کے لئے کھلی ہوئی ہیں آخر بادشاہ اور اس کے ساتھی عام لوگوں کی خوراک تو نہیں کھا سکتے تھے جو زیادہ تر ناریل کے پانی اس کے ٹکڑوں اور سمندری مچھلیوں پر مشتمل تھی۔ ڈان سیگارو نے یہی احکامات دیئے تھے کہ جزیرے کی رعایا اپنے مستقبل کے لئے اپنے آپ کو خوراک کا عادی بنائے اور وہ نامعلوم پھل مچھلیاں اور کوکونٹ استعمال کرے بہرطور ڈان سیگارو نے تو ایک مکمل منصوبہ ہی پیش کردیا تھا اپنی مملکت کا جس پر ابھی تک کام کا آغاز نہیں ہوا تھا غالباً اس لئے کہ تقدیر نے ان لوگوں کا مستقبل محفوظ کردیا تھا جو یہاں آپھنسے تھے۔

کافی نے وہ لطف دیا کہ ہم پر سحر سا طاری ہونے لگا بہرحال اس کے بعد ہم مستعد

ہوگئے تھے خالد نے ایک بار سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا اور میں نے نہایت محتاط طریقے سے اسے سمجھایا تھا کہ ڈان سیگارو کے اس عمل میں ہمارا کوئی خاص نقصان نہیں ہے ویسے بھی ایڈن مارکو ہماری طرف سے غیر مستعد نہیں ہوگا مجھے وہ دوربینیں یاد تھیں جو ڈی پارلو کا احاطہ کئے رہتی تھیں اور ایڈن مارکو ڈی پارلو کی طرف سے ہونے والی ہر کارروائی سے باخبر رہتا تھا اس وقت بھی یقیناً وہ بے خبر نہیں ہوگا۔

اسٹیمر کی رفتار بہت سست تھی میں اور خالد ساحل پر نگاہیں جمائے ہوئے تھے ہم ذہنی طور پر خشکی کے اس راستے کا بھی تجزیہ کررہے تھے جس سے گزر کر ہم کنگ آرکو سا تک پہنچے تھے ساحل پر جابجا ایسے پہاڑی سلسلے تھے جن پر شبہ ہوسکتا تھا لیکن اب گہری نگاہوں سے ان کا تجزیہ ہورہا تھا۔ سیگارو نے ایک جگہ اسٹیمر کی رفتار بالکل ختم کرادی اور انگلی سے اشارہ کرکے بولا۔

"ذرا ان دو پہاڑوں کو غور سے دیکھو جنہیں ایک ملاح ہونے کی حیثیت سے تمہارے بیان کردہ واقعات کی روشنی میں ان پہاڑوں پر شبہ کیا جاسکتا ہے کیونکہ سمندر کا گہرا پانی انہیں بہت بلندی تک چھپائے ہوئے ہے۔"

"نہیں ڈان یہ وہ جگہ نہیں ہے؟"

"یقین سے کہہ رہے ہو؟"

"ہاں۔"

"اس کی کوئی خاص وجہ؟"

"وہ دونوں پہاڑ ان سے کہیں زیادہ بلند اور ان کی نسبت بہت نوکیلے ہیں۔"

"چلو۔" سیگارو نے اسٹیمر چلانے والے سے کہا اور اس نے رفتار بڑھا دی۔ اس طرح یہ سفر زیادہ تکلیف دہ نہیں تھا جبکہ خشکی کے راستے پر سفر کرکے شدید تھکن ہوجاتی تھی ہم اندازے قائم کرتے جارہے تھے بالآخر وہ پہاڑ نظر آگئے۔

"ڈان سیگارو وہ جگہ ہوسکتی ہے۔" خالد نے اچانک کہا اور سیگارو نے دونوں ہاتھ اٹھا دیئے۔ اسٹیمر رک گیا سیگارو نے طاقتور دوربین آنکھوں سے لگائی اور پہاڑوں کا جائزہ لینے لگا دور سے دو لخت پہاڑ جڑے ہوئے نظر آتے تھے لیکن طاقتور دوربین ہر حقیقت واضح کررہی تھی۔ سیگارو اسے آنکھوں سے لگائے رہا پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں ایسا ہوسکتا ہے لو تم بھی انہیں غور سے دیکھو۔" اس نے دوربین خالد کو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دے دی خالد غور سے ادھر دیکھتا رہا پھر میں نے دوربین مانگی مجھے کچھ شبہ ہو گیا تھا کہ یہ وہی جگہ ہے لیکن میں وہ اندازہ بھی لگانا چاہتی تھی کہ کہیں ایڈن مار کو کوئی ایسا نشان تو نہیں چھوڑ گیا جس سے وہاں کسی اور کی موجودگی کا احساس ہو جائے۔ خالد نے دوربین مجھے دے دی اور میں نے گہری نگاہوں سے اس جگہ کا پورا پورا اندازہ لگایا درحقیقت ایڈن مار کو بھی محتاط انسان تھا وہاں ویرانی چھائی ہوئی تھی اور کسی چڑیا کے بچے کا بھی اندازہ نہیں ہوتا تھا میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلا کر دوربین ڈان سیگارو کے حوالے کر دی اور کہا۔ "گریٹ کنگ یہی وہ جگہ ہو سکتی ہے۔"

ڈان سیگارو نے ٹھنڈی سانس لی پھر اس نے اپنے آدمیوں کی ترتیب کی اور اسٹیمر کا رخ ساحل کی جانب موڑ دیا اور کہنے لگا۔

"پہاڑوں کے دامن میں اتنا گہرا پانی موجود ہے کہ ہم خشکی تک پہنچ سکیں کیا تم نے اس بات کا اندازہ لگایا تھا جوان کہ اگر ہم کنگ آرکوسا کے قریب اسٹیمر کے ذریعے پہنچنا چاہیں تو ہمیں گہرے پانیوں کا سفر نہ کرنا پڑے۔"

"نہیں مسٹر ڈان سیگارو مجھے سمندر کا کوئی اندازہ نہیں ہے۔"

"خیر اس کے لئے تم بے فکر رہو کوئی نہ کوئی حل تلاش کر ہی لیا جائے گا۔" ڈان سیگارو نے کہا۔

اسٹیمر بڑی سست روی سے پہاڑوں کی جانب بڑھ رہا تھا اور ڈان سیگارو کے انداز سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ ہم پر اعتبار کرنے کے باوجود کسی بھی طرح غیر مستعد نہیں ہے بعض اوقات دل آنے والے لمحات کے تصور سے کانپ اٹھتا تھا کیونکہ ڈان سیگارو اپنے آدمیوں کو مسلح کر کے لایا تھا۔ پتہ نہیں ایڈن مار کو اتنی ہی ذہانت سے اس کا استقبال کر بھی پائے گا یا نہیں کیونکہ ایک جانب صرف ایک بحری جہاز کا کپتان تھا جو اپنے مشکل میں پھنسے ہوئے ساتھیوں کے ساتھ یہاں وقت گزار رہا تھا اور دوسری جانب ایک جرائم پیشہ شخص جو ایک بدترین قاتل تھا۔

اسٹیمر پہاڑوں کے درمیان داخل ہو گیا پہاڑی دیوار کے دوسری سمت مڑتے ہی کنگ آرکوسا نظر آ گیا تھا میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں آرکوسا کو دیکھ کر سیگارو نے پھر ہاتھ اٹھائے اور اسٹیمر کا انجن بند ہو گیا سیگارو پھر دوربین سے اس کا جائزہ لینے لگا۔

"کارگوشپ ہے۔" اس نے کہا پھر خاموشی سے اسے دیکھتا رہا پھر بولا۔ "وہاں

کوئی زندہ شخص نہیں ملا؟"

"نہیں۔" خالد نے جواب دیا۔

"ہو سکتا ہے وہ تمہیں دیکھ کر پوشیدہ ہو گئے ہوں۔"

"ہم نے بہت دیر تک اس کا قدرے جائزہ لیا تھا۔"

"کوئی آہٹ نہیں ملی؟"

"بالکل نہیں۔"

"اصل میں جس طرح یہ جہاز وہاں تک پہنچا اس سے یہ اندازہ تو ہوتا ہے کہ طوفانی لہروں نے اسے ان پہاڑوں کے بیچ میں ٹھونس دیا اور وہ یقیناً خوب زور سے ان سے ٹکرایا جس کے نتیجے میں وہ یہاں پھنس گیا لیکن ایک اور احساس بھی ہوتا ہے۔"

"وہ کیا اوٹرویلبی۔" سیگارو کے ایک ساتھی نے پوچھا۔

"اس وقت لہروں کا زور ٹوٹ گیا تھا جب یہ پہاڑوں کے درمیان آیا یا ان پہاڑوں نے لہروں کو روک لیا ورنہ جہاز اس قدر سالم نہ ہوتا اس کے وہ حصے محفوظ ہیں جو پوری طاقت سے ٹکرانے پر ان پہاڑوں سے نقصان اٹھا سکتے تھے۔"

"اوہ ہاں عظیم کپتان کا کہنا درست ہے۔" سیگارو کے ساتھی نے کہا میں نے دل میں اس کی سمندری مہارت کا اعتراف کیا تھا بہرحال وہ بحری قزاق تھا۔

"اس طرح اس پر موجود تمام افراد کا مرجانا مشکل لگتا ہے مگر ہو سکتا ہے وہ زخمی ہونے کی وجہ سے جانبر نہ ہو سکے ہوں کیونکہ وہاں زندگی کے آثار نہیں ملتے جیکس اسے بائیں سمت لے چلو۔" ڈان سیگارو نے ملاح سے کہا اور اسٹیمر پھر اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گیا۔ بائیں سمت باقاعدہ ساحل تھا جس پر ریت پھیلی ہوئی تھی اور خشکی پر جانے کا اس سے بہتر راستہ نہیں تھا۔

اسٹیمر گہرے پانی میں اس جگہ تک پہنچ گیا جہاں تک پہنچ سکتا تھا اور یہاں سے زمین نظر آ رہی تھی صاف شفاف پانی زیادہ سے زیادہ گھٹنوں تک تھا اور اس کے بعد بھوری خشک ریت سب سے پہلے دو رائفل بردار خشکی پر کودے اور آگے بڑھ کر ریت پر پہنچ گئے۔ پھر مجھے اور خالد کو ریت پر اتارا گیا اس کے بعد ڈان سیگارو پیچھے باقی افراد' اسٹیمر کو محفوظ کر دیا گیا تھا اور وہ پانی میں ساکت تھا ایک آدمی کو اسٹیمر پر ہی چھوڑ دیا گیا تھا تاکہ وہ اسٹیمر کی حفاظت کرے یہ سارے معاملات چل رہے تھے میں درحقیقت اندر ہی اندر کانپ رہی تھی دیکھیں اس مہم جوئی کا کیا نتیجہ نکلتا ہے ہم لوگ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایک ایک قدم پھونک پھونک کر رکھتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے ماحول کا سناٹا چیخ رہا تھا ڈان سیگارو کی عقابی نگاہیں ہر سمت کا جائزہ لے رہی تھیں کم بخت بہت ہی شاطر اور تیز انسان تھا کہنے لگا۔

"یہ بالکل ایک نئی اور انوکھی جگہ دریافت ہوئی ہے میں سمجھتا ہوں یہاں بہت سے افراد بآسانی چھپ سکتے ہیں کنگ آرکوسا والوں کی بدقسمتی ہی کہی جاسکتی ہے کہ وہ یہاں تک زندہ نہ پہنچ سکے آہا ادھر دیکھو وہ ایک باقاعدہ پل بنا ہوا ہے نہیں میرے دوست نہیں بالکل نہیں سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔" سیگارو رک گیا۔

میری جان نکل گئی تھی خالد بھی شاید بمشکل ہی اپنے آپ کو قابو میں کرسکا تھا ڈان سیگارو نے کہا۔

"یہ تختہ کنگ آرکوسا کے جھکے ہوئے حصے پر کس نے پہنچایا یہ تو ایک باقاعدہ راستہ بنایا گیا ہے۔" خالد نے اس موقع پر فوراً ہی حاضر دماغی کا ثبوت دیا اور بولا "نہیں ڈان یہ ہماری حاضر دماغی ہے۔"

"کیا مطلب؟" ڈان سیگارو بولا۔

"یہ ٹوٹا ہوا تختہ بے ترتیب پڑا ہوا تھا اس کا ایک سرا کنگ آرکوسا سے اوپری سمت اٹکا ہوا تھا باقی سب نیچے تھے میں نے اور میری ساتھی لڑکی نے اوپری حصے کو پوری قوت سے اوپر سرکا کر اوپر تک جانے کا راستہ بنایا تھا اصل میں ہمیں بھی اسے دیکھنے کا تجسس پیدا ہوگیا تھا۔"

ڈان سیگارو نے ایک نگاہ ہم دونوں پر ڈالی اور آہستہ سے بولا۔ "تم لوگ بہت طاقتور ہو اس تختے کو صرف دو آدمی اٹھا کر اوپر تک نہیں پہنچا سکتے لیکن تم کہتے ہو تو درست ہی ہوگا اب تم پر کسی قسم کا شبہ کرنے کو جی نہیں چاہتا۔"

"ڈان سیگارو اب ہمارے درمیان شک وشبے کا رشتہ نہیں رہنا چاہئے۔" خالد نے کہا۔

"اوہ نہیں میرے دوست اصل میں محتاط رہنا میری فطرت کا حصہ ہے لیکن اگر تم اس بات کا اعتراف کرتے ہو تو درست ہی ہوگا میں نے یہ جملے صرف یہ سوچ کر کہے تھے کہ کہیں کچھ لوگ اطراف میں پوشیدہ نہ ہوں خیر چھوڑو آؤ آگے چلتے ہیں یہ تختہ اوپر جانے کے لئے مضبوط ہے نا؟"

"بالکل مضبوط ہے۔" غالباً ایڈن مارکو نے یہاں ذہانت کا ثبوت دیا تھا کہ تختے کے

آس پاس کسی قسم کے قدموں کے نشان نہیں چھوڑے تھے اول تو پانی کی لہریں یہاں تک پہنچ کر ایسے ہر نشان کو معدوم کر دیتی تھیں لیکن پھر بھی تھوڑے بہت نشان رہ جانے کا خدشہ ہوسکتا تھا ایڈن مارکو نے اس کا خیال رکھا تھا اور یہ دو بحری معاملات کے ماہروں کی ذہانت تھی ورنہ سچی بات ہے ہم لوگ ان باتوں کا خیال نہ رکھتے ڈان سیگارو ہزاروں وسوسوں کے بعد بالآخر کنگ آرکوسا کے عرشے پر پہنچ گیا وہ کسی چوکنے چیتے کی مانند اطراف پر نگاہیں بھی جمائے ہوئے تھا اور اس کے کان بار بار ہل رہے تھے جیسے ہر آہٹ کو سننے کی کوشش میں مصروف ہوں۔ میرے ذہن میں وہ لمحات آئے جب میں نے جہاز پر بچے کے رونے کی آواز سنی تھی کہیں بچہ ہی دوبارہ نہ رو پڑے یہ تمام تشویش سینے میں چھپائے ہوئے ہم آہستہ آہستہ اس طرف بڑھنے لگے جہاں بالآخر ہمیں ڈان سیگارو کو لے جانا تھا۔

سیگارو رک رک کر کنگ آرکوسا پر تبصرے کر رہا تھا اس نے یہاں بھی ایک رائفل بردار کو چھوڑ دیا اور ہمارے ساتھ آگے بڑھتا رہا میری جان آنکھوں میں سمٹ آئی تھی سر بری طرح چکرا رہا تھا بار بار قدم لڑکھڑانے لگے تھے پھر وہ کارٹن نظر آگئے جن کی تعداد اب بڑھ گئی تھی۔

"یہ..... یہ..... یہ....." خالد کے منہ سے پھنسی پھنسی آواز نکلی۔

"خزانہ ان میں ہے؟"

"ہاں!"

"یہ سب بھرے ہوئے ہیں!"

"میں نے صرف چند دیکھے ہیں۔" خالد بولا بس یہاں ڈان سیگارو سے غلطی ہوئی تھی اور یہ غلطی ہونی تھی کیونکہ انسان کی فطرت میں لالچ ہی ایک ایسی شے ہے جو اسے برباد کرتی ہے۔

"دیکھو!" سیگارو نے کہا اور اس کے ساتھی رائفلیں پھینک پھینک کر کارٹنوں پر ٹوٹ پڑے۔ پھر جو کچھ ہوا وہ دیر میں ہی سمجھ میں آیا تھا کارٹنوں کے اوپری سرے جیسے ہی کھلے ان میں سے ایڈن مارکو کے ساتھی نکل پڑے اور نکلتے ہی وہ اپنے سامنے موجود ہر شخص پر پل پڑے۔ چونکہ سیگارو اور اس کے ساتھی یہاں مستعد نہیں تھے اس لئے مار کھا گئے ان کی تعداد بھی کم تھی جبکہ ایڈن نے کارٹنوں میں اضافہ کرکے اپنے بقیہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ساتھیوں کو بھی یہاں بلالیا تھا۔ وہ سب بھی ہنگامہ کا آغاز ہوتے ہی کارٹنوں سے نکل پڑے اور سیگارو کے ایک ایک ساتھی کو کئی کئی افراد مارنے لگے۔ سیگارو نے ایک رائفل پر جھپٹا مارا تو مارکو کے ساتھی نے اسے سیگارو سے پہلے اٹھالیا اور بدحواسی کے عالم میں اسے نال سے پکڑ کر لاٹھی کی طرح اس کا کندہ سیگارو کے سر پر دے مارا۔ سیگارو کا سر پھٹ گیا اور وہ خون میں نہاگیا خون اگر اس کی آنکھوں میں نہ رینگ آتا تو وہ مشکل ہی سے قابو میں آتا پھر بھی اس نے مارکو کے دو ساتھیوں کو سر سے بلند کرکے پٹخا تھا اس کے دوسرے ساتھی بھی زخمی ہو کر ہی قابو میں آئے تھے خالد میرا ہاتھ پکڑ کر ایک گوشے میں سمٹ گیا تھا میں نے کپکپاتی آواز میں خالد سے کہا۔

"کہیں اس کا وہ ساتھی نہ آجائے جو باہر موجود ہے وہ رائفل استعمال کرسکتا ہے" خالد نے ایڈن مارکو کو متوجہ کیا اور میرا خدشہ اس سے ظاہر کیا تو مارکو مسکرا کر بولا۔

"نہیں اس کا انتظام باہر ہی کرلیا گیا ہے بلکہ اس شخص کا بھی جو اسٹیمر کی حفاظت کے لئے چھوڑ دیا گیا تھا میرے پانی میں چھپے ہوئے ساتھیوں نے اس پر آسانی سے قابو پالیا ہوگا۔"

مارکو کے ساتھی بے ہوش سیگارو کو باہر لائے تو میں نے اس شخص کو اس جال میں لٹکا ہوا پایا جس میں پہلی بار ہم دونوں کو جکڑ کر اٹھایا گیا تھا غالباً جال کو ہلا ہلا کر پتھروں سے ٹکرایا گیا تھا جس کی وجہ سے وہ شخص زخمی ہو کر بے ہوش ہوگیا تھا اس کی رائفل بھی جال میں پڑی ہوئی تھی اور جال کے چھوٹے خانوں سے خون کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ ایڈن مارکو کے اس بیان کی تصدیق بھی ہوگئی جو اس نے اسٹیمر کے محافظ کے بلبلے میں دیا تھا کنگ آرکوسا کے سمندر کی طرف والے حصے سے ہم نے اسٹیمر کو دیکھا جو بالکل صاف نظر آرہا تھا یہاں مارکو کے تین آدمی موجود تھے اور سیگارو کا رائفل بردار رسیوں سے بندھا پڑا تھا۔

"تو یہ ہے بحری قزاق ڈان سیگارو!" ایڈن مارکو نے سیگارو کو دیکھتے ہوئے کہا پھر بولا۔ "اس شاندار کامیابی پر میں تم دونوں کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔"

"اب ہمیں کیا کرنا ہوگا مسٹر مارکو!" خالد نے پوچھا۔

"منصوبہ تیار ہے بلکہ سیگارو نے اسٹیمر استعمال کرکے ہمارا کام اور آسان کردیا ہے۔ ہم سات افراد مجھ سمیت ڈان سیگارو کے ان ساتھیوں کے لباس پہن کر ڈی پارلو

کی طرف چلتے ہیں۔ سیگارو کی یہ رائفلیں اسی کے ساتھیوں پر استعمال ہوں گی ادھر سونت بھی ہمارا ساتھ دے گا چونکہ اب سیگارو انہیں کمانڈ نہیں کرسکے گا اس لئے ان پر قابو پانا مشکل نہ ہوگا لیکن کہیں سر پھرے مسافر تو اس کا ساتھ دینے پر آمادہ نہ ہوجائیں گے۔"

"ناممکن ہے مسٹر مارکو۔"

"خیر اب جو کچھ بھی ہے مقابلہ تو کرنا ہوگا۔" مارکو اپنے آدمیوں کو ہدایات دینے لگا اور وہ تیاریوں میں مصروف ہوگئے دل بیٹھ رہا تھا یہ سب کچھ بھی دیکھنا تھا۔ میری سوچ میری بساط سے باہر تھا یہ سب کچھ لیکن تقدیر نے مجھے کچھ اس خطرناک مہم کا ایک اہم حصہ بنا ڈالا تھا۔

☆------☆------☆

ایڈن مارکو کے ساتھیوں نے ڈان سیگارو کے آدمیوں کا لباس پہن لیا اور تیار ہوگئے خود ڈان سیگارو کا لباس ایڈن مارکو نے استعمال کیا تھا جو اس کے جسم پر بہت ڈھیلا ڈھالا تھا اس کے خون آلود حصے صاف کرلئے گئے تھے۔ ایڈن مارکو نے اپنے ساتھیوں کو مستعد کردیا تھا اور ڈان سیگارو کے تمام آدمیوں کو رسیوں سے کس کر وہیں کنگ آرکوسا پر ڈال دیا گیا تھا میں اور خالد ایڈن مارکو کے ان ساتھیوں کے ساتھ اسٹیمر پر سوار ہوگئے راستے میں خالد ایڈن مارکو کو ان مورچوں کے بارے میں تفصیلات بتاتا رہا تھا راستے میں ایڈن مارکو نے کہا۔

"اگر میرے ساتھی میرے دوست سونت گال کو کہیں سے ہتھیار دستیاب ہوجاتے تو وہاں وہ ہمارا بہترین مددگار ثابت ہوسکتا تھا ہوسکتا ہے ابتدائی طور پر ڈان سیگارو کے آدمی ہم پر توجہ نہ دے سکیں بس ایک مورچہ ہمارے قبضے میں آجائے اس کے بعد ہم ساری صورت حال سے آسانی سے نمٹ لیں گے۔ اس کے باوجود تم لوگوں کو کسی قسم کے خوف کا شکار نہیں ہونا چاہئے مہماتی زندگی اپنا ایک الگ مزاج رکھتی ہے اور یقین کرو جب خطرات زندگی کو خوف کا شکار بنا دیتے ہیں تو موت سے لڑنے میں اتنا لطف آتا ہے کہ ناقابلِ بیان۔" راستے بھر اسی قسم کی گفتگو ہوتی رہی تھی اور میرا دل خوف سے لرزتا رہا تھا۔

خالد پر اپنی دلی کیفیات کا اظہار نہیں کرسکتی تھی میرے ہاتھ پاؤں بے جان ہو رہے تھے۔ خالد نے سرگوشی کے انداز میں مجھ سے کہا۔ "اس جنگجوئی کے درمیان

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تم اطمینان سے اسٹیمر پر ہی رہنا مجھے ان لوگوں کے ساتھ حصہ لینا پڑے گا۔"

ہم ڈی پارلو کے نزدیکی ساحل سے کافی دور تھے تبھی ہمیں اندازہ ہوگیا کہ یہاں کچھ ہوچکا ہے ڈی پارلو کے مسافر ٹولیاں بنائے کھڑے تھے اور کچھ لوگ بھاگ دوڑ کرتے نظر آرہے تھے ڈی پارلو کے عرشے پر بھی کچھ لوگ کھڑے نظر آئے مارکو نے طاقتور دوربین سے اِدھر دیکھا اور پُرمسرت لہجے میں بولا۔

"آہا لگتا ہے وہاں میرا دوست سونت گال کچھ گل کھلا چکا ہے وہ عرشے پر موجود ہے اور ہمیں دوربین سے دیکھ رہا ہے۔" ایڈن مارکو وہیں سے ہاتھ ہلا ہلا کر مسرت آمیز آوازیں نکالنے لگا ہم ساحل پر پہنچ گئے فرانسیسی پولیس کے تجربے کار افسر کو جیسے ہی موقع ملا اس نے وہاں سیگارو کے مورچہ برداروں پر قابو پالیا اس کے ساتھی سپاہی اس وقت مسلح تھے اور مسافروں کے درمیان دندناتے پھر رہے تھے۔ پتہ چلا کہ سونت گال کی کارروائی میں زیادہ تر مسافر غیر جانبدار رہے باقی نے سونت گال کے ساتھ تعاون کیا تھا اور اب ڈان سیگارو کے ساتھی بندھے پڑے ہوئے تھے۔

معلومات کا تبادلہ ہوا پھر طے ہوا کہ اسی اسٹیمر سے پہلے سیگارو اور اس کے ساتھیوں کو یہاں منتقل کیا جائے پھر ایڈن مارکو کے ساتھی یہاں لائے جائیں۔ اس کام کا آغاز ہوگیا اسٹیمر مارکو اور اس کے ایک ساتھی کے ساتھ واپس چلا گیا اور پھر مسلسل چکر لگانے لگا۔ میں اور خالد تھکے تھکے ایک طرف بیٹھے تھے خالد نے کہا۔

"میں تمہیں ایک بار پھر نئی زندگی کی طرف واپسی کی مبارک باد دیتا ہوں!" میں نے یاس بھری نگاہوں سے اسے دیکھا اور خاموش ہوگئی جس کا کوئی مستقبل نہ ہو اسے کسی بات سے کیا خوشی ہوسکتی ہے اس کا فیصلہ خود اس کے لئے کتنا مشکل ہے کسے بتاتی۔

شام ہوگئی کام جاری رہا اچانک خالد کو کچھ خیال آیا اور اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔ "روشنی ایک بات پر تم نے غور کیا۔"

"کیا؟"

"زاغ کہاں ہے ہم ایک ایک شخص کو دیکھ چکے ہیں کیا وہ ایک بار بھی تمہیں نظر آیا؟" میں چونک پڑی واقعی پورے دن کی ہنگامہ خیزیوں میں زاغ کی شکل ایک بار بھی نہیں نظر آئی تھی۔

میں حیرانی سے خالد کی صورت دیکھنے لگی۔ واقعی اس افراتفری میں ہم زاغ کو

بالکل بھول گئے تھے حالانکہ کالے باز کو دیکھ کر ہم اس وحشت کا شکار ہوگئے کہ ممکن ہے زاغ، سیگارو کو ہوشیار کردے ایسا تو نہیں ہوا تھا لیکن زاغ غائب تھا۔

"ہوسکتا ہے وہ جزیرے میں کہیں اور نکل گیا ہو، جائے گا کہاں....." کچھ دیر کے بعد میں نے کہا۔

"ہر شخص سنسنی کا شکار ہے میرے خیال میں اس وقت مسافروں میں سے ایک بھی شخص کہیں اور نہیں ہے، خیر ہوگا کہیں جہنم میں جائے۔" خالد بولا۔

شام، رات میں تبدیل ہوگئی سونت گال، ایڈن مارکو کے ساتھ ڈی پارلو پر تھا سیگارو اور اس کے ساتھیوں کو جہاز پر منتقل کردیا گیا تھا مارکو بھی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ڈی پارلو پر ہی پہنچ گیا تھا رات کو تقریباً دس بجے پارلو اور ساحل کے درمیان سفر کرنے والا اسٹیمر ساحل سے لگا اور چند لوگ "خالد..... خالد" پکارتے ہوئے آئے یہ مارکو کے ساتھی تھے خالد اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

"مسٹر خالد آپ کو مسٹر مارکو نے جہاز پر طلب کیا ہے آپ کے ساتھ ایک خاتون بھی ہیں؟"

"انہیں بھی بلایا گیا ہے؟" خالد نے پوچھا۔

"ہاں....." جواب ملا اور خالد میری طرف دیکھنے لگا میں چلنے پر آمادہ ہوگئی تھی اسٹیمر نے ہمیں پارلو پر پہنچا دیا جہاں مارکو اور سونت گال نے میرا استقبال کیا تھا۔

"ہم معذرت خواہ ہیں دوستو کہ انتظامی امور میں مصروف ہونے کی وجہ سے تم سے رابطہ نہیں کرسکے اب کہیں جاکر فرصت ملی ہے۔ اصل میں تم دونوں اس عظیم الشان کامیابی کے اہم ستون ہو فرصت ملتے ہی میں نے تم دونوں کو بلا بھیجا۔" مارکو نے کہا۔

"ہمیں آپ کی مصروفیت کا اندازہ ہے مسٹر مارکو....." میں نے کہا۔

"کیا تم لوگ رات کا کھانا کھا چکے ہو.....؟" سونت گال نے پوچھا۔

"ہاں..... جزیرے کے اصول کے مطابق....." میں ہنس کر بولی اور سونت گال بڑبڑا اٹھا۔

"لعنت ہے اس کھانے پر، مچھلیاں چباتے چباتے اور ناریل کا پانی پی پی کر معدہ تباہ ہوگیا ہے۔"

"کھانا تیار کرایا ہے ہمارے ساتھ کچھ کھاؤ اور نہ کھا سکو تو کافی ساتھ ہی پئیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گے۔" ایڈن مارکو نے پیش کش کی پھر یہ دونوں ہمیں ساتھ لئے پارلو کے ایک اوپن ایئر حصے میں آبیٹھے۔ مارکو اچھا انسان تھا کہ اس نے ہمیں یاد رکھا تھا۔ معمولی سا کھانا تھا خالد نے تھوڑا سا کھانا ان کے ساتھ کھایا میں نے دوبارہ معذرت کرلی تھی البتہ کھانے کے دوران میں نے مارکو سے جولیس اور ایلیسی کے بارے میں پوچھا۔

"جولیس شدید ذہنی ہیجان کا شکار ہے یہاں سے نجات مل جانے کے تصور سے وہ شادی مرگ کی سی کیفیت کا شکار ہو رہی ہے یہاں جہاز کے ہسپتال میں مجھے کچھ خواب آور دوائیں مل گئی تھیں میں نے اسے دوا دے کر سلا دیا ہے۔"

وہ کھانے سے فارغ ہوئے تو کافی آگئی کافی پیتے ہوئے مارکو نے کہا۔ "جہاز کے ایندھن کے ذخائر نہایت تسلی بخش ہیں ہم بآسانی مصر پہنچ سکتے ہیں اس کے علاوہ اس میں خوراک کے محفوظ ذخائر بھی نہایت مناسب تعداد میں موجود ہیں ہمیں ڈی پارلو کو روانگی کے لئے تیار کرنے میں دو دن لگ جائیں گے تیسرے دن ہم لنگر اٹھا دیں گے۔"

"کیا ہم یہاں سے الجزائر جائیں گے مسٹر مارکو.....؟"

"نہیں بے بی کچھ قانونی وجوہات کی بنا پر ایسا کرنا مناسب نہیں ہوگا۔"

"مسٹر سونت گال بھی مصر جائیں گے.....؟"

"نہیں سونت گال کو تیونس کے ساحل کے قریب کھلے سمندر میں اتار دیا جائے گا جہاں سے وہ اسٹیمر کے ذریعے قیدیوں کو لے کر پہلے تیونس جائیں گے پھر وہاں سے الجزائر روانہ ہو جائیں گے۔ اصل میں ڈی پارلو کی حیثیت اب ایک گمشدہ جہاز کی ہے بیشتر ممالک کو اس کی گمشدگی کی اطلاع دے دی گئی ہوگی اور یہ جہاں بھی پہنچے گا پھر عرصہ دراز تک وہاں سے آگے نہ بڑھ سکے گا اس پر میری کپتان کی حیثیت بھی نہیں ہوگی جبکہ میرا مصر جانا ضروری ہے اس لئے میں اسے مصر لے جاؤں گا میرے فرانسیسی دوست نے مجھ سے تعاون کیا ہے جس کے لئے میں اس کا شکر گزار ہوں تم لوگ بے فکر رہو مصری حکومت ہم سب سے بھرپور تعاون کرے گی تم میں سے جو جہاں جانا چاہے گا وہاں کا سفارت خانہ ہر طرح کے انتظامات کا ذمہ دار ہوگا۔"

"جی.....!" میں نے کہا۔

"جہاز میں جو کیبن تمہارے پاس تھا اس میں منتقل ہو جاؤ اور اطمینان سے آرام کرو ہم لوگ ضرورت سے زیادہ ایک لمحہ یہاں نہیں رکنا چاہتے البتہ مناسب تیاریاں

کرنا ضروری ہیں۔" کافی کے بعد سب وہاں سے اٹھ گئے میں نے خالد سے پوچھا۔ "تمہارے پاس اپنی آرام گاہ ہے.....؟"

"ہاں!" وہ بددلی سے بولا۔

"تو پھر شب بخیر....." میں نے کہا اور آگے قدم بڑھا دیئے خالد وہیں کھڑا رہا تھا میں کیبن میں داخل ہوگئی سب کچھ جوں کا توں تھا ہمارے لباس بھی نہیں چھیڑے گئے تھے۔ حالانکہ رات خوب ہوگئی تھی لیکن کچھ ایسی طبیعت مچلی کہ میں غسل خانے میں داخل ہوگئی تقریباً ایک گھنٹے تک غسل کیا دوسرا لباس پہنا اور پھر بستر پر آکر لیٹ گئی ایک طمانیت آمیز احساس ہو رہا تھا کہ اب حالات درست ہو جائیں گے مصر پہنچنے کے بعد مجھے کیا کرنا چاہئے سیدھی سی بات ہے کہ اپنے وطن واپس چلی جاؤں' بھر پائی اپنی شناخت سے' خوب سمجھ لیا خود کو..... میرا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے پُراسرار کہانیاں میری ذات سے وابستہ ہیں' وہ جہنم میں جائیں مجھے کیا دیں گی یہ کہانیاں..... خالد کا معاملہ ہے' وہ جانے اس کا کام..... ویسے کہتا یہی کہ میری وجہ سے یہ سب کچھ کر رہا ہے' میں نے تو اس سے مدد نہیں مانگی اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس پُرآشوب وقت میں اس نے مجھ سے تعاون کیا ہے لیکن اس کا صلہ میں اسے کیا دے سکتی ہوں۔ بے چاری نینا اس سے محبت کرتی ہے اگر وہ مجھ سے تعاون ہی کرنا چاہتا ہے تو اس سے کہوں گی کہ وہ نینا کو اپنا لے بلکہ اگر وہ ایسا کرنے پر آمادہ ہو جائے تو میں اس کی مالی مدد بھی کردوں گی اتنی ساری دولت پڑی ہے مجھے اپنی ذات کے لئے کیا ضرورت ہے۔ انہی خیالات میں سو گئی دوسری صبح جاگی تو اس خوشگوار احساس نے طبیعت میں فرحت پیدا کردی کہ اب اس ویران جزیرے سے نجات ملے گی اور میں اپنے گھر واپس چلی جاؤں گی۔ خوشی کے اس احساس کے ساتھ منہ ہاتھ دھویا اور کیبن سے باہر نکل آئی تھوڑی ہی دور پہنچی تھی کہ خالد نظر آگیا نکھرا نکھرا سا صاف ستھرا نظر آرہا تھا اس نے مجھے سلام کیا پھر بولا۔ "ناشتہ کہاں کروگی مس روشنی؟"

"تم نے کرلیا.....؟"

"نہیں تمہارے جاگنے کے انتظار میں تھا۔"

"خالد اب صورت حال بہتر ہوگئی ہے میں اس تعاون کے لئے تمہاری شکر گزار ہوں اب تم نے مجھ سے کیا میرے خیال میں اب مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تم نہایت خود غرض لڑکی ہو روشنی' میں آخر تم سے اپنی اس اپنائیت کا کیا کوئی معاوضہ طلب کر رہا ہوں یا پھر تم مجھے اپنے آپ سے دور رکھنا اپنی شان سمجھتی ہو' بے فکر رہو روشنی بہرحال میں بھی انسان ہوں میرے دل میں جو کچھ ہے اس کی بنا پر تمہارے بارے میں اس انداز میں سوچتا ہوں ورنہ مجھے یہ علم ہو چکا ہے کہ اس سے زیادہ مجھے تم سے اور کچھ نہیں ملے گا میری یہ توہین کر کے تمہیں کیا حاصل ہوتا ہے۔"

نہ جانے کیوں میرے دل میں خالد کی طرف سے نرمی پیدا ہو گئی میں نے نرم لہجے میں کہا۔

"نہیں خالد اگر تم اسے اپنی توہین محسوس کرتے ہو تو براہ کرم ایسا نہ سمجھو' دیکھو میں خود اپنی ذات میں کس قدر الجھی ہوئی ہوں' کبھی کبھی تنہا رہنے کو جی چاہتا ہے' یہ دل چاہتا ہے کہ کوئی مجھ پر مسلط نہ ہو' اپنے آپ کو آزاد محسوس کروں' اپنے خیالات پر کسی کی قربت کا بوجھ نہ پاؤں براہ کرم اس بات کو اس انداز میں محسوس کرو ہمارے تمہارے درمیان بہت صاف ستھری باتیں ہو چکی ہیں اس کے بعد بس یوں سمجھ لو کہ تم میرے ایک اچھے دوست کی حیثیت رکھتے ہو اگر مجھے کوئی ضرورت ہو تو اجازت دو کہ تم سے رجوع کر لوں باقی میری باتوں کا برا نہ ماننا۔"

"ٹھیک ہے روشنی مجھے اعتراض نہیں ہے اب یوں کرتے ہیں کہ جو تمہارا دل چاہے کرو اور جو میرا دل چاہے وہ میں کروں۔"

"ہاں یہ نہایت موزوں ہے میرے لئے جو کچھ کر چکے ہو' اس کے لئے شکر گزار ہوں اور توقع رکھتی ہوں کہ آئندہ بھی میری ضرورتوں پر کام آؤ گے۔"

خالد نے پھیکے سے انداز میں مسکرا کر شانے ہلائے اور آہستہ سے بولا۔ "غور کروں گا اپنے آپ پر روشنی کہ کتنا ظرف رکھتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ واپسی کے لئے مڑا اور تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ مجھے اپنے اس رویے کا کوئی افسوس نہیں ہوا تھا بہرحال ناشتے کی تلاش تو تھی میں عرشے پر آ گئی اور تلاش میں بھٹکنے لگی جو لوگ یہاں موجود تھے اور جن کا تعلق ایڈن مارکو سے تھا' انہوں نے تمام انتظامی امور سنبھال رکھے تھے۔ میں نے انہی میں سے ایک کو اشارہ کر کے کہا۔ "کیا ناشتہ مل سکتا ہے.....؟"

"کیوں نہیں میڈم' آپ براہ کرم وہاں تشریف رکھئے ابھی ناشتہ آپ کو پہنچا دیا جاتا ہے مسٹر مارکو نے آپ کا ہر طرح سے خیال رکھنے کی ہدایت کی ہے۔"

"مسٹر مارکو کا شکریہ۔" میں کرسی پر بیٹھ کر ناشتے کا انتظار کرنے لگی پھر ناشتے سے فراغت بھی نہیں حاصل ہوئی تھی کہ سونت گال کو دیکھا مجھے بیٹھے دیکھ کر وہ میری ہی طرف آ گیا چہرے پر تشویش کے آثار تھے کہنے لگا۔ "اجازت دو تو یہاں بیٹھ جاؤں کیا نام ہے تمہارا.....؟"

"روشنی....."

"مس روشنی کیا تم مجھے کالے پرندے والے شخص کے بارے میں بتا سکتی ہو ایسا لگتا ہے کہ یا تو وہ سمندر میں غرق ہو گیا یا پھر جزیرے کے کسی ایسے حصے میں جا کر روپوش ہو گیا ہے جہاں ابھی تک ہمارے قدم نہیں پہنچے۔ وہ ان لوگوں میں موجود نہیں ہے میں نے رات ہی سے اس کی تلاش جاری رکھی ہے اصل میں وہ شیطان صفت انسان مجھے سب سے زیادہ خطرناک معلوم ہوتا ہے اور اس کا کالا پرندہ اس کا فرمان ہے۔ تمہیں اس بارے میں کیا معلومات حاصل ہیں۔"

"آپ کا یہ کہنا درست ہے مسٹر سونت گال کہ وہ شیطان صفت ہی نہیں بلکہ شیطان ہے اور اس سے ہوشیار رہنا از حد ضروری ہے مجھے اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم لیکن میں یہ سمجھتی ہوں کہ جیسے ہی آپ کو موقع ملے' آپ براہ کرم اسے گرفتار کر کے اپنی تحویل میں لے لیں۔"

"وہ میرے لئے ایک چیلنج ہے مجھے مل جائے تو چھوڑوں گا نہیں ویسے بھی کہاں جائے گا اگر کہیں گم ہو گیا ہے تو یہیں رہ کر مر جائے گا باقی تمام لوگوں کو اب ڈی پارلو پر لیا جانے والا ہے تاکہ وہ اپنی اپنی رہائش گاہیں سنبھال لیں۔ ہمیں مچھلیوں کا کچھ ذخیرہ درکار ہو گا اس کے لئے سمندر میں شکار کیا جا رہا ہے اور انہیں محفوظ کرنے کے انتظامات بھی مسٹر ایڈن مارکو کر رہے ہیں۔"

"جی مسٹر سونت گال میرے لائق اگر کوئی خدمت ہو تو براہ کرم مجھے بتا دیجئے۔"

"نہیں تم نے اپنے حصے کی خدمت سرانجام دے لی ہے مسٹر ایڈن مارکو بھی یہی بات کہتے ہیں اور میں بھی اس سے پوری طرح متفق ہوں کہ تمہاری مدد سے ہم لوگوں نے دوبارہ ڈی پارلو پر قبضہ حاصل کیا ہے اور تمہارا وہ ساتھی خالد..... وہ بھی کارروائی کا روحِ رواں ہے ہم تم دونوں کو نہایت عزت کا مقام دیتے ہیں۔"

میں نے اس کا شکریہ ادا کیا تھوڑی دیر کے بعد وہ میرے پاس سے چلا گیا گویا باغ کی گمشدگی کا اب ان لوگوں کو بھی احساس ہو گیا تھا۔ کہاں چلا گیا یہ شیطان صفت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

انسان..... میں نے اس کے خلاف کچھ الفاظ کہہ تو دیئے تھے سونت گال سے لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں خود بھی خوف زدہ رہتی تھی اس سے وہ ایک آوارہ روح کی مانند تھا حالانکہ جسمانی طور پر میں نے اسے کبھی کسی ایسی شکل میں نہیں پایا تھا جس سے اس کے غیر انسانی ہونے کا ثبوت ملتا لیکن اس کی حرکات و سکنات بالکل غیر انسانی تھیں خدا جانے کم بخت کیا بلا تھا' اچھا ہے جزیرے پر ہی رہ جائے جان تو چھوٹے گی۔ کچھ دیر کے بعد میری ملاقات جولیس سے ہوئی درحقیقت اس کی ذہنی کیفیت بہتر نہیں تھی مجھ سے اپنے شوہر کے بارے ہی میں گفتگو کرتی رہی اس کی ننھی سی پیاری سی بچی ایلن میری گود میں آگئی تھی۔ میں نے جولیس سے مزید باتیں کرنا چاہیں لیکن ایڈن مارکو کے بیان کے مطابق وہ ہذیانی سی کیفیت کا شکار نظر آتی تھی اور ایڈن مارکو اسے ابھی ڈاکٹروں کی تحویل میں رکھنے کا خواہش مند تھا اس کے لئے اس نے ان ڈاکٹروں کو بھی طلب کرلیا تھا جنہوں نے ڈی پارلو پر مریضوں کے لئے اپنی خدمات پیش کردی تھیں کچھ لوگ ڈی پارلو پر واپس بلائے جاچکے تھے کیونکہ چند کیبن آباد نظر آرہے تھے عرشے پر گھومنے پھرنے والے مسرت و انبساط کا شکار تھے بس اس احساس کے ساتھ کہ ایک بار پھر ان کے قدم زندگی کی جانب بڑھ رہے ہیں۔ بعد کے حالات میں ایسا کوئی واقعہ نہیں تھا جو قابلِ ذکر ہو۔ سیگارو اور اس کے ساتھیوں کو سونت گال نے اس بار بدترین قید دی تھی ڈی پارلو پر وہ تمام اشیاء موجود تو تھیں ہی جو ان قیدیوں کو قید کرنے کے لئے کام آسکتی تھیں اب انہیں مزید سختی سے استعمال کیا گیا تھا اور قید خانے کے گرد انتہائی سخت پہرہ لگوا دیا گیا تھا۔ سونت گال ان انتظامات سے مطمئن تھا لوگوں کی آہستہ آہستہ آمد شروع ہوگئی دو دن کے اندر ان تمام لوگوں کو ڈی پارلو پر واپس بلا لیا گیا ایڈن مارکو کامیابی سے اپنا عمل سرانجام دے رہا تھا پھر اس نے ڈی پارلو کی روانگی کا اعلان کردیا اور جب ڈی پارلو نے ساحل چھوڑا تو لوگوں کے حلق سے مسرتوں کی قلقاریاں نکل رہی تھیں۔ کنگ آرکو سا سے وہ ضروری اشیاء ڈی پارلو پر منتقل کرلی تھیں جو راستوں کا تعین کرنے میں کارآمد ہوسکتی تھیں ڈی پارلو نے اس پُراسرار جزیرے کا ساحل چھوڑ دیا جہاں وحشی سیگارو نے اپنی مملکت قائم کرنے کے خواب دیکھے تھے لازمی بات ہے کہ سیگارو پر دیوانگی طاری ہوگی سونت گال اگر چاہتا تو اس کا کھیل یہیں بھی ختم کرسکتا تھا لیکن اس کے سپرد اس کی گرفتاری کی گئی تھی موت کی ذمہ داری نہیں..... یہ بھی فرض کی ادائیگی کا ایک معیار تھا۔ میں سونت گال کی قدر کرتی

تھی البتہ زاغ کا کہیں پتہ نہیں تھا' سسٹرز مرد بھی ڈاکٹر الیاس کے ساتھ اس کے کیبن میں منتقل ہوگئی تھیں۔ سفر کا آغاز بہت خوبصورت تھا لیکن اس کے بعد آہستہ آہستہ ڈی پارلو پر مسائل نمودار ہونے لگے۔ وہ لوگ جنہیں سیگارو نے لڑکیوں کے ساتھ رہنے پر مجبور کردیا تھا' کچھ تو ایسے تھے جو باہمی تعاون سے اب بھی ساتھ ہی رہ رہے تھے لیکن لڑکیوں کے جو رشتے ناتے دار تھے انہوں نے فوراً ہی اعتراض کردیا تھا اور اس کے لئے اچھا خاصا ہنگامہ برپا ہوگیا تھا کئی جگہ تشدد کا موقع آگیا لیکن سونت گال' ایلن روز اور دوسرے لوگوں نے اس تشدد کو آگے نہ بڑھنے دیا پھر یہ طے ہوا کہ جو لڑکیاں کسی بھی شکل میں اپنی مرضی سے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ رہنا چاہتی ہیں' وہ اپنے سرپرستوں کی اجازت سے یہ عمل کرسکتی ہیں بلکہ سرپرستوں کو بھی یہ چاہئے کہ وقت کی اس مشکل کو قبول کرلیں اور جو زبردستی کسی نہ کسی کے حوالے کردی گئی تھیں' انہیں اجازت دی گئی کہ وہ اپنے سرپرستوں کے ساتھ واپس چلی جائیں بہرطور ایک مشکل مرحلہ تھا جس کے لئے سختی سے کام لینا پڑا چند نوجوانوں کو وہیں ڈی پارلو پر سزا دی گئی بزرگ تو پہلے ہی اس جنونی کیفیت کے خلاف تھے جو سیگارو کی وجہ سے نمودار ہوئی تھی اور پوزیشن یہ ہوگئی تھی کہ اس عمل کے خلاف زیادہ آوازیں تھیں اور اس کی موافقت میں صرف چند آوازیں..... چونکہ کیپٹن ایڈن مارکو نے بھی ایلن روز اور دوسرے بزرگوں کے نظریے سے اتفاق کیا تھا اس لئے نوجوانوں کو زیادہ بولنے کا موقع نہیں مل سکا لیکن ایک کشیدگی مسلسل قائم تھی اور اس کو روکنے کے لئے بھی ایلن روز اور دوسرے چند ذمہ دار افراد نے سخت کارروائیاں کی تھیں بہرحال یہ ایک دلچسپ صورتِ حال تھی جس میں' میں ملوث نہیں تھی اور اس سلسلے میں' میں تھوڑی بہت خالد کی شکرگزار تھی کہ اس نے یہاں بھی مجھ پر کوئی دعویٰ نہیں کیا تھا بلکہ اس طویل وقت میں بس وہ ایک دو بار ہی میرے سامنے آیا تھا۔ سسٹرز مرد سے میرا دل کھٹا ہوچکا تھا اور میں خود ان سے زیادہ ملنے سے گریز کرتی تھی جبکہ میں نے محسوس کیا تھا کہ وہ کئی بار میرے قریب آنے کی کوشش کرچکی ہیں تھوڑی بہت دیر کے لئے وہ میرے پاس آکر بیٹھ جاتی تھیں خالد کے بارے میں بھی انہوں نے مجھ سے چند سوالات کئے تھے جس کا جواب میں نے انتہائی خشک لہجے میں دیا اور کہا تھا کہ یہ میرا بالکل ذاتی معاملہ ہے اور میں اس موضوع پر کسی سے گفتگو کرنا پسند نہیں کرتی۔ سسٹرز مرد چونکہ خود مطمئن تھیں اس لئے لاپروائی سے خاموش ہوگئی تھیں۔ ڈی پارلو اب ایک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اطمینان بخش سفر کر رہا تھا بہت سے لوگوں کا تعاون اس سفر کی کامیابی کے لئے بے شمار افراد رضاکارانہ کام کر رہے تھے بدبخت زاغ اور منحوس پرندے کا کوئی نشان نہیں ملا تھا اور اندازہ ہوتا تھا کہ وہ جزیرے پر ہی رہ گیا اب میں عموماً تنہا رہتی تھی لیکن یہ تنہائی میرے لئے پُرسکون تھی سسٹرز مرد کو بھی احساس ہوگیا تھا کہ میں اس سے کشیدہ ہوں اس لئے انہوں نے مجھ سے ملنا بہت کم کردیا تھا اس شام بھی میں ایک کھلی جگہ بیٹھی کافی سے شغل کر رہی تھی کہ پروفیسر ڈان ایرن اور نادر ہاشمی میرے پاس آگئے اس دوران کئی بار انہیں یکجا دیکھا تھا لیکن نہ تو میں نے ان پر کوئی توجہ دی نہ وہ میری طرف راغب ہوئے میں نے سرد نگاہوں سے انہیں دیکھا۔ نادر ہاشمی بولا۔ "بے بی ہمیں یہاں بیٹھنے کی اجازت دو۔"

"ضروری سمجھتے ہیں تو تشریف رکھئے۔" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"بیٹھو پروفیسر۔ روشنی' پروفیسر ایرن تم سے شرمندہ ہیں۔ ہم تمہارے پاس آنا چاہتے تھے لیکن پروفیسر بوجہ شرمندگی تم سے گریز کر رہے تھے۔ اس وقت میں انہیں تمہارے پاس لایا ہوں۔"

"فرمایئے!" میں نے کہا۔

"ہم تمہارا آئندہ پروگرام جاننا چاہتے ہیں۔"

"کیوں؟" میں نے نفرت کے باوجود لہجے پر قابو پاکر کہا۔

"یہ ضروری ہے تاکہ تم کوئی غلط فیصلہ نہ کرلو۔"

"آپ لوگ اتنے عمر رسیدہ ہونے کے باوجود غیرت و حمیت کا کوئی تصور دل میں نہیں رکھتے۔ کتنے افسوس کی بات ہے۔ میرا آپ لوگوں سے کیا تعلق ہے آخر۔ مسٹر نادر ہاشمی آپ ایک جرائم پیشہ شخص کے ساتھ مجھے اغوا کرنے کی کوشش کر چکے ہیں۔ اس سے پہلے بھی میں نے اپنے وطن میں آپ کی احمقانہ پیش کشوں کو ٹھکرا دیا تھا اور انکل ایرن' آپ مشکل لمحات میں مجھ سے کنارہ کش ہوگئے تھے۔ اب اس کے بعد میرا آپ سے کیا واسطہ ہے۔"

"تم نہایت سرکش لڑکی ہو مجھ پر کون سی مصیبت ٹوٹی تھی کہ میں اپنا وطن اپنی پُرعیش زندگی چھوڑ کر ان مصیبتوں میں پھنستا۔ تمہارے باپ کی درخواست پر میں نے یہ سب کچھ کیا۔ اپنے ایک ساتھی کی زندگی کھوئی ہے میں نے ہزاروں ڈالر خرچ کرچکا ہوں اب تک اور اب تم مجھ سے رشتہ توڑ رہی ہو۔"

"آپ نے میرا ساتھ چھوڑ دیا تھا انکل؟"

"کیا کرتا۔ سب ہی بے بس ہوگئے تھے۔ میں کیا کرسکتا تھا۔"

"خیر انکل۔ آپ کا شکریہ میرا اپنے باپ سے کوئی رابطہ نہیں ہے اب میں ان کہانیوں کی گرفت سے نکل آئی ہوں۔ آئندہ زندگی میں اپنی پسند سے گزاروں گی اس لئے اب میں پرانے رشتے قائم نہیں رکھ سکتی۔"

"تم ایسا نہیں کرسکو گی بے بی۔ ایسا کرنا تمہارے بس میں نہیں ہے۔" ڈان ایرن نے کہا۔

"مجھے کون روکے گا؟"

"وقت۔ تاریخ۔ وہ لمحے جو گزر چکے ہیں۔"

"مجھے آپ کے ان الفاظ کا مطلب نہیں معلوم ہے؟" میں ہونٹ بھینچ کر بولی۔

"تم زمانۂ قدیم کی تاریخ کا بہت بڑا تنازع ہو۔ تمہارے محقق باپ نے وقت سے فریب کیا ہے۔ تاریخ کو مشکل میں ڈال دیا ہے اس لئے کہ وہ تاریخ کا چور ہے۔ گزرے ہوئے لمحے اس کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ اس کا جسم لمحوں کا قیدی ہے ہاں وہ اپنے علوم کی مدد سے اپنی روح کو اس قید سے بچالے گیا ہے۔ مگر کب تک۔ وہ خود بھی جانتا ہے کہ بالآخر اسے واپس جانا ہوگا۔"

"کہاں؟" میں نے بے اختیار پوچھا۔

"ماضی میں۔ اس دور میں جہاں سے اس نے تاریخ چرائی ہے۔ یہ تو بہت الجھا ہوا مسئلہ ہے بے بی اور تم اس میں پوری طرح ملوث ہو۔ تم خود کو ان واقعات سے کیسے علیحدہ کرسکتی ہو۔ بہت بڑے باپ کی بیٹی ہو تم روشنی اگر احمد کمال سعدی اپنی کوشش میں کامیاب ہوجاتا تو ایک بھونچال آجاتا۔ پوری دنیا انگشت بدنداں رہ جاتی اور اس کے بعد ایسے انوکھے تجربات ہوتے کہ..... بس یوں سمجھ لو۔ میں تمہیں کن الفاظ میں سمجھاؤں قدیم تاریخ کے کسی بھی باب میں تبدیلی کے امکانات پیدا ہوجاتے وقت کے لاتعداد فیصلے بدلے جاسکتے جن سے آج پوری دنیا میں بے شمار مسائل بکھرے ہوئے ہیں۔ آہ ایک انوکھا کھیل کھیلا تھا اس نے۔"

"وہ کھیل کیا تھا انکل ایرن؟"

"خدا کی قسم میں نہیں جانتا وہ میرا دوست تھا مجھے اس کی دوستی پر فخر تھا کیونکہ مصریات پر شاید پوری دنیا میں اس سے بڑا محقق کوئی نہ ہو۔ اس نے ماضی کو جگالیا تھا یہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سب کچھ اس کی لکھی ہوئی کتابوں میں درج ہے۔ اس نے قدیم مصری نظریات پر ریسرچ کی تھی۔ اہرام' فراعنہ کے مقبرے' ماقبل تاریخ کے وہ نظریات جن کی نفی اب تک ٹھوس الفاظ میں نہیں کی جاسکی۔ اس نے ان اجسام سے رابطہ کیا تھا جو صدیوں کی نیند سوئے ہوئے تھے۔ سرزمین مصر میں مدفون وہ تاریخ جو کھنڈرات کی کھدائی میں مل جاتی ہے اس کے ہاتھوں میں پہنچ چکی تھی مگر پھر کچھ ہوگیا نہ جانے کیا؟"

"اس کے بعد کیا ہوا؟"

"مجھے نہیں معلوم۔ مجھے بالکل نہیں معلوم۔ میں تو اس کے سامنے بہت چھوٹا انسان ہوں۔ میں نے اس کے حکم کی تعمیل کی ہے۔ وہ خط چوری ہوچکا ہے جو اس نے لکھا تھا۔ میں جانتا ہوں چور کون ہے لیکن مجھے اس خط کے الفاظ یاد ہیں۔ اس کی تحریروں سے اور اس خط کے مضمون سے میں نے یہ نظریات قائم کئے تھے۔"

"کیا الفاظ تھے اس خط کے؟" میں نے پوچھا۔

"اس نے لکھا تھا میرے دوست' شاید تمہیں علم ہو میں اپنی تحقیق کے آخری مرحلے میں داخل ہوچکا تھا۔ میں حیات بعد الموت کے اس فلسفے کو سمجھنا چاہتا تھا جو خود مصری محققین کی نگاہوں میں واضح نہیں ہے لیکن جس کے ڈانڈے ہندومت میں بھی ملتے ہیں۔ وہاں بھی "آواگون" کی کہانیاں سنائی جاتی ہیں لیکن ان کی کوئی روحانی توجیہہ نہیں بیان کی جاتی۔ میں عقیدے کے اس اشتراک کی وجوہات بھی تلاش کررہا تھا۔ تمہیں علم ہے کہ تاریخی دستاویزات میں وہ مکتوب نوشت جنہیں ہم پڑھ سکتے ہیں پانچ ہزار سال سے آگے نہیں بڑھتے جبکہ سائنس دانوں نے ان لاکھوں سال کے بارے بہت سی معلومات حاصل کرلی ہیں جن میں انسان یا انسان سے ملتا جلتا وجود رُوئے زمین پر موجود چلا آتا ہے۔ ہمیں صرف اس وقت سے ٹھوس تاریخ مہیا ہوتی ہے جب انسان نے مُردوں کو دفن کرنے کا سلسلہ شروع کیا۔ حیات بعد الموت کا تصور مصری مذہب میں زیادہ پختگی سے نظر آتا ہے۔ وہاں دریافت ہونے والے مقبروں میں "غیرفانی" "کا" کا وجود ملتا ہے جو حنوط شدہ اجسام کی شکل میں ہے جنہیں اصل شکل میں محفوظ رکھنے کی کاوش ملتی ہے جبکہ ہندومت میں اجسام جلا کر راکھ کردینے کے باوجود یہی نظریہ آواگون کی شکل میں موجود ہے۔ بلاشبہ ان دونوں مذاہب کے عقیدے مشرکانہ رسوم کا ایک نظام معلوم ہوتے ہیں کیونکہ قدیم مذاہب کے عقائد میں بھی اختلاف ملتا ہے۔ سورج دیوتا کو وہ مون کہتے ہیں جو روز مرتا ہے اور زندہ ہونا

ہے۔ وہی تمام دیوتاؤں کا آقا اور باپ ہے۔ گویا اس کی حیثیت بھی رومیوں کے جوپیٹر کی سی تھی۔ اس کے برعکس زفاتون کا عقیدہ توحید مختلف تھا وہ اہرام میں دفن ہونے والے اکابر کا ذکر کرتے ہوئے بقائے دوام پر شبہ کا اظہار کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ ان مقبروں سے کوئی باہر نہیں آیا جو ہمیں بتا دیتا کہ وہاں کیا ہوا۔ وہ کہتا ہے خوشی کا دن مناؤ۔ وہاں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کوئی اپنا سروسامان ساتھ نہیں لے جاتا جو وہاں جاتا ہے واپس نہیں آتا۔ وغیرہ۔ میرے دوست میں نے تاریخ کے ایک ایسے سرے کو پالیا جس سے بہت سے انکشافات ہوسکتے تھے ایک جگہ انسانی سرشت کا شکار ہوگیا اس کے بعد سارا کھیل بدل گیا۔ میں اپنی تحقیق سے ہاتھ نہیں دھونا چاہتا لیکن افسوس میں بے جسم ہوں۔ میرا جسم یرغمال بنالیا گیا ہے اور میں اس کے حصول کے لئے کوشاں ہوں۔ میں جو کاوشیں کررہا ہوں ان کی تفصیل نہیں بتا سکتا بس اتنا سنو کہ ایک تاریخی وجود مجھ سے وابستہ ہے۔ وہی اپنے دن اور رات کی تکمیل کے بعد میرا وکیل بن سکتا ہے اور اس کے ذریعہ مجھے نجات حاصل ہوسکتی ہے۔ میں نے تاریخ سے ایک باپ چرایا ہے اور مجرم قرار پایا ہوں لیکن اگر میں اپنی مشکل سے نجات پانے میں کامیاب ہوگیا تو تحقیق کی دنیا کے لئے ایک ایسا انقلاب لاؤں گا جو ناقابلِ یقین ہو۔ اور اس کے بعد اس نے مجھے کچھ اور تفصیلات لکھی تھیں اور میں اس کے احکامات پر عمل کرنے کے لئے تیار ہوگیا تھا لیکن....."

"لیکن کیا انکل ایرن؟" میں اس کہانی سے متاثر نہیں ہوئی تھی۔

"حالات کچھ ایسی شکل اختیار کرگئے کہ....."

"اور آپ مسٹر نادر ہاشمی! آپ اور منوچہر خلازی کیا کررہے تھے۔"

"دلچسپ سوال ہے بے بی۔ ہم لوگ۔ ہمیں دنیا کی ہر آسائش حاصل ہے لیکن شوق۔ شوق کی تکمیل ہی اصل زندگی ہے۔ میں اسی شوق کے ہاتھوں معذور ہوا ہوں۔ مصر کی سرزمین کی پُراسرار داستانوں سے ہمیں بھی عشق ہے ہم نے بھی وہاں بہت کام کیا ہے اور اگر آج کوئی مجھ معذور سے کہے کہ مصریات کی تحقیق کے لئے زمین میں دفن ہوجاؤ' تو میں خوشی سے پاتال میں جانے کو تیار ہوں ہم چاہتے تھے کہ کہیں سے احمد کمال سعدی کو پالیں تو اس کے مشکل مشن کی تکمیل میں اس کے معاون بنیں۔ اس نے اپنے اس مشن کے بارے میں اپنی کتابوں کے اندر بہت کچھ لکھا ہے۔ اس کی یہ تحریریں بڑی سحرانگیز ہیں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"گویا آپ اپنے اس مشن کو جاری رکھنا چاہتے ہیں؟"

"ہاں اور تم اس کا سب سے بڑا وسیلہ ہو۔"

"گویا آپ سب مجھ پر اپنا حق سمجھتے ہیں؟"

"ڈان ایرن تمہارے باپ کی ہدایت پر ہی سب کچھ کر رہے ہیں تمہیں ان سے تعاون کرنا چاہئے۔"

"مجھے احساس ہے کہ تم مجھ سے بد دل ہو چکی ہو لیکن اس وقت حالات ایسا ہی رخ اختیار کر گئے تھے کہ میں بے بسی محسوس کرنے لگا تھا اور کچھ جھنجلا گیا تھا۔"

"اور اب.....!"

"کم از کم کچھ امید پیدا ہو گئی ہے۔ نادر ہاشمی بھی اس سلسلے میں بہترین معاون ثابت ہوں گے۔"

"آگے چل کر حالات اس سے بھی زیادہ پریشان کن ہو سکتے ہیں۔ انکل۔ آپ پھر اسی طرح جھنجلا سکتے ہیں میں پھر تنہا رہ جاؤں گی۔"

"نہیں اب ایسا نہیں ہو گا۔"

"ہو سکتا ہے انکل۔ آپ شاید زاغ کو بھول گئے۔" میں نے کہا۔ زاغ کے نام پر وہ دونوں اچھل پڑے تھے۔

"تمہیں زاغ کے بارے میں کچھ معلوم ہے وہ جزیرے پر کیوں رہ گیا۔" نادر ہاشمی نے کہا۔

"وہ کون ہے پروفیسر..... آخر وہ کون ہے؟"

"آہ کاش یہ پتہ چل سکتا۔ منوچہر اسے ایک محقق کی حیثیت سے جانتا تھا لیکن وہ اس سے آگے بھی کچھ ہے اور کون جانے وہ کب اور کہاں دوبارہ مل جائے۔ البتہ اتنا میں جانتا ہوں کہ اسے بھی سعدی کی تلاش ہے اور وہ کسی اور کو اس کے قریب نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔"

"خوب اور اب آپ میرا پروگرام جاننا چاہتے ہیں۔"

"ہماری خواہش ہے روشنی کہ تم کوئی غلط فیصلہ نہ کرو۔ تمہیں ہمارا تعاون قبول کرنا چاہئے۔ سنا ہے کہ ایڈن مارکو براہِ راست مصر جائے گا ہمیں مصر جانا ہے لیکن ثالث ظاہری کے ساتھ۔ وہ بہت ذہین انسان ہے اور اس کی نشان دہی احمد کمال سعدی نے کی ہے۔ سونت گال اور مارکو سے تمہارے بہت اچھے تعلقات ہیں سونت

گال سے درخواست کرو کہ وہ ہمیں بھی اپنے ساتھ الجزائر لے جائے ثالث ظاہری سے ملاقات کے بعد ہم بہرحال مصر روانہ ہو جائیں گے۔"

"سونت گال الجزائر کیسے جائے گا؟" میں نے پوچھا۔

"وہ اپنے قیدیوں کو اسٹیمر میں تیونس لے جا رہا ہے وہاں سے وہ الجزائر روانہ ہو جائے گا۔ ہمارے پاس بھی الجزائر کے لئے کاغذات موجود ہیں۔"

پروفیسر ڈان ایرن نے کہا۔ یہ سوال کر کے میں یہی جاننا چاہتی تھی کہ کیا ان لوگوں کو سونت گال کا یہ پروگرام پوری تفصیل سے معلوم ہے۔ اندازہ ہو گیا کہ وہ صورتِ حال سے بے خبر نہیں ہیں جبکہ عام لوگ یہ بات نہیں جانتے تھے نادر ہاشمی نے کہا۔

"خوش قسمتی سے ہمیں زاغ سے نجات مل گئی ہے۔ ہماری راہ کا سب سے بڑا خطرہ وہی تھا۔ اب ہمیں اپنے کام میں آسانی ہو گی۔"

"جو کہانی آپ نے مجھے سنائی ہے اس میں آپ کی اس بارے میں معلومات کا اندازہ تو ہوتا ہے انکل ڈان لیکن مجھے کہیں اندازہ نہیں ہو سکا کہ تاریخ کے اس کھیل میں آپ کا اپنا کیا کردار ہو گا یا بقول آپ کے آپ احمد کمال سعدی کے لئے کیا کر سکیں گے؟"

"بڑا ذہانت کا سوال ہے بے بی' حقیقت یہ ہے کہ ہم تو صرف وکلاء کی حیثیت سے دو پہلو نکالیں گے جن سے احمد کمال سعدی کی گلو خلاصی ہو سکے ہمیں ایک محور پر لے جانے کے بعد احمد کمال سعدی خود گائیڈ کرے گا کہ اس کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہئے' حقیقت یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی اس کا ہم پلہ نہیں ہے وہ بے پناہ ذہین انسان ہے اور پھر چونکہ بات اس کی اپنی زندگی سے تعلق رکھتی ہے وہی زیادہ بہتر سمجھتا ہو گا کہ وہ کیا پہلو نکال سکتا ہے ہم اس کے معاونین کی حیثیت سے کام کریں گے۔ شاید تمہیں یاد ہو کہ وہاں اس جزیرے پر احمد کمال سعدی نے منوچہر خلازی سے ملاقات کی تھی اور اسے بڑی تفصیل سے سب کچھ بتایا تھا۔ غالباً وہ منوچہر خلازی کو بھی اپنے راز میں شامل کر کے کچھ آسانیاں چاہتا تھا لیکن درندہ صفت زاغ نے خلازی کو اس کھیل میں شامل نہ رہنے دیا' ہو سکتا ہے زاغ کو اس سے خطرات ہوں میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری زندگی کے کچھ لمحات ابھی تاریخ کے اس دور میں داخل ہونے کے لئے باقی ہیں یہ وقت ہم لوگ ساتھ گزاریں گے اور زاغ سے نجات حاصل کرنے کے بعد

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس بات کے امکانات ہیں کہ احمد کمال سعدی ہماری قربت اختیار کرلے اور ہمیں بتائے کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔ ثالث ظاہری کا حوالہ بے مقصد ہی نہیں دیا گیا تھا۔ وہ اس سلسلے میں شاید ہمارا مزید بہتر معاون ثابت ہوسکے گا۔"

"گویا کوئی خاص شکل آپ کی نگاہوں میں واضح نہیں ہے۔"

"ہاں جس قدر معلومات ہمیں حاصل ہیں ان کے تحت یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ یہ ایک ایسا دلچسپ مرحلہ ہے جس کی مثال نہیں ملتی اور اگر ہم احمد کمال سعدی کے ساتھ مل کر اس تحقیق کا کوئی نچوڑ نکال سکے تو بات صرف مصریات تک محدود نہیں رہے گی بلکہ ہم لوگ دنیا کے وہ عظیم لوگ کہلائیں گے جو تاریخ میں تبدیلیاں رُونما کرکے ماضی کو بدل سکتے ہیں۔ کون یہ نہ چاہے گا کہ وہ معاون کی حیثیت ہی سے سہی احمد کمال سعدی کی اس کی تحریک میں شامل رہے۔ بے بی کاش ہم یہ سب کچھ کرنے میں کامیاب ہوجائیں تو اس سے نہ صرف یہ ہوگا کہ ہمارا دوست ایک عظیم محقق کی حیثیت سے زندگی پچائے گا بلکہ ایک ایسی اہم معلومات ہمیں حاصل ہوجائے گی جس کا کوئی جواب نہیں ہوگا۔ دنیا کے بڑے بڑے لوگوں میں جنہوں نے انسانیت کے لئے وہ کچھ کردیا ہے جس سے عالم انسانیت تا ابد فیض حاصل کرتی رہے گی۔ ہمارا بھی شمار انہی کے ہم پلہ افراد میں سے ہوگا۔"

"لیکن مسٹر نادر ہاشمی اور انکل ڈان ایرن میں اس سلسلے میں آپ کی آلۂ کار نہیں بن سکتی' شاید یہ میری فطرت ہے کہ ایک بار کسی سے بددل ہونے کے بعد دوبارہ اس سے رجوع کرنا میرے لئے ممکن نہیں ہوتا۔"

میرے اس قدر تعاون کے انداز کے بعد یہ دو ٹوک جواب ان لوگوں کے لئے باعثِ حیرت تھا۔ دونوں ہی کے منہ تعجب سے کھلے رہ گئے۔ نادر ہاشمی نے کہا۔

"گویا کہ تم..... گویا کہ تم۔"

"ہاں۔ انتہائی معذرت کے ساتھ آپ سے اپنے جذبات کا اظہار کررہی ہوں۔ آپ دونوں مجھے کسی ویرانے میں بیٹھے ہوئے ان مردہ خور گِدھوں کی مانند نظر آتے ہیں جو کسی دم توڑتے ہوئے انسان کے ساکت ہونے کے منتظر ہوں۔ آپ کی کیفیت ان سے بالکل مختلف نہیں ہے ہاں آپ کی اس خوبی کو میں سراہتی ہوں کہ کسی کے ساتھ بدترین سلوک کرنے کے باوجود آپ لوگ بغیر کسی شرم اور جھجک کے اس سے تعاون کی درخواست کرلیتے ہیں۔ مسٹر نادر ہاشمی آپ نے مجھے بدترین انداز میں اغوا

کرنے کی کوشش کی تھی اور اس کی سزا کاٹی تھی۔ انکل ایرن آپ نے مجھے اپنی تحویل میں لینے کے بعد بے یار و مددگار چھوڑ دیا تھا۔ اس کے بعد بھی آپ مجھ سے تعاون کی امید رکھتے ہیں۔"

دونوں حیرت کے عالم میں مجھے دیکھتے رہے۔ پھر ڈان ایرن نے کہا۔ "تب تم کیا کروگی روشن جمال؟"

"سوری انکل۔ اب آپ کو یہ بتانا بھی ضروری نہیں ہے۔"

"تم فطری طور پر انتہا پسند ہو حالانکہ تمہیں اندازہ ہے کہ اس وقت سب بے بس ہوگئے تھے۔ میں کیا کرسکتا تھا تمہارے لئے۔"

"خصوصاً انکل اس وقت جب سیگارو نے وہاں ایک شرمناک عمل کا آغاز کیا تھا۔ مجھے اس وقت تحفظ درکار تھا۔ آپ نے اس وقت بھی مجھ سے دوری اختیار کی۔ ہاں ایک شخص جس سے میں چند ذاتی وجوہات کی بنا پر نفرت کرتی ہوں۔ وہ قابلِ ستائش ہے۔ بلاشبہ انکل اس نے مجھ پر یہ احسان کیا ہے۔ اس نے میری قربت اختیار کرکے مجھے دوسروں سے بچایا۔ آئندہ کوئی بھی ایسا موقع آسکتا ہے جب آپ پھر مجبور ہوجائیں گے اس کے باوجود میں آپ سے تعاون کروں؟"

"یہ ہمارے لئے نہیں تمہارے لئے بھی ضروری ہے۔"

"میرے لئے کیا ضروری ہے اور کیا غیر ضروری۔ اس کا فیصلہ اب صرف میں کروں گی۔"

"روشنی۔ سمجھنے کی کوشش کرو۔"

"بس اتنا کافی ہے کہ میں نے اتنی دیر آپ سے باتیں کرلیں۔ اب آپ میرے پاس سے اٹھ جایئے۔ ورنہ میں چلی جاتی ہوں۔"

"تم نادانی کررہی ہو۔ سنو تم....."

"اوکے۔" میں اٹھ گئی۔ دو قدم آگے بڑھ کر میں نے کہا۔ "اور دوبارہ آپ دونوں میرے قریب نہ آیئے۔ ورنہ آپ کو علم ہے کہ مارکوسے میرے تعلقات ہیں۔ پروفیسر ہاشمی ایک بار پھر آپ کو ڈی پارلو کے فرش کی صفائی کا کام سونپا جاسکتا ہے۔"

میں ہنسی اور وہاں سے آگے چل پڑی۔ ان لوگوں کے ساتھ یہ سلوک کرکے میرا دل بہت خوش تھا۔ یہی کرنا چاہئے تھا مجھے ان کے ساتھ۔ بہرحال یہ تمام کردار میرے اردگرد بکھرے ہوئے تھے اور ان میں سے ہر ایک کا کوئی نہ کوئی مقصد تھا۔ عرشے کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سنسان گوشے میں آکھڑی ہوئی اور سمندر کی لہروں کو دیکھتے ہوئے اس کہانی پر غور کرنے لگی جو نادر ہاشمی اور ڈان ایرن نے مجھے سنائی تھی۔ دماغ کی رگیں پھاڑ دینے والی کہانی تھی۔ تاریخ' تاریخ' تاریخ' کیا ہے اس تاریخ میں اور میرے سلسلے میں جو کچھ کہا گیا ہے اس میں کہاں تک سچائی ہے اگر واقعی احمد کمال سعدی نے یہ کھیل کھیلا ہے تو یہ ایک شخص کی ذاتی دلچسپی کا کھیل ہے' اس میں مجھے کیوں ملوث کرلیا گیا ہے' وہ شخص معلومات حاصل کرکے اپنے لئے دنیا میں شہرت چاہتا ہے' اولاد کو اس نے کیوں داؤ پر لگادیا' مجھے کیوں ملوث کرلیا گیا۔ سچی بات یہ ہے کہ اس وقت دل میں خاصی برائی پیدا ہوگئی۔ میرے باپ نے خودغرضی سے کام لیا ہے' ایک ایسے شخص کے لئے میں دل میں اتنا گداز کیوں رکھوں بہتر یہی ہے کہ اپنے طور پر اپنی پسند کی زندگی گزاروں..... اور اگر مجھے کسی معاملے میں ملوث کرنے کی کوشش کی جائے تو ملوث ہونے سے نکار کردوں۔

عرشے کے اسی گوشے میں کھڑے ہوئے سمندر کی لہروں کو دیکھ کر میں نے آخری فیصلہ کیا کہ مصر پہنچنے کے بعد جب لوگوں کی واپسی شروع ہو تو میں بھی خاموشی سے اپنے وطن واپس پہنچ جاؤں اور انہی تمام لوگوں میں وقت گزارتے ہوئے یہ فیصلہ کروں کہ میرا مستقبل کیا ہو۔ جب مستقبل کے فیصلے کی ذمہ داری میرے اپنے ہی شانے پر ہے تو پھر مجھے دوسروں کے سہارے تلاش نہیں کرنے چاہئیں۔ انہی خیالات میں گم کھڑی تھی کہ کچھ فاصلے سے میں نے خالد کو آتے ہوئے دیکھا اور استقبالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔ ابھی ابھی جو گفتگو ان لوگوں سے ہوئی تھی اس کے تحت خالد کے لئے میرے دل میں لچک پیدا ہوئی تھی۔

خالد میرے قریب آگیا۔ اس نے سرد لہجے میں کہا۔ "سوری روشنی' میں تمہیں تنہا دیکھ کر پریشان کرنے نہیں آگیا بلکہ کچھ کام ہے تم سے۔"

"کوئی بات نہیں خالد ہم دشمن تو نہیں ہیں۔" میں نے نرم لہجے میں کہا۔ اس نے ایک اچٹتی ہوئی نگاہ مجھ پر ڈالی اور بولا۔ "شام چھ بجے تمہیں ایک شخص سے ملاقات کرنی ہے۔ اس نے کہا ہے کہ تمہیں پہلے سے اس کے بارے میں نہ بتایا جائے۔"

"کیا مطلب؟" میں تعجب سے بولی۔

"چھ بجے سمندر پر تاریکی چھا جاتی ہے اور جہاز کا عملہ اپنے کاموں میں مصروف ہوتا ہے اس وقت تمہیں وہاں جانا ہے۔"

"مگر کیوں؟ اور کون ہے وہ کہاں جانا ہوگا مجھے؟"

"نیچے تہہ خانے میں جہاں تابوت جوں کے توں رکھے ہوئے ہیں۔" خالد نے کہا اور میرے بدن میں سنسنی دوڑ گئی۔ میں نے خالد کو گھورتے ہوئے کہا۔

"تم سے کہا گیا ہے کہ مجھے پہلے سے اس شخص کے بارے میں نہ بتایا جائے؟"

"ہاں۔ تاکید کردی گئی ہے۔"

"کون ہوسکتا ہے۔ کیا۔ کیا میرے ڈیڈی؟"

"نہیں۔ زاغ!" خالد نے جواب دیا اور میں اچھل پڑی۔ میری آنکھیں حیرت سے ابلی پڑ رہی تھیں۔ خالد پھڑپھڑایا ہوا سا کھڑا تھا بمشکل تمام میرے منہ سے نکلا۔

"زاغ۔ زاغ یہاں موجود ہے؟"

"ہاں۔ میں یونہی بیزاری کے عالم میں مارا مارا پھر رہا تھا۔ مجھے قید خانے اور تابوتوں کا خیال آیا اور میں قید خانے میں اتر گیا۔ دونوں تابوتوں کے ڈھکن بند تھے۔ میں نے ایک تابوت کا ڈھکن اٹھایا تو..... زاغ اس میں لیٹا مسکرا رہا تھا۔ اٹھ کر تابوت میں بیٹھ گیا۔ پھر اس نے مجھے ہدایت کی کہ شام کو چھ بجے روشنی کو اس کے پاس لے آؤں وہ تمہیں کچھ ہدایت دینا چاہتا ہے اس نے تاکید کی کہ پہلے سے تمہیں اس بارے میں نہ بتاؤں اور بہلا پھسلا کر یہاں لے آؤں۔ یہ ہدایت شاید اس نے اس لئے مجھے کی ہے کہ اسے تم پر اعتبار نہیں۔ ممکن ہے تم کسی اور کو اس کے بارے میں بتا دو۔"

☆======☆======☆

میں شدید ہیجان کا شکار ہوگئی تھی۔ بڑا سنسنی خیز انکشاف تھا زاغ جس کے بارے میں یہ یقین کرلیا گیا تھا کہ وہ جزیرے پر رہ گیا۔ یہاں موجود ہے اب کیا کروں۔ کیا کرنا چاہئے مجھے.....

خالد خاموشی سے سمندر کی لہروں پر نظر جمائے کھڑا ہوا تھا۔ میں نے اکتائی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا اور پھر پھیکے لہجے میں کہا۔ "تم ہمیشہ میرے لئے الجھنیں لے کر آتے ہو۔"

"اس میں بھی میرا ہی قصور ہے۔" اس نے شکایت بھری نظروں سے مجھے دیکھا۔

"اب بتاؤ کیا کروں؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تم اگر وہاں نہ جانا چاہو تو میں تمہیں زبردستی تو نہیں لے جاسکتا۔"

"میں نے سوچا تھا کہ اس کمبخت سے نجات مل گئی مگر وہ یہیں موجود ہے کیا میں سونت گال کو اس کے بارے میں بتادوں؟"

"اس سے کوئی فائدہ ہوگا تمہیں' اگر تمہارے خیال میں کوئی فائدہ ہے تو ضرور ایسا کرو۔"

"پھر کیا کروں آخر؟"

"اس سے مل لو' دیکھو کیا کہتا ہے۔ حالانکہ وہ وہاں پوشیدہ ہے لیکن شاید تم پر بھروسہ کرتا ہے وہ۔ مل لو روشنی اگر تم سونت گال کو اس کے بارے میں بتا بھی دوگی تو کیا ہوگا۔ کچھ اور ہنگامے ہوں گے تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔"

"وہ مجھ سے مل کر کیا کہے گا وہی الجھی ہوئی باتیں جو میرا دماغ خراب کرتی ہیں مجھے اب ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ مصر پہنچ کر میں اپنے وطن واپس چلی جاؤں گی۔ اپنے طور پر زندگی گزاروں گی میں' آخر وہ بھی تو ہوتے ہیں جن کے ماں باپ مرجاتے ہیں۔"

خالد عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر بڑی اپنائیت سے بولا۔ "اس سے ضرور مل لو روشنی کوئی حرج نہیں ہے۔" میں خاموشی سے لہریں دیکھتی رہی۔

شام چھ بجے کا وقت ڈی پارلو پر سب سے زیادہ مصروف وقت ہوتا تھا۔ ہم دونوں کو قید خانے میں اترنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی قیدی بالکل الگ حصے میں تھے اور اس طرف سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ چنانچہ نیم تاریکی میں ہم تابوتوں کے پاس پہنچ گئے۔ خالد نے آگے بڑھ کر ایک تابوت کا ڈھکن اٹھادیا مگر تابوت خالی تھا۔

"ارے۔ اوہ۔ وہ....." خالد کے منہ سے حیرت بھری آواز نکلی۔

"میں یہاں ہوں دوستو۔" زاغ کی آواز دوسری طرف سے آئی تھی پھر وہ آگے بڑھ کر ہمارے سامنے آگیا۔ اس نے خالد سے کہا۔ "شکریہ نوجوان تم اوپر جاؤ اور خیال رکھو کوئی اس طرف نہ آنے پائے۔ اگر کوئی اس طرف نکل آئے تو تم ہمیں پہلے سے اطلاع دینا۔" خالد ایک لمحے ٹھٹکا پھر وہاں سے واپس چلا گیا۔ زاغ بولا۔ "اس سے زیادہ اسے اپنے معاملات میں شریک نہیں کیا جاسکتا۔ تمہیں ڈی پارلو پر مجھے نہ پاکر حیرت تو ہوئی ہوگی لڑکی۔"

"ہاں ہوئی تھی۔"

"فرانسیسی افسر میرا دشمن ہے۔ ڈی پارلو پر اقتدار حاصل کرکے وہ مجھ سے انتقام لینے کی فکر میں پڑ جاتا گو وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا لیکن پھر بھی مجھے زیادہ زندگیوں سے کھیلنے کی اجازت نہیں ہے میرا اپنا کام یہ نہیں ہے۔"

"فرمایئے مسٹر زاغ!" میں نے کہا۔

"دونوں احمق تمہیں الجزائر لے جانا چاہتے تھے تم نے صحیح مؤقف اختیار کیا اب تمہاری منزل مصر ہونی چاہئے۔ خیر چھوڑو یہ تمہاری ایک امانت ہے میرے پاس۔ اسے واپس لے لو۔ اس نے اپنے لباس میں ہاتھ ڈال کر کچھ نکالا اور اسے میری طرف بڑھا دیا چمکتی ہوئی کوئی گول سی شے تھی میری سمجھ میں نہیں آیا کیا تھا۔

"کیا ہے یہ؟" میں نے پوچھا۔

"ارطن طلائی۔ یہ تمہارا قومی زیور ہے اسے اپنے بائیں بازو میں لپیٹ لو تاکہ شناخت رہے۔"

"کیسی شناخت؟" میں نے سوال کیا اور وہ کچھ جواب دیئے بغیر مجھے دیکھتا رہا پھر بولا۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ ڈان ایرن کی تحقیق' منوچر خلازی اور نادر ہاشمی سے کہیں زیادہ مؤثر ہے لیکن تاریخ کو پڑھ کر اسے دور سے دیکھ کر مؤرخ کی حیثیت تو حاصل کی جاسکتی ہے' گواہ کی نہیں۔ ان میں سے کوئی تاریخ کا گواہ نہیں ہے۔ خصوصاً منوچر تو بالکل احمق تھا اگر خود سعدی اسے اپنی کہانی نہ سناتا تو اسے کچھ نہ معلوم ہوتا۔ یہ لوگ صرف تمہارے سہارے تاریخ کے گواہ بننا چاہتے تھے تمہیں تھوڑی بہت تفصیل معلوم ہوچکی ہے مصر پہنچنے کے بعد اور بھی بہت کچھ معلوم ہوگا اس وقت تمہیں اس شناخت کی کہانی بھی معلوم ہوجائے گی۔"

"میں الجھنوں سے نکلنا چاہتی ہوں مسٹر زاغ۔ مجھے اب اپنے بارے میں کسی شناخت سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" زاغ چند لمحے سوچتا رہا پھر بولا۔ "تم نے بنیادی طور پر غلطی کی ہے روشنی شاید غلط فیصلے کرنے کی سرشت تمہیں اپنے باپ سے ورثے میں ملی ہے کہ اچانک اپنے ماحول سے منحرف ہوئیں اور تم پر اپنی شناخت کا جنون طاری ہوگیا۔ تم نے سب سے لڑ جھگڑ کر خود کو تنہا کرلیا۔ ہم میں سے بہت سوں کو سعدی کی تلاش تھی اور احمد کمال سعدی' اس کی ذہانت پر عش عش کرنے کو جی چاہتا ہے وہ شخص اس مادی زندگی سے تعلق رکھنے کے باوجود غیرمادی شخصیتوں سے زیادہ پُراسرار

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوگیا ہے۔ اس نے روشنی اور تاریکی میں ضم ہونے کا راز جان لیا ہے۔ اگر انطاریہ اس کے ساتھ اپنے وجود کو فنا نہ کرلیتی تو شاید وہ بھی اس کا سراغ کھو بیٹھتی مگر اس نے سعدی کا ساتھ اپنا لیا کیونکہ اسے اپنا ماضی زندہ رکھنا ہے۔ یہ ایک انوکھی داستان ہے روشن جمال ایسی کہ انسانی عقل اسے کسی طور تسلیم نہ کرپائے۔ مجھے بھی عرصہ دراز سے سعدی کی تلاش تھی۔ خلازی اس کا شناسا تھا اور مجھے اس بات کا سراغ ملا تو میں نے اس کا ساتھ اپنا لیا پھر جب تم ہمیں نظر آئیں تو ہم نے انطاریہ کی جستجو کی اور تمہیں اس کا ذریعہ بنایا۔ یہ تصدیق ہوگئی کہ انطاریہ اس مکان میں تھی جہاں ہم نے تمہیں بھیجا تھا اور جہاں انطاریہ ہو وہیں سعدی کا وجود ملتا ہے۔ مگر سعدی چالاک تھا۔ اس نے انطاریہ کے ساتھ وہ جگہ چھوڑ دی اور پھر تاریکیوں میں روپوش ہوگیا۔ ہم پھر خلا میں بھٹکتے رہ گئے۔ روشن جمال! اپنا اندازِ فکر بدلو' بہت مختصر وقت رہ گیا ہے جب تاریخ کے دریچے تم پر کھل جائیں۔ گزرے ہوئے دور کی ہوائیں تمہاری سمت رخ کریں گی تو ہر راز تم پر منکشف ہوجائے گا۔ تم خود کو الجھنوں میں ڈال کر ایک خوفزدہ اور پریشان حال ہستی کا روپ کیوں دھارے ہوئے ہو۔ کچھ وقت سکون سے گزار لو تمہیں ایک دلچسپ تجربہ ہوگا۔ ایک حالات کا شکار ہو کر بد دل ہوجانے والی ہستی کے بجائے تم ایک محقق کی شکل کیوں نہیں اختیار کرلیتیں۔ ایسے لوگ شاید نہ ہونے کے برابر ہوں جنہیں خود اپنی ذات پر تحقیق کا دلچسپ موقع ملے۔ یہ سارے کردار جو تمہارے اردگرد بکھرے ہوئے ہیں احمق ہیں ان میں سے ایک بھی احمد کمال سعدی کا ہم پلہ نہیں ہے۔ وہ کبھی کچھ نہ کرپائیں گے اگر انہیں پوری تفصیل معلوم ہوجائے تو وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھیں۔ ان میں سے ہر ایک کا ساتھ تمہارے لئے بے مقصد رہے گا بے بی۔ چنانچہ ان حالات سے فرار کے بجائے ان سے سمجھوتہ کرکے آنے والے وقت کا انتظار کرو۔"

"یہ وقت مجھے کیا دے گا؟....."

"وسعتیں۔ سوچ کی تشکیل عمر کے ساتھ ہوتی ہے۔ تمہاری عمر تمہیں وہ وقت جلد دینے والی ہے جس میں عقدہ کشائی ہوتی ہے۔ تم نے ان درمیانی لمحات کو اپنے لئے مشکل بنالیا ہے لیکن کوئی حرج نہیں ہے۔ ارطن طلائی تم پر یہ لمحات آسان کرے گا۔"

"یہ زیور.....؟"

"ہاں..... سونے کی ناگن تمہاری بہترین دوست ہوگی۔ اس کی سبز آنکھوں میں تمہارا ماضی پوشیدہ ہے۔ لو اسے اپنے بازو سے لپیٹ لو.....!" زاغ نے خود میرا بازو عریاں کرکے وہ سنہری لجلجی زنجیر میرے بازو سے لپیٹ دی جسے میں نے پہلے دیکھا بھی نہ تھا.....! پھر بھی میں نے گریز نہ کیا اور کہا۔

"میں تھک چکی ہوں مسٹر زاغ۔ میرا دماغ ہر وقت چٹختا رہتا ہے۔ میں ان ہوشربا حالات سے آزادی چاہتی ہوں۔ مجھے کچھ نہیں معلوم کہ یہ سب کیا ہے۔ مجھے کچھ تو معلوم ہو۔"

اس بار زاغ بہت دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔ "وہ لکڑی کا تابوت خالی ہے۔ اس پر بیٹھ جاؤ۔ میں تمہیں کچھ بتاتا ہوں۔" میں نے فوراً اس کے کہنے پر عمل کیا اور تابوت کے ڈھکن پر بیٹھ گئی' زاغ کی پُراسرار شخصیت کو تو میں نے پہلے ہی تسلیم کرلیا تھا۔ اب اس کی شخصیت اور مستحکم ہوگئی تھی' چند لمحات کے بعد وہ پُرخیال انداز میں بولا۔

"مصر کی قدیم بادشاہی کا سلسلہ تیسرے سے چھٹے شاہی خاندان تک رہا اور یہ دور ہزار سات سو قبل مسیح سے دو سو قبل مسیح تک قائم رہا ممفس سرگرمیوں میں جہاں بہت سی داستانیں پوشیدہ ہیں' وہیں زارم طہابی کا نام بھی ایک نمایاں حیثیت رکھتا ہے کیونکہ یہ ایک منفرد شخص تھا اس کا تعلق نہ قدیم بادشاہی سلسلے سے تھا اور نہ مصر کے لوگوں سے جو خاص مصری نژاد تھے۔ زارم طہابی سمندری سفر کرکے مصر آیا تھا اور یہاں آباد ہوگیا تھا۔ وہ پوشیدہ علوم رکھتا تھا پرندے اس کے ہم عصر تھے اہالیان مصر اسے پرندوں کا جادوگر کہتے تھے۔ بعد میں اس کے بیٹے ابن طہابی نے باپ کا منصب سنبھالا اور انہی روایات کے ساتھ زندگی گزارنے لگا۔ طہابی کا دانش کدہ اب اس کے تصرف میں تھا جہاں وہ اپنے باپ کے علوم سے استفادہ حاصل کررہا تھا۔ ابن طہابی اس وقت نوجوان تھا جب اس نے قدیم عقیدے کے مطابق ایسی دیوی کو دیکھا جو رنگ و نور سے بنی ہوئی تھی اور دلکشی کی ہر مثال اس پر ختم ہوجاتی تھی' نوجوان ابن طہابی اس پر فریفتہ ہوگیا لیکن اپنے باپ کی عطا کی ہوئی علم کی دولت سے اس نے یہ فہم کیا کہ رنگ و نور کی یہ دیوی اس زمانے سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ وہ مصر کے بعد آنے والے دور "سیت" کی ایک شخصیت ہے لیکن وہ دور بہت دور تھا' ہوسکتا ہے ہزاروں سال آگے..... تب ابن طہابی نے سوچا کہ جب وہ اس کائنات میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ظہور پذیر ہوگی تو اس کا اپنا وجود زمین کی گہرائیوں میں گم ہو چکا ہوگا لیکن وہ جانتا تھا کہ زمین کی گہرائیاں کس طرح ایک جسم کو پناہ دے سکتی ہیں کہ وہ عرصہ دراز تک اپنی ہیت قائم رکھے اور یہی اس کے باپ طہابی کا وہ سب سے مشکل عمل تھا جس کی تشکیل کرتے ہوئے بالآخر اس نے اپنے آپ کو فنا کرلیا تھا' البتہ ابن طہابی جو کچھ جانتا تھا وہ اپنے باپ سے زیادہ تھا' اور اسے علم تھا کہ اگر زندگی کو مستعار کرکے زمین کے حوالے کردی جائے تو زمین اس کا تحفظ کرتی ہے اور اس کے لئے اس نے تمام تر کوششیں صرف کردیں۔ یہ دیوانگی ہی تھی لیکن اس نے اس دیوانگی کو اپنالیا۔ ہاں کچھ ایسی کمی رہ گئی تھی جس کی بنا پر اسے اپنے مقصد میں کامیابی حاصل نہ ہوسکی اور وہ زمانہ "سیت" سے آگے بڑھ گیا کہ وقت کا صحیح تعین نہیں ہوسکا تھا۔

پھر ایک محقق نے اسے زمین کی تہہ سے برآمد کیا اور اس میں زندگی کی روح دوڑا دی اور جو علم ابن طہابی کے پاس تھا وہ اس دور کے علم سے بدرجہا زیادہ تھا جو محقق کے دور کا علم تھا اور ابن طہابی نے جب اپنے ستاروں کے حساب کا جائزہ لیا تو اسے علم ہوا کہ وہ دور تو کبھی کا گزر چکا جو "سیت" کا دور تھا اور جس کے لئے اس نے اپنے آپ کو زمین کے حوالے کردیا تھا..... تو پھر یہ کیفیت ہوئی اس کی کہ وہ شدتِ غم سے نڈھال ہوگیا اور یہ سوچنے لگا کہ اب جینے سے کیا غرض رکھی جاسکتی ہے..... لیکن محقق نے اسے اس طرح اپنی دوستی کے جال میں پھانسا کہ اسے جینا پسند آیا اور پھر وہ جیتا رہا لیکن اس نے اپنا تمام تر علم محقق کے حوالے کردیا تھا اور وہ محقق بلاشبہ اپنے طور پر اتنی ذہانتوں کا مالک تھا کہ ابن طہابی کو اس کی شخصیت تسلیم کرنا پڑی اور اس نے ابن طہابی کے علم سے ایک اور نئی شاخ نکالی جس کا مقصد یہ تھا کہ اگر تاریخ فضاؤں میں گم ہوجائے تو اسے تلاش کیا جاسکتا ہے..... پھر وہ دیوانہ ابن طہابی کے ساتھ مصروف عمل رہا..... اور اس نے طہابی کی وہ معلومات جو اس کے باپ نے اسے عطا کی تھیں حاصل کرلیں اور ان کے تحت ایسے ایسے نئے نقشے دریافت کئے جو طہابی کے علم سے زیادہ آگے تھے۔ آہ کاش ابن طہابی خود اتنا زیرک ہوتا کہ وہ علم اسے حاصل ہوجاتا۔ میری باتیں تمہاری سمجھ میں آرہی ہیں بے بی.....!"

نہ جانے میں نے اس کے سوال کے جواب میں کیا کہا۔ میرے دماغ کی رگیں پھٹی جارہی تھیں۔ زاغ نے سلسلۂ گفتگو وہیں سے جوڑا اور بولا۔ "اس نے معلوم کرلیا کہ

ماضی کو حال کی ہواؤں میں تلاش کیا جاسکتا ہے اور جب سورج کی کرنیں واپسی کا سفر کرتی ہیں تو ان کے ساتھ ماضی کا رخ اختیار کیا جاسکتا ہے۔ قدیم زبانوں کے ماہر اور ماورا قوتیں رکھنے والے اس محقق نے ابن طہابی کے باپ کے ورثے سے وہ کچھ حاصل کیا جس تک خود ابن طہابی کا دماغ رسائی نہیں حاصل کرسکا تھا مثلاً یہ کہ رات کی تاریکی جب ہر شے کو نگاہوں سے معدوم کردیتی ہے تو اس میں گم ہوکر اپنی خوشبو تک کو کسی روپوش رکھا جاسکتا ہے..... یا سورج کی روشنی جب اپنی قوت سے آنکھیں بند کردیتی ہے تو بند آنکھوں میں سے اجسام کا عکس کیسے چرایا جاسکتا ہے محقق نے طہابی کی دانش گاہ میں رہ کر وہ کچھ حاصل کرلیا جو خود اس کا بیٹا نہیں حاصل کرسکا تھا مگر وہ نہیں جانتا تھا کہ حسن و عشق کی کہانی نہ جانے کتنی صدیوں سے تباہی و بربادی کا پیش خیمہ رہی ہے اور وہ جو برباد زمانہ ہوئے نرے احمق نہ تھے۔ سو یوں ہوا کہ ایک چمکیلی دوپہر محقق نے مصری نژاد خاندان سیت کی اس دیوی کی داستان چھیڑ دی جو 663 قبل مسیح مصر کے چھبیسویں خاندان سے تعلق رکھتی تھی اور ابن طہابی جس کا دور کھو چکا تھا۔ اس نے ابن طہابی کے ذہن میں اناتم سلاطیہ اول کا تصور جگایا اور سورج کی جانب اشارہ کردیا۔ روشنی نے ابن طہابی کی آنکھوں میں اناتم سلاطیہ اول کا نقش منجمد کردیا اور محقق نے وہ نقش اس کے تصور سے حاصل کرلیا لیکن یہ چوری خود محقق کے لئے موت کا پھندہ بن گئی۔ ابن طہابی احمق نہ تھا کہ اس ملکۂ حسن کے لئے اس نے کئی صدیوں کی موت اپنالی تھی۔ خود محقق اس کے لئے حواس کھو بیٹھا۔ آہ کاش وہ غاصب ابن طہابی کا رہنما بن جاتا اور اسے اس کی منزل کو روانہ کردیتا۔ اب وہ سلاطیہ کے لئے ابن طہابی سے زیادہ تڑپ رہا تھا لیکن اسے فوقیت حاصل تھی۔ اس نے سورج سے مدد لی اور ایک دن کرنوں کی واپسی کا سفر کرکے سیت کے دور میں چلا گیا۔ وہاں اس نے اپنا نام بتایا اور سلاطیہ تک رسائی حاصل کرلی۔ اس نے تاریخ کو دھوکا دیا اور اس دور کا ایک کردار بن گیا پھر اس نے ایک دور کو احمق بنائے رکھا اور بے پناہ علم کے سہارے اس میں جیتا رہا لیکن جس تاریخ میں وہ جی رہا تھا وہ اس کا اپنا دور نہیں تھی۔ اسے سلاطیہ کا قرب حاصل ہوگیا لیکن وہ اپنے دور میں آنا چاہتا تھا۔ اس نے کوششوں کا آغاز کردیا اور یہی کوششیں اس کے لئے پھندہ بن گئیں۔ عین اس وقت جب وہ سلاطیہ اول اور ایک ننھے سے وجود کے ساتھ جو اس کے اور سلاطیہ کے اشتراک کا ثمر تھا سورج کے طلوع کے ساتھ فرار ہورہا تھا اس پر کمندیں ڈال دی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گئیں۔ سلاطیہ فرار نہ ہو سکی۔ محقق کا بدن کمندوں میں پھنس گیا لیکن وہ اپنی بچی کے ساتھ فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ اپنے بے جسم وجود اور ننھی بچی کے مکمل وجود کے ساتھ۔ وہ اپنی دنیا میں پہنچ گیا لیکن تڑپتا اور سسکتا ہوا۔ اپنے دل کو محبت کے زخموں سے چُور کئے اور اس کے بعد سے آج تک وہ اپنی گمشدہ محبت کی تلاش میں سر گرداں ہے۔ ہر کوشش کر رہا ہے وہ۔ نہ جانے کیا کیا کوشش۔ تم سمجھ گئیں روشن جمال۔ کون ہے وہ محقق..... تمہارا باپ احمد کمال سعدی۔"

میرا وجود پسینے سے تر ہو رہا تھا۔ دماغ میں جیسے آندھیاں چل رہی تھیں۔ بدن میں تھرتھراہٹ تھی۔ دل جیسے حلق سے نکل پڑنے کے لئے بے چین تھا مگر میں سن رہی تھی اس کی باتیں سن رہی تھی۔

"اور تم..... تم وہ عظیم دھوکا ہو..... جو تاریخ کو دیا گیا..... سمجھیں روشنی۔ تمہیں تاریخ سے چرایا گیا ہے اس کے بعد..... اس کے بعد روشنی..... وہ بے کس..... وہ مظلوم جس نے صدیاں تج دی تھیں۔ جس نے ہزاروں سال کھو دیئے تھے وہ ساری کاوشیں کر کے جو سعدی نے کی تھیں اس دور میں پہنچا اور اس نے تمام معلومات حاصل کیں..... اس نے اپنی محبت کو دیکھا جو کسی اور کے لئے تڑپ رہی تھی۔ وہ اب بھی اسے چاہتا تھا۔ اس نے بعد کے سارے معاملات معلوم کئے۔ تاریخ کی عدالت نے سعدی پر مقدمہ قائم کر دیا تھا۔ دیوی انطاریہ نے قربانی دے کر سعدی کی محافظت اختیار کی تھی۔ اس مقدمے کے لئے وقت مقرر کر دیا گیا تھا۔ وہ وقت جب سلاطیہ ثانی عقل کے مقتل میں داخل ہو جائے کیونکہ اس مقدمے میں اس کا اہم کردار ہے۔ روشنی..... سعدی بے جسم بھٹک رہا ہے۔ اس نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ دور قدیم سے واپسی کے بعد بھی اس نے بہت کچھ لکھا ہے۔ ایک اور کتاب بھی اس نے لکھی جو طبع نہ ہو سکی اسے چرا لیا گیا..... لیکن وہ کتاب جس نے چرائی ہے اس سے اس دور کا کوئی شخص رابطہ نہیں کر سکتا۔ وہ انطاریہ کی تحویل میں ہے۔ اس کتاب میں سعدی نے وہ سارے حوالے دے دیئے تھے جو زمانہ جدید کے محققوں کے لئے تاریخ کے بخیئے ادھیڑنے کے کام آتے۔ سعدی جھوٹے سہارے حاصل کرنے میں کوشاں ہے۔ اسے کچھ حاصل نہ ہو گا۔ اگر کوئی اس کا وکیل بن سکتا ہے تو وہ میں ہوں روشنی..... ہاں وہ میں ہوں۔ میں..... زعورس ابن طہابی..... وہ حرماں نصیب جس نے اپنی ناکام

محبت کے لئے صدیاں کھو دیں..... اور کچھ نہ پایا۔ میں سعدی سے ملنا چاہتا ہوں۔ اس سے کہنا چاہتا ہوں کہ اپنی کاوشوں سے وہ کچھ نہ پا سکے گا۔ اسے ماضی کی عدالت میں پیش ہونا پڑے گا۔ میں اس کی وکالت کروں گا۔ اگر اسے سزا ہوئی تو میں خود کو اس کے بدلے پیش کر دوں گا کیونکہ..... کیونکہ میں سلاطیہ سے محبت کرتا ہوں اور سلاطیہ..... سعدی کو چاہتی ہے۔"

زاغ کی آواز کپکپا گئی۔ میرے حواس ساتھ چھوڑ گئے۔ اچانک مجھے زور سے چکر آیا۔ میں نے ہاتھ پھیلا کر کسی غیر مرئی شے کو پکڑنے کی کوشش کی لیکن کچھ ہاتھ نہیں آیا اور میں اوندھے منہ فرش پر آ رہی۔ مجھے کچھ ہوش نہیں رہا تھا۔

☆======☆======☆

نہ جانے کب تک بے ہوش رہی تھی۔ ہوش آیا تو چمکدار دن پھیلا ہوا تھا۔ میں جہاز کے ہسپتال میں بستر پر پڑی ہوئی تھی اور شاید میرے سر میں پٹی بندھی ہوئی تھی۔ اچانک مجھے سسٹر زمرد کی آواز سنائی دی۔

"روشنی..... روشنی..... کیسی طبیعت ہے.....؟" اس کے ساتھ ہی سسٹر زمرد کا ہاتھ میرے سینے پر آ ٹکا اور ان کا چہرہ نگاہوں کے سامنے۔

"ٹھیک ہوں سسٹر۔"

"بخار تو اب بھی ہے تمہیں۔"

"بخار.....؟"

"ہاں۔ ڈاکٹر الیاس نے بتایا کہ رات کو تمہارا بخار حد سے تجاوز کر گیا تھا۔ تم پر سرسامی کیفیت طاری تھی۔ تم نہ جانے کیا کیا ہذیان بک رہی تھیں۔"

میں خاموشی سے سسٹر زمرد کی صورت دیکھنے لگی۔ خود پر گزرے واقعات کو یاد کر کے ایک بار پھر کپکپی طاری ہونے لگی تھی۔ سسٹر زمرد نے میرا بازو سہلاتے ہوئے کہا..... "نہیں ڈیئر..... نہیں روشنی۔ تم تو بہت بہادر لڑکی ہو۔ کیا بات ہے سوئٹی۔ کسی سے خوفزدہ ہو۔"

"نہیں۔ نہیں سسٹر' بس سردی لگ رہی ہے۔" میں نے کپکپاتی آواز پر قابو پانے کی کوشش کر کے کہا۔ سسٹر زمرد نے مجھے کمبل سے ڈھک دیا۔

"دماغ پر زور نہ ڈالو۔ سوری میں نے تم سے ایسے سوالات کر ڈالے۔" سسٹر شرمندگی سے بولیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"نہیں سسٹر' اب ٹھیک ہوں۔ کیا وقت ہوا ہے۔"

"گیارہ بج کر بیس منٹ ہوئے ہیں.....!"

"رات کے.....؟" میں نے حیرت سے روشنی دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں بھئی۔ دن کے۔ ساری رات تو تم بخار میں پھنکتی رہی ہو.....اصل میں رات کو مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم بیمار ہو گئی ہو۔ میں اور الیاس سو رہے تھے کہ مسٹر مارکو کے ایک ساتھی نے کیبن پر دستک دے کر ہمیں جگایا اور پھر ڈاکٹر الیاس سے ایک مریض کو دیکھنے کے لئے کہا جو زخمی ہو گیا تھا۔ الیاس مجھے آرام کرنے کے لئے کہہ کر اسپتال آ گئے اور میں گہری نیند سو گئی صبح کو ہی آنکھ کھلی تھی۔ الیاس واپس نہیں آئے تھے میں پریشان ہو گئی فوراً تیار ہو کر باہر نکلنے ہی والی تھی کہ الیاس واپس آ گئے۔ وہ ساری رات تمہارے سرہانے رہے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ وہ مریض تم ہو اور تمہاری کیفیت رات بھر خراب رہی ہے۔ میں پریشان ہو گئی۔ الٹا سیدھا ناشتہ کر کے یہاں بھاگی اس وقت سے یہیں ہوں۔ بے چارہ خالد رات بھر تمہارے ساتھ جاگتا رہا ہے.....!"

"خالد.....؟" میں آہستہ سے بولی۔

"وہی تمہیں اسپتال لایا تھا۔ اس نے بتایا کہ عرشے پر چہل قدمی کرتے ہوئے تمہیں ٹھوکر لگ گئی تھی۔"

"اوہ۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"کوئی اور بات تھی کیا.....؟"

"نہیں۔ بری طرح ٹھوکر لگی تھی۔" میں نے جواب دیا۔

"خالد کو میں نے زبردستی ناشتہ کرنے بھیجا ہے۔ ڈاکٹر بتا رہے تھے کہ اس نے بیٹھنا تک پسند نہیں کیا۔ ساری رات تمہارے سرہانے کھڑے ہو کر گزاری ہے۔"

"پاگل ہے وہ۔"

"اس کے پاگل پن کا علاج کر دو روشنی۔ اب اس پر ترس آنے لگا ہے۔ میں تم سے سفارش کرتی ہوں۔"

"میں اب ٹھیک ہوں سسٹر آپ بھی آرام کریں۔"

"بے حد ضدی ہو تم..... مگر اب میں تم سے پورے اعتماد سے یہ بات کہہ سکتی ہوں کہ وہ تم سے مخلص ہے۔ تم نے اس پر ترس نہ بھی کھایا تب بھی وہ تمہیں

پوجتا رہے گا۔"

"سسٹر پلیز۔ کیا یہ وقت ان باتوں کا ہے۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

سسٹر زمرد مجھے دیکھتی رہیں پھر انہوں نے آہستہ سے کہا۔ "میں جانتی ہوں روشنی اچھی طرح جانتی ہوں' تم مجھ سے کبھی ایسے لہجے میں بات نہیں کرتی تھیں مگر جو واقعات گزرے ان میں میرا بھی تو قصور نہیں تھا۔ میں بالکل مخلصانہ طور پر تمہارے ساتھ آئی تھی۔ انسان ہوں پے در پے مشکلات نے الجھا دیا اور پھر ذرا سی جھنجلاہٹ آ گئی فطرت میں۔ پھر ڈاکٹر الیاس کا مل جانا میری الجھنوں کا حل بن گیا اور اب اتفاق سے ہمیں ایک بار پھر زندگی کی خبر مل گئی ہے' تو میرے اندر تمہارے لئے وہی جذبے جاگ اٹھے ہیں اگر تم انہیں قبول نہ کرو تو کوئی بات نہیں ہے۔ میرا تمہارا کوئی خون کا رشتہ نہیں ہے' سوری میں نے بلاوجہ اپنے آپ کو تمہارا بزرگ سمجھ لیا اور تمہیں مشورے دینے لگی' سوری ویری سوری' آئندہ احتیاط رکھوں گی روشنی۔" سسٹر زمرد کی آواز عجیب سی ہو گئی..... میں نے چونک کر انہیں دیکھا' نہ جانے کیوں دل پسیج گیا تھا میں نے ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا.....

"نہیں سسٹر' ایسی کوئی بات نہیں ہے جو ہو گیا سو ہو گیا مجھے اب آپ سے کوئی گلہ نہیں ہے بلکہ میری دعائیں ہیں کہ آپ ڈاکٹر الیاس کے ساتھ زندگی کے اس نئے حسین سفر کے آغاز میں ہمیشہ سرخرو رہیں' بس سسٹر ایسے ہی آپ کو خود اندازہ ہے کہ میری زندگی کا کوئی محور نہیں ہے۔ میں نہیں جانتی کہ میرا مستقبل کیا ہے اور وہ شخص' آپ کو اس کے بارے میں سب کچھ پتہ ہے۔ میں خلوص دل سے اس کی جانب مائل ہوئی تھی اس نے اپنی محبوبہ کو بہن کہہ کر مجھ سے متعارف کرایا تھا ایک انسان کسی لالچ کے تحت اس حد تک جا سکتا ہے تو کوئی اور بڑا لالچ اسے کسی بھی بہت بڑے کام پر آمادہ کر سکتا ہے۔ میں جان بوجھ کر یہ خطرہ کیوں مول لوں' سسٹر مشکل ہے' آپ اس کے علاوہ جو حکم مجھے دیں گی وہ میں مان لوں گی۔"

"خیر بس میں تو یوں کہہ رہی تھی کہ' وہ تمہارے لئے بہت کچھ کر رہا ہے' جو چہرہ میں نے اس کا دیکھا اس پر مجھے بے حد ترس آیا' ایسے لٹا لٹا نظر آ رہا تھا جیسے اس کا سب کچھ کھو گیا ہو' بڑی مشکل سے یہاں سے ٹلا۔ کہہ گیا ہے حلیہ درست کر کے تھوڑی دیر بعد آ جاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے سسٹر یہ ساری باتیں اپنی جگہ ہیں بہرحال دیکھئے وقت کیا کرتا ہے'

آپ آرام کیجئے میں اب بالکل ٹھیک ہوں بلکہ یہاں سے جانا چاہتی ہوں۔"

"الیاس ابھی آتے ہوں گے وہی تمہارے معالج ہیں' انتظار کرلو خالد کے آتے ہی میں یہاں سے چلی جاؤں گی۔"

"نہیں پلیز آپ کسی بات کو غلط انداز میں نہ سوچیں۔" سسٹر زمرد تھوڑی دیر تک خاموشی سے سوچتی رہیں پھر انہوں نے کہا۔ "ویسے اپنا پروگرام نہیں بتاؤ گی.....؟"

"کیسا پروگرام سسٹر.....؟"

"مصر پہنچنے کے بعد ہم لوگ تو فوراً اپنے وطن واپسی کا بندوبست کریں گے تم کیا کرو گی.....؟"

ایک بار پھر میرے ذہن میں زاغ کی داستان آگئی' اس داستان کے تصور سے دل ودماغ میں عجیب سی ہلچل پیدا ہوگئی تھی' میں نے یہ داستان سنی تھی اور اس کا ایک ایک لفظ میرے وجود میں پیوست ہوگیا تھا لیکن ابھی تو میرے ہوش نے اس کا کوئی تجزیہ نہیں کیا تھا' میں کیا کہوں اپنے بارے میں' کیسے کوئی فیصلہ کروں میرے فیصلے تو کہیں اور ہی ہو رہے ہیں' اگر زاغ کی سنائی ہوئی کہانی ایک دلچسپ داستان نہیں ہے تو پھر میں کیسے کہہ سکتی ہوں کہ میرا آئندہ قدم کیا ہوگا' آہ میں تو اپنی بھی نہیں ہوں' میں کوئی فیصلہ اپنی مرضی سے نہیں کرسکتی۔ سسٹر زمرد کو میں نے کوئی صحیح جواب نہیں دیا تھا کہ خالد آگیا' شیو وغیرہ بنا کر نئے کپڑے پہن کر آیا تھا' لیکن آنکھوں کی لالی بتاتی تھی کہ واقعی ایک لمحے نہیں سو سکا' مجھے ہوش میں دیکھ کر مسکرایا اور بڑی اپنائیت سے بولا۔ "کیسی طبیعت ہے روشنی.....؟"

"اب تو ٹھیک ہوں' پتہ نہیں بخار کیسے آگیا.....؟"

"وہ دراصل چوٹ کی وجہ سے۔" خالد نے کسی قدر الجھے ہوئے انداز میں کہا' اصل میں وہ یہ جاننا چاہتا تھا کہ میں نے سسٹر زمرد کو تفصیلات بتادی ہیں یا نہیں' وہ مسلسل جھوٹ بولتا رہے اور سسٹر زمرد کو اس پر مسکرانے کا موقع ملے' بہرطور اس نے میرے راز کو راز رکھا تھا' میں خود بھی اپنے متعلق کہانیاں دوسروں کو سنانے کی شوقین نہیں تھی۔ سسٹر زمرد نے کہا۔

"ڈاکٹر الیاس آجائیں تو ان سے بات کرکے جو فیصلہ مناسب سمجھو کرلینا' اور سنو روشنی میں تمہاری تیمارداری کرنا چاہتی ہوں زیادہ نہیں تو کم از کم اس سفر کے دوران

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بن اگر تم خود پسند کرو تب' میرا مطلب سمجھ رہی ہو نا' اگر جی چاہے تو مجھے طلب کرلینا' میں بڑی خوشی سے آجاؤں گی۔"

میں ہنس پڑی میں نے کہا..... "میرا مستقل بیمار رہنے کا ارادہ نہیں ہے سسٹر اس کے باوجود اگر مجھے آپ کی ضرورت ہوئی تو آپ کو زحمت دوں گی۔"

سسٹر زمرد چلی گئی' خالد میرے نزدیک خود کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا تھا۔ میں نے اس کے احسان مند نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تمہیں میری وجہ سے بڑی تکلیفیں اٹھانی پڑ رہی ہیں۔"

"زاغ کہاں گیا' کیا اس نے تمہیں زخمی کیا تھا.....؟"

"کیا مطلب کیا وہ تابوت میں موجود نہیں ہے؟"

"نہیں' بہت دیر گزر گئی تو میں واپس وہاں پہنچا۔ تم زخمی اور بے ہوش پڑی تھیں۔ زاغ تابوت میں موجود نہیں تھا۔ دونوں تابوت خالی ہیں۔ میں تمہیں اٹھا کر اسپتال لے آیا۔ زاغ کہاں گیا!"

"خدا جانے۔" میں نے بیزاری سے کہا اور نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر آنکھیں بند کرلیں۔ ڈاکٹر الیاس نے مجھے جانے کی اجازت دے دی۔ خالد میرے ساتھ کیبن تک آیا تھا۔ اس کی پُرامید نگاہیں بار بار میری طرف اٹھ جاتی تھیں لیکن اس کے بعد میں نے زبان سے کچھ نہیں کہا۔ میں بستر پر لیٹ گئی۔ وہ بولا۔ "میں یہاں تمہارے پاس رک سکتا ہوں؟"

"یقین کرو' میں بالکل ٹھیک ہوں۔ زاغ نے مجھے میرے بارے میں ایک ایسی کہانی سنائی تھی جس نے میرا دماغ معطل کردیا تھا۔ شاید اسی کہانی کے اثر سے مجھے بخار آگیا۔ وہ عارضی ہیجان تھا۔ اب میں نے اس پر قابو پالیا ہے۔ سر کی چوٹ بھی خاص نہیں ہے۔"

"اس کے باوجود میں یہاں رکنا چاہتا ہوں۔"

"ساری رات جاگتے رہے ہو۔ جاؤ سو جاؤ۔ پلیز خالد۔"

"مجھے وہ کہانی نہیں سناؤ گی؟"

"نہیں۔" میں نے دو ٹوک لہجے میں کہا۔ اس نے رخ بدل لیا۔ میرے جواب پر وہ اپنے تاثرات چھپانا چاہتا تھا۔ چند لمحات کے بعد اس نے کہا۔

"اوکے..... خدا حافظ.....!" وہ کیبن سے باہر چلا گیا۔ میں نے جلتی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوئی آنکھیں بند کرلیں۔ میرے ہیجان میں کمی نہیں واقع ہوئی تھی' بس ایک سنبھالا تھا جو ان لوگوں کی موجودگی کی وجہ سے لینا پڑتا تھا۔ بے ہوش ہونے کے بعد تو اس کہانی پر غور ہی نہیں کرسکتی تھی اور اب پہلی فرصت ملی تھی جس میں مجھے اپنی داستان پر سوچنے کا موقع ملا تھا۔ کیا ہی انوکھی کہانی ہے' کیا وہ شخص درست کہہ رہا ہے؟ جو کچھ اس نے کہا کیا واقعی وہ سچ ہے' کیسے مان لوں' بھلا عقل کے تسلیم کرنے کی بات ہے ایک محقق جو تاریخ مصر پر تحقیق کر رہا تھا کسی شخص کے ذریعے دور قدیم میں پہنچ گیا اور وہاں اس نے وقت گزارا' ماضی میں رہ کر اس نے ماضی کے کسی کردار کے ساتھ زندگی کے وہ لمحات گزارے اور کچھ کہانیوں کو جنم دیا۔ انوکھی کہانیاں جن پر بھلا کون یقین کرسکتا ہے' ہر لحاظ سے غلط' بھلا تاریخ کی کسی مردہ شخصیت میں وہ زندگی کہاں سے پائی جاسکتی ہے جس میں ایک بار پھر وہ انسانی جذبات سے زندگی کے ہنگاموں سے آراستہ ہوجائے۔ زاغ کی کہانی جھوٹی ہی لگتی ہے۔ میں نے تو کبھی اپنے آپ میں کوئی ایسی تبدیلی نہیں پائی جس میں خود کو عام انسانوں سے مختلف محسوس کروں' احساسات' جذبے' رقابت' وہ تمام ہی چیزیں مجھ سے منسلک تھیں جو اس دنیا میں رہنے والے عام انسانوں میں ہوتی ہیں' کیا میں واقعی اس قدر منفرد ہوں' جھوٹا ہے زاغ جھوٹ بولتا ہے' کم بخت نہ جانے کیا بلا ہے' کہاں روپوش ہوگیا..... آہ میں کیا کروں..... خواہ مخواہ اپنی حسین زندگی کو چھوڑ کر ماں باپ کے تصور کو اپنایا اور دربدر ہوگئی' سسٹر زمرد کی بات ہی کیوں نہ مان لوں' میں ہر ایک کو ٹھکرا رہی ہوں حالانکہ مجھ سے بے لوث محبت کرنے والے میرے اردگرد بکھرے ہوئے ہیں۔

کیا ان سب سے انحراف مناسب ہے۔ میں کیوں اس قدر دیوانی ہوگئی ہوں کیا لکھا ہے میری تقدیر میں' کہیں ایسا نہ ہو کہ اپنا دماغی توازن کھو بیٹھوں' سڑکوں پر چکراتی پھروں' پاگلوں اور دیوانوں کی مانند' کیا یہ ہے میرا اختتام۔ زاغ کی کہانی نے ہوش وحواس اس طرح معطل کردیئے تھے کہ سر میں چوٹ بھی لگی' شدید بخار کا شکار ہوگئی۔ اس کے بعد آکر اس کہانی پر مسلسل غور کرتی رہوں تو اس سے بھی برا حال ہوگیا میرا' میں نے بے چینی سے کروٹ بدلی اور کوئی چیز میرے بازو میں چبھنے لگی' ایک بار پھر میرا دل بری طرح دھڑک اٹھا تھا' مجھے وہ زیور یاد تھا جو زاغ نے مجھے دیا تھا اور اس کا نام اس نے شاید "ارطن طلائی" بتایا تھا' عجیب وغریب نام ہے غالباً یہ بھی عبرانی زبان کا کوئی لفظ ہے۔ مگر اس کے معنی' طلائی تو سمجھ میں آجاتا ہے' ارطن کیا چیز ہے

اور اس نے یہ بھی کہا تھا کہ یہ تمہارا بہترین راہ نما اور دوست ثابت ہوگا۔ میں نے تو اسے غور سے دیکھا بھی نہیں تھا۔ اچانک ہی میرے ذہن میں تجسس جاگ اٹھا' بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی' بازو پر سے آستین ہٹائی' زاغ نے اپنے ہاتھ سے وہ زیور میرے بازو پر باندھا تھا۔ میں نے اس کے ہک تلاش کئے اور اسے کھول لیا۔ سونے کی مختلف زنجیروں کو میں نے دیکھا تھا۔ ان کی مشینی بناوٹ بعض اوقات انتہائی عجیب ہوتی ہے۔ لیکن یہ زیور کسی مشین سے تیار کیا ہوا نہیں معلوم ہوتا تھا' اس کے اندر ایک لجلجی سی حرارت تھی' محسوس ہی نہیں ہوتا تھا کہ کوئی زیور ہے' بناوٹ بے حد حسین تھی' چہرہ مکمل سانپ کا تھا آنکھوں میں دو انتہائی باریک ننھے سبز نگینے لگے ہوئے تھے جو بولتے ہوئے محسوس ہوتے تھے۔ میں نے ان پر غور کیا تو مجھے یہ محسوس ہوا کہ وہ مجھ سے کچھ کہہ رہے ہیں۔ آہ یہ عجیب وغریب زیور بھی اپنی جگہ ایک انوکھی نوعیت رکھتا تھا۔ بظاہر اس میں اور کوئی خاص بات نہیں تھی' لیکن اس سے نگاہیں ملانے کے بعد مجھے اپنے ذہن میں ایک عجیب سی سنسناہٹ محسوس ہونے لگی۔ میں نے آنکھیں بند کرکے اپنے سر کو کئی بار جھٹکا اور سر کے زخم میں ایک تیز ٹیس دوڑ گئی۔ میں نے بستر کے تکئے سے سر لگادیا۔ لجلجا زیور اب بھی میرے ہاتھ میں تھا لیکن اس وقت میری دہشت کی انتہا نہ رہی' جب میں نے محسوس کیا کہ طلائی زنجیر متحرک ہے' مجھے یوں لگا جیسے وہ رینگتی ہوئی میری کلائی پر چڑھ رہی ہو۔ میرے حلق سے دہشت بھری آواز نکل گئی اور میں نے زور سے ہاتھ کو جھٹکا طلائی زنجیر فرش پر جاپڑی تھی' میں ایک جھٹکے سے سیدھی ہوگئی اور میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھا وہ اسی طرح ساکت پڑی ہوئی تھی' پتہ نہیں یہ صرف میرا احساس تھا یا حقیقتاً اس میں کوئی تحریک ہوئی تھی' زاغ کی دی ہوئی چیز تھی' پتہ نہیں اس میں بھی کیا اسرار ہو اس کی سبز ٹھنڈی آنکھیں نیچے پڑی ہوئی بھی چمک رہی تھیں اور جب بھی میں ان آنکھوں کی طرف دیکھتی' مجھے اپنے دماغ میں کچھ کلبلاہٹیں سی محسوس ہونے لگتی تھیں۔ اس وقت بھی میری نگاہیں اس پر جمی ہوئی تھیں اور دماغ کی سنسناہٹیں بڑھ گئی تھیں۔ پھر مجھے جمائی آئی اور پلکوں پر شدید وجھ محسوس ہونے لگا۔ میں بستر پر دراز ہوگئی نہ جانے کیوں زمین پر پڑی ہوئی ناگن کی زنجیر میرے دماغ سے نکل گئی تھی۔ پھر پلکیں ایک دوسرے سے ایسی جڑیں کہ میں نہیں کوشش کے باوجود نہ کھول سکی اور دنیا ومافیہا سے بے خبر ہوگئی' نہ جانے کتنی دیر سوتی رہی تھی۔ غالباً اس دوران کسی نے میرے کیبن کی طرف رخ کرنے کی کوشش

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بھی نہیں کی تھی۔ آنکھ کھلی تو تقریباً دو بج رہے تھے ایسی شگفتگی پیدا ہو گئی تھی دل ودماغ میں کہ مجھے خود حیرت ہوئی۔ بخار کا وہ احساس بھی جاتا رہا تھا جو بدن کو تھکن کا شکار کئے ہوئے تھا۔ سر کی چوٹ میں بھی کوئی خاص تکلیف نہیں تھی۔ میں بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی اور جب میں نے پاؤں لٹکائے تو اچانک ہی مجھے وہ زیور یاد آیا اور میں نے فوراً ہی فرش پر نگاہیں دوڑائیں حیرت کے جھٹکے تو میری تقدیر میں لکھے ہی ہوئے تھے' سونے کی زنجیر وہاں موجود نہیں تھی۔ میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اِدھر اُدھر دیکھا' پھر اچانک ہی میرا ہاتھ اپنے بازو پر پہنچ گیا اور اس کے بعد میرے حواس ایک بار پھر مجھ سے بغاوت کرنے لگے۔

سنہری زیور بازو پر موجود تھا۔ بالکل اسی انداز میں جس طرح زاغ نے اسے لپیٹا تھا' یہ میرے بازو واپس کیسے پہنچ گیا کون آیا تھا اس دوران میرے کیبن میں' بظاہر تو کوئی احساس نہیں ملتا تھا۔ افوہ میں واقعی پاگل ہو جاؤں گی' کیا کروں' کیا کرنا چاہئے مجھے۔ پھر یہ احساس ہوا کہ جو کچھ بھی ہے بہرحال کوئی شے میرے لئے تکلیف دہ تو نہیں جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ غسل خانے جا کر منہ ہاتھ دھویا' اس وقت احساس ہوا کہ جہاز ساکت ہے۔ میں چونک پڑی۔ خدا خیر کرے۔ پھر کوئی مصیبت آ گئی منہ ہاتھ دھو کر بال سنوارے۔ سر پر بندھی ہوئی پٹی رکاوٹ بنی تھی۔ پھر بھی کسی حد تک بال درست ہو گئے اور میں تیزی سے چلتی ہوئی باہر نکل آئی۔ کیبن سے باہر قدم رکھتے ہی ٹھٹک جانا پڑا۔ نادر ہاشمی اور انکل ڈان ایرن میرے کیبن کے پاس کھڑے ہوئے تھے۔ ڈان ایرن بے اختیار بول پڑا۔ "ارے یہ..... پٹی' یہ کیا ہوا.....؟"

"چوٹ لگ گئی تھی.....؟"

"کب.....؟ کیسے.....؟"

"رات کو..... ٹھوکر لگ گئی تھی گر پڑی۔"

"زیادہ گہری ہے۔"

"نہیں..... یہ جہاز رک گیا ہے کیا؟"

"ہاں اسے لنگر انداز کیا گیا ہے۔ ہم اسی لئے تمہارے پاس آئے ہیں بے بی۔" نادر ہاشمی نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"سونت گال یہاں سے تیونس کیلئے روانہ ہو رہا ہے۔ آخری وقت ہے بے بی۔

خری موقع ہے ہماری بات مان لو۔" ڈان ایرن نے کہا اور میں نے تلخ نگاہوں سے ہیں دیکھ کر کہا۔

"آپ دونوں میرے بزرگ ہیں۔ آپ کا احترام کرتی ہوں میں لیکن ایک عرض رنا چاہتی ہوں۔ شوق اور تجسس کی کوئی عمر نہیں ہوتی۔ انسان کسی بھی عمر میں کسی ئی کی جستجو کر سکتا ہے میرا مشورہ ہے کہ آپ لوگ اب آرام کریں۔ میرے ساتھ جو ہ ہو رہا ہے وہ میں بھگت لوں گی۔ آپ میرے لئے کچھ نہیں کر سکتے یہ میں جانتی ں۔"

"ثالث ظاہری ہماری رہنمائی کرے گا۔ بہت بڑا نام ہے یہ....."

"میں نے اپنے معاملات خود حل کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے اور اب مجھے کسی ارے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ میرا آخری فیصلہ ہے اور اس میں کسی ترمیم کی بائش نہیں ہے۔" میں نے کہا اور وہاں سے آگے بڑھ گئی۔ پھر میں عرشے پر آ گئی۔ ز لنگر انداز کر لیا گیا تھا۔ سب سے بڑا اسٹیمر ہینگر میں نیچے کر دیا گیا تھا چند افراد اس کی خری درستگی کر رہے تھے۔ سونت گال اور اس کے ساتھی ہر کام کی نگرانی کر رہے ۔ میں ایک گوشے میں کھڑی ہو کر اس کارروائی کا نظارہ کرنے لگی۔ کچھ دیر گزری ا کہ خالد ایک پلیٹ میں دو سینڈوچ اور دوسرے ہاتھ میں کافی کا مگ لئے آ گیا۔ "یہ ، لو!"

"ارے یہ!" میں نے چونک کر کہا۔

"اپنی کسی بھی خدمت کا کوئی معاوضہ نہیں مانگوں گا وعدہ کرتا ہوں۔ ہر بات پر طرح چونکتی ہو جیسے دشمن سامنے آ جاتا ہو۔" اس نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔ لہجے پر مجھے ہنسی آ گئی۔

"نہیں خالد' شکریہ۔ مجھے واقعی بھوک لگ رہی تھی۔" میں نے دونوں چیزیں لیں۔ وہ واپس پلٹا تو میں نے جلدی سے کہا۔ "کیا کوئی کام ہے؟"

"نہیں۔"

"تو پھر رکو۔ سونت گال جا رہا ہے۔"

"ہاں۔" وہ بولا۔ میں خاموش ہو گئی کچھ دیر کے بعد ڈان سیگارو اور اس کے یوں کو باہر لایا گیا۔ ان کے ہاتھ بازوؤں سے لے کر کمر تک رسی سے باندھے گئے ۔ پیروں میں فولادی زنجیریں کسی ہوئی تھیں۔ سب کے چہروں پر وحشت تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لباس پر خون کے دھبے پڑے ہوئے تھے۔ غالباً ان پر بہت سختیاں کی جا رہی تھیں۔ پھر پہلے انہیں اسٹیمر میں بٹھایا گیا۔ چند نگراں بھی ان کے ساتھ سوار ہوئے اس کے بعد اسٹیمر کو کرین کے ذریعہ سمندر میں اتارا گیا۔ سب سے آخر میں سونت گال رسی کی سیڑھی سے نیچے اترا۔ اس نے تمام مسافروں کو خدا حافظ کہا تھا اور ان کے لئے نیک خواہشات کا اظہار کر کے سیڑھی کی طرف بڑھ گیا تھا۔ ہم لوگ دور تک اسٹیمر کو دیکھتے رہے۔ ایڈن مارکو نے زیادہ انتظار نہیں کیا اور لنگر اٹھا دیئے..... خالد بولا۔

"ڈان مارکو کا کہنا ہے کہ اب ہمیں مصر پہنچنے میں زیادہ وقت نہیں لگے گا۔" خالد کے ان الفاظ پر میرا دل دھک سے ہو گیا۔ مصر..... دیکھیں اب وہاں پہنچ کر میری تقدیر کیا نئے گل کھلاتی ہے.....

☆======☆======☆

ایڈن مارکو نے بالآخر لاتعداد انسانوں کو زندگی اور موت کی کشمکش سے نکال کر سرزمین مصر پہنچا دیا۔ ڈی پارلو کی گمشدگی نامعلوم نہیں تھی جس شپنگ ایجنسی کا وہ جہاز تھا اس کے سرکردہ افراد مصر پہنچ چکے تھے اور انہوں نے ہر طرح کے انتظامات کر لئے تھے' حکومت مصر نے بین الاقوامی قوانین کے تحت بہترین تعاون کا مظاہرہ کیا ان ممالک کے سفارتی نمائندے بھی موجود تھے جن کے باشندے ڈی پارلو پر سفر کر رہے تھے۔ تمام مسافروں کو ضروری طبی امداد فراہم کی گئی اور انہیں بہترین ذرائع سے مختلف جگہوں پر منتقل کر دیا گیا یہاں کچھ وقت قیام کے بعد انہیں ان کی خواہش کے مطابق ان کے ممالک روانہ کرنے کی یقین دہانی کی گئی تھی۔

چونکہ خالد' میں' سسٹر زمرد اور ڈاکٹر الیاس ایک ہی ملک کے باشندے تھے اس لئے ہمیں یکجا رکھا گیا تھا چند اور افراد بھی ہمارے وطن سے تعلق رکھتے تھے ان سب کو قاہرہ پہنچا دیا گیا اور یہاں حکومت مصر کے تعاون سے ہمارے قیام کے لئے بہترین ہوٹل میں انتظام کیا گیا۔ میری ذہنی کیفیت بہتر نہیں تھی کوئی فیصلہ کرنے سے قاصر تھی اپنے سے متعلق کہانیوں نے میری سوچنے سمجھنے کی قوتیں سلب کر لی تھیں ہوٹل میں اپنے کمرے کا دروازہ بند کر کے بیٹھ گئی تھی کیا ہو گا' اب کیا ہو گا؟ کیا اس طلسم کدے سے میرا فرار ممکن ہے؟ سب سے بد دل تھی' کوئی قابلِ اعتبار نہیں تھا سسٹر زمرد بھی اب مخلص نہیں لگتی تھیں۔ باقی اور کون تھا ہاں زاغ یاد آیا تھا اس نے جو کچھ بتایا تھا اگر وہ درست ہے تو پھر تو اس کی شخصیت ہی بدل جاتی ہے آہ اسی میں تو میری کہانی

پوشیدہ ہے وہ بھی گم ہو گیا جبکہ وہ سب سے زیادہ کارآمد تھا۔

یہاں آئے ہوئے کئی گھنٹے گزر گئے تھک گئی کمرے میں عقبی کھڑکی تھی اس کے قریب پہنچ کر اسے کھولا قاہرہ سامنے آ گیا لاتعداد پُراسرار داستانوں کی سرزمین جہاں فراعین کی تاریخ بکھری پڑی تھی جتنا غور کرو گم ہوتے جاؤ ہواؤں میں صحرا کی بو رچی ہوئی تھی فضا گرم گرم سی تھی مگر ناخوشگوار نہیں لگ رہی تھی۔ بہت دیر کھڑی باہر کا نظارہ کرتی رہی پھر ٹھنڈی سانس لے کر کھڑکی بند کر دی خالی کمرہ عجیب لگ رہا تھا سسٹر زمرد کے پاس جانے کو جی چاہا باہر نکل کر دروازے کو تالا لگایا خالد مجھ سے اوپری منزل کے کمرے میں تھا سسٹر ڈاکٹر الیاس کے ساتھ نچلی منزل کے کمرے میں۔ میں سیڑھیوں کے پاس پہنچی اور پھر نیچے اتر کر نچلی منزل پر پہنچ گئی مگر سسٹر زمرد کے کمرے پر تالا لگا ہوا تھا دل خون ہو گیا ایک دم بے بسی اور تنہائی کا احساس ہوا تھا میرے علاوہ ہر شخص مطمئن ہے۔ گردن جھٹک کر واپس مڑی اور کمرے میں آ گئی رونے کو جی چاہ رہا تھا بستر پر لیٹ گئی اب اجنبی سرزمین پر کیا کروں ویسے بھی مجھے میرے وطن واپس کیا جائے گا کیونکہ میرے پاسپورٹ پر پہلے پرتگال اور اس کے بعد الجزائر کا ویزا لگا ہوا تھا ٹھیک ہے خود کو حالات پر چھوڑ دینا ہی مناسب ہے۔ رات ہو گئی کھڑکی سے باہر قاہرہ جگمگا رہا تھا میں حسرت بھری نظروں سے اسے دیکھتی رہی کہکشاں جیسے زمین پر اتر آئی تھی بڑی سحر انگیز رات تھی دماغ خالی خالی ہو رہا تھا رات کا کھانا کھا کر بھی باہر نہ نکلی خالد نے ادھر کا رخ نہیں کیا کچھ ایسا ہی مزاج ہو رہا تھا کہ اگر وہ قسمت کا مارا آ جاتا تو شاید اسے کمرے میں بلانا بھی پسند نہ کرتی۔ روم سروس کو ایک بار بھی فون نہیں کیا تھا وہاں سے خود مجھے فون کیا گیا۔

"میڈم..... ڈنر کمرے میں لیں گی یا ہال میں آنا پسند کریں گی؟"

"صرف کافی بھجوا دو شکریہ!" میں نے جواب دیا' ایک باادب ویٹر کافی لے آیا تھا اس کے ساتھ بھنے ہوئے کاجو کی پلیٹ بھی رکھی تھی میں کاجو سے شغل کرتی رہی میری طبیعت پر جنون سا طاری تھا کافی پی کر ایک بار پھر کھڑکی کے پاس جا کھڑی ہوئی۔ پُر رونق شہر جگمگا رہا تھا کتنی زندگی ہے اس کائنات میں لیکن میں..... ظلم ہوا ہے مجھ پر سب دشمن ہیں میرے..... کوئی نہیں ہے اس دنیا میں میرا..... میں نے زوردار آواز کے ساتھ کھڑکی بند کر دی رات خوب بھیگ چکی تھی دماغ چیخ رہا تھا میں نے رات کو پہننے کا لباس نکالا اور اسے پہننے لگی لباس بدلتے ہوئے نگاہ بازو کے زیور پر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پڑی اور میری آنکھوں میں خون اتر آیا پُراسرار زیور میری شناخت..... یہ میری شناخت ہے جس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی میں' ہو نہہ خواہ مخواہ کی مصیبتیں اب یہ میرے ذہن کو بھٹکاتا رہے گا سارے عذاب مجھ پر ہی نازل ہوتے رہیں گے میں نے زیور کو بازو سے نوچا' سنہرا تھا مگر کم بخت سونا لگتا ہی نہیں تھا لجلجا سا بالکل سانپ کے پھن کی مانند میں نے اسے نوچ کر دیوار سے دے مارا سنہری زنجیر دروازے کے پاس گری میں نے لباس درست کیا اور بستر پر بیٹھ گئی طبیعت کافی خراب ہوگئی تھی پھر یونہی نظر سامنے اٹھ گئی اف میرے خدا آخر یہ سب کچھ کیا ہے سنہری زنجیر رینگ رہی تھی ہاں یہ نظر کا دھوکہ نہیں تھا وہ یقیناً رینگ رہی تھی اس کا باریک بدن سانپ کی طرح لچکتا ہوا دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا میں اچھل کر کھڑی ہوگئی زنجیر رینگتی ہوئی دروازے کی جھری کے نیچے سے باہر نکل گئی تھی میں بری طرح دروازے کی طرف بھاگی اور برق رفتاری سے دروازہ کھول کر زمین کو گھورا باہر راہداری میں بھی دبیز قالین بچھا ہوا تھا لیکن زنجیر دروازے کے سامنے موجود نہیں تھی میں نے اسے آس پاس دیکھا مگر وہ کہیں نہیں تھی پھر میری نگاہ راہداری کے آخری سرے کی طرف اٹھ گئی وہاں سنہری لباس میں ملبوس سنہری بالوں والی ایک لڑکی نظر آئی جو سیڑھیوں کی طرف بڑھ رہی تھی فاصلہ بہت زیادہ نہیں تھا لڑکی کا لباس اور سنہرے بال بہت عجیب تھے سیڑھیوں کے پاس رک کر اس نے مجھ پر نگاہ ڈالی خدایا گہری فیروزی آنکھیں پُراسرار انداز میں چمکتی ہوئی سنہری چہرہ ہونٹ تک سنہری تھے لیکن اس کی آنکھوں میں نفرت بھرا انداز تھا۔ دوسرے لمحے وہ سیڑھیاں اترتی ہوئی نیچے چلی گئی نہ جانے مجھ پر کیا کیفیت طاری ہوئی میں دیوانہ وار اس کی طرف دوڑی اور اتنی رفتار سے دوڑی کہ سیڑھیوں کے قریب پہنچ کر بھی خود پر قابو نہ پاسکی میرا بدن جھونک میں اس جگہ سے بہت آگے بڑھ گیا جہاں سے سیڑھیوں کا آغاز ہوتا تھا میرے حلق سے چیخ سی نکل گئی اگر سیڑھیوں پر نرم قالین نہ بچھا ہوتا تو شاید اپاہج ہوجاتی پھر بھی خوب بلندی سے نیچے گری سر کا پچھلا حصہ کسی ٹھوس شے سے ٹکرایا غالباً سیڑھیوں کے ساتھ لگی ریلنگ تھی میں پُرسکون ہوگئی یہ سکون شاید بے ہوشی کی شکل میں ملا تھا۔

☆======☆======☆

ہوش آیا تو کانوں میں گھنٹیاں بج رہی تھیں بدن ہچکولے کھا رہا تھا یہ ہچکولے تکلیف دہ تھے۔ نہ جانے میں کہاں ہوں یہ کیا ہو رہا ہے۔ میں نے آنکھیں پھاڑ دیں خدا کی پناہ کیا ہے یہ سب کچھ' سمجھ میں ہی نہیں آرہا تھا کوئی چھوٹا سا کمرہ تھا جو رنگین کپڑوں سے ڈھکا ہوا تھا میرے نیچے بان کی چارپائی جیسی چیز تھی بس وہی ہل رہی تھی۔ کمرہ اتنا چھوٹا تھا کہ میں ہاتھ بڑھا کر اس پردے کو سرکا سکتی تھی جو ریشمی تھا میں نے ایسا ہی کیا پردے کے دوسری طرف جو کچھ مجھے نظر آیا اس نے میرے حواس مزید گم کردیئے۔ ریت کے عظیم الشان ٹیلے تھے جو تاحدِ نگاہ بکھرے ہوئے تھے شاید میں اب بھی ہوش و حواس کے عالم میں نہیں تھی۔ یہ سب کیا ہے پھر مجھے احساس ہوا کہ زمین مجھ سے خاصی نیچے ہے بس بے اختیار ہی یہاں بھی عمل کر ڈالا' بلندی سے نیچے چھلانگ لگادی تقدیر ہر جگہ یاوری کررہی تھی نرم ریت پر گرنے میں تکلیف کی بجائے کچھ لطف ہی محسوس ہوا البتہ نظر اٹھا کر دیکھا تو حیرت سے منہ پھاڑ کر رہ گئی یہ ایک اونٹ تھا جس کی گردن میں گھنٹیاں بندھی ہوئی تھیں اور اس کے اوپر زمانہ قدیم کا محمل سجا ہوا تھا وہ کمرہ درحقیقت اونٹ کی پشت پر محمل تھا جس میں' میں بے ہوشی کے عالم میں سفر کر رہی تھی۔ اونٹ کی مہار ایک شخص نے پکڑی ہوئی تھی چار اونٹ اس سے آگے اور پانچ چھ پیچھے قطار کی شکل میں آرہے تھے ان کے ساتھ بھی لوگ موجود تھے انہوں نے مجھے محمل سے کودتے دیکھ کر ایک دم سے اونٹوں کی مہاریں کھینچیں اور پھر عجیب وغریب آوازوں میں کچھ چلانے لگے۔ میرے ساربان نے بھی مجھے دیکھا اور میں نے اسے۔ لمبے چوڑے بدن کا عربی لباس میں ملبوس سیاہ رُو آدمی تھا جس کے کالے چہرے پر سفید آنکھیں بڑی خشمناک اور خونخوار لگ رہی تھیں وہ کچھ بولتا ہوا آگے بڑھا اور اس نے بالوں سے پکڑ کر مجھے اٹھا کر کھڑا کردیا۔ میرے حلق سے دلدوز چیخیں نکلنے لگیں چونکہ سر کی پشت دکھ رہی تھی پیشانی کی تکلیف ابھی پورے طور پر رفع نہیں ہوئی تھی کہ سیڑھیوں سے گرتے ہوئے سر کے عقب میں بھی چوٹ لگ گئی تھی پورے بال

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کھینچے تھے اس لئے کربناک ٹیسیں اٹھنے لگیں اور میں جیسے چیخنے کی مشین بن گئی۔

سیاہ رُو آدمی کے چوڑے ہاتھ کا تھپڑ میرے رخسار پر پڑا اور میری چیخیں ایک دم رک گئیں۔ زندگی کا سب سے نیا سب سے انوکھا تجربہ تھا سب کچھ ہوا تھا میری زندگی میں لیکن تھپڑ یا تشدد تو درکنا کبھی مجھ سے کسی نے تیز لہجے میں بات بھی نہیں کی تھی اول تو بالوں کے کھینچنے سے ہی تکلیف ہو رہی تھی پھر اس تھپڑ نے رہی سہی کسر بھی پوری کردی میری ہچکیاں بندھ گئیں ایسا بلک بلک کے روئی میں کہ سارے کے سارے میرے گرد جمع ہو گئے۔

وہ سیاہ چہرے والے بدو تھے جن کا تعلق یقیناً کسی مصری قبیلے سے ہو گا لیکن میں یہاں کہاں آ پھنسی؟ روتے ہوئے بھی میں یہی سوچ رہی تھی وہ لوگ میرے بارے میں طرح طرح کی باتیں کرنے لگے اور ان کا کوئی لفظ میری سمجھ میں نہیں آیا پھر انہوں نے آپس میں کوئی مشورہ کیا اور اس کے بعد انتہائی وحشیانہ انداز میں مجھے اٹھا کر اسی محمل میں اچھال دیا۔ پھر ان میں سے ایک شخص نے چمکدار مڑا ہوا خنجر دکھا کر مجھ سے کرخت لہجے میں کچھ کہا الفاظ بالکل سمجھ میں نہیں آئے تھے لیکن انداز سمجھ گئی تھی۔

وہ شخص مجھے قتل کرنے کی دھمکی دے رہا تھا میں نے سہمے ہوئے انداز میں خاموشی اختیار کرلی بان کی اس چارپائی یا بالفاظ دیگر محمل میں بیٹھنا ہی غنیمت سمجھا تھا میں نے چنانچہ میں خاموش ہو کر بیٹھ گئی خنجر بدست شخص نے دو تین بار پھر خنجر لہرا کر مجھ سے کچھ کہا اور اس کے بعد اونٹ کی مہار پکڑ کر چل پڑا میں ایک بار پھر ہچکولے کھانے لگی رونے کو تو اب بھی دل چاہ رہا تھا لیکن حیرت نے رونے نہ دیا۔ رخسار پر تھپڑ کی جلن بڑی عجیب لگ رہی تھی آج پتہ چلا تھا کہ مار کیا چیز ہوتی ہے لیکن خدا کی پناہ یہ سب کچھ کیسے ہوا ہے؟ ایک ایک لمحہ یاد تھا مجھے ایک ایک لمحہ یاد تھا وہ سنہری زنجیر بازو سے اتار کر پھینکی تھی اور وہ رینگتی ہوئی باہر نکل گئی تھی پھر وہ سنہری لڑکی جس کے بارے میں احمقانہ انداز میں سوچا جائے تو یہ کہا جاسکتا تھا کہ وہ سنہری زنجیر ہی کا دوسرا روپ تھی مگر عقل تسلیم بھی تو کرے۔ اس کے بعد کیا ہوا تھا ہاں سیڑھیوں سے نیچے گری تھی بے ہوش ہو گئی تھی اصولی طور پر مجھے کسی اسپتال میں ہونا چاہئے تھا مگر یہاں بدوؤں کے اس قافلے میں کیسے آ پھنسی؟ خدایا رحم کر کہیں میں اپنے جنون کا شکار نہ ہو جاؤں ان لوگوں کے چہرے سے تو ایسی وحشت عیاں ہے کہ جان ہی نکلی جارہی ہے کچھ بھی ہو سکتا ہے کچھ بھی کرسکتے ہیں یہ وحشی میرے ساتھ۔ آخر یہ سب کچھ کیونکر

ہوا؟ کوئی بات جو سمجھ میں آئی ہو انتہائی پریشان ہو گئی تھی میں لیکن اب اس کے بعد فرار ہونے کی بالکل ہمت نہیں ہوئی وہ خنجر دکھا چکا تھا مجھے۔ کیا بھروسہ ہے استعمال بھی کر ڈالے آہ مرنا تو نہیں چاہتی تھی میں۔ ٹھیک ہے میرے حالات کچھ بھی تھے میری دیوانگی کیسی بھی تھی لیکن اس نوجوانی کی عمر میں موت کو گلے لگانا بھی تو ایک مشکل مرحلہ تھا میرے لئے لوگ گھبرا کر آسانی سے سوچ لیتے ہیں کہ کاش وہ مرجائیں لیکن مرنا اتنا آسان نہیں ہوتا جنون جب سر سے اتر جائے تو جینے کے علاوہ کسی اور چیز کو دل نہیں چاہتا۔ مجھے محسوس ہوا کہ میں واقعی انتہا پسند ہوں۔ ٹھیک ہے میرے حالات بہت عجیب تھے ذہن میں اپنی شناخت اپنے آپ کو جاننے کا احساس بھی اس لئے بیدار ہوا کہ ناز برداریاں ہوتی رہی تھیں اگر مشکلات میں زندگی گزرتی اگر احمد کمال سعدی میرے لئے وہ تاج محل نہ بنوا دیتا جس میں میں رہ رہی تھی تو آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جاتا۔ ذہن اس حد تک جنون کا شکار نہ ہو جاتا اچھی خاصی دنیا تھی میری بس یہی ایک تصور تو تھا نا دل میں کہ ماں باپ نہیں ہیں لوگ تو یتیم خانوں میں بھی پلتے بڑھتے ہیں اور پوری زندگی وہیں گزار دیتے ہیں اور پھر اس کے بعد ہی کون سی کسر چھوڑی تھی میں نے اچھے خاصے لوگ تو مل گئے تھے مجھے کسی کا سہارا لے لیتی۔ مصر آنے کے بعد اپنے گھر جانے کا فیصلہ کرلیتی تو اس قدر دشواریوں میں نہ پڑنا پڑتا سسٹر زمرد اور خالد دونوں ہی کا ساتھ اختیار کرلیتی اور سیدھا سیدھا کہہ دیتی کہ میں اپنے گھر واپس جانا چاہتی ہوں اس کے بعد صمد بابا اور جہانی بیگم سے معافی مانگ لیتی ان سے کہتی کہ مجھے بھی زندگی کی ان راہوں پر چلنے دیا جائے جن پر چل کر زندگی بسر ہو جاتی ہے۔ یہ اپنے آپ کو منفرد سمجھنے کا نتیجہ تھا جو اس وقت بھی بھگت رہی تھی پتہ نہیں آگے کے حالات کیا ہوں۔

یہ صحرائی قافلہ سفر کرتا رہا اور میں عالم سکرات میں بان کے اس محمل میں بیٹھی رہی اب بدن میں بالکل جان نہیں تھی کہ اپنی بقا کے لئے کوئی جدوجہد کروں پھر بہت سی آوازیں آنے لگیں گاڑیوں کا شور بھی ان آوازوں میں شامل تھا۔

میں نے ہمت کرکے ایک بار پھر پردے سے باہر جھانکا' آبادیاں اطراف میں بکھری ہوئی تھیں سڑکیں بھی تھیں اور گاڑیاں بھی چل رہی تھیں شاید باقی قافلہ تو رک گیا تھا لیکن میرا اونٹ مسلسل چل رہا تھا میں باہر کے مناظر دیکھتی رہی پھر جس جگہ یہ اونٹ رکا وہاں کچھ عجیب و غریب لوگ نظر آئے جنہیں بعد میں' میں نے پہچان لیا یقینی طور پر یہ مقامی پولیس کی وردی تھی وہ بدو جو مجھے لے کر آیا تھا اور جس نے اپنا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قافلہ آبادی کے کنارے چھوڑ دیا تھا ان لوگوں کو میری طرف اشارہ کرکے کچھ بتانے لگا۔ ایک قوی ہیکل پولیس افسر محمل کے قریب آیا اور اس نے پردہ اٹھا کر اندر جھانکا پھر مجھ سے نیچے اترنے کے لئے کہا میں محمل سے آگے بڑھی تو اس نے دونوں ہاتھ اوپر کردیئے لیکن میں نے اس کا سہارا نہیں لیا اور نیچے کود پڑی لیکن اس بار کودنے سے وہ فرحت انگیز تصور نہیں جاگا میرے ذہن میں جو ریت پر کودنے سے جاگا تھا بلکہ میں توازن قائم نہیں رکھ سکی اور بری طرح نیچے گری پیروں میں چوٹ بھی لگی تھی۔ پولیس افسر نے جلدی سے آگے بڑھ کر مجھے سہارا دیا وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا میں کھڑی ہوگئی تو اس نے پھر مقامی زبان میں کچھ کہا میں غراتے ہوئے لہجے میں بولی۔

"میں تمہاری زبان نہیں جانتی۔" میں نے انگریزی زبان استعمال کی تھی پولیس افسر نے معذرت آمیز لہجے میں کہا۔ "کیا آپ مقامی نہیں ہیں خاتون؟"

"نہیں۔"

"ٹھیک ہے آیئے میرے ساتھ اندر آیئے..... آیئے براہِ کرم آپ کے پیروں میں یقیناً اتنی چوٹ نہیں لگی ہوگی کہ آپ چل نہ سکیں۔"

میں خاموشی سے اس کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔ کم از کم اللہ نے مجھ پر اتنی مہربانی کی تھی کہ وہ بدو مجھے نقصان پہنچانے پر نہیں تل گئے تھے بلکہ غالباً وہ شہر آرہے تھے اور مجھے اپنے ساتھ ہی لے آئے تھے۔ اب کیا کہتی، کس سے کہتی، خاموشی سے اس پولیس افسر کے ساتھ کمرے میں داخل ہوگئی۔ پولیس افسر نے بدو کو بھی اشارہ کردیا تھا۔ وہ میرے پیچھے آگیا۔ کمرے میں پہنچ کر پولیس افسر نے مجھ سے کرسی پر بیٹھنے کے لئے کہا۔ بدو ایک گوشے میں کھڑا رہا تھا پولیس آفیسر اس سے عربی زبان میں سوالات کرنے لگا اور بدو ہکلا ہکلا کر اسے جواب دیتا رہا۔ پھر پولیس آفیسر نے اسے شاید جانے کی اجازت دے دی اور اس کے بعد وہ میری جانب متوجہ ہوکر بولا۔ "آپ شاجرا میں کیاں کر رہی تھیں؟"

"کہاں؟"

"نخلستان شاجرا۔ شہر سے اٹھائیس میل دور ہے کیا کرنے گئی تھیں آپ وہاں..... اور آپ کا تعلق کہاں سے ہے۔ کون سے ملک کی باشندہ ہیں آپ؟"

"تم پولیس افسر ہو؟"

"ہاں۔ میرا نام الجمالی ہے اور میں اس علاقے کے پولیس اسٹیشن کا انچارج ہوں۔"

"میں غیر ملکی ہوں آفیسر اور ایک ہوٹل میں ٹھہری ہوئی تھی۔ شاید مجھے میرے ہوٹل سے اغوا کیا گیا ہے۔"

پولیس آفیسر کے چہرے پر حیرت کے نقوش پھیل گئے۔ اس نے کہا۔ "کون تھے آپ کے اغوا کنندگان، کیا یہ بدو.....؟"

"میں کچھ نہیں جانتی۔ بس میں اپنے ہوٹل کے کمرے میں تھی کسی نے میرے سر کی پشت پر ضرب لگائی اور میں بے ہوش ہوگئی اس کے بعد میں نے اپنے آپ کو اونٹ کی پشت پر ہی پایا تھا۔"

پولیس آفیسر نے حیران نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھا پھر بولا۔ "آپ کون سے ملک سے تعلق رکھتی ہیں، مصر کب پہنچیں؟" میں نے اپنے ملک کا نام اور پھر ڈی پارلو کا نام بتایا جو حادثے کا شکار ہونے کے بعد مختلف مسائل سے گزرتا ہوا یہاں تک پہنچا تھا۔ پولیس آفیسر چونک پڑا، وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے شاید کسی کو بلانے کے لئے گھنٹی بجائی۔ آنے والا اس کا ماتحت تھا۔ پولیس آفیسر نے ماتحت سے عربی زبان میں کچھ کہا اور وہ باہر نکل گیا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ ایک اخبار لے کر واپس آیا..... اور اس نے اخبار پولیس آفیسر کے حوالے کردیا۔ پولیس آفیسر نے اخبار کو چہرے کے سامنے کرلیا۔ پھر وہ اخبار کی اوٹ سے مجھے دیکھنے لگا اور اس نے اخبار میرے سامنے رکھ دیا۔ "یہ آپ ہی کی تصویر ہے نا.....؟"

میں نے حیران نگاہوں سے تصویر کو دیکھا۔ یہ تصویر وہ تھی جو میرے پاسپورٹ پر لگی ہوئی تھی۔ میرا سر بے اختیار اثبات میں ہل گیا اور میں نے اقرار کیا کہ یہ تصویر میری ہی ہے لیکن اخبار کی تحریر میں نہیں پڑھ سکتی تھی چونکہ وہ عربی میں تھی۔ میں نے آفیسر سے انگریزی میں پوچھا۔ "کیا میری گمشدگی کی خبر درج کرائی گئی ہے؟"

"ہاں..... خاتون فردوسہ آپ کی گمشدگی کی خبر امیر باسط العزیزی نے درج کرائی ہے۔"

"کک، کیا بکواس کر رہے ہو؟ میرا نام فردوسہ نہیں روشن جمال ہے۔ یہ امیر باسط العزیزی کون ہے؟"

"ابھی آپ کی ان سے ملاقات ہوئی جاتی ہے۔ امیر باسط العزیزی۔ واہ اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قبائلی نے تو میری تقدیر ہی جگا دی۔" اس نے جلدی سے ٹیلیفون سامنے کرلیا اور ریسیور اٹھا کر کسی کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ پھر اس نے ریسیور کان سے لگالیا اور میں اپنی بدقسمتی پر سر دھننے لگی۔ کاش میں عربی زبان جانتی تو مجھے یہ پتہ چل جاتا کہ وہ کیا گفتگو کر رہا ہے اس کے انداز میں بڑا ادب پیدا ہوگیا تھا۔ میں صرف باسط العزیزی کا نام سنتی رہی تھی۔ پھر اس نے ٹیلیفون رکھ کر مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا اور کہا۔

"آپ کا بے حد شکر گزار ہوں خاتون فردوسہ کہ آپ نے مجھے عزت عطا فرمائی اور اس کے ساتھ ساتھ ہی میرے لئے تو آپ دولت کی دیوی کی حیثیت رکھتی ہیں۔ بہت بہت شکریہ خاتون فردوسہ' بے حد شکریہ....."

"آفیسر میں اپنے سفارتخانے سے رابطہ قائم کرنا چاہتی ہوں۔ براہ کرم کسی بھی طرح اس کا انتظام کرو' ایک غیر ملکی کا تحفظ تم پر فرض ہے اور پھر میں تو جہاز ڈی پارلو سے تعلق رکھتی ہوں جس کے مسافروں کو حکومت مصر نے نہایت عزت واحترام کے ساتھ قیام کی اجازت دی تھی اور کہا تھا کہ بہت جلد ہمیں ہمارے وطن واپس بھجوادیا جائے گا۔"

پولیس آفیسر مسکراتا رہا۔ اس نے میری باتوں کا کوئی جواب نہیں دیا۔ کچھ دیر کے بعد چار آدمی دھڑدھڑاتے ہوئے اندر گھس آئے..... یہ عمدہ لباس کے سوٹ پہنے ہوئے تھے لیکن ان میں سے ایک مقامی لباس میں تھا۔ کسی قدر فربہی مائل یہ شخص شکل وصورت کا بہت اچھا تھا' اس نے اپنے ہاتھوں میں قیمتی انگشتریاں پہن رکھی تھیں۔ پولیس آفیسر اسے دیکھ کر احترام سے کھڑا ہوگیا اور اس شخص نے گھور گھور کر مجھے دیکھنا شروع کردیا۔ اس کی گہری براؤن آنکھوں میں عجیب سی وحشیانہ چمک تھی۔ میں ایک بار پھر دہشت کا شکار ہوگئی تھی۔ میں نے انگریزی زبان میں کڑک کر اس سے کہا۔

"کیا جانوروں کی طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے ہو۔ میں ایک غیر ملکی لڑکی ہوں۔ اگر تم لوگوں نے مجھے کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو میرے ملک کا سفارت خانہ تمہارے خلاف کارروائی کرے گا۔ حکومت مصر کے ہمارے ملک سے بہت اچھے تعلقات ہیں تمہیں ان کا احترام کرنا چاہئے۔"

اس شخص نے افسردہ نگاہوں سے پہلے مجھے اور پھر پولیس آفیسر کو دیکھا اور اس کے بعد عربی میں ہی کچھ کہا۔ پولیس آفیسر بھی مغموم انداز میں گردن ہلانے لگا تھا۔

"انگریزی میں بات کرو' تمہاری باتیں میری سمجھ میں آنی چاہئیں۔"

"عزیزہ فردوسہ' میں تمہارا بھائی باسط العزیزی ہوں خدا کے لئے اپنے آپ کو سنبھالو' کہاں غائب ہوگئی تھیں تم۔ آہ تمہاری تلاش میں کیا کچھ نہیں کر ڈالا میں نے۔ خداوند عالم یہ کیسی نحوست ہم پر نازل ہوئی ہے۔ میری نوجوان بہن کا دماغ الٹ گیا ہے' کیا کیا علاج میں نہیں کرا چکا اس کا آفیسر۔ ارے ہاں' میں نے اس کی بازیابی پر انعام رکھا تھا۔ مگر یہ تمہیں ملی کہاں سے.....؟"

"ایک قبائلی اسے ہمارے پاس چھوڑ گیا ہے۔"

"تو پھر تو انعام کا حقدار وہ ہوا۔"

"آپ جو کچھ بھی تصور فرمائیں امیر باسط العزیزی لیکن اب اس کا کوئی وجود نہیں ہے' وہ جا چکا ہے۔" پولیس آفیسر افسردگی سے بولا۔ غالباً بے خیالی میں دونوں ہی انگریزی زبان میں بات کرنے لگے تھے۔ پھر باسط العزیزی کو کچھ خیال آیا اور اس نے بقیہ گفتگو پولیس آفیسر سے عربی زبان میں ہی کی۔ اس کے بعد اس نے اپنے تینوں ساتھیوں کو اشارہ کیا اور وہ میرے اردگرد آکھڑے ہوئے۔ باسط العزیزی نے پھر انگریزی میں کہا۔

"عزیزہ فردوسہ چلو گھر چلو' تمہیں ہر طرح سے مطمئن کردیا جائے گا..... ہاں اگر تم نے جدوجہد کی یا فرار ہونے کی کوشش کی تو مجبوراً مجھے تمہیں یہ انجکشن دینا پڑے گا جو تمہیں سکون کی گہری نیند سلا دیتا ہے۔"

"ہوسکتا ہے امیر محترم آپ کو غلط فہمی ہو رہی ہو۔ آپ چاہیں تو میرے سفارت خانے سے میرے بارے میں تصدیق فرما سکتے ہیں' خدارا کسی غلط فہمی میں مجھ پر یہ ظلم نہ کریں۔ میں بہت مظلوم ہوں' ایسی بے کس اور بے بس کہ اگر میری داستان آپ سن لیں تو آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئیں گے....."

"تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے عزیزہ۔ تمہاری کہانی میں گھر چل کر سن لوں گا۔"

"میں نہیں جاؤں گی' سنو پولیس آفیسر' مجھے تحفظ چاہئے میں حکومت مصر کے ایک ذمہ دار افسر سے مدد طلب کر رہی ہوں' پہلے میرے سفارت خانے سے رابطہ قائم کرکے میرے بارے میں تفصیلات معلوم کرلو' اگر حقیقت سامنے آجائے تو ٹھیک ہے ورنہ اس کے بعد جو کچھ تم لوگ کہو گے وہ میں کروں گی۔"

امیر باسط العزیزی نے غمناک نگاہوں سے اپنے ساتھیوں کی جانب دیکھا اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

انہوں نے مجھے بری طرح دبوچ لیا۔ امیر باسط العزیزی نے خود اپنے لباس میں سے ایک پیکٹ نکالا' اس میں سے ایک سرنج اور پھر ایک انجکشن کا اگلا سرا توڑ کر' سرنج کا عرق اس میں کھینچا..... میں چیختی چلاتی رہی لیکن اس نے وہ عرق میرے بازو میں انجیکٹ کردیا اور ایک بار پھر میری آنکھوں کے سامنے پرچھائیں رقص کرنے لگیں' جنہوں نے بالآخر مربوط ہو کر تاریکی کی شکل اختیار کرلی اور میں پھر بے ہوش ہوگئی۔

ہوش وحواس تو اصل میں اسی دن گنوادیئے تھے میں نے جس دن مجھ پر اپنی شناخت کا جنون سوار ہوا تھا۔ ایک پُرسکون زندگی کس بری طرح برباد کی تھی میں نے لیکن اب کف افسوس ملنے سے کیا فائدہ اب تو مشکلات کا آغاز اس طرح ہوا تھا کہ اختتام ہی نہیں ہوتا تھا۔ یہ ہوش مستقل ہی چھن جاتا تو خود کو خوش نصیب سمجھتی۔ مگر یہ بھی بدنصیبی تھی کہ بار بار ہوش آجاتا تھا۔ اس بار جہاں ہوش آیا تھا وہ بھی ایک طلسمی جگہ تھی۔ بالکل کسی الف لیلوی بادشاہ کی آرام گاہ معلوم ہوتی تھی۔ کسی دھات سے بنا ہوا منقش چھپر کھٹ' جس پر بہت موٹا فوم بچھا ہوا تھا اطراف میں سرخ پردوں سے سجی ہوئی دیواریں۔ ظروف اور ڈیکوریشن پیس جس میں سے کچھ سونے کے بنے معلوم ہوتے تھے۔ ایک مدھم سی موسیقی بھی ابھر رہی تھی۔ یہ آواز باہر سے آرہی تھی۔ اچانک مجھے اپنے جسم پر بدلے ہوئے لباس کا احساس ہوا اور میں کانپ گئی۔ کسی بہت نفیس ریشمی کپڑے کا ڈھیلا لباس میرے بدن پر تھا۔ میں تڑپ کر بستر سے اٹھ گئی۔ میرا لباس کس نے تبدیل کیا۔

"کوئی ہے۔ کوئی ہے یہاں؟" میں حلق پھاڑ کر چیخی اور بستر سے اتر کر گداز قالین پر کھڑی ہوگئی۔ میرا رواں رواں غصے سے کانپ رہا تھا۔ میری آواز پر موسیقی فوراً بند ہوگئی۔ پھر اچانک دروازہ کھلا اور دو خوبصورت لڑکیاں اندر داخل ہوگئیں۔ انہوں نے قدیم طرز کے لباس پہنے ہوئے تھے۔ دونوں کے چہرے پر خوف کے آثار تھے۔

"میرا لباس کس نے تبدیل کیا؟" میں غرائی اور وہ دونوں خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر ایک دوسرے کے قریب ہوگئیں۔ جیسے خوفزدہ ہوگئی ہوں۔ میں نے دوسری بار وہی سوال کیا اور ان میں سے ایک نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

"ہم آپ کے الفاظ نہیں سمجھتے خاتون.....!" یہ جملے اس نے انگریزی میں ادا کئے تھے۔

مجھے ایک دم احساس ہوا کہ میں اردو میں سوال کر رہی ہوں۔ میں نے فوراً انگریزی میں کہا۔ "میرا لباس کسی نے تبدیل کیا۔"

"میں نے خاتون۔ کوئی غلطی ہوگئی؟" ان میں سے ایک نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کون ہو تم؟" میں نے سانسوں پر قابو پانے کی کوشش کی۔

"آپ کی خادمائیں۔ میں عدلہ ہوں۔ یہ نغمہ ہے۔" ان میں سے دوسری نے کہا۔

"اور میں کون ہوں؟"

"آپ....." دونوں نے حیرت سے ایک دوسرے کی شکل دیکھی۔ پھر نغمہ بولی۔ "آپ خاتون فردوسہ ہیں۔" اس کا جواب سن کر میں چند قدم آگے بڑھی اور وہ دونوں سہمے ہوئے انداز میں پیچھے ہٹنے لگیں میں نے ان میں سے ایک کا لباس سینے کے پاس سے پکڑ لیا۔

"تم جانتی ہو۔ تم اچھی طرح جانتی ہو میں کون ہوں۔ یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے میرے ساتھ۔ تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ ایسا کون کر رہا ہے۔ کیوں کر رہے ہو تم سب میرے ساتھ یہ۔ مجھے بتاؤ تم ایسا کیوں کر رہے ہو۔" میری آواز سسکیوں میں بدل گئی۔ بے اختیار رونا آگیا تھا۔ ان دونوں کے چہروں پر حیرت کے سوا کچھ نہیں تھا۔ میں اس کا لباس چھوڑ کر واپس پلٹی اور دوبارہ بستر پر آگئی۔ شدید دلگرفتہ تھی۔

وہی احساسِ تنہائی اسی بے بسی کا خیال آرہا تھا۔ کوئی نہیں تھا میرا اس کائنات میں۔ کوئی میرا رکھوالا نہیں تھا میں سب کا شکار تھی۔ خوب روئی اور نہ جانے کتنی دیر روتی رہی۔ دل ہلکا ہوگیا تھا۔ گردن اٹھا کر دیکھا تو وہ دونوں غائب تھیں موقع پاکر نکل گئی تھیں..... بڑی عجیب بات تھی۔ میں ہوٹل کے کمرے میں تھی میں نے سنہری زیور اتار پھینکا تھا۔ سنہری ناگن باہر نکل گئی اور پھر میں نے اس لڑکی کو دیکھا جو سنہری ناگن کا انسانی روپ تھی۔ مجھ پر ایسی دیوانگی طاری ہوئی کہ میں اس کے پیچھے دوڑی اور توازن نہ رکھ سکی۔ گری اور بے ہوش ہوگئی۔ پھر اس کے بعد کیا ہوا مجھے اس پُررونق اور مہذب ہوٹل سے کیسے اغوا کرلیا گیا۔ کیا یہ اتنا آسان کام تھا اور پھر وہ بدو' اونٹ کا سفر' کسی نخلستان کا نام لیا تھا پولیس افسر الجمالی نے۔ میں یہاں کیسے پہنچ گئی۔ یہ سب کچھ کیا تھا اور پھر اخبار میں میری تصویر۔ وہ مجھے خاتون فردوسہ کا نام دے رہے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھے۔ وہ شخص امیر باسط العزیزی جو مجھے اپنی بہن کہتا تھا ایک پاگل بہن جو گم ہوگئی تھی۔ یا خدا کیا ہے یہ سب کچھ کوئی ایک بات جو سمجھ میں آئے۔ میں غیر ملکی مہمان تھی حکومت مصر نے مجھے تحفظ دیا تھا اس کے بعد سب کچھ ختم ہوگیا۔ میرے لئے کسی نے تگ ودو کی۔ اخبار میں میری تصویر ایک دوسرے حوالے سے چھپی اور کسی نے نہ سوچا کہ میں کون ہوں۔ ایسا کیسے ہوسکتا ہے انتظامیہ کے نمائندوں نے یہ تصویر کیوں نظرانداز کردی۔ ایک ہی وجہ ہوسکتی تھی میرا پُرسان حال کون ہے۔ کسے غرض پڑی ہے جو میرے لئے تگ ودو کرے۔ میں نے بھی تو سب کو ٹھکرایا ہے۔ سسٹرز مرد نے دوبارہ مجھ سے رجوع کیا مگر میں نے انہیں ٹھکرا دیا حالانکہ ان کے مجھ پر احسانات تھے اور خالد.....

سوچوں کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ دروازہ کھلا تھا اور دو افراد اندر داخل ہوگئے تھے۔ جن میں ایک امیر عزیزی تھا دوسرا ایک ادھیڑ عمر شخص تھا جو ڈاکٹر تھا۔ اسٹیتھوسکوپ سے یہ اندازہ ہوا تھا۔ امیر عزیزی نے میری طرف اشارہ کیا۔

"یہ فردوسہ ہے؟"

"ہوں کیسی ہو بے بی۔ کیا میں تمہارا معائنہ کرسکتا ہوں۔" ڈاکٹر مسکراتا ہوا میرے قریب آگیا۔ میں نے بے بسی سے ان دونوں کو دیکھا اور رندھے ہوئے لہجے میں بولی۔

"کیوں میری زندگی کو سولی پر چڑھا رہے ہو تم لوگ کیا بگاڑ سکتی ہوں میں تمہارا۔ بالکل بے سہارا ہوں میں جو کچھ تم چاہتے ہو اس میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ میں تمہاری ہر خواہش کے سامنے سر جھکا دوں گی یہ سب کچھ نہ کرو..... میں ٹھیک ہوں تم جانتے ہو میں بالکل ٹھیک ہوں۔ میں بالکل ٹھیک ہوں ڈاکٹر میرا نام فردوسہ ہے۔ پہلے میں پاگل تھی اب ٹھیک ہوں.....!"

امیر باسط العزیزی کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے خجالت کے آثار ابھرے پھر وہ مجھ سے نظریں چرا کر ڈاکٹر سے بولا۔ "یہ تمہارے قدموں کی برکت ہے ڈاکٹر نصران۔ اب تو یہ بالکل ٹھیک معلوم ہوتی ہے۔"

"کوئی وقتی حادثہ بھی بعض اوقات دماغ معطل کردیتا ہے ہوسکتا ہے کسی حادثے نے دماغ الٹ دیا ہو مجھے بھی اب یہ بالکل ٹھیک نظر آتی ہیں۔"

"آؤ چلیں۔" امیر عزیزی بولا۔ پھر ڈاکٹر سے پہلے وہ دروازے کی طرف بڑھ

گیا۔ وہ کسی قدر بوکھلایا ہوا سا لگ رہا تھا۔ ڈاکٹر بھی اس کے پیچھے پیچھے باہر نکل گیا تھا۔ میں بستر پر پاؤں لٹکائے بیٹھی رہی سخت بھوک لگ رہی تھی میں نے اِدھر اُدھر دیکھا کچھ فاصلے پر سفید رنگ کا ایک گھنٹہ لٹکا ہوا تھا اس کے قریب ایک ہتھوڑی رکھی ہوئی تھی۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر میں نے ہتھوڑی سے گھنٹے پر ضرب لگائی۔ بڑی مترنم آواز ابھری تھی۔ دوسرے لمحے عدلہ اور نغمہ اندر داخل ہوگئیں۔ میں نے طنزیہ مسکراہٹ سے انہیں دیکھا اور بولی۔

"میرا دماغ اب بالکل ٹھیک ہوگیا ہے۔ تم لوگ مجھ سے خوفزدہ نہ ہو تم میری خادمائیں ہو کیا.....؟"

"جی خاتون فردوسہ۔" نغمہ بولی۔

"میں بھوکی ہوں کچھ کھلا سکو گی؟"

"جی..... ابھی!" عدلہ بولی۔

"چائے یا کافی ساتھ ہو تو بہتر ہے۔"

"جی....." دونوں واپسی کے لئے مڑیں۔

"سنو!" میں نے پکارا..... اور دونوں ٹھٹک کر رک گئیں "تم دونوں جڑواں ہو کیا؟"

"جی۔ نہیں۔ نہیں تو۔"

"تم میں سے ایک یہاں رکو۔ ایک جاکر میرے لئے کھانا لاؤ۔" میں نے تحکمانہ کہا اور نغمہ جلدی سے چل پڑی۔ عدلہ رک کر ہراساں نظروں سے مجھے دیکھنے لگی۔ نغمہ باہر نکل گئی تھی۔ "کیوں ڈرتی ہو مجھ سے بولو۔" میں نے عدلہ کو دیکھ کر کہا۔

"نہیں خاتون۔ نہیں۔" وہ جلدی سے بولی۔

"تمہیں مجھ سے کوئی نقصان نہ ہوگا۔ وعدہ کرتی ہوں۔ آؤ بیٹھو۔ بیٹھ جاؤ۔" میں نے نرمی سے کہا اور وہ بیٹھ گئی۔ "مجھے کب سے جانتی ہو؟"

"جی وہ!" عدلہ ہچکچاتے ہوئے انداز میں بولی۔

"سچ بولنا۔ تمہیں خدا کا واسطہ سچ بولنا۔ اگر تمہیں اپنی زندگی کا خطرہ بھی ہو تو۔" میں نے لجاجت سے کہا۔ عدلہ کے انداز میں کچھ تبدیلی ہوئی تھی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ "نہیں خاتون' میں سچ بولوں گی۔"

"مجھے کب سے جانتی ہو؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"صرف چند گھنٹے پہلے سے۔"

"اس سے پہلے تم نے مجھے یہاں نہیں دیکھا؟"

"نہیں ہم اسکندریہ میں تھے؟"

"اسکندریہ میں؟ وہاں کہاں؟"

"خاتون البانہ کے خدمت گار تھے ہم لوگ۔"

"خاتون البانہ کون ہیں؟"

"امیر عزیزی کی چچی حضور ہیں۔ انہوں نے ہی امیر کی پرورش کی ہے۔"

"تم نے پہلے کبھی فردوسہ کا نام سنا تھا؟"

"ہاں ہمیں علم تھا کہ خاتون فردوسہ امیر کی بہن ہیں اور وہ قاہرہ میں رہتی ہیں۔"

"اور ان کا دماغی توازن درست نہیں ہے۔"

"جی۔ جی ہاں۔"

"امیر عزیزی کبھی اسکندریہ اپنی چچی کے پاس نہیں جاتے۔"

"تین سال میں صرف دو دفعہ گئے ہیں۔ ان کا سارا کاروبار وہیں قاہرہ میں ہے۔"

"کیا کاروبار ہے امیر عزیزی کا؟"

"سنا ہے بحری جہازوں کی کمپنی ہے۔"

"کبھی خاتون فردوسہ امیر کے ساتھ اسکندریہ نہیں گئیں۔"

"تین سال میں تو نہیں۔"

"تین سالوں کا تذکرہ کیوں کرتی ہو تم؟"

"ہم دونوں کو امیر کی ملازمت میں آئے ہوئے تین سال ہی گزرے ہیں۔ اس سے قبل ہم لیبیا میں تھیں۔"

سلسلہ گفتگو نغمہ کی آمد سے ختم ہوگیا۔ خوشبودار کافی کی بھاپ اڑ رہی تھی۔ خشک میوے، سرخ لبنانی سیب انگور اور سینڈوچ تھے۔ میری بھوک چمک اٹھی اور میں کھانے میں مصروف ہوگئی۔ ان ہوشربا حالات سے سمجھوتہ کرنا ضروری تھا۔ میرا اضطراب مجھے کیا دے رہا تھا۔ کب سے مضطرب تھی کہیں بھی پناہ نہیں مل رہی تھی۔ جو کچھ بھی ہے جہنم میں جائے۔ اب جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ بہرحال میں نے ان دونوں

خادماؤں کو دوست بنالیا۔ اب وہ مجھ سے کھل کر باتیں کرنے لگی تھیں۔

"یہ جگہ کون سی ہے عدلہ۔" میں نے پوچھا اور وہ اچنبھے سے مجھے دیکھنے لگی۔

"خوفزدہ نہ ہو۔ تمہیں معلوم ہے میرا ذہنی توازن خراب ہوگیا تھا۔ اب میں ٹھیک ہوں۔ ماضی کی کوئی بات مجھے یاد نہیں ہے۔"

"اوہ یہ جبل العمامہ ہے بہت خوبصورت محل ہے امیر عزیزی کا، پہاڑی دامن میں ہے۔"

"امیر یہیں رہتے ہیں؟"

"ہاں!"

"دوسرے لوگ بھی یہیں ہیں میرا مطلب ہے امیر کے بیوی بچے۔"

"انہوں نے شادی ہی کہاں کی۔ وہ خود بھی تو....." عدلہ کہتے کہتے رک گئی۔

"ہاں ہاں کہو۔ رک کیوں گئیں۔" میں نے کہا عدلہ نے نغمہ کو دیکھا اور نغمہ آہستہ سے بولی۔

"لوگ یہی کہتے ہیں۔ ہم اپنی زبان کو گستاخی کی اجازت نہیں دے سکتے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ تمہیں میری دوستی پر اعتماد نہیں ہے تم دونوں میری خادمائیں نہیں دوست ہو۔ تمہاری کہی ہوئی کوئی بات نہ مجھے بری لگے گی اور نہ میں کسی کو بتاؤں گی۔"

"لوگ کہتے ہیں کہ امیر کا دماغی توازن بھی ابھی تک درست نہیں ہے ان پر پُراسرار دورے پڑتے ہیں۔ وہ ایک سال تک منصورہ کے دماغی اسپتال میں بھی رہ چکے ہیں۔"

"اوہ۔" میرے ہونٹ سکڑ گئے۔ میں دیر تک ان دونوں کو دیکھتی رہی۔ پھر گہری سانس لے کر بولی۔ "کیا اب بھی امیر پر وہ دورے پڑتے ہیں؟"

"ہمیں نہیں معلوم، لیکن انہوں نے شادی نہیں کی۔"

"تمہیں کیا کہہ کر اسکندریہ سے بلایا گیا ہے۔"

"بس وہاں سے ہمیں قاہرہ پہنچنے کی ہدایت ملی، یہاں آئے تو آپ کا خدمت گار متعین کیا گیا یہ بتا کر کہ....."

"میں بھی پاگل ہوں۔" میں نے ہنس کر کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"خدا کے فضل سے آپ تو بالکل ٹھیک ہیں۔" اس کے بعد دونوں تمام دن میرے ساتھ رہیں۔ رات کو بھی اس وقت اٹھیں جب مجھے نیند آنے لگی۔ پھر میں سوگئی تھی دوسری صبح وہ پھر میرے پاس تھیں۔ انہوں نے مجھے غسل کرایا۔ مشک و عنبر میں بسا ہوا پانی تھا جس سے میں نے غسل کیا۔ کمرے میں عود کی دھونی دی گئی تھی جس سے وہ مہک رہا تھا۔ میں نے ان سے فرمائش کی کہ میں چہل قدمی کرنا چاہتی ہوں وہ مجھے لے کر باہر نکل آئیں۔ درحقیقت قابلِ رشک عمارت تھی ہر کمرہ بے مثال، بہترین پائیں باغ۔ جدید قدیم کے لوازمات سے آراستہ۔ میں باغ میں ٹہل رہی تھی کہ ایک طرف ڈسٹ بن میں مجھے وہ اخبار نظر آیا جس پر میری تصویر نمایاں تھی۔ غالباً پرانا اخبار تھا جسے یہاں ڈال دیا گیا تھا کیونکہ میری تصویر صاف نظر آرہی تھی اس لئے میں نے آگے بڑھ کر اسے اٹھالیا۔ بالکل وہی اخبار تھا جو الجمالی نے مجھے دکھایا تھا۔ دونوں لڑکیوں نے بھی شاید یہ تصویر دیکھ لی تھی کسی خیال کے تحت میں نے عدلہ سے کہا۔

"عدلہ ذرا پڑھو تو۔ میری تصویر کے ساتھ کیا لکھا ہے۔" عدلہ نے اخبار لے لیا اور پڑھنے لگی۔ "غیر ملکی لڑکی ہوٹل سے فرار۔ یہ جہاں بھی نظر آئے پولیس کو اس کی اطلاع دی جائے۔" اس کے بعد عدلہ نے جو کچھ پڑھا اس نے مجھے شدت حیرت سے دیوانہ کردیا۔ ڈی پارلو سے میری آمد' یہاں قیام اور اس کے بعد پُراسرار فرار کی کہانی۔ ایک اور انکشاف بھی تھا۔ یہ خالد نامی ایک نوجوان کے بارے میں تھا جو اپنے سامان کے ساتھ فرار ہوچکا تھا لکھا گیا تھا کہ ہم دونوں ایک ہی ملک کے باشندے ہیں اور ہمارے درمیان گہرا رابطہ ہے ہم کسی خطرناک ارادوں سے فرار ہوئے ہیں۔

خادمہ میری تصویر کے ساتھ یہ تحریر پڑھ کر خود بھی حیران رہ گئی تھی۔ اس نے تعجب خیز انداز میں دوسری لڑکی نغمہ کی طرف دیکھا اور اخبار اس کی طرف بڑھا دیا لیکن میرا ذہن ہواؤں میں اڑ رہا تھا۔ پے در پے ایسے ایسے ذہنی حادثوں سے دوچار ہونا پڑا تھا کہ اب سب کچھ سہنے کی عادت پڑ گئی تھی۔ میں بے بسی سے باغ میں لگے ایک درخت کے تنے کو دیکھنے لگی۔ کیا کرسکتی تھی۔ میں ہمیشہ ہی بے بس رہی تھی۔ اب بھی اتنی ہی بے بس ہوں لیکن آخر یہ سب کیا ہوا ہے۔ ذرا مختلف ہے جو پہلے ہوتا رہا ہے اس سے مختلف ہے یہ۔ قبائلیوں کے ایک قافلے نے مجھے نخلستان شاجرا میں پایا اور اپنے ساتھ قاہرہ لے آئے۔ انہوں نے بلاشبہ مجھے خلوص کے ساتھ پولیس کے حوالے کردیا لیکن وہ پولیس انسپکٹر..... اس نے یہ فریب کیوں کیا..... یہی اخبار تھا

جو اس کے پاس تھا۔ اس نے میری تصویر دیکھ کر یہ غلط کارروائی کیوں کی۔ میرا ذہن پولیس آفیسر کی اس وقت کی حرکات کا تجزیہ کرنے لگا۔ سو فیصد اس کا انداز چوروں جیسا تھا۔ اس نے مجرمانہ طور پر اپنے فرض سے غداری کی تھی۔ یقیناً کسی طرح باسط العزیزی سے اس کا گٹھ جوڑ تھا اور اس نے مقامی زبان سے میری ناواقفیت کا فائدہ اٹھایا تھا۔ مگر کیوں..... آہ مگر کیوں؟ باسط العزیزی ایک مصری سرمایہ دار ہے۔ غیر شادی شدہ ہے کہیں اس کے ارادے فاسد تو نہیں لیکن اس دولت مند شخص کے لئے تو برائیوں کے ہزاروں راستے کھلے ہوں گے۔ میرا خصوصی انتخاب ہی کیوں؟ اور پھر مجھے بہن کا درجہ دے کر یہاں لایا ہے۔ انسان اتنا برا تو نہیں ہوسکتا۔ آہ نہ جانے کیا ہے۔

"خاتون فردوسہ..... یہ تصویر تو آپ کی ہے لیکن اس کے ساتھ تحریر بڑی عجیب ہے۔" عدلہ بولی' میں نے غمناک نظروں سے اسے دیکھا پھر حزنیہ مسکراہٹ سے بولی۔

"تمہارا کیا خیال ہے؟"

"ہم دونوں حیران ہیں۔"

"شاید یہ اخبار والوں کی دیوانگی ہو۔ صرف ہم دو ہی دیوانے تو نہ ہوں گے پورے قاہرہ میں۔"

میں نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

"شاید.....!" نغمہ جھونک میں بولی اور پھر چونک کر سہمے ہوئے انداز میں مجھے دیکھنے لگی۔

"نغمہ اور عدلہ تمہیں میرے بارے میں کیا ہدایات ملی ہیں؟"

"یہی کہ ہمیں آپ کی اطاعت کرنی ہے آپ کی ہر طرح کی خدمت کی جائے آپ کو خوش رکھا جائے۔"

"امیر عزیزی نے خود تمہیں ہدایت کی ہے؟"

"نہیں حسان امینی نے۔"

"حسان امینی کون ہے؟"

"جبل العمامہ کے اس محل کا نگراں اعلیٰ..... بلکہ امینی نے ہی ہمیں لیبیا سے یہاں بلا کر یہ نوکری دلائی تھی۔ وہ ہمارے خاندان کا قدیم شناسا ہے اور وہ خود ہمیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لینے اسکندریہ گیا تھا۔"

"اور کوئی خاص بات کہی تھی اس نے میرے بارے میں۔"

"نہیں صرف ایک ہدایت کی تھی۔"

"کیا؟"

"یہ بات اس نے تین سال قبل بھی کہی تھی۔ اس وقت جب اس نے ہمیں یہ ملازمت دلائی تھی۔"

"کیا بات کہی تھی اس نے؟ براہ کرم مجھے بتاؤ....." میں نے لجاجت سے کہا۔ وہ دونوں ہچکچا رہی تھیں۔ مگر عدلہ باہمت تھی اس نے کہا۔ "امینی نے کہا تھا دولت مند گھرانوں میں نوکری کرنی ہے تو ایک بات گرہ میں باندھ لو' یہاں کان کھلے اور زبان بند رکھنا ہوتی ہے۔ آنکھوں سے دیکھو' کانوں سے سنو' دماغ سے سمجھو مگر زبان سے کچھ نہ بولو۔ یہی ہدایت اس نے ہمیں یہاں لاکر دہرائی تھی اور پوچھا تھا کہ ہمیں اس کی یہ ہدایت یاد ہے..... کہ نہیں۔"

"اوہ۔" میں نے آہستہ سے کہا..... ان الفاظ کی اہمیت کا مجھے احساس تھا۔ اس طرح ان دونوں لڑکیوں سے کسی امداد کے حصول کا تو تصور ہی ختم ہو جاتا تھا۔ کچھ دیر خاموش رہ کر میں نے کہا۔ "تم دونوں نے کتنی تعلیم حاصل کی ہے؟"

"بہت معمولی سی' عربی پڑھ لیتے ہیں انگریزی بول اور سمجھ لیتے ہیں۔ بس اس سے زیادہ کچھ نہیں۔" نغمہ نے جواب دیا۔ میں نے کچھ دیر خاموشی اختیار کی پھر کہا۔ "میری خدمت کرنا' مجھے خوش رکھنا تمہاری ذمہ داری ہے۔"

"ہاں! بالکل۔"

"تو پھر تمہیں میرا ایک کام کرنا ہے۔ محل میں ہر جگہ آجا تو سکتی ہو؟"

"ہاں کوئی پابندی نہیں ہے۔"

"کہیں سے میری' میرا مطلب ہے کہ خاتون فردوسہ کی کوئی تصویر حاصل کر کے مجھے لادو لیکن تمہیں یہ کام نہایت رازداری سے کرنا ہے۔ وعدہ کرو میری دوستوں کی حیثیت سے میری باتوں کو راز رکھو گی۔"

وہ دونوں احمق نہیں تھیں۔ اخبار میں میری تصویر کے ساتھ تحریر پڑھ کر وہ بھی بہت حیران تھیں۔ عدلہ نے ہچکچاتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "ایک سوال کرنے کی گستاخی کر سکتی ہوں خاتون۔"

"میں نے تمہیں خادماؤں کے بجائے دوستوں کا درجہ دیا ہے' اور دوستوں کے درمیان کوئی سوال گستاخی نہیں ہوتا۔"

"آپ خاتون فردوسہ نہیں ہیں.....؟"

"نہیں۔"

"پھر آپ کون ہیں؟"

"وہ جو اخبار میں لکھا ہے۔"

"آپ ہوٹل سے فرار ہوئی ہیں؟"

"نہیں مجھے وہاں سے اغوا کیا گیا ہے؟"

"کس نے اغوا کیا؟"

"یقیناً امیر باسط العزیزی نے۔" میں نے جواب دیا اور وہ دونوں خوف زدہ ہو گئیں پھر نغمہ نے کہا۔

"ایسے محلات میں کسی قسم کی غداری کرنے والے کو خاموشی سے گردن دبا کر ہلاک کر دیا جاتا ہے اور ان کی لاشیں تاریک غاروں میں ڈال دی جاتی ہیں جہاں کوئی بھی انہیں تلاش نہیں کرتا۔ ہمیں ایسے بے شمار واقعات معلوم ہیں خاتون چنانچہ اپنی خدمت کرانے میں ہماری زندگی خطرے میں نہ ڈالیں۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہم آپ کی ہر خدمت کر سکتے ہیں لیکن کوئی ایسا کام جس میں امیر عزیز کی رضا نہ ہو' نہیں کر سکتے۔ اگر آپ نے ہمیں اس کے لئے مجبور کیا تو ہم حسان امینی کو اس بارے میں اطلاع دے دیں گی۔" نغمہ نے کہا۔

میں نے مایوس نظروں سے انہیں دیکھا۔ پھر ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔ "ٹھیک ہے مجھے بھی تمہاری زندگی عزیز ہے۔ جو تمہارا دل چاہے کرنا میری یہ باتیں حسان کو بتا دینا اسے تم پر مزید اعتماد ہو جائے گا۔"

"نہیں خاتون..... خدا کی قسم ہم ایسا بھی نہیں کریں گی۔ یہ ہمارا وعدہ ہے۔"

میں نے مزید کچھ نہ کہا اور وہاں سے واپس پلٹ آئی۔ ناشتے کے بعد میں نے ان دونوں سے اپنے کمرے میں چلے جانے کے لئے کہا اور دونوں خاموشی سے باہر نکل گئیں۔ انہیں میری کبیدگی کا احساس تھا اور پچھلے دن کی نسبت وہ بجھی بجھی نظر آرہی تھیں۔ کل کی نسبت آج مجھے یہاں کے بارے میں زیادہ معلومات حاصل ہو گئی تھیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لیکن واقعات کے الجھاوے بدستور تھے۔ پولیس آفیسر عزیزی سے ملا ہوا تھا اور یہ سازش عزیزی کے سوا اور کسی نے نہیں کی تھی مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیوں..... آخر کیوں.....؟ پھر میں نے حسان امینی کے بارے میں سوچا' وہ امیر باسط کا دست راست ہے یہاں دوسرے تمام افراد یہ اچھی طرح جانتے ہوں گے کہ میں فردوسہ نہیں ہوں لیکن امینی کا اثر اس بات کو کہیں باہر نہ نکلنے دے گا۔ خیر اور کچھ ہو یا نہ ہو امیر عزیزی کو میں تباہ کردوں گی۔ کبھی تو یہاں سے فرار کا موقع ملے گا سیدھی پولیس کے پاس جاؤں گی اور اپنے اغوا کی داستان سناؤں گی۔ تمام ہی پولیس افسر تو عزیزی کے وفادار نہ ہوں گے ایک غیر ملکی لڑکی کو حبس بے جا میں رکھنے کا مزا چکھنا پڑے گا اس امیر زادے کو۔ اور اسی دوران' جب تک مجھے کوئی بہتر موقع میسر نہ آجائے میں کوئی ناکام جدوجہد نہیں کروں گی سوائے اپنی آبرو کے تحفظ کے۔ اس خیال کے ساتھ ہی اچانک خالد کا خیال آگیا۔ باقی کوئی تذکرہ نہیں تھا اخبار میں سوائے خالد کے' اسے بھی مفرور قرار دیا گیا ہے کیوں؟ آخر اسے کیوں؟ اسے بھی اغوا کیا گیا ہے یا میری گمشدگی کی وجہ سے وہ بھی روپوش ہوگیا ہے۔ ہوسکتا ہے ایسا ہی ہو۔ بے چارہ صرف میری وجہ سے ایک مفرور مجرم قرار پایا ہے دل یہ گواہی دے رہا تھا کہ اب تک اس نے جس طرح میرا ساتھ دیا ہے اب بھی اسی انداز میں میرے لئے کام کر رہا ہے ہوسکتا ہے اسے مجھ پر پڑنے والی یہ بپتا معلوم ہو اور وہ میرے لئے کوئی راستہ نکالے' اس وقت بالکل پہلی بار دل بری طرح اس کے لئے پسیجا تھا اور میں دیر تک اس کے بارے میں غور کرتی رہی تھی۔ قصور وار تھا وہ۔ میں تو آنکھیں بند کرکے اس پر بھروسہ کر بیٹھی تھی' میں نے اپنے اور اس کے درمیان کوئی راز' راز نہیں رکھا تھا اپنا دل رکھ دیا تھا اس کے سامنے لیکن وہ دولت کے لئے زاغ کا آلۂ کار بنا تھا اس نے اپنی منگیتر اپنی محبوبہ کو بہن کہہ کر متعارف کرایا تھا۔ کسی بھی صاحب کردار شخص کے منہ سے یہ الفاظ نہیں نکل سکتے' چاہے کتنی ہی بڑی مجبوری ہو اس کی۔ اس احساس سے دل ایک بار پھر لرز گیا۔ مجھے یاد آیا کہ امیر عزیزی نے بھی مجھے بہن کہہ کر حاصل کیا ہے کہیں وہ بھی زبانی طور پر اتنا ہی بدکردار نہ ہو..... خالد نے بے شک بعد میں میرے لئے بہت کچھ کیا ہے لیکن وہ بدترین مجرم ہے میں اس کی مدد حاصل نہیں کروں گی۔

پھر زاغ کا خیال آگیا تھا اس نے اپنے آپ کو زعورس بن طہابی بتایا تھا اور اپنی

پُرسوز داستان سنائی تھی لیکن کون جانے کون سچا ہے کون جھوٹا..... ہاں وہ شخصیت جس پر تھوڑا بہت اعتماد کیا جاسکتا تھا اتنی دور تھی مجھ سے کہ اس نے اس کے بعد کبھی میری قربت نہیں اختیار کی تھی کبھی مجھے کوئی دلاسہ نہیں دیا تھا جو الجھی ہوئی کہانیاں احمد کمال سعدی کی میرے علم میں آئی تھیں ان سے بھی یہ احساس ہوتا تھا کہ وہ خودپرست انسان ہے چاہے میرا باپ ہی کیوں نہ ہو' لیکن اس نے اپنی ذات کے لئے ہمیشہ ہی سب کچھ کیا ہے اور آج بھی اگر یہ کہانیاں سچ ہیں تو وہ اپنی ذات ہی کے لئے سرگرداں ہیں۔ اب تو ان احساسات پر اپنے آپ کو جھنجلاہٹ ہونے لگتی تھی کیوں سوچنے لگتی ہوں میں بار بار ایسی احمقانہ باتیں بمشکل تمام ذہن کو جھٹکا.....

یہ دن بھی گزر گیا..... عدلہ اور نغمہ دونوں میرے کمرے کے دروازے سے کچھ فاصلے پر موجود تھیں ان کی ذمہ داری اس کے سوا کچھ نہیں تھی کہ جو کچھ میں کہوں اس کی تعمیل کریں لیکن دونوں نے مجھ سے تعاون نہ کرکے میری محبت کھو دی تھی۔

☆======☆======☆

دوپہر کا کھانا بس معمولی سا ہی کھایا شام کو چائے مسترد کردی' دل نہیں چاہ رہا تھا نہ تو باسط العزیزی نے دوبارہ مجھ سے ملاقات کی نہ ہی کوئی اور شخص میرے قریب آیا..... یہاں تک کہ رات ہوگئی میں سوچنے لگی تھی کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے رات کے کھانے پر میں نے نغمہ اور عدلہ سے کہا کہ میں ان کی صورتیں دیکھ دیکھ کر بیزار ہوگئی ہوں کیا امیری عزیزی اس محل میں کہیں موجود ہے؟ اگر وہ ہے تو اسے میرا پیغام دیا جائے کہ میں اس سے ملنا چاہتی ہوں لیکن مجھے جواب ملا کہ امیر عزیزی محل میں موجود نہیں ہیں یہ بات نغمہ نے مجھے بتائی تھی۔ پھر میں نے رات کا کھانا کھایا اور آرام کرنے کے لئے لیٹ گئی لیکن کھانے سے فراغت کرتے ہی طبیعت کچھ بوجھل بوجھل سی محسوس ہونے لگی تھی اور لیٹنے کے بعد نیند کچھ اس طرح ذہن پر طاری ہونے لگی کہ مجھے خود بھی حیرانی ہوئی لیکن ذہن حیران ہونے کے لئے آزاد نہ رہا اور مجھ پر نیند طاری ہوگئی۔ پھر یہ اندازہ نہیں ہوسکا کہ کب تک سوتی رہی' آنکھ کھلی تھی اور اس کی وجہ نامعلوم تھی۔ کھلی آنکھوں سے جو ہلکا سا منظر دیکھا اس نے چونکا دیا..... ایک انوکھی سبز روشنی پھیلی ہوئی تھی اور اس روشنی میں بڑی وسعت تھی' خواب گاہوں کے بلب اتنی دور تک روشنی نہیں پھیلاتے میں نے آنکھیں بھینچ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر دوبارہ کھولیں اور اپنے اطراف میں نظر ڈالی بڑی حیرتوں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

یہ روشنی بہت مدہم تھی اور اس میں سے جگہ جگہ کرنیں سی پھوٹ رہی تھیں۔ میں نے اپنے آپ کو سنبھالا ذہن مزید بیدار ہوا تو احساس ہوا کہ میں کسی بستر پر دراز نہیں ہوں بلکہ میرے پاؤں نیچے لٹکے ہوئے ہیں اور میں کسی آرام کرسی جیسی جگہ پر کمر ٹکائے بیٹھی ہوئی ہوں۔

حیرت کے شدید جھٹکے لگے مجھے اور میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگی۔ تب ہی مجھے اس عجیب و غریب ماحول کا احساس ہوا جو خوابوں کی سی کیفیت رکھتا تھا تاحدِ نگاہ وسعتیں ہی وسعتیں تھیں اور ان وسعتوں میں زمردیں روشنی پھیلی ہوئی تھی جگہ جگہ لوگ نظر آرہے تھے مدہم مدہم موسیقی کہیں دور سنائی دے رہی تھی۔

میرا دل دھک سے ہوگیا..... اگر یہ خواب ہے تو پھر یہ ہوش جیسا کیوں محسوس ہو رہا ہے' نتھنوں سے بہت ہی نفیس قسم کی خوشبو ٹکرا رہی تھی اور یہ خوشبو ایک بڑے سے برتن سے اٹھ رہی تھی جس سے ہلکا ہلکا لطیف سفید دھواں خارج ہو رہا تھا۔

خوشبو عود و عنبر کی تھی جسے میں نے فوراً ہی پہچان لیا تھا۔ وہ مدہم مدہم سائے جو زرد روشنی میں اِدھر اُدھر آجا رہے تھے زمانۂ قدیم کے فراعنہ کے دور کے لباس پہنے ہوئے تھے' ان میں سے بعض کے جسم برہنہ تھے اور ان پر سونے کے چمکدار نقوش نظر آرہے تھے جو غالباً قدیم مصر کے زیورات کی شکل میں ان کے جسموں سے لپٹے ہوئے تھے۔ خوف و دہشت کے عالم میں چاروں طرف نظریں دوڑانے لگی۔ مجھے اندازہ ہوگیا تھا کہ جس جگہ بیٹھی ہوئی ہوں وہ تخت بھی زمرد کا تھا اس پر انتہائی نفیس غلاف چڑھا ہوا ہے سونے کے ہتھے بنے ہوئے تھے۔ آہ یہ خواب نہیں ہے یقیناً یہ خواب نہیں ہے میں بے اختیار اپنی جگہ کھڑی ہوئی تو ایک دم جیسے سکوت چھا گیا جو ہلکی ہلکی آوازیں موسیقی اور انسانوں کے ملے جلے شور سے گونج رہی تھیں وہ ایک دم بند ہوگئیں۔ ذہن اس سناٹے سے چیخنے لگا میں اپنے آپ کو یہ باور کرانے کی کوشش کر رہی تھی کہ یہ خواب نہیں ہے بلکہ مکمل ہوش میں ہوں میں۔ پھر یہ کیا ہے؟ کیا ہے یہ سب کچھ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس عظیم الشان ہال کی وسعتوں میں بکھرے ہوئے ہیولوں کو دیکھا' سفید باریک سنگی مجسمے آویزاں اور ان کے جسموں میں جڑے ہوئے زمرد اور ان سے پھوٹتی ہوئی سبز روشنیاں.....

میرے خدا میں نیند میں نہیں ہوں' جاگ رہی ہوں اور ایک طلسمی ماحول سے روشناس ہوں لیکن یہ سب کچھ کہاں سے آگیا۔ میں کہاں تھی۔ اپنی کوٹھی میں؟ پرتگال میں؟ نہیں نہیں اس جزیرے پر..... نہیں بالکل نہیں مصر میں' امیر عزیزی کی قیدی' اس کی کسی سازش کا شکار..... لیکن یہ طلسم خانہ..... یہ کیا اسرار ہے' سامنے سے دو کنیزیں آتی ہوئی نظر آئیں انہوں نے اپنے ہاتھوں میں طشت اٹھائے ہوئے تھے ان کی گردنیں جھکی ہوئی تھیں جسامت بے مثال تھی چال میں بھی ایک انوکھا بانکپن تھا میرے قریب پہنچ کر انہوں نے وہ دونوں بڑے بڑے طشت زمین پر رکھ دیئے اور گردن خم کرکے کھڑی ہوگئیں۔

میں نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے ان طشتوں میں رکھا ہوا سامان دیکھا..... ایک انوکھے کپڑے سے بنا ہوا سبز رنگ کا لباس جس میں باریک حسین موتی جگمگا رہے تھے' دوسرے طشت میں انتہائی قدیم طرز کے بنے ہوئے انتہائی حسین زیورات' جن میں یاقوت زمرد اور فیروزے جگمگا رہے تھے۔ آنے والی دونوں عورتوں میں سے ایک نے عبرانی زبان میں کہا.....

"تقدیس ہو تیری' تقدیس ہو تیری' ابراعیس کی بیٹی' تقدیس ہو تیری اناتوخ کی منظورِ نظر' فرعونِ وقت کی ملکہ انالازیہ' تیرے لئے یہ خلعت زمردی آیا ہے ہمارے ساتھ چل اور یہ خلعت پہن لے کہ ہم تیری کنیزیں ہیں اور اناتوخ تجھ تک پہنچنے والا ہے' تقدیس ہو تیری' تقدیس ہو تیری..... تقدیس ہو تیری....."

میں نے شدید غیض کے عالم میں کہا..... "کیا بکواس کر رہی ہو تم کیا بک رہی ہو' میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا۔ میں نہ ابراعیس کی بیٹی ہوں اور نہ ہی اناتوخ کی ملکہ..... پاگل ہو تم سب' میں..... میں روشن جمال ہوں' احمد کمال سعدی کی بیٹی' یہ کیا طلسم خانہ ہے' کیا ہے یہ سب کچھ کیوں مجھے پریشان کر رہے ہو تم لوگ..... کیوں مجھے دیوانہ بنائے دے رہے ہو۔ ہٹالو یہ سب کچھ میرے سامنے سے..... مجھے اپنے گھر واپس جانے دو..... آہ میں جانا چاہتی ہوں' میں جانا چاہتی ہوں..... میں واپس جانا چاہتی ہوں۔"

میری آواز بری طرح گونج رہی تھی۔ دونوں کنیزیں خوف زدہ ہوکر کئی قدم پیچھے ہٹ گئیں' تب میں نے ایک سمت ایک سفید سی روشنی دیکھی اس ہال کی وسعتوں کے ایک حصے سے کچھ افراد آرہے تھے۔ میں نے دانت پیستے ہوئے ان پر نظر ڈالی آگے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آگے چند پروہت تھے ان کے ساتھ کچھ لوگ عجیب سی ہیئتیں بنائے چل رہے تھے انہوں نے انسانوں جیسے سر کے ساتھ حیوانوں کے جسم لگائے ہوئے تھے ایک شخص ان کے درمیان موجود تھا جو کچھ اور آگے آیا تو میں نے اسے پہچان لیا۔

شانوں سے لے کر ٹخنے تک کے سفید لبادے میں ملبوس سر پر فرعون کا تاج پہنے یہ شخص لازمی طور پر امیر عزیزی تھا۔ اس کے چہرے پر عجیب سے رنگ چڑھے ہوئے تھے لیکن خدوخال سے وہ صاف پہچانا جاسکتا تھا اس کے ہاتھوں میں ایک سفید سی لمبی شے دبی ہوئی تھی' جسے وہ دونوں ہاتھوں سے پکڑے ہوئے چہرے کے مقابل اٹھائے ہوئے تھا۔ میں غصیلی نظروں سے اس ڈرامہ باز شخص کو دیکھنے لگی۔ میں نے فیصلہ کرلیا تھا کہ وہ قریب آجائے تو اس کی خبر لوں..... نہ جانے کم بخت نے کس مصیبت میں پھنسا دیا ہے۔

آہستہ آہستہ وہ میرے قریب آیا اور اس کے اطراف میں پھیلے ہوئے پروہت قسم کے لوگ ایک سمت ہٹ گئے میرے قریب پہنچ کر اس نے کہا.....

"اناتوخ کی زندگی' تیرے چہرے پر غصے کے آثار' کچھ سمجھ میں نہیں آتے....."

"میں تجھے جانتی ہوں بہروپیے..... تُو مجھے پریشان کررہا ہے میں تجھے پولیس کے حوالے کردوں گی۔ دیکھ لینا میں تجھ سے اس بدتمیزی کا ایسا بدلہ لوں گی کہ تُو زندگی بھر یاد رکھے گا۔"

"میں تیری نظرِ کرم کا طالب ہوں اناتوخ..... میری جان' یہ لباس پہن' میں تجھے وہاں لے چلوں گا جہاں سورج غروب ہوتا ہے میں تجھے کائنات کی تمام خوشیاں مہیا کردوں گا۔ اناتوخ ہے میرا نام' مجھے پہچان اپنے دماغ کو روشن کر..... ماضی کی وسعتوں میں کھو جا سب کچھ یاد آجائے گا تجھے سب کچھ یاد آجائے گا تجھے۔"

"کمین ذلیل..... میں کہتی ہوں مجھے میرے گھر جانے دے میں کہتی ہوں" میں اتنے زور سے چیخی کہ میری آواز پھٹ گئی' سر چکرا گیا۔ اسی وقت پروہت نے آگے بڑھ کر ایک تھال میرے سامنے رکھ دیا اور دوسرے پروہت نے کوئی باریک سا برادہ مٹھی بھر کر اس میں ڈالا دھویں کا مرغولہ بلند ہوا اور یہ دھواں میرے نتھنوں میں بری طرح چڑھ گیا۔ مجھے زور کی کھانسی آئی اور گرنے سے بچنے کے لئے مجھے اسی تخت کا سہارا لینا پڑا۔ مین چند ہی لمحات کے بعد دوبارہ ہوش وحواس کھو چکی تھی۔

☆------☆------☆

پھر اس کے بعد مجھے ہوش نہ رہا۔ البتہ زندگی کا تعلق عقل وہوش ہی سے ہوتا ہے سورج کی کرنیں کسی رخنے سے اندر داخل ہورہی تھیں میں نے آنکھیں کھولیں تو ان کی تیز چمک آنکھوں کو بہت بری محسوس ہوئی۔ میں نے دونوں ہاتھ آنکھوں پر رکھ لئے۔ آہستہ آہستہ اپنے آپ کو روشنی کا عادی بنایا اور اس کے بعد دوبارہ آنکھیں کھول دیں۔ دل کو ایک دھکا سا لگا تھا' رات کے واقعات ایسے نہیں تھے کہ ذہن سے محو ہوجاتے..... لیکن اس وقت میں اس عجیب وغریب جگہ نہیں تھی بلکہ میرا اپنا ہی کمرہ تھا..... وہی کمرہ جہاں باسط العزیزی نے میرے قیام کا بندوبست کیا تھا۔ ہر چیز وہی تھی وقت بھی صبح کا محسوس ہوتا تھا لیکن پیشانی درد سے پھٹی جارہی تھی۔ آنکھوں پر جو بوجھ تھا اس سے یہ احساس ہوتا تھا کہ رات کی نیند بھرپور نہیں رہی۔ کہاں سے بھرپور رہتی' میں تو ایک انوکھے طلسم میں گرفتار تھی۔ میں خواب میں بھی نہیں سوچ سکتی تھی کہ وہ سب کچھ ایک خواب تھا۔ پورے ہوش وحواس میں تھی جب میں نے وہ انوکھا ڈرامہ دیکھا..... ایک ایک لمحہ ایک ایک منظر یاد تھا مجھے شیطان باسط العزیزی بھی یاد تھا اس کا وہ نام بھی یاد تھا جو اس نے مجھے بتایا تھا اناتوخ..... اور میرا نام اس نے انالازیہ لیا تھا۔ وہ سچ مچ مجھے دیوانہ کرنا چاہتا ہے' وہ سچ مچ میرا ذہنی توازن کھونا چاہتا تھا۔ آہ کیا اس پوری کائنات میں سب ہی میرے دشمن ہوگئے ہیں۔ آخر کیوں؟ وحشت کے عالم میں چیخ چیخ کر عدلہ اور نغمہ کو پکارنے لگی' صمد بابا اور جہانی بیگم کو تو آواز دینا تو بے سود ہی تھا کیونکہ سچ مچ دیوانی نہیں ہوئی تھی ورنہ انہی کو پکارتی..... دونوں بری طرح دوڑتی ہوئی اندر آئی تھیں اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگی تھیں۔ میں نے غرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"رات کو کہاں تھیں تم لوگ....."

"یہیں آپ کے دروازے کے سامنے آپ کی خدمت میں....."

"رات کو بھی تمہیں یہیں موت آتی ہے؟"

"ہمارے لئے یہی حکم ہے کہ دن اور رات آپ کی غلامی کریں باہر ہمارے لئے آرام کا بندوبست بھی کردیا گیا ہے کوئی غلطی ہوگئی تو شرمسار ہیں عزیزہ فردوسہ' کیا آپ نے ہمیں آواز دی تھی' ہوسکتا ہے ہم گہری نیند سوگئے ہوں۔" عدلہ نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تم لوگ زمانے بھر کی مکار ہو' ظاہر ہے چند سکوں کے عوض پیٹ بھرنے کے لئے تم نے یہاں غلامی کی زندگی قبول کی ہے تمہارے دل میں انسان دوستی کیسے جاگ سکتی ہے' لیکن فکر نہ کرو میرا بھی وقت آئے گا چن چن کر ایک ایک سے بدلہ لوں گی۔ پولیس کو باسط العزیزی کے جرم میں تمہیں برابر کا شریک بتاؤں گی اور اس کے بعد تمہیں جو دُرّے کھانے پڑیں گے تم ان کا تصور بھی نہیں کر سکتیں۔ لعنت ہے تم پر..... میں نے تم سے تمہاری دوستی طلب کی تھی' لیکن روٹی کے چند ٹکڑوں کے لئے جینے والیاں بھلا دوستی کے نام سے کیسے واقف ہو سکتی ہیں' رات کے کھانے میں مجھے کیا دیا گیا تھا مجھ پر بے ہوشی کیوں طاری ہو گئی تھی؟"

"جی.....؟" نغمہ نے حیرت سے منہ پھاڑ کر کہا۔

"معصوم مت بنو..... تمہاری ملی بھگت کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔"

دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا..... پھر عدلہ نے گھگھیاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"خدا کی قسم ہم سے کوئی سی بھی قسم لے لیجئے خاتون فردوسہ' شاید ہم بھی کسی نشہ آور شے کا شکار ہو گئے تھے۔ ہم نے جب رات کا کھانا کھایا تو اس کے بعد ہمارے حواس بھی کچھ دیر بعد گم ہو گئے۔ ایسی ٹوٹ کر نیند آئی کہ ہم اپنے بستروں پر دراز ہو گئے۔ آہ آپ کا کہنا بالکل درست ہے۔ رات کو ہم پر موت جیسی نیند طاری تھی۔ ہم اس کوتاہی پر معافی کی خواستگار ہیں۔ ہمیں معاف کر دیجئے گا اس کے بعد آپ کو کبھی ہماری ذات سے زحمت نہ ہو گی۔"

"مکار ہو تم دونوں جھوٹی ہو میں نے تمہیں غلط سمجھا تھا۔ راز دار بنانے کی کوشش کی تھی۔ میری غلطی تھی تم فطری طور پر کنیز ہو غلام ذہنیت کی مالک تمہیں اپنی ذات کی آسائش سے غرض ہے' تم دوستی اور محبت کی بات کیا جانو۔" میں ان پر لعن طعن کرتی رہی اور وہ گردن جھکائے سنتی رہیں۔ جب میرے دل کی بھڑاس نکل گئی تو میں نے کہا۔ "امیر عزیزی کہاں ہے؟"

"ہمیں علم نہیں ہے۔" عدلہ نے آہستہ سے کہا۔

"جاؤ معلوم کرو..... اور اگر نہ معلوم کر سکو تو مجھے اپنی صورت نہ دکھاؤ تم میری خادمہ ہو یا نگراں' میں جانتی ہوں کہ تم دونوں مجھ پر نگرانی کے لئے متعین کی گئی ہو۔ جاؤ عزیزی سے کہو کہ وہ مجھ سے ملاقات کرے۔" میں نے غرا کر کہا اور وہ دونوں

سر پر پاؤں رکھ کر بھاگیں۔

☆======☆======☆

ایک بار پھر مجھ پر جنون طاری ہو گیا تھا اور میں آپے سے باہر ہو گئی تھی۔ ہر شخص فریبی ہے ہر شخص صرف اپنی ذات کے لئے سوچتا ہے اس وقت مجھے کسی پر غصہ نہیں تھا سوائے اپنی ذات کے کتنا غلط قدم اٹھایا تھا میں نے۔ اپنی پُرسکون زندگی پر اتنی ساری الجھنیں لاد لی تھیں اور اب زمانے بھر میں ذلیل و خوار ہو رہی تھی' ان تمام خود غرضوں کے درمیان مجھے بھی خود غرضی ہی سے جینا چاہئے تھا جہنم میں جاتے ماں باپ نہیں تھے نہ سہی میرے لئے زندگی کون سی مشکل تھی' میں نے بلاوجہ ان کی چاہتوں میں اپنے آپ کو دربدر کیا' آہ کاش اب اگر موقع مل جائے تو یہاں سے سیدھی اپنے گھر واپس چلی جاؤں اور اس کے بعد سب سے پہلا کام یہ کروں کہ اس کتب خانے کو جلا ڈالوں' اس کمرے کی ہر چیز کو تہس نہس کر دوں جس سے میری ان مشکلات کا آغاز ہوا تھا' احمد کمال سعدی کا اگر کوئی وجود ہے اگر اس کی ذات سے کوئی کہانی وابستہ ہے تو اس میں بھی خود غرضی کا نشان ملتا ہے۔ وہ اپنی ذات کے لئے سرگرداں ہے اور اس نے مجھے قربانی کا بکرا بنا رکھا ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا میری کچھ بھی سمجھ میں نہیں آتا اب میں اپنے طور پر جینا چاہتی ہوں' خود غرضوں کی اس دنیا میں خود غرضی ہی سب سے انمول شے ہے' صرف اپنی ذات کے لئے سوچو' باقی کسی کا کوئی تصور بھی نہ کرو' خالد' ہاں وہ بھی اپنی ذات کی بہتری کے لئے مجھ تک پہنچا تھا اس نے اپنے حالات بہتر بنانا چاہے تھے اور کون جانے اب بھی وہ جو کچھ کر رہا ہے اس کی گہرائیوں میں اس کی وہی غرض پوشیدہ ہو گی۔ ہاں خالد اس کے علاوہ تمہارا اور کیا مقصد ہو سکتا ہے اگر تم واقعی یہاں میرے لئے روپوش ہوئے ہو تو اس کا پس منظر بھی وہی ہے ایثار محبت اور قربانی کے جذبوں کا اظہار کر کے تم اپنے لئے ایک پُرسکون زندگی چاہتے ہو لیکن جب یہ دنیا ہی فریب اور مکاری سے پُر ہے تو پھر میں کیوں نہ اس کے رنگ میں رنگ جاؤں' اسی فریب اور اسی مکاری سے کام لوں۔ آؤ ذرا میرے سامنے آؤ اب تم مجھے بالکل بدلا ہوا پاؤ گے کیونکہ تمہارے ذریعے میں اپنے وطن کا رخ کرنا چاہتی ہوں' تمہارا سہارا لے کر میں اپنے گھر اپنی جنت میں واپس لوٹنے کی خواہش مند ہوں۔ سوری سسٹر زمرد' کم از کم تم اس قدر مخلص ضرور تھیں کہ تم نے پرتگال اور اس سے آگے تک میرا ساتھ دیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تم بھی انسان تھیں کہاں تک سایوں کے پیچھے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بھاگتیں' تمہارا بھی پورا مستقبل خطرے میں پڑ گیا تھا اگر ایسے حالات میں تم نے مجھ سے برگشتہ ہو کر ڈاکٹر الیاس کا سہارا حاصل کرلیا تو میں یہ سمجھتی ہوں کہ تم دوسروں سے بہت بہتر ہو کاش آخری وقت میں بھی اپنی ضدی فطرت کا اظہار کرکے میں تم سے رُوگردانی نہ کرتی خاموشی سے چلی جاتی تمہارے ساتھ واپس' کتنی الجھنیں پالوں میں اپنے لئے' کیا میں اس قدر طاقتور ہوں۔

انہی سوچوں میں گم تھی کہ کوئی میرے کمرے کے دروازے سے اندر داخل ہوا' لمبے چوڑے بدن کا مالک تنگ پیشانی سیاہ چہرہ' چھوٹی آنکھیں گھنگھریالے بال ادھیڑ عمر کا یہ شخص بہت تیز و طرار معلوم ہوتا تھا' اندر آیا اور سینے پر دونوں ہاتھ باندھ کر جھکا پھر سیدھا کھڑا ہو کر بولا۔

"خاتون فردوسہ نے اپنے غلام حسان امینی کو پہچان لیا ہوگا؟"

"تو تم حسان امینی ہو.....؟"

"آپ کا دیرینہ خادم۔"

"جعلسازوں کا پورا گروہ موجود ہے یہاں واقعی خیر تم حسان امینی ہو یا روم کے بادشاہ مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے نہ میں نے تمہیں اس وقت طلب کیا تھا میں امیر باسط العزیزی سے ملنا چاہتی ہوں۔ کیا تم اس سلسلے میں میری کوئی مدد کرسکتے ہو یا تمہارے پاس بھی کوئی کہانی موجود ہے جسے سنا کر تم مجھے مطمئن کرنے کی کوشش کرو.....؟"

"نہیں خاتون فردوسہ' امیر باسط العزیزی ذرا مصروف ہیں یقیناً شام کو چار بجے تک وہ آپ سے ملاقات کریں گے اگر کوئی اور حکم ہو تو فرما دیجئے اور براہِ کرم اپنی خادماؤں سے سختی کا اظہار نہ کیجئے..... وہ آپ کی خدمت میں مصروف رہنا چاہتی ہیں اور وہی آپ کے لئے سب سے مناسب ہیں اگر آپ ذہنی انتشار محسوس کر رہی ہوں تو براہِ کرم اس کا اظہار فرما دیجئے میں ڈاکٹر نصران کو طلب کرلوں' وہ آپ کو یقیناً پُرسکون رہنے کی کچھ دوا دے دیں گے۔"

میں نے شدید غصے کے عالم میں اسے دیکھا اور کہا۔ "خوب حسان امینی بہت خوب دھمکی دینے کا یہ انداز واقعی بہت خوب ہے گویا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اگر میں نے اپنا یہ سخت رویہ جاری رکھا تو مجھے ڈاکٹر نصران کے حوالے کردیا جائے گا اور اس کے بعد میرے جسم میں انجکشن بھونکے جائیں گے واقعی اس طرح سے دھمکیاں اس

سے پہلے کبھی نہ دی گئی ہوں گی۔"

حسان امینی گردن جھکائے کھڑا رہا پھر بولا۔ "آپ اپنے آپ کو پُرسکون رکھنے کی کوشش کیجئے میں امیر عزیزی سے جس طرح بھی بن پڑے گا رابطہ قائم کرنے کی کوشش کروں گا اور اگر وہ مجھے دستیاب ہوگئے تو آپ اطمینان فرمایئے بہت جلد ان کی آپ سے ملاقات ہو جائے گی کیا میں آپ کے لئے ناشتے کا بندوبست کردوں؟"

سینے میں سانس نہیں سما رہی تھی' شدید غصہ آرہا تھا ہر شے پر لیکن پھر دماغ کو ٹھنڈا کرنا ہی مناسب سمجھا جن لوگوں کے درمیان ہوں وہ اپنا کردار نبھانا بخوبی جانتے ہیں سوائے اپنے آپ کو دکھ دینے کے اور کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ بہتر یہ ہے کہ وقت کا انتظار کروں کر بھی کیا سکتی ہوں اگر ان لوگوں سے انحراف کروں اور غل غپاڑہ مچاؤں تو وہی حشر ہوگا جو تھانے میں ہوا تھا۔ انجکشن دے کر سلا دیا جائے گا اور جب جاگوں گی تو اس کے بعد پھر یہی ماحول ہوگا۔ مناسب نہیں ہے پہلے ہی جو فیصلہ کیا تھا اس پر کاربند رہوں۔ میں نے اعتراف کرلیا تھا ڈاکٹر نصران کے سامنے کہ میں وہی ہوں جو یہ لوگ مجھے بنانا چاہتے ہیں چنانچہ اب بھی وہی انداز اختیار کرنا مناسب ہوگا کوئی فائدہ نہیں واقعی بالکل فائدہ نہیں ہے۔ وقت کا انتظار کروں صرف وقت کا انتظار بے بس ہوں بے کس ہوں اس کے علاوہ کر بھی کیا سکتی ہوں ہاں زندگی کھو دینا سب سے آسان ہے مگر ایسا کیوں کیا جائے اس کے بجائے جدوجہد کرلینے میں کیا حرج ہے۔

میں نے آہستہ سے کہا۔ "میرے لئے ناشتے کا بندوبست کیا جائے۔"

"بہت خوب محترمہ ابھی لیجئے گا۔" حسان امینی واپسی کے لئے مڑا پھر دروازے پر رک کر بولا۔ "عدلہ اور نغمہ کے لئے کیا حکم ہے اگر یہ دونوں خادمائیں آپ کو ناپسند ہوں تو میں انہیں تبدیل کردوں۔"

"نہیں مجھے خادماؤں کا اچار نہیں ڈالنا جس کو دل چاہے میری نگرانی پر مامور کردو۔"

حسان نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر خاموشی سے باہر نکل گیا کچھ دیر کے بعد میرے لئے ناشتہ آگیا اور میں ناشتے میں مصروف ہوگئی۔ نغمہ اور عدلہ کو اس کے بعد میں نے منہ نہیں لگایا۔ مجھے ان دونوں سے بھی نفرت ہوگئی تھی باقی وقت میں نے نا مختلف سوچوں میں گزارا..... شام کو ٹھیک چار بجے باسط العزیزی مجھ سے اجازت لے کر میرے کمرے میں داخل ہوگیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں نے گہری نظروں سے باسط عزیزی کو دیکھا۔ پختہ کار انسان تھا ورنہ مجھ سے نگاہ ملاتے ہوئے اس کی آنکھوں میں جھجک ہوتی۔ اس کے برعکس وہ مطمئن اور مسرور نظر آتا تھا۔ اندر آکر اس نے مخصوص انداز میں مجھے تعظیم دی اور پھر مدھم لہجے میں بولا۔ "خاتون فردوسہ نے مجھے طلب کیا ہے؟" میں زہریلے انداز میں مسکرائی پھر میں نے کہا۔

"تم میرے بھائی ہو نا باسط عزیزی؟" میرے الفاظ پر وہ ایک لمحے کے لئے گڑبڑایا۔ کچھ سوچتا رہا' مجھے دیکھتا رہا پھر بولا۔ "یہ تم بہتر جانتی ہو؟"

"نہیں باسط عزیزی میں تمہاری زبان سے سننا چاہتی ہوں۔"

"اس وقت مجھے یہ اعتراف کرنے میں عار نہیں ہے کہ یہ حقیقت نہیں۔"

"پھر میں کون ہوں؟"

"یہ سوال قبل از وقت ہے اگر موجودہ وقت میں اپنے بارے میں پوچھو تو میں بھی تسلیم کرتا ہوں کہ تمہارا نام روشن جمال ہے۔ تم ڈی پارلو کی مسافر ہو لیکن تمہارا ذہن بھی گرد آلود ہے' میری طرح۔ تم بھی وقت کے عمل سے گزر رہی ہو اور جب ماحول سے دھند چھٹ جائے گی تو تمہیں یاد آجائے گا کہ تم انالازیہ ہو' ابراعیس کی بیٹی انالازیہ جسے نیل کے مشرقی ساحل پر اناتوخ نے دیکھا اور اپنی کائنات اس پر قربان کردی پروہتوں نے فرعون وقت کو خبر دی کہ انالازیہ آدھے سورج کی بیسویں کرن کے زیر اثر ہے۔ اس کا قرب نحوستیں لائے گا لیکن اناتوخ نے محبت پر سب کچھ قربان کردیا اور پورے چاند کی رات جب دونوں ایک بجرے میں نیل کی لہروں پر محبت میں ڈوبے سفر کر رہے تھے تو اچانک نیل میں طغیانی نمودار ہوئی اور دونوں گرداب میں سما گئے۔ ہمیں موت نہیں آئی انالازیہ بلکہ سورج دیوتا نے ہم پر نیند طاری کردی تھی تاکہ جب نحوستوں کا دور ختم ہوجائے تو ہم ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے نمودار ہوں۔ تم ملکہ مصر ہو اور میں فرعونِ مصر' وہ وقت زیادہ دور نہیں ہے ایمنیاس کے فرشوں نے پیش گوئی کی ہے اور فرشتے سچ کہہ رہے ہیں۔ آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔ کاش تمہیں بھی اس کا احساس ہوجائے۔ کاش تم بھی اس وقت کے انتظار میں مجھ سے تعاون کرلو.....!" اس کی آواز میں حسرت بیدار ہوگئی۔

میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کی بکواس کا ایک نقطہ بھی میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ البتہ مجھے عدلہ اور نغمہ سے ہونے والی گفتگو یاد آرہی

تھی۔ ان میں سے کسی نے کہا تھا کہ خود امیری عزیزی بھی صحیح الدماغ نہیں ہے۔ بظاہر وہ ٹھیک تھا اس نے اعتراف کیا تھا کہ وہ میری اصلیت جانتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بے تکی کہانی..... یہ کیا بکواس ہے؟ وہ خیالات میں کھو گیا تھا میں نے اسے چونکایا۔ "تم نے مجھے ہوٹل سے اغوا کرایا تھا!"

"ایں؟" وہ چونک پڑا۔ "اس کے بعد تم نے مجھے نخلستانِ شاجرا کیوں پھنکوا دیا۔ وہاں سے بدو مجھے اٹھا کر لائے؟"

"میں نے؟" وہ حیرت سے بولا۔ "آدھے سورج کی قسم۔ میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔ مجھے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ مجھے تو تمہاری تلاش تھی۔ ایمنیاس کے فرشتوں نے میری رہنمائی تم تک کی لیکن تمہارے پاس پہنچنے سے پہلے ہی مجھے خبر ملی کہ اب تم اس ہوٹل میں نہیں ہو' میں نے تمہاری تلاش کے لئے جدوجہد شروع کردی اور اسی دوران سرکاری طور پر تمہارے فرار کی تفصیل اخبارات میں شائع ہوگئی۔ وہاں بھی ان نیک فرشتوں نے میری رہنمائی کی اور مجھ سے کہا کہ تمہیں حکام کے ہاتھوں تک نہ پہنچنے دیا جائے ورنہ سارا کھیل ختم ہوجائے گا۔ حسان امینی میرا ملازم مگر نہایت بااثر شخص ہے اس نے ناکہ بندی کروادی اور اپنے اختیارات سے کام لے کر پولیس ناکوں کے سربراہوں کو تیار کرلیا کہ اگر تم کسی طرح ان میں سے کسی تک پہنچ جاؤ تو حکام بالا کو خبر کرنے کے بجائے ہمیں خبر کی جائے۔ حسان نے ہی تمہیں میری بہن فردوسہ کا نام دیا۔ یہ میری کارروائی نہیں ہے۔ اسی احمق نے ایسا کیا اور اب ہم اس وقت کو نباہ رہے ہیں۔"

میں اس کی باتوں کے الجھاؤ میں گم رہی۔ پھر ہوٹل سے مجھے کون لے گیا۔ اس نخلستان تک مجھے کس نے پہنچایا۔ کچھ دیر کے بعد میں نے کہا۔ "کیا فردوسہ نامی تمہاری کوئی بہن ہے؟" میرے ان الفاظ پر اس کے چہرے پر غم کے تاثرات پھیل گئے۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"ہے نہیں تھی۔ وہ اپنا فرض پورا کرچکی ہے؟"

"کیا مطلب؟"

"ویلی آف کنگز کے تہہ خانے میں اس کا حنوط شدہ جسم ایک تابوت میں محفوظ ہے۔ اس نے زہر پی کر اپنے بھائی کے لئے قربانی دے دی ہے تاکہ پھر کوئی نحوست اس کا تعاقب نہ کرے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اس نے خودکشی کرلی؟"

"ہاں اور یہ بات صیغہ راز میں ہے۔ حسان نے اپنے ہاتھوں سے اسے زہر پلایا تھا۔ لوگ یہی جانتے ہیں کہ وہ ذہنی مریضہ ہے اور کہیں گم ہوگئی ہے لیکن میرے اور حسان کے بعد اب تم تیسری رازدار ہو۔"

"حسان نے اسے زہر پلایا تھا۔ کیا زبردستی؟" میں نے دہشت سے جھرجھری لے کر کہا۔

"یہ ضروری تھا..... ورنہ میری سلطنت کی حدود کشادہ نہ رہ پاتیں۔ مجھے لاتعداد دشمنوں کا سامنا کرنا پڑتا۔" اس نے سادگی سے جواب دیا اور اچانک مجھے شدید خطرے کا احساس ہوا۔ مجھے ایک دم محسوس ہوا کہ میں ایک نہایت خطرناک پاگل کے سامنے ہوں۔ ایک ایسے پاگل کے سامنے جو بظاہر صحیح الدماغ ہے۔ سازشیں کرسکتا ہے ہلاکتیں کرسکتا ہے اور اپنے عقائد میں اٹل ہے۔ اس کا ذہنی توازن خطرناک حد تک بگڑا ہوا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ وہ زمانہ قدیم کا کوئی فرعون ہے۔ اس نے اس تصور میں اپنی بہن کو ہلاک کردیا ہے اور یہ شخص حسان اس کا دست راست اور خطرناک انسان ہے۔ میں نے خوف کے عالم میں کہا۔

"تم غلطی پر ہو امیر عزیزی۔ تم ایک مسلمان ملک کے مسلمان شہری ہو اور تم آدھے سورج کی قسم کھاتے ہو۔ خدارا خود کو سنبھالو۔ یہ تمہاری بھول ہے تم صرف باسط العزیزی ہو۔ یہ خطرناک خیال نہ جانے کیسے تمہارے ذہن میں بیٹھ گیا ہے۔"

اس نے گردن ہلائی اور بولا۔ "نہیں انالازیہ..... ہم ابھی گرد آلود ہیں جب ہمارے ذہنوں کی گرد چھٹ جائے گی تو ہم ایک دوسرے کو پہچان لیں گے۔ تم اس کا اظہار کرچکی ہو رات کو..... مجھے بتاؤ تم عبرانی زبان جانتی ہو؟" اس نے پہلا جملہ چھوڑ کر دوسرا سوال کیا۔

"عبرانی زبان؟ نہیں..... بالکل نہیں۔"

"تب پھر یاد کرو۔ رات کو تم نے اپنی تقدیس کرنے والی کنیزوں سے جو تمہارے لئے خلعت لائی تھیں' ان سے اور مجھ سے عبرانی زبان میں اظہار ناراضگی کیا تھا۔ یاد کرو دماغ پر زور دو۔ تم عبرانی زبان نہیں جانتیں لیکن تم نے اسے سمجھا اسے بولا۔ اس بات کا اظہار ہے کہ ایمنیاس کے فرشتے سچ کہتے ہیں۔" میرا دماغ تاریک ہونے لگا۔ میں بری طرح چکرا گئی۔ کم از کم یہاں وہ سچ کہہ رہا تھا۔ رات کے ان ہوشربا لمحات

میں جو میں نے سنا جو بولا' وہ نہ تو اردو زبان میں تھا نہ انگریزی میں۔ مجھے اچھی طرح یاد تھا۔

مجھے ان دونوں کنیزوں کی صورتیں تک یاد تھیں جو اپنے ہاتھوں میں طشت اٹھائے ہوئے تھیں۔ انہوں نے کہا تھا۔ تقدیس ہو تیری ابراعیس کی بیٹی' اناتوخ کی منظورِ نظر۔ مجھے ان کے یہ الفاظ تک یاد تھے۔ یہ بھی یاد تھا کہ میں نے اسی زبان میں جواب دیا تھا مجھے اپنے جواب کے الفاظ بھی یاد تھے۔

"ہمارے ذہن پر صدیوں کی گرد چھائی ہوئی ہے انالازیہ' ہم وقت کے گرداب میں پھنسے ہوئے ہیں لیکن صدیاں گردش کرتی ہیں آج کی سائنس بھی یہی کہتی ہے کہ زمین سورج کے گرد چکراتی ہے کون جانے ہم پچھلی صدیوں کے کون سے دور سے گزر رہے ہیں لیکن راء امون کی پاک کرنیں بہت جلد ہمارے دور کو لوٹانے والی ہیں اس کا ثبوت ہمارے جسموں میں دوڑنے والی زندگی ہے۔ ہمارے جسم جاگ اٹھے ہیں۔ بس ہمارے ذہنوں کے صاف ہونے کی دیر ہے اور وہ ہمارے ساتھ ہی لوٹیں گے جو ہمارے ہم سفر تھے' جو ہمارے دست و بازو تھے۔ جو ہماری سلطنت کے رکھوالے تھے وہ تصدیق کریں گے کہ یہی اناتوخ ہے اور دیکھو یہ اس کی ملکہ انالازیہ ہے۔ اہلِ مصر جھک جاؤ ان کے سامنے' تقدیس کرو ان کی اور لوگ فرعونِ وقت کو پہچان لیں گے۔ سرزمین مصر پر ایک بار پھر دور فرعون آجائے گا۔ یہ سلطنتِ وقت ہماری ہوگی۔ آہ' مصر پر ہماری حکومت ہوگی انالازیہ تم....."

اس کی آنکھیں خوابناک ہوگئیں۔

☆======☆======☆

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

مصر کی قدیم تاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں کیلئے ایک دلچسپ اور حیرتناک داستان

- کائنات کی پُراسرار ترین سرزمین جہاں صدیاں سانس لیتی ہیں، لاکھوں سربستہ رازوں کا مسکن، فرعونوں کی سرزمین مصر کی مکمل تاریخ۔
- ایک پُراسرار محقق کی حیرتناک داستان، اس کی لکھی ہوئی کتابیں بولتی تھیں۔
- پروفیسر زاغ کون تھا؟ کوئی انسان یا بدروح؟
- ایک عجیب اور پُراسرار پرندہ شلا شلائی جو انسانوں سے زیادہ مکار تھا۔
- ایک ایسی دوشیزہ کا قصہء حیرت، اسکا وجود تاریخ کے چھ ہزار سالوں کے عقب میں چھپا ہوا ایک انوکھا راز تھا۔ وہ لمحوں کی قیدی تھی، قدیم روحیں اس کی نگران تھیں۔
- مصر کی قدیم تاریخ کی محافظ روح انطاریہ جدید دور میں۔
- ایک مقدس راز جسے جاننے کے لئے تاریخ دان جان کی بازی لگا رہے تھے۔
- قلوپطرہ ثانی اپنے دشمنوں کو مارنے کے بعد تابوتوں میں سجا لیتی تھی۔
- روحوں کی عدالت نے اسے طلب کیا اور وہ دو ہزار چھ سو تریسٹھ سال پہلے ماضی میں چلی گئی۔
- وہ بے بدن تھا۔ اسکا بدن تاریخ کا قیدی تھا۔

Rs. 225/-

ISBN 969-517-041-